تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیمان و انه بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ دوازدہم (۱۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب:	تحریک ختم نبوت حصہ دوازدہم (۱۲)
صفحات:	۵۴۴
مولف:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع:	اول
سال طباعت:	۲۰۱۱ء

فہرست عنوانات

پیش لفظ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یہ عقیدہ اپنے اندر کئی اہم بنیادی امور کو سمیٹے ہوئے ہے جو ضروریات دین میں سے ہیں مثلاً: ختم نبوت کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اب نزول وحی اور شریعت سازی کا سلسلہ موقوف (بند) ہو چکا ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ شریعت محمدی اور دین قرآنی مکمل ہے اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں اور نہ ہی نسخ وتغیر کی۔

نبوت اور آسمانی ہدایت انسانوں کی سب سے اہم ضرورت ہے کہ اس کے بغیر سعادت روحانی اور نجات کا حصول ناممکن ہے لہذا پروردگار عالم نے انسانوں کی دیگر ضروریات سے بڑھ کر اس صورت کا معقول انتظام فرمایا۔ اب جب کہ سلسلہ نبوت، حضرت سید المرسلین ﷺ پر ختم کر دیا گیا تو ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ قیامت تک لوگوں کی ضرورت کا انتظام رہے۔ چنانچہ ختم نبوت کا لازمی تقاضا ہوا کہ نبوت محمدی، انسانیت کے آخری قافلے تک بے غبار شکل میں محفوظ رہے اور عالم انسانیت پر اللہ رب العالمین کی جانب سے حجت کا اتمام ہوتا رہے۔

آخری شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری رب العالمین نے سابقہ امتوں کی طرح افراد امت کے سپرد نہیں کی بلکہ، الذکر، کی حفاظت کا ذمہ خودلیا، اس الٰہی وعدے کی سب سے بڑی علت ختم نبوت ہی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ پر نازل کردہ آخری اور مکمل دین کی حفاظت کے ذریعے نبوت محمدی قیامت تک کے لئے ناقابل تنسیخ وتبدیل قرار پائی چنانچہ اسی کی بدولت بغیر کسی نئی نبوت کے تمام لوگوں پر اتمام حجت اور انتظام ہدایت کی سنتِ الٰہی بھی قائم رکھی۔

اللہ تعالی کے مذکورہ وعدے اور سنت کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ لا تزال طائفة من امتی ظاھرین (منصورین) علی الحق.. الحدیث۔ کے نبوی الفاظ زندہ حقیقت کا روپ دھارلیں اور امت کا باسعادت طبقہ وطائفہ قرآن وسنت کے خالص دین کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے میں لگا رہے اور اس میں تحریف وتبدیل، حذف واضافہ، اور معارضہ ومخالفت کی ہر کھلی اور چھپی کوشش کو ناکام بنانے پر کمر کسے رہے تاکہ چہرہ نبوت بے داغ وشفاف رہے اور شریعت کا مصدر وسرچشمہ ہر طرح کی آلودگی وآمیزش سے پاک صاف۔ ختم نبوت کی نفی ان تمام ضروریات کی نفی کرنا ہے۔ حفاظت دین کے الٰہی وعدے اور ختم نبوت کے تقاضوں نے شریعت حقہ کی صیانت وخدمت اور اس کے دفاع وردّ باطل کا ایسا انتظام فرمایا کہ یہ علمی کاوشوں وعملی

کوششوں اور بسا اوقات جان فروشیوں کی درس و عبرت سے لبریز متداول تاریخ بن گئی۔

عہد رسالت صادقہ سے لے کر آج تک تقریباً ہر دور میں ختم نبوت کے ثابت شدہ عقیدے کے سامنے مختلف چیلنجوں نے سر اٹھایا، کتنے پیشہ ورانِ دین اپنے گرد تقدس و عقیدت کا ہالہ بنا کر ارادت مندوں کا مرکز اقتدار بننے کی خاطر دانستہ یا نادانستہ شارع ﷺ کی امامت کبری اور مرکز ہدایت کی حیثیت کیلئے چیلنج بنتے رہے۔ ان کے تئیں کشف والہام اور منامات ورؤیا (خواب) کی غلو آمیز حیثیت اور افراط زدہ فکر نے وحی کے انقطاع اور تکمیل شریعت کے واضح اعلان کے باوجود ختم نبوت کی شاندار و جاندار عمارت میں نقب لگانے کی کوشش کیں۔ شرع متین میں کمی بیشی تغیر وتبدیل کے چور دروازے کی مذموم مساعی انجام دیں۔ علاوہ ازیں امت کے ایک طبقے نے تقلید شخصی کے التزام و جمود کی راہ سے جانے انجانے آئمہ کرام کے اجتہادات و آراء کو منزل من اللّٰہ نصوص کا مقام دینا چاہا۔ طائفہ منصورہ اور جمہور علماء امت نے ایسی ہر جسارت کو بے نقاب اور ہر کوشش کو نامراد کیا اور بلاخوف لومۃ لائم مقام نبوت اور نصوص شریعت کی بالاتری کو ثابت فرمایا۔ مجددین دین کا وظیفہ بھی یہی تھا کہ وہ اپنے زمانے میں شریعت مطہرہ کے حقیقی چہرے پر پڑنیوالے غبار کو صاف کر دیں۔ وہ دین جدید پیش نہیں کرتے، خاتم النبیین کے دین کی تجدید کرتے ہیں (نبوی فرمان کے مطابق ہر صدی کے سرے پر مجدد کا ظہور ہوتا ہے مجدد کا ظہور بھی ختم نبوت کے بے شمار دلائل میں سے ایک قوی دلیل ہے کہ اگر سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتو مجدد کی ضرورت نہ ہوتی، حسب حال نیا نبی مبعوث ہوتا)

عقیدہ ختم نبوت خلاف کشف والہام، خواب واجتہاد کو مقام وحی دینے کے چور دروازو ں کے علاوہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں وحی و رسالت کے کھلے دعوی بھی ظہور پذیر ہوئے۔ عہد رسالت میں مسلمہ کذاب اور مابعد سجاح اور اسود عنسی سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور متعدد چھوٹے بڑے مدعیان نبوت نے ختم نبوت محمدی کو چیلنج کیا۔ وحی الٰہی کے مقابل حسب استعداد وحی شیطانی پیش کی۔ تاریخ کا ہر جھوٹا نبی ولو تقول علینا بعض الا قاویل لاخذ نا ہ.... الآیہ، جیسے ارشادات کے مطابق اپنے قدرتی انجام کو پہنچا (بجز انکے جنھیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی) لیکن جھوٹے نبیوں کے وجود وظہور نے امت کا امتحان لیا۔ جو کم سواد و بدنصیب انکے دام فریب میں آ گئے ناکام ہوئے۔ جنھوں نے جھوٹی نبوت کا انکار کیا اور اس کی تردید وتکذیب میں اپنا کردار نبھایا وہ کامیاب ،اور تردیدی فریضے کی ادائیگی میں اپنے عمل اور جذبے کے مطابق درجات کے مستحق۔

اس معرکہ حق و باطل میں طبعی طور پر سب سے نمایاں کردار امت کے اسی طبقہ کا ہونا تھا

جو طائفہ منصورہ کہلانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے، جس کے منہج فکر و عمل نے نبوت محمدی کے حسین ترین پیکر کے مقابل تقلیدی جمود کو بھی گوارا نہیں کیا کہ اس سے مقام رسالت مجروح ہوتا ہے چنانچہ یہ تاریخ کی برہنہ حقیقت ہے کہ جب بھی یہ معرکہ حق و باطل چھڑا طائفہ منصورہ، وعدہ الٰہی کی تکمیل کے لئے توفیق پانے والے لشکر کا ہراول دستہ رہا و للہ الحمد و المنۃ

ہندوستان کی تاریخ تحریک ختم نبوت بھی اسی فطری و تاریخی صداقت کا ایک روشن باب ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں استعمار کے مبعوث کردہ قادیانی نبوت کا علمبردار اپنے دائرہ تاثیر و تلبیس کی وسعت کے اعتبار سے حدیث نبوی کی تعبیر دجالون کذابون کے زمرے میں نظر آتی ہے۔

اسلام مخالف افکار و مذاہب کے رد و ابطال کے عزم کا اعلان کر کے مسلمانان ہند کی ہمدردی اور زبردست مالی تعاون کے ذریعہ قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب کے ذریعہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں اپنے دعوی مسیحیت و نبوت کی مخفی انداز میں تمہید باندھی۔ پھر ۱۸۹۱ء میں فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام کے ذریعے اپنے متعلق مسلمانان ہند کی خوش فہمیوں کے اوہام کا کھل کر ازالہ کر دیا، بالآخر ظلی و بروزی کے تاویلی سابقے کے ساتھ نبوت کا برملا دعوی کر دیا۔

اس دعوت کے اشارہ کردہ ابتدائی پس منظر، انگریزی حکومت کی درپردہ سرپرستی نیز مرزا قادیانی اور اس کے بعض رفقاء (مثلاً حکیم نورالدین) کے علم کلام، وحی شیطانی سے آراستہ شبہات نے اپنا ایک حلقہ اثر بنا لیا... جو لوگ قادیانی لٹریچر اور فکر سے کسی قدر واقف ہیں اور ساتھ ہی وہ منکرین حدیث کی اعتزال و استشراق زدہ عقلانیت کی شد بد رکھتے ہیں، وہ بخوبی جان سکتے ہیں کہ قادیانی علم کلام نے انکار سنت کے علم برداروں کو تشکیک و انکار کے لئے کافی غذا فراہم کی ہے۔ یا یہ کہیں کہ منکرین حدیث اور نیچری فکر کی اس نے بہت سے امور و مسائل میں موافقت کی ہے اور دونوں نے باہم فکری تبادلہ کیا ہے۔ وفات مسیح کا اثبات مسیح کی (بن باپ کی) معجزانہ ولادت کا انکار (یوسف نجار کی فرزندی کا دعوی) مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات کی نفی اور عقلی تاویلات جیسے متعدد امور ہیں جن میں نیچری مذہب، انکار سنت و قادیانی فکر شانہ بشانہ نظر آتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ نیچری اور منکرین سنت مغرب کی عقل پرستی سے مرعوب اور احساس کمتری کا شکار ہیں جب کہ قادیانی نبوت کو اپنے دعووں کے اثبات میں ان کی ضروریات ہے۔

مسیح کی وفات ثابت کر لی جائے تو احادیث صحیح میں نزول مسیح کا ذکر و ثبوت بزعم خود

قادیانی نبوت کے لئے مسیحیت کے دعوی کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔معجزات کی نفی و انکار سے، قادیانی نبی، کے معجزات سے عاجزی کا جواز فراہم ہوتا ہے۔ یہاں انکار حدیث و نیچریت کے جملہ معترضہ سے مقصود اس خیال کو پیش کرنا ہے کہ قادیانی دجل و فریب کو تقویت پہنچانے والے بعض دیگر ذرائع بھی موجود تھے اور ان میں سے ہر فکر دین محمدی کا حلیہ بگاڑنے والی مقام رسالت کو مجروح کرنیوالی یا ختم نبوت کے عقیدے اور اس کے مقتضیات پر ضرب کاری لگانا چاہتی تھی۔

چنانچہ انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون ۔اور، لا تزال طائفة مّن امّتی ظاهرین علی الحقّ جیسے متلو اور غیر متلو وحی کے الفاظ نے تحریک ختم نبوت کی شکل اختیار کر لی ..اور حق یعنی کتاب و سنت پر جو جتنا قائم تھا جن افراد و جماعات کی جس قدر (حق سے) وابستگی تھی اسی قدر اس نے اس تحریک میں اپنا رول نبھایا اور بغیر کسی جانبدارانہ رجحان کے یہ حقیقت ہے کہ طبقہ اہل الحدیث کتاب و سنت کا روئے زمین پر سب سے زیادہ امین و علمبردار ہے۔

برصغیر کی تاریخ تحریک ختم نبوت جس قدر شاندار اور عظیم الشان ہے اس کے حقائق اور تفصیلات اسی قدر مظلومیت کا شکار ہیں۔اس ظلم کے مرتکب کچھ لوگ غفلت شعار ہیں تو اکثر تعصب اور مسلکی جانبدارانہ رویہ کے شکار۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے تاریخ تحریک ختم نبوت کو مرتب و مدون کرتے ہوئے جو سلسلہ مضامین سے سلسلہ کتب کی شکل میں وسعت پذیر ہے محض واقعہ نگاری نہیں کی ہے بلکہ اس سلسلے کا معمولی سا مطالعہ بھی غمازی کرتا ہے کہ موصوف نے خون جگر نچوڑ کر تاریخ کے اس باب کے جملہ تقاضوں کی تکمیل کیلئے سعی بلیغ کی ہے چنانچہ اس دل آویز مرقع میں برصغیر کی مختلف جماعتوں اور افراد کا کردار نظر آتا ہے اور ان کی فکر کا واضح عکس بھی اس میں بہت سے معلوم واقعات کے نامعلوم پس منظر کا پتہ چلتا ہے مختلف حوادث کی درمیانی گم شدہ کڑیوں کا سراغ ملتا ہے اہم بات یہ ہے کہ کوئی بات ادعاءِ محض پر مبنی نہیں نظر آتی جو بھی بیان کیا مدلل اور مستند ہے۔

اس دستاویزی تحریر میں بہت سے مخلص کارندوں اور خدّامانِ دین پر لگائے گئے بے جا الزامات کی قلعی کھلتی ہے تو بہت سے مدعیان سرفروشی کے تاریخ سازانہ کارناموں کی نقاب کشائی ہے۔اس آئینے میں تحریک ختم نبوت کے نشیب و فراز اور ماضی کے حقیقت سے قریب تر بلکہ ہو بہو خدوخال نظر آتے ہیں۔سب سے اہم اور مفید امر یہ ہے کہ تحریک ختم نبوت کے کار پرداز علماء کی تحریروں، مباحثوں، مناظروں اور مباہلوں کی ذکر کردہ اور منقولہ تفصیلات میں ایسا زبردست علمی

مواد اور سرمایہ اکٹھا اور یکجا ہو گیا ہے جو دعاۃ و مبلغین علماء و طلبہ کیلئے علمی دلائل کا بیش قیمت ذخیرہ و خزانہ کہلا سکتا ہے۔ یہ علمی مواد آج بھی معاندین کی بہتیری پر فریب تشکیکات وشبہات کے ازالے کا سامان ہے۔ استدلال کی قوت اور مخالفین کے علمی تعاقب ومواخذے کی صلاحیتیں بخشنے والا ہے۔

زیر نظر کتاب، جو اپنے سلسلے کی بارھویں جلد ہے، کا لگ بھگ نصف حصہ میں نے دیکھا ہے جسے پڑھ کر جہاں ختم نبوت کا دفاع کرنے والے بزرگان اور علماء دین کی بے پناہ دینی غیرت و حمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں ان کی گہری علمی بصیرت وصلاحیت بھی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالی ان بزرگوں کو جزائے خیر اور بلند درجات عطا فرمائے کہ انہوں نے متنبّی قادیان کی وحی شیطانی کے ایک ایک شبہے اور مغالطے کا بھرپور تعاقب اور پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ ان کے دلائل واستدلالات میں حسین علمی جواہر ہیں۔ قادیانی متنبّی کی تضاد بیانیوں کی بے مثال علمی واصولی گرفت ہے اسکی دروغ گوئی اور افترا پردازی کے پختہ شواہد ہیں، قادیانی تلبسات میں نصوص کتاب وسنت کی تحریفات اور اس کی جھوٹی، مضحکہ خیز پیشین گوئیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے کہ اگر قادیانی امت کا بھی کوئی فرد حسین لڑی میں پروئے ہوئے ان مجموعہ ہائے مضامین اور تاریخ کا منصفانہ مطالعہ کرے تو اسے یہ اعتراف کرنے میں چنداں دیر نہیں لگے گی کہ قادیانی نبی بلاشبہ دجال وکذاب تھا۔

ان سطور کو لکھتے ہوئے مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر بہاء الدین کو یہ کہنا اپنی اس کوشش اور گراں مایہ علمی وتحقیقی کوشش پر وہ مبارکبار اور تحسین کے مستحق ہیں، اس کاوش کی ناقدری ہے کیونکہ ان کے کارنامے کی عظمت ان الفاظ سے کہیں بلند ہے۔ تحریک ختم نبوت کے حقیقی سالاران لشکر اور سپاہیوں نے جو کچھ کیا تھا وہ تاریخ کے قبرستان میں دب چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے انتہائی عرق ریزی اور جہد گراں کے ساتھ اس دفینے کی جستجو کر کے اسے کھودا اور اپنی گہری فکر و بصیرت، تبحر علمی اور خوش بیان قلم کے بوتے قم باذن اللہ کہہ کر اس تاریخ کے کرداروں، کارناموں اور علمی شہ پاروں کو پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ اللہ اس حیات کو دوام بخشے۔ اس ناچیے سے تحریک ختم نبوت کے سالار اول شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی، شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا رشید احمد گنگوہی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور اس سلسلۃ الذہب کے بہتیرے اساطین علم وفضل تحریک ختم نبوت کے عظیم قائدین وکارگذاران کے ذکر جمیل کے ساتھ، ڈاکٹر صاحب اس آخری شخصیت تک جن کے ختم نبوت کے باب میں علمی عملی کارنامے ہیں کا

تذکرہ وہ کریں گے (آئندہ قسطوں میں)۔یقیناً ڈاکٹر صاحب موصوف ان تمام بزرگوں کی مساعی اور تاریخی کردار میں شریک کہلائیں گے اللہ تعالی قبول فرمائے جس کی بارگاہ میں خیر کی دلالت کرنے والا بھی صاحب خیر کے ساتھ اجر میں برابر کا شریک قرار پاتا ہے صاحب خیر کے اجر میں کسی کمی کے بغیر۔ اللہ تعالی نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو تحریک ختم نبوت کے تاریخی قافلوں کا شریک عمل واجر بنانے کے لئے منتخب فرمایا۔ یہ عظیم سعادت انہیں مبارک ہو۔

برسوں پر محیط محنت، بوسیدہ اوراق اور گم شدہ تاریخ کا کھوج لگانا اور سمیٹنا۔جمع وترتیب کا دقت طلب عمل جو محض اکٹھا کرنا اور سن وار ترتیب دینا نہیں ہے بلکہ اس میں جرح وتعدیل، بحث و تحقیق اور نقد و تنقیح کے مسلم اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے واقعات کی صحت وعدم صحت کا پتہ لگانا، متعارض بیانات میں تطبیق وترجیح دینا بھی شامل ہے۔ نیز جا بجا استنباط واخذ مطالب اور واقعات کی ٹوٹی اور گمشدہ کڑیوں کو جوڑنے کا فقیہانہ عمل بھی اس تاریخ نویسی کا حصہ ہے۔اہل نظر جانتے ہیں کہ صاحب تصنیف کی والہانہ دلچسپی، جذبہ صادق اور جنونی جگرکاری کے بغیر یہ ممکن نہیں

چند ماہ پیشتر محترم شیر خان جمیل احمد نے جامعہ محمدیہ (منصورہ مالیگاؤں) کی ایک ملاقات میں ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کی تصنیفی وتحقیقی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگراس سلسلے کی کوئی مفید کتاب یا علمی مواد ملے تو بلا تاخیر اطلاع دینا..پھر چند روز قبل موصوف جب برطانیہ سے ہندوستان تشریف لائے تو ان کے توسط سے کتاب کے اس بارھویں حصہ کا نصف مسودہ ملا اور یہ سعادت بخش حکم بھی کہ جلداز جلد اس جلد کے لئے بطور مقدمہ ایک مضمون لکھ دیں۔علماء کبار کی بھیڑ میں مجھ کم مایہ کا انتخاب مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔غور کیا تو یہ محض اللہ تعالی کا فضل معلوم ہوا۔مگر ڈاکٹر بہاء الدین کی تحریراور کتاب کا علمی معیار، تحقیق کی بلندی اور زبان و بیان کی دلکشی دیکھ کر حد درجہ احساس کمتری کا شکار رہا۔کئی دنوں تک تعمیل حکم میں قلم کو جنبش نہ دے سکا کہ اچانک محترم شیخ جمیل نے رابطہ کر کے قدرے شدت کے ساتھ اصرار فرمایا کہ میری ہندوستان سے روانگی کا وقت آن پہنچا ہے اور برطانیہ پہنچتے ہی ڈاکٹر صاحب کو دیئے وعدے کو پورا کرنا ہے...شیخ موصوف کے رویہ سے محسوس ہوا کہ ختم نبوت کی تحریک وتاریخ کے احیاء کے توفیق یافتہ گروہ کے سالار قافلہ کے معاون سپاہی بھی اپنے جذبہ تعاون میں حد درجہ پر جوش اور جذبہ صادق کے حامل ہیں۔ نیز وہ ڈاکٹر بہاء الدین کے تصنیفی وتحقیقی کام کی قدر و منزلت سے بھی بخوبی واقف ہیں تقبّل اللّٰہ جھودھم۔

میں شیر خان جمیل احمد کا بے پناہ ممنون ہوں کہ انہوں نے محترم ڈاکٹر بہاء الدین کے عظیم الشان

کارنامے سے کسی بھی درجے میں وابستگی کا موقع فراہم کیا۔ایک ایسی کتاب جو محض کسی روایتی تصنیف میں اضافہ نہیں ہے کیونکہ آج ہر روز متعدد تصانیف زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں جن میں سے بیشتر بقول شخصے، مصنف کے نام کے علاوہ کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کرتیں، علاوہ ازیں ان میں سے اکثر کتابوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ شائع نہ ہوتیں تو علمی، دعوتی، تاریخی، مواد و ضرورت کے اعتبار سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی لیکن بلاتردد میں یہ دعوی کرسکتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت کا یہ وقیع سلسلہ تصنیف علمی و تصنیفی دنیا میں محض ایک مصنف کے نام کا اضافہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا تحقیقی مرقع اور تاریخی دستاویز ہے جس کی فراہمی قوم کی ضرورت تھی۔ جو طائفہ منصورہ پر برسوں سے واجب الاداء فرض کی قضا ہے۔ نیز اگر یہ کتاب نہ لکھی جاتی تو یہ صرف عمل و تحقیق کی کمی نہ ہوتی بلکہ بہت بڑا خلاء باقی رہتا جسے پر کرنے کیلئے ماہرین کی جماعت درکار ہوتی .. اللہ تعالی ڈاکٹر بہاء الدین اور انکے رفقاء کو پوری جماعت اہلحدیث بلکہ پوری ملت پر اس احسان کے بدلے اجر جزیل سے نواز کر اعلی درجات سے کامیاب فرمائے۔

ہند و پاک کے جملہ ملی اخوان سے عمومی طور پر اور طائفہ منصورہ کے وابستہ برادران سے عرض کرونگا کہ اگر آپ اس کتاب کے مطالعہ سے محروم ہیں تو یہ حد درجہ بدنصیبی ہے۔آپ اپنی تاریخ سے ناواقف ہیں۔اپنے بزرگوں کی حقیقی علمی و عملی میراث سے محروم ہیں۔تحریک ختم نبوت کا سلسلہ تصنیف آپ کا اپنا کھویا ہوا سرمایہ ہے جسے کسی نے نہایت دیانت داری اور عرق ریزی سے صاف ستھرا بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔اس کا مطالعہ آپ کو برصغیر کے بہت سے امور میں کتابوں کے دفاتر سے بے نیاز کردے گا۔ بہت سے مختلف فیہ یا مبہم و تشنہ امور میں تھکا دینے والی جستجو سے راحت عطا کرے گا۔علماء دعاۃ اور طالبان علم کے لئے علم و تحقیق کی بہت بڑی کمی اور نقص کو دور کرنے میں یہ کتاب مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالی اس علمی و تاریخی دستاویز کے افادے کو عام فرمائے۔مولف معاونین و ناشرین کے لئے صدقہ جاریہ بنا کر نجات کا ذریعہ بنائے اور ہم کوتاہ کار لوگوں کو بھی اس زمرے میں شریک فرمائے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

(مولانا) ابو رضوان محمد اسماعیل اکبر۔ ناظم اعلی صوبائی جمیعت اہل حدیث مہاراشٹر (انڈیا)۔
استاد جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، اڈیٹر ماہنامہ صوت الحق مالیگاؤں

عرض مؤلف

الحمد للہ و المنہ کہ تحریک ختم نبوت (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کا بارھواں حصہ قارئین کی نذر ہونے جا رہا ہے۔

جلد ہذا کا آغاز علامہ شمس الحق محدث ڈیانویؒ کی ۱۳۲۰ھ یعنی ۱۹۰۲ء کی ایک بابرکت تحریر سے کیا جا رہا ہے جو انہوں نے عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داؤد میں حدیث متعلقہ دجال کی تشریح کرتے ہوئے رقم فرمائی تھی۔ علامہ کے متعلق معلومات صرف اس تحریر تک محدود تھیں جو انہوں نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی جانب سے جاری ہونے والے فتوی تکفیر مرزا پر تائیدی دستخط فرماتے ہوئے لکھی تھی۔ اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ علامہؒ نے اپنی مشہور عالم تصنیف میں بھی حدیث متعلقہ دجال پر بحث کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی مفصل تردید کی ہے۔ یہ مختصر تحریر کو شمس الحق کے عنوان سے نقل کی گئی ہے۔

بعد ازاں اس حصہ کتاب میں پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی دو کتابوں کا اختصار پیش خدمت ہے۔ پیر صاحب نے رد قادیانیت کے موضوع پر پہلی کتاب فارسی میں ہدیۃ الرسول کے نام سے (شائد) ۱۸۹۹ء میں لکھی تھی، پھر اسی کتاب کے مضامین کو انہوں نے اردو کے قالب میں شمس الہدایۃ کے نام سے پیش کیا۔ میں نے تلخیص کرتے ہوئے ساری شمس الہدایہ کو سامنے رکھا ہے اور اس کے بیشتر مضامین شامل اشاعت کر کے پیر صاحب کی مشہور کتاب سیف چشتیائی کے بعض مضامین کی تلخیص بھی پیش کی گئی ہے۔

قادیانیوں کا کہنا ہے کہ پیر مہر علی صاحب نے سیف چشتیائی میں مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ پر جو اعتراضات کے ہیں وہ دراصل مولوی کرم الدین جہلمی کے رشتہ دار مولوی محمد حسن فیضی کے نوٹس ہیں جو اس نے اپنی وفات سے قبل تحریر کئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ متنازعہ نوٹس تو

سیف چشتیائی کا ایک مختصر سا حصہ ہیں جب کہ کتاب ایک بسیط تصنیف ہے جس میں تفسیر سورہ فاتحہ کے علاوہ بھی بہت سے قادیانی مسائل اور اعتقادات کی تردید کی گئی ہے اور کتاب میں کئی دیگر مصنفین کی کتابوں سے اقتباسات بھی بقید اسماء مولفین نقل کئے گئے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک سیف چشتیائی میں محمد حسن فیضی کے نوٹس کی موجودگی کوئی جرم ہے تو ان نوٹس کے ذریعے محمد حسن نے مرزا صاحب کے جو سرقے مقامات حریری وغیرہ سے ظاہر کئے ہیں، تب بھی ان کا جواب تو دیا جانا چاہیے۔ اور جو سیف چشتیائی میں مولانا ثناءاللہ کے رسالہ سے باحوالہ جو اقتباسات ہیں ان کا بھی جواب دینا چاہیے، اور جو مولانا محمد بشیر سھسوانی کی کتاب سے اقتباسات ہیں ان کا کیا جواب بھی ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں سیف چشتیائی کے بیشتر حصوں میں خود پیر صاحب نے قادیانی مسائل کا جو تارو پود بکھیرا ہے، اس کا کیا جواب ہے۔

شمس الہدایۃ اور سیف چشتیائی کا ذکر شروع ہو جائے تو ان مقدمات کا ذکر بھی ضروری ٹھہر جاتا ہے جو قادیانیوں اور مولوی کرم الدین جہلمی وغیرہ کے درمیان کم و بیش دو سال تک جہلم اور پھر گورداسپور میں چلتے رہے۔ مولوی کرم الدین نے ان مقدمات کے مختصر روداد زیرنظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) میں کتابی صورت میں شائع کر دی تھی۔ اور بعد میں اسی روداد کو بعض اضافات کے ساتھ ۱۹۳۲ء میں تازیانہ عبرت کے نام سے شائع کیا جس کی طبع نو ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اس میں سے زیرنظر دور کی طبع شدہ روداد کی تلخیص شامل اشاعت کر دی ہے۔

ان مقدمات کی روداد قادیانی روایت سے ہمیں الحکم اور بدر قادیان کے مختلف شماروں میں جستہ جستہ دیکھنے کو ملی ہے۔ یہ مقدمات کفر و اسلام کی فتح و شکست کا معاملہ نہ تھا۔ تاہم قادیانی حضرات نے انہیں جا بجا زور شور سے مرزا صاحب کی روحانی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا۔ ہم نے بروایت ان کے بعض کاروائیاں ملخصاً اور بعض کاروائیاں تفصیلاً بیان کر دی ہیں۔

تحریک ختم نبوت کے زیرنظر حصے میں قادیانی اخبارات مثل الحکم اور البدر کے شماروں کی ورق گردانی کرتے ہوئے عدالتی مقدمات کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب کبھی تو مقدمات کی پیروی کے لئے حاضر عدالت ہوتے تھے اور کبھی بیماری کے باعث حاضری سے معذرت کر لیتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ اڈیٹر الحکم نے لکھا کہ مرزا صاحب کی:

طبیعت کسی نہ کسی قدر ناساز چلی جاتی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ آپ کے ضعف و مرض کا سارٹیفیکیٹ اپنی پیش گوئی میں دے چکے ہیں کہ وہ آنے

والا موعود دو زرد رنگ کی چادروں میں آئے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

یہ دلچسپ اقتباس مرزا صاحب کے دعاوی کے صدق و کذب کے تعین میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مرزا صاحب کا فیلڈ یا شعبہ بزعم ان کے مسیحیت و نبوت تھا۔ تاجدار ختم نبوت ﷺ نے جب سرٹیفکیٹ جاری کر دیا کہ وہ بیمار ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ بیماری کی وجہ سے یہ کام کرنے کی صلاحیت و اہلیت نہیں رکھتا، جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے کہ بیماری کے سرٹیفکیٹ کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ حامل سرٹیفکیٹ کام کے قابل نہیں ہے۔

مرزا صاحب مجموعۃ الامراض تھے اور قادیانی لٹریچر میں انہیں لاحق کئی دیگر امراض کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً اسہال کی بیماری، درد گوش، دماغ میں اختلاج، تشنج قلب، خارش، ضعف بصر (ایک عورت نے ان کی موجودگی میں ان کے کمرے میں عریاں ہو کر غسل کیا، غسل کے ایک دوسری عورت کو بتایا تو اس نے کہا کہ تمہیں شرم نہ آئی کہ مرزا صاحب کے موجودگی میں اور جاگتے ہوئے تم نے اس کمرے میں غسل کر لیا۔ غسل کرنیوالی عورت نے جواباً پوچھا کیا اسے کچھ نظر آتا ہے؟ اونہوں کجھ دیدا اے؟ نیز بتایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کسی جانور کو ذبح کرنے لگے، جانور کی گردن نظر نہ آئی اور مرزا صاحب اپنی ہی انگلی زخمی کروا بیٹھے)، اعضاء کی شکست و ریخت (مرزا صاحب کے دائیں بازو کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی حتی کہ چائے کی پیالی بھی دائیں ہاتھ سے نہیں اٹھا سکتے تھے)، وغیرہ۔ الغرض مدعی مسیحیت کی بیماریوں کا ذکر بھی جلد ہذا کا ایک مختصر سا حصہ ہے اور ساری کتاب بڑی دلچسپ معلومات سے بھری ہوئی ہے۔

مقدموں کے فریقوں نے اپنی اپنی مظلومیت اور صداقت کے گن گاتے ہوئے اپنے اپنے فریق کو اعلی حضرت، حضرت اقدس، حجۃ اللہ، امام الزمان، فاضل اجل، قطب عالم، وغیرہ کے طور پر پیش کیا ہے اور مخالفین کی جہالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے انہیں تحقیر آمیز انداز میں اور عموماً مفرد کے صیغوں میں ذکر کیا ہے۔ ہم نے مولوی کرم الدین جہلمی کی کتاب اور الحکم قادیان، بدر قادیان سے یہ روداد یں نقل کرتے ہوئے اپنوں کیلئے عقیدت اور دوسروں کے لئے تحقیر کے الفاظ والقاب نکال کر مقدموں کے سبھی فریقوں اور گواہوں کو مفرد کے صیغوں میں ذکر کر دیا ہے۔

قادیانی جہلمی مقدمات کی روداد کی تلاش میں ہمیں قادیانی اخبارات سے دو مزید مقدمات کی روداد بھی ملی ہے۔ ایک مقدمہ دیوار کے نام سے قادیانیوں میں مشہور ہے جو مرزا صاحب اور ان کے شریکوں میں ایک دیوار کے جھگڑے سے پیدا ہوا تھا، اور دوسرا مقدمہ، سرکار بنام محمد حسین بٹالوی و غلام احمد قادیانی، ہے۔ موقع کی مناسبت سے میں نے ان مقدمات کی روداد بھی

بروایت قادیان شامل اشاعت کردی ہے۔امید ہے قارئین کے لئے دل چسپی کا باعث ہوگی۔

مقدمات کی روداوں کی تلاش میں ہمیں اس دور کے قادیانی اخبارات دیکھنے کا موقع ملا،تو مقدمات کے علاوہ بہت سا دیگر مواد بھی سامنے آیا جس کا تعلق تحریک ختم نبوت سے ہے۔ اور ہمیں خیال ہوا کہ اس مواد کا سامنے آجانا اور ممکنہ حد تک ان کے جوابات بھی سامنے آجانا مفید ہوگا اس لئے اسے بھی اس سرگذشت کا حصہ بنایا جارہاہے۔

یادرہے کہ جب دوفریق آمنے سامنے ہوتے ہیں، فتح وشکست کا حتمی فیصلہ ہونے تک دونوں سے طرف انواع واقسام کے وار ہوتے ہیں ۔بعض حکمت عملیاں ناکام رہتی ہیں یا مکمل فائدہ نہیں دیتی ،بعض کارکن سپاہی نوآموز ہوتے ہیں ،اوربعض منجھے ہوئے نہائت جنگ آزمودہ ہوتے ہیں،اسی طرح بعض وار بالکل خالی جاتے ہیں ، کچھ وار ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر محدود رہتا ہے ،اوربعض وارفیصلہ کن ہوتے ہیں۔بعض اوقات شہ سوار بھی گر جاتے ہیں۔ طویل جنگ کے دوران ہر ایک لڑائی میں فتح ہی حصے میں نہیں آتی ۔ جیسے دوسری جنگ عظیم میں ہٹلر بھی جیتتا رہا، لیکن جنگ کا خاتمہ اس کی موت اورشکست پر ہوا۔ اس طرح عین ممکن ہے کہ ردقادیانیت کی بعض کتابیں اتنی موثر نہ ہوں جتنی ہونی چاہیے تھیں ، ہوسکتا کہ کسی مباحثے میں کسی خادم تحریک کوفن مناظرہ میں درک نہ ہونے کے باعث شکست بھی ہوگئی ہو۔تاہم جنگ میں مجموعی کامیابی میں نو آموز اور منجھے ہوئے آزمودہ کاروں کی اہمیت یکساں ہوتی ہے، اور خالی جانے والے واروں کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ اس لئے تحریک ختم نبوت میں جن بزرگوں نے کام کیا ہے ان کے کام کی حیثیت میں بلحاظ اثر پذیری کے باہم تفاوت سے انکارنہیں ہوسکتا، اوراس دوران لکھے جانیوالے کتب ورسائل ،اور کئے جانے والے مباحثات کی اہمیت وقعت ،جامعیت اوراثر پذیری میں بھی باہم تفاوت ہے۔میزائل مس فائر بھی ہوجاتے ہیں، اورتوپوں کی مار بھی مختلف ہوتی ہے، کچھ توپیں فرلانگوں کی دوری پر گولے پھینکتی ہیں کچھ میلوں کی دوری پر، کچھ میزائل سینکڑوں میل دور مارکر تے ہیں اور کچھ کی مار ہزاروں میل تک ہوتی ہے۔سب سپاہیوں کے سارے کام ہم مرتبہ نہیں ہوسکتے، بعض اوقات فرینڈلی فائر بھی ہوجاتے ہیں جن سے اپنی صفوں میں اپنا ہی نقصان ہوجاتا ہے،اوربعض دفعہ مست ہاتھی رخ پلٹ کراپنی ہی سپاہ کا نقصان بھی کردیتے ہیں۔لیکن نتیجہ انجام پر منحصر ہے جیسا کہ مرزاصاحب کہا کرتے تھے کہ...

لوگ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے ؟اگر میں نے یہ اور یہ کام کردیئے تو میں سچا ہوں

اور اگر یہ اور یہ نہ ہو سکا، تو میں جھوٹا ہوں۔

زیر نظر حصہ کی تیاری میں فضیلۃ الشیخ مولانا عبد اللہ سعود ناظم مرکزی دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محفوظ الرحمٰن لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد اشرف جاوید دار ارقم فیصل آباد، مولانا محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں ضلع شیخوپورہ، صاحبزادہ عبد الحفیظ مظہر ڈسکہ سیالکوٹ، ڈاکٹر عبد الوہاب انصاری کاسگنج، مولانا رئیس الاعظم فیضی دہلی، مولانا اسماعیل رافعی محمدی ممبئی، عزیزم محمد سہیل بورے والہ کا تعاون شامل ہے اللہ سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مواد کی فراہمی، تنقیح و ترتیب، تخریج و تصحیح میں برادر مکرم مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کا تعاون بے مثال ہے۔ تاہم مسودہ میں رہ جانیوالی کمپوزنگ کی غلطیوں کے لئے قارئین سے معذرت اور تنبیہ کا خواستگار ہوں۔

تلک عشرۃ کاملہ سے آگے احدی عشر کو کباً سے ہوتے ہوئے اثنتا عشرۃ عیناً کی منزل پر رحمت باری کی باد بہاری مشام جان کو معطر کرنے جا رہی ہے۔ حظ اٹھائیے اور اس فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا فرمائیے۔

فقیر بارگاہ صمدی: **محمد بهاء الدين** ۱۲ نومبر ۲۰۱۰ء

شمس الحق

(باب خروج الدجال،عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داوٗد)

حد ثنا هد بة بن خا لدٍ: حد ثنا همّا م بن يحی عن قتادة ، عن عبدالر حمن بن آدم ، عن ابی هر يرة عن النّبی ﷺ قال :
ليس بينی و بينه يعنی عيسی عليه السلام ، نبیّ، و انّه نازل ۔ فاذا رأيتموه فاعرفوه : رجل مربوع الی الحمرة والبياض بين ممصّرتين كأنّ رأسه يقطر و ان لم يصبه بلل۔ فيقا تل النّاس علی الاسلام فيدقّ الصّليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يهلک اللّه فی زما نه الملل كلّها الّا الاسلام و يهلک المسيح الد جال فيكمث فی الارض اربعين سنة ثم يتوفی فيصلّی عليه المسلمون ۔

(يعنی عيسی عليه السلا م) هذا تفسير للضمير المجرور فی، بينه ، من بعض الرواة (نبی) : اسم مؤخر لليس ۔ قا ل السيو طی فی مر قا ة الصعود : او الحد يث عند ا حمد : ا لا نبياء ا خوة لعلا ت ، امها تهم شتی و دينهم وا حد ، و انی اولی الناس بعيسی ابن مر يم ۔ لم يكن بينی و بينه نبی ۔

و اخر ج ابو دا ؤد فی با ب التخيير بين الا نبياء من الكتاب السنّة عن ابی هر يره قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل : انا او لی الناس با بن مر يم ، الانبياء او لاد علات و ليس بينی و بينه نبی۔

(و انّه) : ای عيسیؑ (نازل) : و اخر ج ابو دا ؤد الطيا لسی فی مسنده : حد ثنا هشا م عن قتا ده عن عبد الر حمن بن آ دم عن ابی هر يره عن النبی ﷺ قا ل : يمكث عيسی فی ا لا رض بعد ما ينز ل ار بعين سنة ثم يمو ت و يصلی عليه المسلمو ن و يد فنو ه ۔ و هذا

حد یث اسناده قوی ۔
ابو دا ؤد الطیا لیسی هو سلیما ن بن دا ؤد البصری قا ل عبد الرحمن بن مهدی : هو ا صدق ، و قا ل ا حمد : ثقة ۔ و قا ل و کیع: جبل العلم، و شیخه هشا م هو ابن ابی عبد الله الدستوا ئی امیر المو منین فی الحد یث قا ل العجلی : ثقة ثبت ا خر ج له ا لآ ئمة الستة ۔ و قتا ده بن دعا مة البصری ثقة ثبت احد ا لآ ئمة ا لا علا م اخر ج له ا لا ئمة الستة و اما عبد الر حمن بن آ دم فهو من ر جا ل مسلم و وثقه ابن ابن حبا ن ۔ و اللّٰه اعلم

قال القر طبی فی التذ کرة: ذهب قو م الی ان بنزو ل عیسی علیه السلا م یر تفع التکلیف ؛ لئا یکو ن رسو لاً الی اهل ذالک الز ما ن ، یا مر هم عن الله و ینها هم ، و هذا مردود لقو له تعا لی : و خا تم النبیین ، و قو له ﷺ لا نبی من بعدی و غیر ذ لک من ا لاخبار ، و اذا کان ذلک فلا یجوز ان .. یتو هم ان عیسی علیه السلا م ینز ل نبیاً بشریعة متجددة غیر شر یعة محمد نبینا ﷺ بل اذا نز ل فا نه یکو ن یو مئذ من اتباع محمد ﷺ کما ا خبر ﷺ حیث قا ل لعمر : لو کا ن موسی حیاً ما وسعه ا لا اتباعی فعیسی علیه السلا م انما ینز ل مقرراً لهذه الشر یعة و مجدداً لها ، اذ هی آ خر الشرا ئع و محمد ﷺ آخر الرسل، فینزل حکماً مقسطاً ، و اذا صا ر حکماً فا نه لا سلطان یو مئذ للمسلمین و لا امام و لا قا ضی و لا مفتی غیره ، و قد قبض الله العلم و خلا الناس منه فینز ل و قد علم با مر الله تعا لی فی السما ء قبل ان ینز ل ما یحتا ج الیه من علم هذه الشریعة للحکم بین الناس و العمل به فی نفسه فیجتمع المو منو ن عند ذکر ذلک الیه و یحکمونه علی انفسهم ۔ اذ لا احد یصلح لذلک غیره

قال السیو طی : ما قا له ککو ن العلماء یسلبو ن علمهم با طل قطعاً بل لا تزا ل ا لا مة بعلما ئهم و قضا ئهم و غیر هم ا لا ان

الامام الا كبر المر جوع اليه هو نبی الله عیسی ، علی نبينا و عليه الصلوة و السلا م ، و قبض العلم انما یکو ن بعد مو ت المو منین (ر جل) : ای هو ر جل (مر بوع) : ای بین الطو یل والقصیر (بین ممصرتين) : قا ل فی النها یة : الممصرة من الثيا ب التی فيها صفرة خفيفة، ای ینز ل عیسی علیه السلا م بین ثو بین فیهما صفرة خفيفة (کان رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل) : کنا یة عن النظافة والنضارة (فید ق الصلیب) : ای یکسره ، قا ل فی شر ح السنة و غیره : ای فیبطل النصرا نیة و یحکم بالملة الحنيفية۔

و قا ل ابن الملک : الصلیب فی ا صطلا ح النصاری خشبة مثلثة یدعو ن ان عیسی علیه الصلوة صلب علی خشبة مثلثة علی تلک الصورة و قد یکو ن فیه صورة المسیح (و یقتل الخنز یر) : ای یحر م اقتنا ء ه و اکله و یبیح قتله (و یضع الجز یة): قا ل الخطا بی : ای یکره اهل الکتا ب علی ا لاسلا م ، فلا یقبل منهم الجز یة بل ا لاسلام او القتل۔

وقال فی النها یة : فلا یبقی ذمی تجری علیه جز یة ، ای لا یبقی فقیر لاستغناء الناس بکثرة الاموال فتسقط الجزیة لانهاانما شرعت لتردد فی مصالح المسلمین تقوية لهم فا ذا لم یبق محتا ج لم تؤخذ

و قال القا ضی عیا ض : او اراد بو ضع الجز یة تقریر ها علی الکفار بلا محا با ة فیکثر الما ل بسببه۔ و تعقبه النووی بان صوا به ان عیسی لا یقبل غیر الاسلا م و یؤیده ما فی روا یة ا حمد و تکو ن الدعوة واحدة۔

قال النووی فلیس باسقاط الجز یة نسخ لما تقرر بشریعتنا لانّه مقید بانّهاتستمرالی نزوله فتوضع۔ فنبینا محمدﷺ بین غاية استمرارها، فلا نسخ لشریعته بل هو عمل بما بینه ﷺ، کذا فی مرقاة الصعود۔

(و یهلک): من الاهلاک ای عیسی علیه السلام (المسیح الدجال

): مفعول يهلك، زاد احمد: ثم تقع الامنة على الارض حتى ترتع الاسد مع الابل و النمار مع البقر و الذ ئا ب مع الغنم و تلعب الصبيان با لحيا ت (فيمكث): اى عيسى عليه السلام(فى الارض اربعين سنة): قا ل الحافظ عماد الدين بن كثير: يشكل بما فى روا ية مسلم من حد يث عبد اللّه بن عمرو انّه يمكث فى الارض سبع سنين قال: اللهم الا ان تحمل هذه السبع على مدة اقا مته بعد نزوله فيكو ن ذ لك مضا فاً لمكثه بها قبل رفعه الى السما ء، فعمره اذ ذالك ثلاث وثلاثون سنة بالمشهور۔ انتہی

و فى فتح البارى فى كتاب الانبياء: و عند احد من حد يث عائشة : و يمكث عيسى فى الارض اربعين سنة۔ و روى مسلم من حد يث ابن عمرو فى مدة اقامة عيسى بالارض بعد نزوله انّها سبع سنين۔

و روى نعيم بن حماد فى كتاب الفتن من حديث ابن عباس ان عيسى اذ ذاك يتزوج فى الارض و يقيم بها تسع عشر سنة۔

و باسناد فيه مبهم عن ابى هريره بها اربعين سنة ۔و روى احمد و ابو داؤد باسناد صحيح من طر يق عبد الر حمن بن آدم عن ابى هريرة مثله مرفو عاً ۔

(ثمّ يتو فى) بصيغة المجهول۔ قال الحافظ ابو القا سم بن عسا كر يتوفى بطيبة فيصلى عليه هنا لك و يد فن بالحجرة النبوية۔ و قد روى الترمذى عن عبد اللّه بن سلام: مكتوب فى التوراة صفة محمّد و عيسى بن مريم يد فن معه ۔كذا فى مر قا ة الصعود ۔

قال المنذرى: عبد الرحمن بن آدم هذا أخرج له مسلم فى صحيحه حد يثاً عن جا بر بن عبد اللّه و هو بصرى يقال فيه ابن برثن بضم الباء الموحدة و تسكين الراء المهملة و ضمّ الثاء المثلثة و بعد ها نون فى قو ل، و يعرف بصاحب السّقاية۔ و قا ل الدار قطنى: عبد الرحمن بن آدم انما نسب الى آدم ابى البشر ولم يكن له اب يعرف

انتہی کلام المنذری مختصراً۔

و قال الحافظ فی التقریب: عبد الرحمن بن آدم البصری صاحب السقا یة صدوق۔ و قال فی فتح الباری: اسنا ده صحیح کما تقدم آنفاً

و اخرج الحا کم فی المستدرک عن ابی هریرة مرفوعاً: ان روح اللّٰه عیسی نازل فیکم فاذا رأیتموه فاعرفوه فانّه رجل مربوع الی الحمرة و البیاض، علیه ثوبان ممصران کأن رأسه یقطر و ان لم یصبه بلل، فیدق الصلیب و یقتل الخنز یر و یضع الجزیة و ید عوا النّاس الی الاسلام، فیهلک اللّٰه فی زمانه المسیح الد جال و یقع الامنة علی الارض فذ کر الحد یث ۔و فیه :فیکمث اربعین سنة ثم یتوفی و یصلی علیه المسلمو ن۔

قلت: تواترت الاخبار عن النّبیّ ﷺ فی نزول عیسی بن مر یم صلی اللّٰه علیه و سلم من السما ء بجسده العنصری الی الارض عند قرب السّا عة و هذا هو مذ هب اهل السنة۔

قال النووی قال القا ضی نزول عیسی علیه السلام و قتله الدجال حق و صحیح عند اهل السنة للاحادیث الصحیحة فی ذلک، و لیس فی العقل و لا فی الشّرع ما یبطله، فوجب اثبا ته۔ و انکر ذلک بعض المعتزلة و الجهمیة ومن وافقهم، و زعموا ان هذه الاحادیث مردودة بقوله تعالی: و خا تم النبیین و بقوله ﷺ :لا نبی بعدی و باجماع المسلمین انّه لا نبی بعد نبیّنا ﷺ ،و ان شریعته مؤبدة الی یوم القیامة لا تنسخ۔ و هذااستدلال فاسد لانه لیس المراد بنزول عیسی علیه السلام انّه ینزل نبیا بشر ع ینسخ شرعنا، و لا فی هذه الاحا دیث و لا فی غیرها شیء من هذا، بل صحت هذه الاحادیث هنا، ای فی کتا ب الفتن و ما سبق فی کتا ب الایمان و غیر ها انّه ینزل حکماً مقسطاً یحکم بشرعنا و یحیی من امور شرعنا ما هجره الناس۔ انتہی۔

و فی فتح الباری: تواتر ت الاخبار بان المهدی من هذه الامة ،و ان عیسی علیه السلام یصلی خلفه۔

و قال الحا فظ ایضاً :الصحیح ان عیسی رفع و هو حیی۔ انتہی ۔

و قال الشوکانی فی رسا لته المسماة با لتوضیح فی تواتر ما جاء فی الاحادیث فی المهدی و الدجال و المسیح: و قد ورد فی نزول عیسی علیه السلام من الاحا دیث تسعة و عشرون حد یثاً ،ثم سردها و قال بعد ذ لک: و جمیع ما سقناه با لغ حد التوا تر کما لا یخفی علی من له فضل اطلاع، فتقرر بجمیع ما سقناه ان الاحادیث الواردة فی المهدی المنتظر متوا ترة، والاحادیث الواردة فی الد جا ل متوا ترة، و الاحادیث الواردة فی نزول عیسی علیه السلام متواترة ۔ انتہی

و انّی اسرد بعض الاحادیث الواردة فی نزول عیسی علیه السلام غیر ما تقدم ذکره فی المتن و الشرح لشدة الاحتیا ج الیه فی عصرنا هذا فا قول: اخرج البخا ری فی باب قتل الخنز یر من کتاب البیوع، و مسلم فی کتاب الایمان و اللفظ للبخاری: حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ا للیث عن ابن شهاب عن ابن المسیب انّه سمع ابا هریرة یقول قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجز یة و یفیض المال حتی لا یقبله احد۔

و قال مسلم: حد ثنا قتیبة بن سعید قال اخبرنا لیث ح۔ و حد ثنا محمد بن ر مح قال حدثنا ا للیث عن ابن شها ب عن ابن المسیب انّه سمع ابا هریرة یقول قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مر یم حکما مقسطاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنز یر و یضع الجز یة ویفیض المال حتی لا یقبله احد۔

و اخر جه التر مذی عن قتیبة عن ا للیث مثله سندا و متنا و قال حد یث حسن صحیح۔ انتہی ۔

قال مسلم : و حد ثناه عبد الا علی بن هماد و ابو بکر بن ابی شیبة و زهیر بن حرب قا لوا: اخبر نا سفیان بن عینیه ح۔ و حد ثنیه حر ملة بن یحی قال اخبر نا ابن وهب قال: حد ثنی یونس ح ۔و حد ثنا حسن الحلوانی و عبد بن حمید عن یعقوب بن ابراهیم بن سعد قا ل: اخبرنا ابی عن صا لح کلهم عن الزهری بهذا الاسناد۔ و فی روا یة ابن عینیه: اماماً مقسطاً و حکماً عدلاً و فی روا یة یونس حکماً عادلاً و لم یذ کر اما ما مقسطاً ۔ و فی حد یث صا لح حکما مقسطاً کما قال اللیث۔ و فی حدیثه من الزیادة و حتی تکو ن السجدة الوا حد ة خیراً من الد نیا و ما فیها ثم یقول ابوهر یرة: اقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب الا لیو منن به قبل مو ته انتہی ۔ و ا خرجه ابن ماجه عن ابی بکر بن ابی شیبه حدثنا سفیان بن عینیه بنحو اسناد مسلم بلفظ لا تقوم الساعة حتی ینزل عیسی بن مر یم حکماً مقسطاً ۔

واخر ج البخا ری فی با ب کسرالصلیب من کتا ب المظا لم: حد ثنا علی بن عبد اللّه حدثنا سفیان حدثنا الزهری اخبرنی سعید بن المسیب سمع ابا هریرة عن رسول اللّه ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب فذ کر الحد یث۔ و اخرج فی باب نزول عیسی بن مریم ﷺ من کتاب الانبیاء حد ثنا اسحاق أنبأنا یعقوب بن ابراهیم حدثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب ان سعید بن المسیب سمع ابا هریرة قال قال رسول اللّه ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فذ کر الحد یث و فیه: ثمّ یقول ابوهریره و اقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الالیومنن به قبل موته و یوم القیا مة یکون علیهم شهیدا۔ حد ثنا ابن بکیر حدثنا ا للیث عن یونس عن ابن شهاب عن نافع مولی ابی قتاده الانصاری ان ابا هریرة قال قال رسول اللّه ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم تابعه عقیل و

الاوزاعی۔ انتہی کلام البخاری

و حد یث نافع عن ابی هریره اخرجه مسلم فی کتاب الایمان من ثلا ثة طرق و ا خر ج من حد یث عطاء بن میناء عن ابی هر یره انه قال قال رسول اللّٰه ﷺ : واللّٰه لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً فلیکسرن الصلیب و الیقتلن الخنزیر و لیضعن الجزیة و لتترکن القلا ص فلا یسعی علیها و لتذ هبن الشحناء و التبا غض و التحاسد و لید عون الی المال فلا یقبله ا حد ۔

و اخر ج مسلم من حد یث ابن جر یج قال: ا خبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبد اللّٰه یقول سمعت النّبی ﷺ یقول: لا تزال طا ئفة من امّتی یقا تلون علی الحقّ ظا هرین الی یوم القیا مة، قال فینز ل عیسی بن مر یم صلی اللّٰه علیه و سلم فیقول امیرهم تعال صلّ لنا، فیقول: لا، ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰه هذه الامة ۔

و ا خر ج مسلم فی حد یث طو یل فی الفتن عن عبد اللّٰه بن عمرو قال قال رسول اللّٰه ﷺ یخر ج الدجال فی امّتی فیمکث اربعین فیبعث اللّٰه عیسی بن مر یم کا نه عروة ابن مسعود فیطلبه فیهلکه، ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة فذ کر الحد یث بطو له۔

و عند احمد من حد یث جابر فی قصه الدجال و نزول عیسی: و اذا هم بعیسی فیقال: تقدم یا روح اللّٰه، فیقول: لیتقدم اما مکم فلیصل بکم ، و لا بن ما جه فی حد یث ابی اما مة الطو یل فی الد جال قال: و کلّهم ای المسلمو ن، ببیت المقدس و اما مهم رجل صا لح قد تقدم لیصلی بهم اذ نزل عیسی فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسی، فیقف عیسی بین کتفیه ثم یقول: تقدم فا نها لک اقیمت۔ انتہی۔

و ا خر ج مسلم فی الفتن من حد یث سهیل عن ابیه عن ابی هر یرة ان رسول اللّٰه ﷺ قال لا تقوم السّا عة حتی تنز ل الروم بالاعماق ا و

بدا بق، فیخر ج الیهم جیش من المد ینة من خیار اهل الارض یومئذ، فا ذا تصا فوا قا لت الروم: خلوا بیننا و بین الذین سبوا منا نقا تلهم، فیقول المسلمو ن: لا و اللّٰہ لا نخلی بینکم و بین اخوا ننا فیقا تلونهم فیهزم ثلث لا یتوب اللّٰہ علیهم ابداً ،و یقتل ثلث هم افضل الشهداء عند اللّٰہ، و یفتتح الثلث لا یفتنون ابداً ،فیفتتحو ن قسطنطنیة، فبیناهم یقتسمون الغنا ئم قد علقوا سیو فهم با لزیتون اذ صا ح فیهم الشیطان: ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون و ذ لک با طل فاذا جا ؤا الشا م خر ج، فبینما هم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذ اقیمت الصلوة فینزل عیسی بن مریم صلی اللّٰہ علیه و سلم فا مهم۔ الحد یث

و قال الشوکانی فی التو ضیح: اخر ج الامام احمد فی مسنده من حد یث ابی سعید باسناد فیه کثیر بن زید، و ثقه ا حمد و جماعة و بقیة رجاله رجال الصحیح بلفظ: یوشک المسیح بن مر یم ان ینزل حکماً مقسطاً فیقتل الخنز یر، و یکسر الصلیب، و تکون الدعوة واحدة، فا قرؤه من رسول اللّٰہ ﷺ السلام۔

و اخر ج ا حمد باسنا دین ر جا لهما رجا ل الصحیح من حد یث ابی ہریره : انی لأا ر جوا ان طا ل بی عمر ان القی عیسی بن مر یم فا ن عجل بی مو ت فمن لقیه فلیقرأه منی السلام۔

قلت: لفظ احمد حد ثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن محمد بن زیا د عن ابی هریرة عن النبی ﷺ انه قال: انی لارجو ان طال بی عمر ان القی عیسی بن مر یم علیه السلام، فان عجل بی موت فمن لقیه منکم فلیقرأه منی السلام۔

حد ثنا یز ید بن ها رون انبأنا شعبة عن محمد بن زیاد عن ابی هریره فذکره۔

و ا خر ج الحا کم من حد یث ابی هر یرة ایضاً بلفظ: لیهبطن عیسی

ابن مر یم حکماً و اما ماً مقسطاً و لیسلکن فجا جاً حا جاً او معتمراً و لیأتین قبری حتی یسلم و لاردن علیه۔ انتہی۔

و اخرج التر مذی فی با ب قتل عیسی بم مر یم الد جا ل من حدیث عبد الر حمن بن یز ید الا نصاری قا ل: سمعت عمی مجمع بن جاریة الا نصاری یقول: سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: یقتل ابن مر یم الدجال ببا ب لد ھذا حد یث صحیح۔

و فی البا ب عن عمرا ن بن حصین و نافع بن عتبة و ابی برزة و حذیفة بن اسید و ابی ھر یرة و کیسا ن و عثمان بن ابی العاص و جابر و ابی اما مة و ابن مسعود و عبد اللّٰہ بن عمرو و سمرة بن جندب و النواس بن سمعا ن و عمرو بن عوف و حذیفه بن الیما ن۔

فلا یخفی علی کل منصف ان نز و ل عیسی بن مر یم علیه السلا م الی الارض حکماً مقسطاً بذاته الشریفة ثابت بالاحادیث الصحیحة والسنة المطھرة و اتفاق اھل السنة و انه الآن حیی فی السّماء لم یمت بیقین۔

و اما ثبو ته من الکتا ب فقال اللّٰہ عز و جل رداً علی الیھود المغضوب علیھم الزاعمین انھم قتلوا عیسی بن مر یم علیه السلام : و ما قتلو ہ یقیناً بل رفعه اللّٰہ الیه ۔ ففی ھذہ الآ یة الکر یمة اخبرنا اللّٰہ تعالی ان الّذی اراد الیھود قتله و اخذہ و ھو عیسی بجسمه العنصری لاغیر رفع الله الیه و لم یظفروا منه بشیء کما وعدہ اللّٰہ تعا لی قبل رفعه بقوله : و ما یضرو نک من شیء، و برفع جسدہ حیاً فسرہ ابن عباس کما ثبت عنه باسناد صحیح۔

فثبت بھذا ان عیسی علیه السلام رفع حیاً و یدل علی ما ذکرناہ الاحادیث الصحیحة المتوا ترة المذ کورة، المصرحة بنزوله بذاته الشر یفة، التی لا تحتمل التا ویل۔

و قال اللّٰہ تعا لی: و ان من اھل الکتا ب الا لیو منن به قبل مو ته ،

ای قبل موت عیسی علیه السلام کما قال ابو هریره و عبد اللّٰہ بن عباس و غیر هما من الصحا بۃ و السلف الصا لحین و هو الظا هر کما فی تفسیر ابن کثیر، فثبت ان عیسی علیه السلا م لم یمت بل یموت فی آ خر الزما ن و یؤ من به کل اهل الکتا ب۔

و قد ذکر اللّٰہ تعا لی فی کتا به ان نزو له الی ا لارض من علا ما ت السا عۃ قال الله تعا لی: و انه لعلم للسا عۃ ۔

و قال الامام ابن کثیر فی تفسیره: الصحیح ان الضمیر عا ئد الی عیسی علیه السلام، فا ن السیاق فی ذکره و ان المراد نزوله قبل یو م القیامۃ کما قال تعا لی: وا ن من اهل الکتا ب الا لیؤ منن به قبل موته، ای قبل موت عیسی علیه السلا م و یؤید هذا المعنی القرأۃ (و انه لعلم للساعۃ) یعنی بفتح العین و اللام ای امارۃ و دلیل علی وقوع السا عۃ۔

و قال مجاهد و انه لعلم للسا عۃ ای آ یۃ للسا عۃ خرو ج عیسی بن مریم قبل یوم القیا مۃ۔

و هکذا روی عن ابی هریرۃ و ابن عباس و ابی العالیۃ و ابی ما لک و عکرمۃ و الحسن و قتادۃ و الضحا ک و غیرهم، و قد تواترت الاخبار عن رسول اللّٰہ ﷺ انه ا خبر بنزول عیسی علیه السلا م قبل یو م القیا مۃ اما ماً عا دلاً و حکماً مقسطاً انتہی ۔

فهذه الآیا ت الکر یمۃ و النصو ص الصحیحۃ الثا بتۃ عن رسو ل اللّٰہ ﷺ تدل دلا لۃ وا ضحۃ علی نزو ل عیسی بن مر یم علیه السلام من السماء الی ا لارض عند قر ب السا عۃ ولا ینکر نزوله الا ضال مضل معاند للشرع مخالف لکتاب اللّٰہ و سنۃ رسوله و اتفاق اهل السنّۃ ۔

و من المصا ئب العظمی البلا یا الکبری علی الاسلا م ان ر جلاً من الملحد ین الد جا لین الکذا بین خر ج من الفنجا ب من اقلیم

الهند، و هو مع كو نه مد عيا للاسلا م كذّب الشر يعة و عصى اللّه و رسو له و طغى، و آ ثر الحياة الد نيا، و كا ن او ل ما ادعاه انه محدّث و ملهم من اللّه تعا لى ثم كثرت فتنته و عظمت بليته من سنة ست و الف و ثلا ثة مأة الى السنة الحا ضرة و هى سنة عشرين بعد الالف و ثلا ث مأة ۔و الف الرسا ئل العديده (منها تو ضيح المرا م ، و مها ازالة الاوهام و منهما فتح الا سلام و غير ذ لك من التحريرات) فى ا ثبا ت ما ادعاه من ا لا لها ما ت الكاذبة و الدعاوى العقلية الواهية و اقوال الز ند قة و الالحاد، و حرّف الكلم و النصوص الظا هرة عن موا ضعها، و تفوه بما تتقشعر منه الجلود و بما لم يجترىء عليه ا لا غير اهل الاسلام، اعاذنا اللّه تعا لى و المسلمين من شروره و نفثه و نفخه فمن اقواله الواهية المردودة التى صرح بها فى رسائله ان نزول عيسى ابن مر يم و رفعه الى السماء بجسده العنصرى من الخرافات و المستحيلات۔

و اد عى ان عيسى المسيح الموعود فى الشريعة المحمد يه و الخارج فى آ خر الزمان لقتل الدجال ليس هو عيسى بن مريم الذى توفى، بل المسيح الموعود مثيله و هو انا الذى انزلنى الله تعا لى فى القاديان و انا هو الذى جاء به القرآن العظيم و نطقت به السنة النبوية، و اما عيسى بن مر يم فليس بحيى فى السماء۔

و انكر و جود الملا ئكة على الوجه الذى ا خبر نا به رسو ل اللّه ﷺ، و انكر نزول جبر ئيل عليه السلام على النّبى ﷺ، و انكر نزول ملك الموت، و انكر ليلة القدر۔

و يذ هب فى و جود الملا ئكة مذ هب الفلا سفة و الملاحدة و يقول ان النبوة التا مة قد انقطعت ولكن النبوة التى ليس فيها الّا المبشّرا ت فهى با قية الى يوم القيا مة لا انقطاع لها ابداً ،و ان ابواب النّبوة الجزئية مفتوحة ابداً،و يقول ان ظواهرالكتاب والسنة

مصروفة عن ظواهرها، وان اللّٰه تعالى لم يزل يبين مراده بالاستعارا ت و الكنا يا ت۔ و غير ذالک من الخرا فا ت و العقا ئد البا طلة۔

قلت: و اكثر عقائده و معظم مقالا ته موا فق لمقا لات الفرقة النيجرية الطاغية و مطابق لمذهب هؤلاء الطائفة الزائعة، فان الطائفة النيجر يه افسدت فى ارض الهند و تقوّلت على الله بما لم يقل به، و صنف رئيس النيجر يه و اما مهم تفسير اً للقرآن الكر يم بلغة الهند ففسره برأيه الفا سد و حرّف فى معا نى القرآن و صرف الى غير محله، و جا ء بالطا مة الكبرى و انكر معظم عقا ئد الاسلام، و احكم و اتقن مذا هب الفلاسفة وا هل الاهواء، و عكف على تاليفات هؤلاء فاستخرج عنها ما اراد من الاقوا ل المضادة للشريعة و المخالفة للسنة النبوية عليه افضل الصلوة والتحية، و ردّ الاحاديث الصحيحة الثا بتة و انكر و جود الملا ئكة و الجن و الشياطين و الجنة و النار و انكر المعجزات باسرها، و ا ثبت الاب لعيسى بن مر يم عليه السلام، و غير ذا لک من المقا لا ت البا طلة المردودة، و صنف لاثبا ت هذه المقالات رسائل كثيرة و حرر التحريرا ت، فضلّ و ا ضل كثيرا من الناس، لكن علماء الاسلام لم يزل دأبهم و همتهم لرد مقا لا ت اهل الالحا د و الز يغ و الفساد و يعدون ذلک خير ذخيرة للمعاد۔ فقام على رد مقالاته الفاسدة شيخنا العلا مة القا ضى بشير الدين القنوجى فصنف كتا باً سماه بامداد الآ فاق برجم اهل النفاق فى رد تهذ يب الاخلاق (هو كتا ب صنفه العلامه القا ضى رحمه الله و نسبه الى الرئيس امداد العلى الا كبر آ بادى و لذا اشتهر با سمه) و غير ذ لک من التحريرا ت العجيبة و المضامين البا لغه۔ و جر ى بين شيخى و بين رئيس تلک الطا ئفة تحريرات شتى الى عدة سنين يطول بذ كر ها المقام۔

ثم بعد ذلک تعا قب تعا قباً حسنا و رد کلامه رداً بلیغاً الفا ضل اللا هوری (المراد به الفا ضل الجلیل ابو سعید محمد حسین ا للا هوری حیث اطنب الکلام فی الرد علی امام تلک الطا ئفة فی اشاعة السنة و الرسا ئل الاخری) وشفا صدور المو منین، فرئیس النیجر یة متبوع متبوع و اما م صراط الضلا لة ای المد عی لمثیل المسیح تا بع له فی اکثر الاقوا ل البا طلة، و انما ا لا ختلا ف بینهما فی تلک الا لها ما ت الکاذبة و الادعاء لمثیل المسیح۔

فالواجب علی کل مسلم ان یبین للناس ضلال هذا الرجل المفتری المدعی ان المسیح علیه السلام قد مات و انه مثیل عیسی بل عیسی علیه السلام حیی فی السما ء و ینز ل فی آ خر الزما ن بذا ته الشر یفة۔ و قد تقدم ان عیسی علیه السلا م ینز ل عند المنارة البیضا ء شر قی دمشق و لیست مد ینة دمشق و لا المنارة البیضا ء بلدة القا دیا نی و لا منا رته۔

و تقدم ایضاً ان رسول اللّٰه ﷺ قا ل فی وصف عیسی علیه السلا م بانه ر جل مر بوع الی الحمرة و البیا ض، و انه ینزل بین ممصر تین کان را سه یقطر و ان لم یصبه بلل، و انه ینز و له تذ هب الشحنا ء و التبا غض و التحا سد، و انه ید عوا الی الما ل فلا یقبله ا حد، و انه یحثو المال حثوا، و انه یقا تل علی الاسلام، و لا وجود لهذه الاوصاف الشریفة المذکورة فی هذا الرجل المدعی انه مثیل عیسی و ان عیسی علیه السلام لا اب له کما دلت علیه الاخبار الصحیحة و هذا الرجل له اب و جد و لیس فیه من الصفات ما یصحح دعواه ، بل دعا ویه کلها اکا ذیب وا هیة تد ل علی ضلا له و سخف عقله و فساد رأ یه و من یضلل الله فما له من ها د ۔

و قد رد علیه جما عة من العلماء منهم شیخنا الامام ر حلة ا لآ فاق السید (و شاعت رسا لة الشیخ هذه مع اشاعة السنة و علیها التقا ریظ و

المواهير لجم الغفير من آ ئمة الحد يث و الفقه كا لشيخ المحد ث عبد الجبار الغز نوی الا مر تسری و الحا فظ المحد ث عبد المنا ن الو زیر آ بادی و غیر هما من مشا هیر المحد ثین و اکا بر الاحنا ف جزا هم الله خیراً) محمد نذیر حسین الد هلوی ادا م الله برکاته، و منهم شیخنا المحد ث القا ضی حسین بن محسن الا نصاری الف رسا لة سما ها بالفتح الر با نی فی الرد علی القادیا نی و غیرهما (کا لشیخ العلا مة الشهیر محمد بشیر السهسوا نی صنف کتا باً سما ه بالحق الصریح فی ا ثبا ت حیوة المسیح و کالشیخ الفا ضل المشتهر فی المشر قین ابو سعید محمد حسین ا للا هوری حیث رد علیه ردا مشبعاً من ابتداء دعوه الی یو منا هذا فی اشاعة السنة فقد خاب و خسر من افتری علی الله کذ باً و بهت و انقلب صا غراً و ذلک با ن الله مو لی الذین آ منوا و ان الکا فرین لا مو لی لهم و الفا ضل الجلیل محمد اسما عیل الکو لی صنف کتا باً مبار کاً سماه با علاء الحق الصریح بتکذ یب مثیل المسیح و غیر ذ لک من الکتب و الرسا ئل العلماء عصر نا کشفاء للناس و کتا ب عصا ئے موسی و هما کتا با ن نا فعا ن جلیلا ن جزا هم الله تعا لی۔ ابو عبد الله ابی الطیب محمد ادریس) من العلماء الکرا م الحا می لدین الاسلا م، و اتفقت کلمتهم با ن الرجل المذ کور قد ا ظهر فی رسا ئله عقا ئد کفریة و مقا لا ت بدعیة خر ج بها عن اتباع السنن و الاسلام، و تبع فیها الفلا سفة و ا لآ ریة و النصاری و الملا حدة البا طنیة اللئا م، و انه قد عارض الحق الصر یح و انکر کثیرا من ضرور یات الدین و اجماع السلف الصا لحین، فلا ینبغی للمسلمین ان یجالسوه و یخا لطوه و الله تعا لی اعلم۔

و مثل هذا الرجل المد عی خر ج عصر شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله و ادعی با نه عیسی بن مر یم کما قا ل الشیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیه فی رسا لته المسماة ببغیة المر تا د فی الرد علی المتفلسفة و القرا مطة و البا طنیة اهل

الالحاد من القائلین بالحلو ل والاتحاد ، و قد کا ن عند نا بدمشق الشیخ المشهور الذ ی یقال له ابن هود وکان من اعظم من رأ ینا ه من هؤلاء الا تحا دیة زهداً و معرفة و ریا ضة، و کان من اشد الناس تعظیماًلا بن سبعین و مفضلاً له عنده علی ابن عر بی و غلا مه ابن اسحاق ، و اکثر الناس من الکبار و الصغار کا نوا یطیعون امره و کا ن اصحا به الخوا ص به یعتقدو ن فیه انه ای ابن هود المسیح بن مریم و یقولون ان امه اسمها مر یم و کا نت نصرا نیة، و یعتقدو ن ان قو ل النبی صلی اللہ علیہ وسلم :ینزل فیکم ابن مر یم هو هذا، و ان رو حا نیة عیسی علیه السلا م تنز ل علیه، و قد نا ظرنی فی ذ لک من کا ن افضل الناس عند هم فی معرفته بالعلو م الفلسفیة و غیرهما مع دخو له فی الزهد و التصوف، و جر ت بینی و بینهم مخا طبا ت و منا ظرا ت یطول ذکر ها حتی بینت لهم فساد دعوا هم بالاحا دیث الصحیحة الواردة فی نزو ل عیسی المسیح، و ان ذ لک الو صف لا ینطبق علی هذا الر جل ، و بینت لهم فساد ما د خلوا فیه من القرمطة حتی اظهر ت مبا هلتهم و حلفت لهم ان ما ینتظر ونه من هذا الر جل لا یکو ن ولا یتم، و ان الله لا یتم امر هذا الشیخ، فا بر الله تلک ا لاقسا م و الحمد لله رب العا لمین۔ هذا مع تعظیمهم لی و بمعرفتی عند هم و الا فهم یعتقدو ن ان سا ئر الناس محجو بو ن بحال حقیقتهم و غوا مضهم و انما الناس عند هم کا لبها ئم ۔ انتہی کلا مه مختصراً

(عون المعبود لحل مشکلات سنن ابی داؤد۔ شمس الحق ڈیانوی۔ جلد رابع ۔ص۲۰۳۔۲۰۷)

شمس الھدایہ

وجہ تالیف: حمد وثنا کے بعد پیر مہر علی گولڑویؒ لکھتے ہیں:

علماء زمان عرصہ سے اس ہیچمدان خوشہ چین علماء کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفات مرزا صاحب ازالہ اوہام و دافع الوساوس و ایام صلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے۔ راقم الحروف ان کو لعن طعن سے بخیال اس امر کے کہ خلاف شعائر اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ بھی، روکتا رہا۔ آخرالامر جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیت عقیدہ مرزا اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام کی جن کا اعتقاد مطابق سلف کے تھا، ہونے لگی تو اس اثنا میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سنائے۔ گو کہ میں بھی ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اس امر کے نہ تھا کہ ناظرین کو آج کل کے دھوکوں سے بچاؤں مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخ زمان کے سننے کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکی اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کر سکا لہذا یہ چند مضامین متعلق آیات رفع و احادیث نزول محض حسبۃً للہ بغیر اس کے کہ محرک اس کا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بھائی سے ہو حسب رائے ناقص کے لکھے گئے ہیں تاہ ابناء زمان اتنی جرأت سے باز آئیں اور معانی جو مراد ہیں آیات اور احادیث سے ان کو واضح ہو جائیں اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو استشہاد آیات و احادیث ازالہ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کھا کر عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام سے انحراف کیا بلکہ آیت اور احادیث کو کچھ اور ہی نہ سمجھ لیویں کیونکہ اصول ان کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان لندن باقی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کو بھی ہاتھ ڈالیں گے۔

آج کل کے اردو خوانوں اور زعمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں، ان بے چاروں کو جب مثلاً کہا جائے کہ بتاؤ میاں آیہ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ اور ایسے ہی فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اس میں موجود ہے یا نہیں، اور لفظ توفی کا تیئس جگہ قرآن کریم میں معنی موت ہی میں مستعمل ہے اور افقہ الناس عبداللہ بن عباس نے بھی یہی لیا ہے۔ بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ تو حسب قولہ تعالیٰ یا عیسی انّی متوفیک و رافعک الیّ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فلمّا

توفّیتنی.. تحقق موت عیسیٰ بن مریم اور رفع روحانی کا ہو چکا، اور آیت قیل ادخل الجنۃ اور ایسے ہی فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی اور ایسے احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقربین بعد الوفات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اس سے بحکم آیۃ و ما ھم منھا بمخرجین کے ناممکن، اور مستلزم ہے وقوع کذب آیت مذکورہ میں، ایک فلمّا توفّیتنی کیا بلکہ آیت

قد خلت من قبلہ الرّسل اور انّک میّت و انّھم میّتون اور اموات غیر احیاء بتمامہا، اور خاتم النبیین اور من نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق، اور الیوم اکملت لکم دینکم اور فیھا تحیون و فیھا تموتون اور ولکم فی الارض مستقرّ و متاع الی حین اور کانا یاکلان الطعام اور و اوصانی بالصلوۃ و الزکوۃ ما دمت حیاً اور قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا اور ھل ینظرون الا یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ و قضی الامر اور

ھل ینظرون الا تاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض آیات یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً و قالوا لولا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکا لقضی الامر ثمّ لا ینظرون ۔ و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلاً و للبسنا علیھم ما یلبسون

اور حدیث صحیح

کما قال العبد الصالح اور حدیث صحیح لا یاتی مأۃ سنۃ علی الارض نفس منفوسۃ ...الخ ۔

یہ سب آیات اور احادیث صحیحہ بآواز بلند موتِ ابن مریم کی خبر دے رہی ہیں علاوہ اس کے عقل انسانی اور قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود اور نزول مسیح سے بعینہ بجسدہ العنصری منکر ہیں ۔ احادیث نزول ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ من جملہ مکاشفات نبویہ کے ہیں، اور کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت ﷺ کے عورت پراگندہ بالوں والی کو کہ گرداگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور

ہوتا ہے اور جیسا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو دیکھا اور تعبیر اس کی وباء مدینہ سے فرمائی معہذا تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظّمہ جانا ہوگا اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر تخصیص امسال کی غلطی ہوئی ۔الغرض آیات اور احادیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں ماول ٹھہرانے پر احادیث نزول مسیح و خروج دجال وغیرہ کے کیا معنی؟ احادیث نزول سے مراد ظہور اس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا جیسا کہ ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحی کا شبہات مسیح ابن مریم کے تھا وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے؟ میں ہوں یعنی مرزا صاحب ۔ کیونکہ الہام منجملہ براہین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے ہے اور فتوحات مکیہ اور میزان شعرانی وغیرہ ۔

بعد استماع اس کے بالضرور اردو خوان اور نام کا مولوی تقریر مذکور کو جس کی بنا کی تشیید اور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل سے ہو چکی ہے لامحالہ طوعاً وکرہاً مسلّم اور قبول کرے گا ۔ نہ کرے تو کیا کرے ۔ قرآن و حدیث سے کیسے منکر ہو ۔ لہذا یہ خزف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس تقریر کے دھوکے میں نہ آجائیں ، اور اسی پیٹے پاٹے راستہ پر چلیں جو مراد اس حدیث لن تضلّوا بعدی ما تمسّکتم با مرین.. کتا ب اللّٰہ و سنّۃ نبیّہ (موطا امام مالک) اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا ۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے ان مشائخ عظام کو جن کے ساتھ یہ بے ہیچ بھی الحبّ للّٰہ کا تعلق رکھتا ہے بآواز بلند اپنی تالیفات میں القاب مکروہہ سے پکار رہے تھے ۔ اس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی جاتا تو بمقابلہ آپ کی اس جرأت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا مگر تاہم بخیال اس کے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام سے بمقابلہ اعداء دین ہنود و نصاری کے کھڑا ہوا ہے ، گو کہ ہم کو برا ہی کہے ، ہم نے کچھ نہیں کہا ، بلکہ لعن طعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے روکنا ہی چاہا ۔ ہم تو خود قائل ہیں

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند   تو برونِ در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام کے اس وجہ سے نہ تھی کہ اس کے سننے کو ہم مکروہ اور موذی نہ سمجھتے تھے بلکہ موجب اسکا اتباع مشائخ عظام ہی تھا جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین والآخرین ﷺ کا ۔ سلطان المشائخ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے

آنہا کہ بجائے من بدی ہا کردند   گر دست رسد بجز نکوئی نکنم

مرزا صاحب ایام الصلح کے صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں :

اس وقت زیر سقف نیلگوں ہیچ متنفس قدرت ندارد لاف برابری من زند من آشکاری گویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہالی اسلام درمیان شما جماعتے مے باشند کہ گردنبدعوی محدثیت و مفسریت برے فرازند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا برزمین نگذارند گروہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و سہروردی و چہا چہا گویند ایں جملہ طوائف را نزد من بیارید

آپ نے بجا فرمایا، وہ لوگ چونکہ مفسر محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی ان سے ظاہر ہو بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ ایسی لافوں سے بچائے بخدائے لایزال ولم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ ان کے نفوس مطہرہ سے صبغۃ اللہ کی رنگت اور کنت سمعہ بی یسمع و بصرہ بی ینصر کا تماشا دکھلا رہے تھے مگر کیا ممکن کہ نظر برقدم اور ہوش در دم سے گردن اٹھا کر کسی طرح کا دعوی یا لاف زنی کریں۔

کلمہ شریف کا مطلب

اس گستاخی کے بعد معروض خدمت ہے کہ طالب عرفان کو چہا و چہا سے کیا غرض، حصول مطلب چاہیے جس سے ہو۔ آپ ہی معنی کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے۔ فقط ظاہری طور پر فرماویں۔ محاورہ قرآن میں لفظ الہ کا درحالتِ اتصاف بالوحدۃ مثل انہ واحد کے، اور ایسا ہی وقت اضافت موحدین کی طرف مثل الھکم و الہ آباء کم مراد اس سے معبود حقیقی ہوتا ہے اور وقت استغراق کے مثل و ما لکم من الہ غیرہ اور جمعیت کی مثل لو کان ھو لاء آلھۃ ما وردوھا و کل فیھا خالدون اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کی طرف مراد اس سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں بناء علیہ لفظ الہ جو لا الہ الا اللہ میں واقع ہے مراد اس سے آلھہ ممکنہ ہوں گے۔ اور نیز تقریب بھی اسی صورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہین خمسہ میں مراد آلھہ سے اصنام ہی ہیں مثلاً لو کان فیھما آلھۃ الّا اللہ لفسدتا بعد تعیین ارادہ اصنام کے الہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع کذب کو (العیاذ باللہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ کوئی فرد افراد معبوداتِ ممکنہ سے

یعنی اصنام وکواکب وغیرہ ،ممکن نہیں یا موجود نہیں ۔اور استیلاء صفاتی بعضھا علی بعض ،جیسا کہ منافی للوجوب برتقدیر وحدت وجوب نہیں اور ایسا ہی برتقدیر تعدد بھی نہ ہوگا۔ بناء علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لما کا نتا یالفسد تا کو نہیں ہوسکتا اور ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لا الٰہ موجود بالضرورۃ کی (العیاذ باللہ) صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق زعمی کی مستلزم وقوع کذب کو مدعی میں اور ارادہ استحقاق واقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو۔اس تقریر سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں جواب اس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تعاوق فیما بین الذوات اور تعاوق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہوگا جیسا کہ وجوب بالذات اور بالغیر میں ، کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذات واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب ایسی گفتگو کہ جس سے خودنمائی کی بوآئے ، شان عیسویت اور وضع مہدویت کے ہرگز شایان نہیں ۔

حضرات ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اس بے ہیچ کا اس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب برخلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہٰذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر کے جن میں روایات صحابہ کرام بالاسناد مذکور ہوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے مدعا کو مدلل کرے جس کو علمائے ثقات فصحاء و بلغاء قبول فرمائیں نہ کہ مثل ازالہ اور ایام صلح کے جن کی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے ۔

رفع ونزول مسیح

} سوال : اہل اسلام کا مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانیکے بارے میں عقیدہ اجماعیہ کیا ہے؟

{ جواب (گولڑوی) : اکثر و بیشتر اہل اسلام حضرت مسیح ابن مریم کے اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ جسم برزخی تھا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

} سوال : یہ عقیدہ محض بے اصل اور اجماع کورانہ ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام

میں لکھا ہے یا قرآن وحدیث سے بھی اس کی کوئی سند ہے؟

} جواب (گولڑوی): ارشاد باری ہے و ما قتلوہ یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه (یعنی یہود نے حضرت مسیح ابن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا)۔ یہ نصّ قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپؑ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

} سوال۔بل رّفعه اللّٰه الیه سے کیا رفع روحانی مراد نہیں ہے بشہادت محاورہ قرآن یا ایّتها النّفس المطمئنّة ارجعی الی ربّکِ راضیةً مرضیة جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنداللہ معزز ومکرم ہوئے۔

{ جواب (گولڑوی)۔آیت مذکورہ میں حسب محاورہ قرآنیہ اور اہل لسان، بل، جس کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے، ابطال ما قبل کے لئے ہے۔یعنی اللہ تعالی زعم یہود کو، جو حضرت مسیح ابن مریمؑ کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے، باطل فرماتا ہے اور ما قبل اور ما بعد اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں متحقق نہیں ہوتے بلکہ پہلے جملہ کا ابطال اور دوسرےکا اثبات کیا جاتا ہے۔

فائدہ: قولہ تعالی: و ما قتلوہ یقیناً بل رفعه اللّٰه الیه من جملہ واقسام قصر الموصوف علی الصفة کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب کلمہ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کرے گا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کردے گا اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی منفی یا منہی کو برحالِ خود رکھے گا اور ضد اس حکم کی مابعد کیلئے ثابت کرے گا جیسے قام زید بل عمرو اور لیقم بکر بل خالد پہلی مثال میں قیام کا اثبات عمرو کے لئے ہوگا نہ زید کے لئے، کیونکہ عمرو بل کے مابعد واقع ہوا ہے اور ماقبل اس کے قام زید مقولہ غلطی پر مبنی ہے اور دوسری مثال لیقم بکر میں طلبِ قیام خالد سے ہے نہ بکر سے وغیرہ۔اور نفی نہی کی صورت میں ماقبل کے لئے حکم نفی کا بحال رہے گا اور مابعد کے لئے اثبات کا جیسا کہ لم اکن فی مربع بل یتهما لا تضرب زیداً بل عمرواً۔

اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولیا ورا ثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا قولہ تعالی بل عباد مکرمون یاانتقال من غرض الی غرض آخر پر دال ہوگا۔ قولہ تعالی بل تؤثرون الحیوة الدنیا ۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بل دونوں صورتوں یعنی مفرد و جملہ میں عطف کے لئے ہوتا ہے۔ بنا بر تحقیق اور مشہور عندالنحاۃ عاطفہ ہونا اس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی

جس صورت میں کہ بعد اس کے مفرد واقع ہو۔ اور جملہ میں حرف ابتدا کا ہوگا۔ بنا بر مشہور بل مشترک ٹھہرا عطف اور ابتداء میں۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بہ نسبت اشتراک کے فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اس کیا فراد میں نہیں کر سکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کی طرح پاتے ہیں تو ان کو دھوکہ اشتراک اللفظ بین المطلق و الا فراد کا لگ جاتا ہے بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آج کل اردو خوانوں کو لفظ توفّی میں دھوکا لگا ہوا ہے۔ بیان اسکا عنقریب آئے گا۔

کلمہ بل کا موضوع لہ فقط اعراض ہے پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اس کی۔ علی ہذا القیاس انتقال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے، یہ سب انواع ہیں اعراض کے لئے جو معنی وضعی ہے (بحر العلوم مسلّم الثبوت) الغرض کلمہ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیہ مذکورہ میں حرف عطف ٹھہرا ابطال جملہ اولی یعنی قتلوہ کے لئے۔ اور منجملہ طرق قصر کے بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کے لئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب و الخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں۔

مانحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا ایک مسیح کا بذریعہ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس کی مقتولیت کو محقق بولنا یعنی انا قتلنا سے تعبیر تاکیدی کرنی۔ وجہ اول کو متکلم بلیغ نے وما قتلوہ وما صلبوہ سے رد کیا دوسرے کو وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے۔ اب اگر بل رفعہ اللہ الیہ کو کنایہ اعزاز و اکرام کہا جائے جیسا کہ مرزا صاحب و رافعک الیّ میں فرماتے ہیں تو بمقتضائے قصر قلب کے چاہیے کہ مابعد بل یعنی اعزاز اور ماقبل اس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول مومنین میں سے اعلی درجہ کا معزز و مکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین بنا بر تحقیق ضروری نہیں مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری وصف کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو اور اگر رفع سے مراد موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعرصہ دراز مثل مزعوم مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل بقی حیاً ثم توفاہ اللّٰہ و رفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلی وجوہ اعجاز اسکے سے ہیں خلل واقع ہو۔ متکلم بلیغ کی شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر مزید براں ایسی کلام بولے

جس کا معنی بحسب التبادر مخالف ہو معنی مراد سے کیونکہ بل رفعه الله اليه سے تحقیق رفع در وقتِ واقعہ صلیب یا قبل اس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے دیکھو بل جاء هم بالحق جو بعد ام يقولون افتراه کے واقع ہے اور ارادہ موت طبعی کا رفعه الله اليه سے مع زعم تحقق اس کے قبل از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں (العیاذ بالله لا نتفاء المحکی عنه) بعد از قطع احتمالات مذکورہ آیت بل رفعه الله اليه کی محکم ٹھہری رفع جسمی مسیح میں لہذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف رفع جسمی کو آیت ہذا سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیت کے معنی میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اسی وجہ سے چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے ان آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم اپنے کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قد خلت من قبله الرّسل اور ما من نفس منفوسة وغیرہ اور یہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کے توفّيتني سے اور متوفّيك سے بر تقدیر عدم تقدیم و تاخیر کے۔ اور یہی آیت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ شهيداً مّا دمت فيهم میں حیاً ملحوظ نہیں ہے اور یہی آیت قرینہ ہے فاقول كما قال العبد الصالح میں فلمّا توفّيتني سے معنی غیر موت کا لینے کے اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو كان موسى و عيسى حيين میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے کی اور یہی آیت بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو در بارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔..

و قالوا اتخذ الرحمن ولدا بل عباد مكرمون۔ ولدیت اور عبودیت تنافی ہیں تحقق میں ام يقولون به جنّة بل جاء هم بالحق، مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کی طرف لانا متضاد نہیں۔ مثلاً زید کو میں نے نہیں مارا بلکہ اس کو عزت دی۔ عمرو کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ مارنا اور عزت دینی، ایسا ہی بھوک اور سیری باہم متضاد ہیں۔ بعد تمہید ہذا آیت وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه میں بھی حسب مقتضی کلمہ بل مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ مابین مارے جانے اور اٹھائے جانے روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں۔ دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں۔

(قولہ مابین الخ توضیح مقام آنکہ رفعه الله اليه یا تو یہ کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت سے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور

شہادت موجب مستق ہے رفع منزلت عند اللہ کے سوائے نبوت کے۔ اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفی یعنی یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی فقط لفظ متوفیک اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا بمباشرت قتل کے لیکن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موت طبعی کا۔ اس تقریر پر اگرچہ تضاد محقق ہے مگر بلحاظ اس کے کہ ماضویت توفی اور رفع کی بل توفاہ اللہ و رفعہ اللہ الیہ میں بہ نسبت ماقبل کلمہ بل کے ہوتی ہے چاہیے کہ موت طبعی مسیح کی قبل از واقعہ قتل وصلیب زعمی متحقق ہو حالانکہ کوئی مورخ نہ اسلامی اور نہ غیر اسلامی اس کی شہادت نہیں دیتا بلکہ ابن عباس اور سائر اہل اسلام قاطبةً الی یومنا ھذا رفع جسمی مسیح کے قبل از واقعہ صلیب کے قائل ہیں تفسیر نقلی صحابہ کی چونکہ حکم مرفوع میں ہوتی ہے بناء ہر مسلمان کے لئے واجب التسلیم اور ضروری القبول ہوگی کیسے نہ ہو رفع جسمی قبل از واقعہ صلیب کا مضمون جو اثر ابن عباسؓ میں عنقریب آئے گا نہ تو معتقد بہ یہود اور نصاری کا تھا تاکہ احتمال روایت ابن عباس کا اہل کتاب سے ہو اور نہ خود ابن عباسؓ اس مضمون کو اپنے اختراع سے پیدا کر سکتے ہیں لہذا یہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور ابن عباس نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اور مورخ غیر اسلامی یعنی یہود و نصاری موت بالقتل والصلیب مسیح کے قائل ہیں اور مرزا صاحب موت طبعی بعد از واقعہ صلیب کے معتقد ہیں حسب زعم ان کے بل بقی حیاً ثم توفاہ اللہ و رفعہ اللّٰہ الیہ چاہیے تھا۔ الحاصل تقدیر مذکور مستلزم ہے فقدان محکی عنہ کی وجہ سے وقوع کذب کو العیاذ باللہ۔ آیت مذکورہ میں بعد بطلان احتمالات مذکورۃ الصدر کے یہی معین ہوا کہ مراد رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمی ہے اور توفاہ اللہ سے جو قبل از رفعہ اللہ کے بقرینہ وعدہ مقدر ہے معنی قبضہ اللہ کا۔ آیت مذکور جیسا کہ نص ہے ابطال افتراء یہود اور رفع جسمی مسیح میں ایسے ہی قرینہ صارفہ ہے ارادہ موت کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی سے اور یہی وجہ ہے قول بالتقدیم والتاخیر کی۔ آیت یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ میں بر تقدیر ارادہ معنی موت کے متوفیک سے۔ باقی رہا یہ زعم کہ لفظ توفی کا قرآن کریم میں فقط معنی موت ہی میں مستعمل ہے یہ صرف سادہ لوحوں کا خیال ہے اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ ان شاءاللہ ...)

مقربین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے ان کی ارواح بھی عالم علوی کو اٹھائی جاتی ہیں اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہو اور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ وامان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ رفعہ اللّٰہ میں رفع جو صیغہ ماضی ہے اس کی ماضویت کس کی نسبت ہے اس کا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بل کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا قتلوہ۔ اس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت

کرتے ہیں دیکھو بل جاء ھم بالحق لانا آیات قرآنی کا منجانب اللہ پہلے ہوا بعد ازاں نسبت جنون کی کفار نے آپ کی طرف کی۔ اب بل رفعه الله اليه سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے یعنی پہلے جسم مسیح بحفظ وامان آسمان کی طرف اٹھایا گیا بعد ازاں یہود نے ان کی شبیہ کو قتل کیا۔ اور بل رفعه الله اليه کو قیاس یا ایّتها النّفس المطمئنّة پر کرنا بے جا ہے کیونکہ اس میں خطاب نفس کی طرف ہے نہ جسم مع الروح کو بخلاف رفعه اللّٰه اليه کے کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا یعنی رفع میں جو ضمیر ہے وہی مرجع ہے جو ماقبل اس کے ما قتلوه و ما صلبوه کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے کلام کے حقیقت یا مجاز ہونے میں ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنی مراد میں جب اصل واقعہ اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اسی کلام کو بعینہ افراد مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے مثلاً ابتتِ الربیع البقل یعنی موسم ربیع نے ترکاری اگائی جس حالت میں کہ قائل اس کا مومن ہو، مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما ھو له عندالمتکلم اور یہی قول حقیقت کی امثلہ میں شمار کیا جائے گا جب کہ اسکا قائل جاہل ہو یعنی وہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اگانے والی موسم ربیع ہے کیونکہ حسب اعتقاد اسکے اسناد فعل کی الی ما ھو له اس کلام میں واقع ہے اقسام اس بحث کے بہت ہیں ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

ایسے کشف فلا ن عن سا قه فلاں نے اپنی پنڈلی سے پردہ اٹھایا جس حالت میں کہ فلانے نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا، یہ کلام حقیقت ہوگی یعنی لفظ کشف اور ساق اپنے اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہوں گے اور درحالتے کہ فلانے نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصروف ہو رہا ہے۔ اس وقت یہی کلام کشف فلاں عن سا قه کنایہ ہوگی مستعد ہونے سے اس کام پر۔

اب اگر کوئی ظاہر بین اردو خوان نام کا مولوی کسی کتاب میں دوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنی کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ لکھا ہوا دیکھ کر منحصر ہونا اس کلام کا معنی استعداد ہی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے تو منشاء اس کا بجز جہالت کے اور کیا ہے لفظ رفع کا صلہ جب الی واقعہ ہو تو بہرحال اس کو اسی معنی میں یعنی کسی کو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ

جس کو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کر چکا ہوں یعنی جہالت ہے حدیث شریف میں یہی محاورہ ہے فرفعه الی یده ای رفعه الی غا یة طول یده لیراه الناس فیفطرو ن (مجمع البحار) رفع جسمی میں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے ایسا ہی یرفع الحد یث الی عثمان اوریر فعه الی النّبیّ ﷺ اور ایسا ہی یر فع الیه عمل اللیل قبل عمل النهار ای الی خزا ئنه لیضبط الی یوم الجزاء (مجمع البحار) ان سب میں یہی محاورہ اٹھانے چیز میں بعینہ جو ہر ہو یا عرض مدخول الی کی طرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے۔ مانحن فیہ میں جب اثر صحیح ابن عباسؓ وغیرہ کا در بارہ مرفوع ہونے جسم صحیح کے اور نص بل رفعه اللّٰه الیه کی جو کئی وجوہ سے شہادت رفع جسمی مسیح پر دیتی عنقریب بیان ہوں گے۔ پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا در خطا ہے ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی انہوں نے تو استعمال رفع کا در حالت صلہ واقع ہونے الی کے معنی رفع منزلت اور علق قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنی مذکور میں استعمال ہوتا ہے یعنی بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنی کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ ہو الی ہو بالضرور رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا اگر چہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنی رفع جسمی کا بعبارت مذکور بھی ہو کشف عن السّاق کو جو کنایہ (معنی کنائی حقیقی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے نہ مجازی۔مطول) بحسب محاورہ تیار ہونے سے ٹھہراتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنی حقیقی پر دال نہ ہوگا۔

الغرض صلہ الی قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے نہیں بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنی رفع منزلت کے لئے بروقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ نہ ہوگا ۔مگر اسی صورت میں کہ صلہ اس کا کلمہ الی واقع ہو نہ بالعکس یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ اس کا الی ہو اس جگہ بغیر اس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا۔ مطلقہ عامہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا۔ دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں تبائن کلی اور منافاۃ فی التحقق سمجھ لی حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں بحسب القدر بالا ولی اور بالاحسن معلوم ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح مرزا صاحب اور ان کے مخلصین کا دھوکا کھانا معلوم ہوسکتا ہے۔القول الجمیل تصدیق المثیل کے صفحہ ۵۹۔۶۰ کو ملاحظہ کریں۔ مرزا صاحب اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ سماء جس کا معنی آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح کے نہیں آیا یعنی رفعه اللّٰه الی السّماء اور ینزل من السّماء

بھلا صاحب! یہ تو فرمایئے کہ بل رّفعه اللّه الیه جس کا مدلول خدا کی طرف مرفوع ہوتا ہے، رفع روحانی ہی سہی، کس طرح متحقق ہوگا؟ اور ایسا ہی ارجعی الی ربّک میں اپنے رب کی طرف نفس کے رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ اور کلمات طیّبہ اور عمل صالح کا خدائے پاک کی طرف مرفوع ہونا کیسے ہوگا؟ یہی تو فرمائیں گے جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آسمان کو جو عباد مکرمین کا محل ہے قرار گاہ ان کی بنایا جائے، نہ کہ بجائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر مقرر کیا جائے۔ ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی الیہ کا ملاحظہ فرما کر سماء کو مذکور سمجھیں۔ پس رفع الی اللّه اور رفع الی السّماء اور رجوع الی الرّب اور صعود الی الرّب اور صعود علی السّماء متساوق فی المعنی ہیں اور احادیث میں تو صراحتاً بھی لفظ سماء آ گیا ہے۔ عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

آیت مذکورہ یعنی بل رفعه اللّه الیه جیسا کہ اثبات رفع جسمی اور ابطال افتراء یہود کہ انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم کہتے تھے اور تردید عقیدہ نصاری باتباع یہود فرما رہی ہے ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقہ نیچریہ اور مرزائیہ کی بشہادت سیاق و آثار صحابہ و احادیث صحیحہ کر رہی ہے احادیث صحیحہ کے نام لینے میں بھول گیا ہوں حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں کیونکہ ان کے اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے۔ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کالانعام سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی؟ مخاطبین بے چارے حسب لیاقت خود بول اٹھتے ہیں کہ خدائے تعالی کی کلام مقدم ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا، کہ آپ سوال تقدیم و تاخیر از راہ عظمت و منزلت فرما رہے ہیں یا از قبیل تفصیل و بیان؟ اگر من حیث العظمت ہے تو سب اہل اسلام کلام الہی کو زائد العظمت مانتے ہیں۔ لہذا نماز کا رکن کلام الہی ہو سکتی ہے، نہ حدیث۔ اور اگر بجہت تفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے کیونکہ پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف کا ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کو حکیم مطلق لا تدرکه الابصار نے اسلئے اپنے اور ہمارے درمیان برزخ قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مبارک منہ سے بمعہ تشریح سن لیں، کیونکہ جیسا کہ:

انزل علی عبدة الکتاب و لم یجعل لّه عوجاً (اپنے بندے پر کتاب نازل

فرمائی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی)؛

انّا انزلنا الیک الکتاب بالحقّ لتحکم بین النّاس بما اراک اللّٰه ولا تکن للخائنین خصیماً (ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دکھایا اس کے مطابق لوگوں میں حکم فرمائیں اور خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنیں)؛

وما انزلنا علیک الکتا ب الّا لتبیّن لهم الّذی اختلفوا فیه و هدی و رحمةً لّقومٍ یّؤمنو ن (اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں اتاری مگر اس لئے کہ آپ صاف طور پر وہ چیز بیان کر دیں جس میں انہیں اختلاف ہے ۔ اور ہدایت و رحمت اس قوم کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں)؛

و انزلنا الیک الذکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیهم و لعلّهم یتفکّرون (اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لئے وہ چیز بیان فرما دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور شائد کہ وہ فکر کر لیں)؛

الا انّی اوتیت القرآن و مثله معه (یعنی السنّه)(خبردار میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں)، اسی برزخ سے مخصوص ہے ۔ ایسا ہی ذمہ داری ، انّ علینا جمعه و قرآنه ثمّ انّ علینا بیانه ، بیشک قرآن کا جمع کرنا، اس کا پڑھنا اور بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے، اسی کو شایان ہے ۔

فرقہ مرزائیہ عیسی بن مریم کے مصلوب ہونے یعنی صلیب پر چڑھانے کے یہود و نصاری کی طرح معتقد ہیں فقط صلیب پر مر جانے میں باہم مختلف ہیں ۔ یہود اور نصاری کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں ۔ ایام الصلح صفحہ ۱۱۲، اس کا بطلان رفعه اللّٰه کی ماضویت سے جو بہ نسبت ماقبل بل یعنی ما قتلوه و ما صلبوه کے ثابت کی گئی ہے اصل کتاب سے اور فائدہ جلیلہ سے جو منهیه میں لکھ چکا ہوں بخوبی معلوم کر سکتے ہیں ۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے قطع نظر منفی ہونے اس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں ۔ اس تقریر سے جو صراحةً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہو گیا کہ سر سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو ما صلبوه کے معنی میں جو ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ

سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ سے ۳۸۲ تک تفسیر حضرت شاہی صفحہ ۱۹۔ فتامل۔ ایسا ہی استشہاد میں معنی مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے و العظام استخرج ودکّھا۔ اوراس حدیث کے لمّا قدِم مکة اتاہ اصحاب الصلب بسکون اللام و ضمّھا و فتحھا ای الذین یجمعون العظام و یستخرجون و دکّھا و یأتدمون بہ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے۔ اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اس کے کہ شوربا بغیر اس کے نہیں بن سکتا، صلب کا معنی قرار دیا جائے تو چاہیے کہ موت طبعی اس جانور کی یا ذبح اس کا بھی مدلول اس کا ٹھہرایا جائے اور حدیث میں لفظ اصحاب الصلب سے معنی مذکور سمجھا گیا، کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور اصحاب الصلب کا معنی چکنائی والے لوگ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ اصحاب کا مدلول ہے اور نہ صلب کا۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار۔ صلیب پر چڑھانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو التزاماً رفع جسمی سے خبر دے رہی ہیں ان سب کو سلام کہہ کر روایات اناجیل سے کام لیا۔ بعد از واقعہ صلیب مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا، اس میں اناجیل کو بھی چھوڑا۔

بطلان مذہب مرزائیہ در بارہ رفع عیسی

بطلان اس مذہب خانہ زاد کا آیۃ و ما قتلوہ یقیناً ۔ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے بشہادت کلمہ بل ایک وجہ سے تو ظاہر ہو چکا ہے۔

دوسری وجہ بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیروں منصوب متصل کا جو واقع ہیں ما قتلوہ اور بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں۔ ما قتلوہ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے بل رّفعہ اللّٰہ الیہ میں بھی نظر بہ اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح۔

تیسری وجہ بطلان کی یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالی سلک جرائم یہود میں فقط افتراء اور بہتان ان کا ذکر فرماتا ہے یعنی و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ فرمایا اور فقط ذکر قتل یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا یعنی و قتلھم المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و صلبھم نہیں فرمایا، صلیب پر چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مار پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب غضب الٰہی ہے بہ نسبت اس کے کہ فقط افتراء یا جھوٹ بول دیا ہو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح مقتول اور مصلوب نہ

تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے قتل کرنے کا کیا تھا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں مسیح کو تو ہم نے اٹھا لیا اور اس کی شبیہ کو مقتول اور مصلوب کرایا ۔ یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسول من جانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا مگر یہود اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے اور نصاریٰ بھی باتباع یہود مسیح کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل ہوئے بغیر ان چند حواریوں کے جو اس گھر میں جس میں سے مسیح مرفوع الی السماء ہوئے، موجود تھے ۔ القصہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ مفتری ہیں اور یقینی طور پر انّا قتلنا نہیں کہتے بلکہ اس میں بھی مشکک ہیں ، اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو انہوں نے مقتول اور مصلوب نہیں کیا بلکہ اس کے شبیہ کو ، اور مسیح کو تو ہم نے ان کی ایذا سے بچانے کے لئے آسمان پر اٹھا لیا ۔ اسکے بعد فرمایا و کان اللّٰہ عزیزاً ، یعنی یہ خیال مت کرو کہ جسم عنصری آسمان پر کس طرح جا سکتا ہے کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے با عزت اور با غلبہ اور ہم اس رفع جسمانی پر غالب ہیں ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں حکیماً یعنی ہم با حکمت ہیں کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا ۔ اس مسیح کے اٹھانے اور بقیہ ایام حیات پورے کرنے میں بھی ایک حکمت ہے ۔ وہ کیا ؟ ان کو ہم اپنے حبیب ازلی ﷺ کے خدام اور خلفاء سے بنائیں گے کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری بارگاہ سے بہ نالہ ہائے نیم شبی اور سعا ہائے سحری مانگا ہوا ہے ۔ گو کہ ہم زمین میں بھی اس کے محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذاء یہود سے قادر ہیں مگر ہماری حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اس کے کیا جائے ۔ نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسباب فطرتی کے تھا اور تشبہ بالملائکۃ ممتاز طریق پر اس کو حاصل تھا لہذا آسمان پر رہنا اس کا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں ۔ یہاں تک تو حاصل ہے اس آیت کریمہ:

و قولھم انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم و انّ الّذین اختلفوا فیہ لفی شکٍ مّنہ ما لھم بہ من علم الا اتّباع الظّنّ و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزاً حکیماً

احادیث مبارکہ:

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لمّا اراد اللّٰہ ان یرفع عیسی الی السّماء ... و ھو رفیقی فی الجنّة (تفسیر ابن کثیر) ۔ترجمہ۔فرمایا ابن عباسؓ نے جب خدا نے عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا...وہ رفیق میرا ہوگا جنت میں ۔

و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن مجاھد فی قولہ تعالی شبہ لھم قال صلبوا رجلاً غیر عیسی شبھوہ بعیسی یحسبونہ ایّاہ و رفع اللّٰہ الیہ عیسی حیا (تفسیر ابن کثیر) ..صلیب یعنی دار پر چڑھایا یہود نے شبیہ عیسی کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اس شبیہ کو مسیح اور اٹھا لیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر

و اخرج عبد ابن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن قتادہ و قولھم انّا قتلنا .. الخ قال اولئک اعداء اللّٰہ الیھود افیخروا لقتل عیسی و زعموا انّھم قتلوہ و صلبوہ و ذکر لنا انّہ قال لا صحابہ ایّکم یقذف علیہ شبھی فانّہ مقتول قال رجل مّن اصحابہ انا یا نبی اللّٰہ فقتل ذلک الرجل و منع اللّٰہ نبیّہ و رفعہ الیہ ۔ (درمنثور) ۔فرمایا قتادہؒ تابعی نے یہود جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسیٰؑ کے۔فرماتے ہیں قتادہؒ یہ گمان غلط ہے اس لئے کہ پہنچی ہے ہم کو یہ بات کہ فرمایا عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو،کون ہے تم میں سے جس پر میری شباہت ڈالی جائے اور قتل کیا جائے ۔عرض کی ایک نے ، میں ہوں اے رسول، اللہ کے۔پس قتل کیا گیا وہ شخص اور باز رکھا اللہ نے عیسی کو قتل ہونے سے بایں طور کہ اٹھا لیا اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر۔

و اخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسی و تسعة عشر رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسی لا صحابہ من یاخذ صورتی فیقتل و لہ الجنة فاخذھا رجل منھم و صعد بعیسی الی السّماء فذلک قولہ و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین ....

(غرض پیر صاحب نے یہاں) مسیح ابن مریم کے بجسد عنصری رفع الی السماء اور نزول من السماء پر چالیس کے قریب احادیث اور آثار صحابہ کی تخریج فرمائی جن میں اکثر کے اندر لفظ

سماء موجود ہے، جنہیں بخاری، مسلم، مسند امام احمد، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، درّ منثور اور کنز العمال شامل ہیں اور جن کی روایت حضرات عائشہ، ابن عباس، ابن مسعود، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، عثمان بن ابی العاص، ابی امامہ، جابر، سمرہ بن جندب، عمرو بن عوف، حذیفہ بن اسید، حذیفہ بن یمان، عمران بن حصین، کیسان، ابی شریحہ، نواس ابن سمعان، اور مجمع بن جاریہ، رضی اللّٰہ تعالی عنھم

... چوتھی وجہ بطلان اس مذہب کی یہ آیت یعنی و ان من اھل الکتاب .. بھی ہے کیونکہ بمنطوقہ دال ہے نزول مسیح ابن مریم پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔

پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ کا ہے مسیح ابن مریم سے کہ میں تجھ کو یہود کے ہاتھ سے بچاؤں گا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر کو بکو رسوا کرنا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر انہی کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اتارنا، یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعا مسیحیہ کا نکلا جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔

چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بل کے یعنی بل رّفعہ اللّٰہ الیہ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیے تھا بل بقی حیاً ثم توفّاہ اللّٰہ و رفعہ الیہ

ساتویں وجہ آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے ہے۔

اخرج الفریابی و سعید بن منصور و مسدد و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و اطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قولہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسی قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید عن ابی ھریرہ و انّہ لعلم للسّاعۃ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الاربعون اربع سنین یحج و یعتمر و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن مجاھد و انّہ لعلم للسّاعۃ قال آیۃ السّاعۃ خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیامۃ و اخرج عبد بن حمید و ابن جریر عن الحسن و انّہ لعلم للسّاعۃ قال نزول عیسی و اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس و انّہ لعلم

للسّاعة قا ل نزول عیسی (در منثور).(حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ اور مجاہدؒ اور حسنؒ سے بطریق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر انّہ جو آیت و انّہ لعلم للسّا عة میں ہے عیسیٰؑ کے نزول کی طرف پھرتی ہے)

و قا ل الا حمد حد ثنا ھا شم بن القاسم حد ثنا شیبا ن عن عاصم بن النجود عن ابی رزین عن ابی یحی مو لی بن عیل ا لا نصاری قا ل قا ل ابن عباس لقد علمت آ یة من القرآن .. و انّہ لعلم للسّا عة قال ھو خرو ج عیسی بن مر یم قبل یو م القیا مة و قو لہ تعا لی و انّہ لعلم للسّا عة تقدم تفسیر ابن اسحاق ان المراد من ذلک ما یبعث بہ عیسی من ا حیاء المو تی و ابراء الا کمہ و الا بر ص و غیر ذ لک من ا لاسقا م و فی ھذا نظروا بعد منہ ما حکا ہ قتا دہ عن الحسن البصری و سعید بن جبیر ان الضمیر فی انہ عا ئد علی القر آ ن بل الصحیح انہ عا ئد علی عیسی فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بذلک نزو لہ قبل یو م القیا مة کما قا ل تبار ک و تعا لی و ان من اھل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسی ثمّ یوم القیا مة یکو ن علیھم شھیداً و یؤید ھذا المعنی القرأة ا لاخر ی و انّہ لعلم للسّا عة ای امارة و دلیل علی وقوع السّاعة قا ل مجا ھد و انّہ لعلم للسّا عة خرو ج عیسی ابن مر یم قبل یوم القیا مة و ھکذا روی عن ابی ھر یرة و ابن عباس و ابی العا لیة و ابی ما لک و عکر مة و الحسن و قتادہ و الضحا ک و غیرھم و قد توا ترت الاحادیث عن رسول اللّٰہ ﷺ انّہ اخبر بنزول عیسی قبل یوم القیا مة اما ماً عادلاً (ابن کثیر تفسیر)

الحاصل روایت کی امام احمدؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا انھوں نے و انّہ لعلم للسّا عة اے خروج عیسی یعنی نزول ان کا قبل قیامت کے ۔ یہی مروی ہے مجاہد، ابو ہریرہ ،ابو عالیہ، ابو ما لک،عکرمہ،حسن ،قتادہ،ضحاک وغیرھم سے ۔اور یہی صحیح ہے بنظر ماقبل کے اوراسی کوتائید دیتی ہے دوسری قرآۃ اورآیۃ و ان من اھل الکتا ب الخ احادیث کی

نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کی تائید کرتی ہیں پس ضمیر انّه کی قرآن کی طرف پھیرنی غیرصحیح ہے۔ سیاق اور اقوال صحابہ اور تابعین کی رو سے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے ان کے مردوں کو وغیرہ یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور بلحاظ سیاق ایضاً بنظر دقیق۔ اعلم بالقرآن ابن عباسؓ بروایت ابی صالح بھی اس آیت میں یونہی فرماتے ہیں۔

اب بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں انه کی ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیرصحیح ہے سیاق آیت اور تفاسیر صحابہ وتابعین کی رو سے قولہ تعالیٰ و لمّا ضرب بن مریم مثلاً اذا قومک منه یصدون ۔اس آیہ میں منه کی ضمیر اور ایسا ہی ام ھو ، اور، ان ھو اور انعمنا علیه اور جعلناہ یہ سب ضمائر ابن مریم کی طرف ہی راجع ہیں مرزا صاحب اگر و انه کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمائیں تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح سے مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن اور بطلان مذہب مذکور کو۔

آٹھویں وجہ ما آتاکم الرّسول فخذوہ و ما نھاکم عنه فانتھوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے من جملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح ابن مریم کا بعد نزول اسکو قتل کرنا بیان فرمایا بمقتضائے آیت مذکورہ ہم کو ایمان بما جاء به الرسول واجب اور انکار اس کا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہیے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہو گیا تو بعد اسکے مومن بما جاء به الرسول کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کی طرف بباعث دھوکہ کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ اسی دھوکہ کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر ان کا بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے اور ایسا ہی افتراء یہود کہ انّا قتلنا المسیح کہتے تھے ان کی تکذیب نص و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّه لھم اور ما قتلوہ یقیناً بل رّفعه اللّٰه الیه سے ہو چکی جیسا کہ مسیح ابن مریم نے خود برنباس کو فرما دیا تھا کہ اے برنباس چونکہ حواری اور والدہ ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اس معنی سے جو کسی کے لائق نہیں خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو تو دنیا میں یہود کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام نہ کرنا۔ لیکن یہ غلطی تاوقت شریف آوری محمد رسول اللہ ﷺ کے ہو گی جب وہ تشریف لائینگے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں

گے۔ انجیل برنباس ادریس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی عیسی پر ہنسیں گے اور جب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دیں گے مطابق اس پیش گوئی کے قرآن کریم نے برأت مسیح کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح الی السماء کو ذکر کیا کیونکہ رفع الی اللّٰہ اور رفع علی السماء مساوق ہیں۔

الغرض کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ متواترہ سے ہوگئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اس کی نقل بطریق استشہاد لا من حیث الاعتضاد جائز ہوگی جیسا کہ حدیث بخاری بلّغوا عنّی و لو آیۃ و حدثوا عن بنی اسرائیل و لا حرج .. الخ کے محمل کی یہی صورت ہے اور جسکی تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو اس کے بارہ میں مومن کو چاہیے کہ مطابق حدیث شریف لا تصدقوھم و لا تکذبوھم کے نہ تصدیق اس کی کرے اور نہ تکذیب (تفسیر ابن کثیر) بناء علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کے مطابق نص قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے ہو نقل اس کی جائز ہے جیسا کہ رسولوں کے اعمال۔ پہلا باب۔ ورس ۹۔ اور وہ یہ کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا۔ اور اس کے جاتے ہوئے جب وے آسمان کی طرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آویگا۔ اس میں فقرہ (پھر آویگا) مطابق آیت و ان مّن اھل الکتاب اور آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ اور احادیث نزول کے ہے

ابن عباسؓ کا موقف درباره متوفیک

} سوال: افقہ الناس ابن عباسؓ نے متوفّیک کا معنی ممیتک کا لیا ہے بناء علیہ یاعیسی انّی متوفّیک کا معنی یہ ہوا کہ اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں اسی طرح فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم میں بھی۔ اس سے جب وفات مسیح ثابت ہو چکی تو بالضرور بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں رفع سے رفع روحانی مراد لینا پڑیگا اور احادیث نزول مسیح واجب التاویل ہوں گی کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین بشہادت قیل ادخل الجنۃ اور فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی اور احادیث صحیحہ کے جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں

بموجب آیت و ما هم منها بمخرجین جنت سے نکالی نہیں جاتیں بناء علیہ مسیح ابن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔

{ جواب (گولڑوی): افقہ الناس حضرت ابن عباسؓ کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے مگر پہلے آپ علی رؤس الاشہاد اقرار کرلیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اوہام اور ایام الصلح سے معلوم کرسکتے ہیں کیا آپ نے قصہ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین میں مذکور ہے اپنے دعوی پر تمسک نہیں پکڑا اور اسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اس سے منحرف نہیں ہوئے۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوئے۔ یا توفی کے معنی لینے میں ابن عباس کو اعلم بالقرآن سمجھ کر مقتدی بنا کے اور ان کے اتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آیت بل رفعه اللّٰه اليه اور ایسا ہی و لكن شبّه لهم اور فلمّا توفّيتنى اور قبل موته کے معنی میں جو ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته میں مذکور ہے اور ایسا ہی و انه لعلم للساعة ان سب اقوال میں قول افقہ الناس ابن عباسؓ کو سلام نہیں کہا، یا اجماع امت مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کورانہ ازالہ اوہام میں اور اہل اجماع کو حزب نادان اور بے حیا ایام الصلح میں قرار دے کر پھر سب کے عقیدہ کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل واہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض جوضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں انہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گئے۔

بعد اس کے اولاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور ابن عباس کا علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے اور اہل الجرح و التعدیل کو اس میں کلام ہے چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اس کی کو ساتھ ابن عباس کے ذکر کیا ہے اور تقریب میں ہے:

علی بن ابی طلحه سالم مولی بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس و لم یره من السادسه صدوق قد یخطی۔ انتہی۔ و فی الخلاصة قال احمد له اشیاء منکرات۔ و فی المیزان قال احمد بن حنبل له اشیاء منکرات۔ قال دحیم لم یسمع علی ابن ابی طلحه التفسیر عن ابن عباس

اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنی مذکور کو یعنی ممیتک مذہب ابن عباسؓ کا قرار دیا جائے بلکہ جائز ہے کہ من جملہ دیگر مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے لہذا تحریر احتمالی ان کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے مثلاً حضرت ابن عباسؓ آیت فامسحوا برؤسکم و ارجلکم کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللّٰہ الّا المسح لکنّھم ابوا الّا الغسل یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے میں نہیں پاتا ہوں مگر یہ لوگ یعنی صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہ سے واقف ہوگا وہ مسح قدموں کو مذہب ابن عباسؓ کا سمجھ لے گا حالانکہ ابن عباسؓ کو ایک اشکال کی تقریر کرنی منظور ہے تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں مذہب آپ کا وہی غسل قدمین ہے۔ مانحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر متوفیک ممیتک کے ساتھ اسی قبیل سے ہو اور یہ کوئی خیال نہ فرمائے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اٹھ جائے گا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بل رفعہ اللّٰہ الیہ اور و ان من اھل الکتاب اور و انہ لعلم للساعۃ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں۔ ماسوا ان کے احادیث نزول مرویہ ابن عباس کی بھی موید احتمال مذکور ہیں

و ذکر العینی و روی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسی اذ ذک یتزوج فی الارض فیقیم بھا تسع عشرۃ سنۃ الی ان قال و عن ابن عباس یتزوج الی شعیب و ختن موسی و ھم جذام فیولد فیھم و یقیم تسع عشرۃ سنتہ

اور ثالثاً اگر ابن عباسؓ کا مذہب بھی مانا جائے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباسؓ بلحاظ نص بل رفع اللّٰہ الیہ جس میں موت کا طبی معنی لینا ممکن نہیں جیسا ممکن نہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا آیت یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں بعد ارادہ معنی ممیتک کے قائل بہ تقدیم و تاخیر ہے

اخرج اسحاق بن بشر و ابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک و رافعک یعنی رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزمان (در منثور)

حاصل ابن عباسؓ سے قول اللہ تعالیٰ انی متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم و

تاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی ہے کہ رافعک ثمّ متوفّیک فی آخر الزّمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیہ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین نصوص کے نہیں شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں قول باری فقالوا ارنا اللّٰہ جھرۃً میں بھی ابن عباسؓ سے تقدیم وتاخیر مروی ہے یعنی انہوں نے یوں تفسیر کی فقالوا جھرۃ ارنا اللّٰہ اور ابن حاتمؒ نے قتادہؒ سے قولہ تعالیٰ فلا تعجبک اموالھم و اولادھم انّما یرید اللّٰہ لیعذّبھم بھا فی الحیوۃ الدّنیا میں تقدیم وتاخیر روایت کی ہے یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے

فلا تعجبک اموالھم ولا اولادھم فی الحیوۃ الدّنیا انّما یرید اللّٰہ لیعذّبھم بھا فی الآخرۃ

اور مجاہدؒ سے قولہ تعالیٰ انزل علی عبدہ الکتاب و لم یجعل لّہ عوجاً قیماً یعنی انزل علی عبدہ الکتاب قیماً و لم یجعل لہ عوجاً مروی ہے اور قتادہؒ سے قولہ سبحانہ انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں انّی رافعک الیّ و متوفّیک مروی ہے اور عکرمہؒ سے قول باری لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب میں لھم عذاب شدید یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ مرویات صحابہ کرام وتابعین وغیرہ دربارہ تقدیم وتاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔

نیز فاطر السّماوات و الارض بدیع السّماوات و الارض خلقکم و الّذین من قبلکم کذالک یوحی الیک و الی الّذین من قبلک انّا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ و النّبیین من بعدہ میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے اور قرآن شریف میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف، معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔

الغرض آپ کو قول ابن عباسؓ کا متوفیک ممیتک مفید نہیں ہوسکتا جب تک قول ان کا متعلق فلما توفیتنی کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھہرائیں یا ہم قول ابن عباسؓ کا متعلق فلمّا توفّیتنی کے جو دال ہو ارادہ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں۔

اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ان تعذبھم فانّھم عبادک یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتھم و ان تغفرلھم ای من ترکت

منهم و مدی عمری (یعنی عیسی) حتی اهبط من السّماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقا لتهم و و حد ک و اقروا انا عبید و ان تغفر لهم حیث رجعوا عن مقا لتهم فا نک انت العزیز الحکیم (سیو طی ۔ در منثور)

ایسا ہی تفسیر عباسی میں تو فّیتنی کا معنی رفعتنی مذکور ہے۔ اگر آپ کو ابن عباسؓ کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فر ما ویں یہ تو نہ ہو تا رک صلوۃ نے تمسک آ یت ولا تقربوا الصّلوۃ سے پکڑا، دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا و انتم سکاری کو بھی ساتھ ملا حظہ کرو۔ جس کا مضمون یہ ٹھہرا کہ، حالت نشہ میں نماز مت پڑھو، تو متمسک (اول) نے کہا، سارے قر آن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہو گا۔ ہم سے اگر ایک آ یت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے۔ قول ابن عباسؓ اگر قا بل احتجاج ہے تو اس کو اول سے آ خر تک ملا حظہ فر ما ویں پھر د یکھئے رفع جسمی کس طرح کھلے کھلے طور پر بشہا دت تفسیر ابن عباسؓ ثابت ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ و دیگر علماء کا موقف در بارہ متوفیک

اب نا ظرین با انصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباسؓ کا پیرو اور متبع کون ہے اور یہ بھی ظا ہر ہو گیا ہو گا کہ مرزا صا حب نے اتباع ابن عباسؓ کو تو بجائے خود چھوڑ ا الٹا بہتان صحا بی پر با ندھا جیسا کہ امام بخاریؒ کے او پر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ سب آ ئمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح ابن مریم۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت امام بخاریؒ تو احا دیث نزول کے تراجم میں آ یات سورہ مریم اور آ ل عمران کو لا کر بعد ازاں احا دیث بیان فر ما تے ہیں (دوسری وجہ بہتان کی امام بخاریؒ پر وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے تا ریخ میں بیان کیا ہے جس کو میں لکھ آ یا ہوں۔ تیسری وجہ بہتان کی کہنا بخاری کا باب نزول عیسی بن مریم۔ اگر مذ ہب امام بخاری کا مثیل عیسی ہوتا تو استعا رہ کے طور پر بیان کرتا بلکہ تصریح بمذ ہب خود ضروری تھی)۔ اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آ یات قر آ ن میں ذکر مسیح ابن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو ان احا دیث میں بھی ان کا ذکر ہو گا۔ اور اگر آ یات میں ذکر خیر جناب مرزا صا حب کا ہے تو احا دیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہو گا۔ میں نہا یت متعجب ہوں کہ مرزا صا حب ازالہ او ہام میں بڑے زور سے علماء اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بخاری و

الّذی نفسی بیدہ .. الخ میں مولوی صاحبان فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے میں ماول کو ملحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے ۔کہ علماء اسلام کس طرح پر تاویل کرسکیں بعد ازاں کہ نصوص قرآنیہ سے بہ تفسیر ابن عباسؓ رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں اور پیش گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اسے مسیح کے بارہ میں آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر معنوی سن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بہ مثیل بھی گنجائش نہیں رکھتا مثلاً شب معراج مسیح ابن مریم کا بوقت گفتگو ہونے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیین وقت تو میں نہیں کرسکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اتر کر دجال اور قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا (تفسیر درمنثور اور ابن کثیر اور خازن) اخرجہ احمد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اسناد اور متن اس حدیث کا احادیث نزول میں جس کا اول یہ ہے:

قال احمد حد ثنا هشیم عن العوا م بن حو شب عن جبلة ... عن موثر بن غفاره عن ابن مسعود عن رسو ل الله ﷺ قا ل لقیت لیلة اسری بی ابرا هیم و مو سی و عیسی ۔

اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے ۔ شاید مرزا صاحب ہی نے شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواب مذکور ہوا ہے کیا ہو، اس مضمون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی اقراءات کے ان کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں ۔

الغرض علماء اسلام بعد ایمان بما جاء به الرّسول کس طرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لیں اور ایمان اپنا ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں ۔ مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا علماء بے چاروں کو کیا فائدہ؟ جناب عالی ! یہی وجہ ہے کہ علماء کی ابن مریم سے مثیل ان کا نہ لینے کی ۔ باقی رہا فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی و یقتل الخنز یر میں تعذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی شائد آپ کے نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر ۔ ایسے خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں ۔

اور رابعاً تطبیق بین الآیات میں بعد اس کے کہ استشہاد بہ محاورہ قرآنیہ وعرف قرن اول ولغت کے ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنی اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے حضرت ابن عباسؓ

اور سائر مفسرین صحابہ سے بعد مراعاۃ مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں بلکہ بحسب لا یکون الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ کے کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھہرایا گیا ہے۔

توفی کے معانی

(پیر مہر علیؒ فرماتے ہیں) اب ہم لفظ توفّی کا معنی سوائے موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کر کے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں۔ توفّی ماخوذ ہے وفا سے۔ وفا کا معنی ہے پورا ہونا۔ کہتے ہیں فلانی شئے کافی وافی ہے یعنی پوری۔ ایفاء کا معنی پورا کرنا اور توفی تفعّل ہے بمعنی استفعال کے یعنی استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا۔ لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ اور ایسا ہی تفاسیر سب متفق ہیں معنی مذکور پر۔ اور یہ امر بھی نہایت قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں، گو کہ موضوع نہ بھی ہو، بلکہ فرد ہی اس کا ہو، یا کسی نوع کا علاقہ معنی موضوع لہ سے رکھتا ہو جیسا کہ الٰہ جس کا معنی معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور آلھہ بمعنی معبودات مطلقہ کے، کواکب ہوں یا بت یا آدمی۔ حالانکہ بہت اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر الٰہ کی اصنام کے ساتھ کر دیتے ہیں صراح وغیرہ کتب لغت کو الٰہ کے متعلق دیکھیں۔ اور تفسیر ابن عباسؓ کو متعلق اموات غیر احیاء کے ملاحظہ فرمائیں کہ اموات، اصنام لکھتے ہیں۔ ہر سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بت موضوع لہ لفظ الٰہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہے معنی موضوع لہ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے بودے لوگ اردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکا کھاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنی وضعی کا ہے بلکہ اسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کر سکتے۔ الغرض الفاظ مشتقہ میں معنی حقیقی کبھی اور ہوتا ہے اور مستعمل فیہ اور۔ مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور ان کے اتباع کو یہی دھوکا لگا ہوا ہے لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفّی کا معنی موت بھی ہے اور صحیح بخاری میں متوفیک کی تفسیر ابن عباس نے ممیتک سے کی تو اس اشتباہ مذکورہ میں پڑ گئے۔

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ الٰہ اور اموات کا معنی اصنام ہی خیال کرتے ہونگے ورنہ توفی سے معنی موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے فی الواقع یوں ہے کہ توفی اور استیفاء میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں توفی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائیگا وہ کیا چیز ہے روح ہوگی

یا غیر روح اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر۔ ایک تو اس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا، اس کا نام تو موت ہے۔ موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم کے علاوہ اعتبار کئے گئے ایک روح دوسرا امساک۔ دوسرا قسم توفی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنی چھوڑ دینا ماخوذ ہے۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفی کے (تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر۔ شرح کرمانی صحیح بخاری) اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الروح ہو گا جیسا کہ انّی متوفیک یا اور جیسا کہ توفّیت مالی (قاموس) بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توفّی کا معنی فقط کسی شئے کا پورا لے لینا ہے عام اس سے کہ وہ شئے روح ہو یا غیر روح اور بر تقدیر روح ہونے کا مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہے یعنی قرآن کریم کی اس آیت سے جس میں خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرایہ میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منا مھا اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں امساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے اس آیت میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آیت و ھو الّذی یتوفّاکم باللیل میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا۔ اور آیت و الّذین یتوفّون منکم وغیرہ آیات میں مدلول اس کا موت ہے جو منجملہ افراد اسی توفی کے ہے یا عیسیٰ انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی میں بھی معنی موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ وغیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفّی اللّٰہ زیداً توفّی اللّٰہ عمروا توفی اللّٰہ بکراً وغیرہ لیا جاتا ہے۔ اگر نص بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں یا آیات و ان من اھل الکتاب اور و انّہ لعلم للسّاعۃ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اسی رفع جسمی پر استلزاماً وارد نہ ہوتیں کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہو جائے تو عموم آیات میں جو برخلاف اس حکم کے ہوں داخل نہیں ہو گا اور نہ وہ لفظ جو مستعمل اس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدمؑ کی پیدائش کا حال جب نص خلقہ من تراب سے معلوم ہو چکا تو پھر الم نخلقکم من ماءٍ مھین اور ایسا ہی خلق من ماءٍ دافق یخرج من بین الصّلب و التّرائب سے مستثنیٰ ہے اور قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہو گا اپنے نظائر پر یعنی خلق اللّٰہ زیداً خلق اللّٰہ بکراً وغیرہ جو کروڑ ہا سے زائد

ہیں ۔ یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ بنی نوع انسان یکساں ہے ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اس کی درصورت قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بل رّفعه اللّٰه الیه کی ہے نہیں ہوسکتی ۔ اب ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یا عیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی میں توفی سے معنی موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل و الّذین یتوفّون منکم وغیرہ پیش کرنی ، منشا اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جائے ۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال لفظ توفّی کو حسب محاورہ قرآن کریم کے معنی موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توفّی کی نیند پر النّوم اخ الموت کو قرار دیتے ہیں ایک تو دھوکا موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھنے کا کھایا اور دوسرا اطلاق الطلق علی بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد سمجھ لیا (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۲) اور پھر بعد دعوی حصر مذکور کے قائل باستعمال توفّی نیند میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے ۔

الغرض آیت یا عیسی انّی متوفّیک میں یا تو معنی موت کا لے کر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیۃ اور فلمّا توفّیتنی سے معنی رفع کا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح لینا پڑے گا یا ہر دو جگہ معنی قبض کا لیں گے ۔

پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسب نص بل رفعه اللّٰه الیه کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کون سا باعث رہا کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ متو فّیک اور فلمّا تو فّیتنی سے موت مسیح ثابت کر کے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے ۔ اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے تشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم وشہادت سیاق سے اثبات حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں بعد عدم تعذر معنی حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھہرنے اس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی ما نحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہوسکیں گے ۔

میں قادیانیوں سے ایک مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنی پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں، آپ لفظ عیسی بن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے ما نحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلا دیں، ہر گز نہیں بتلا سکتے ۔ نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آج تک مسیح موعود یعنی آپ نے فقرہ یقتل الخنزیر و یکسر

الصّلیب کے سارے کرہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا، کیا بغیر ان کے یہود ونصاری و ہنود سب حق پر ہیں۔ اور یہی بے چارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دنیا کے تھے جن کو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کر موحد بنایا؟

} سوال: ابن عباسؓ کی تفسیر جو متعلق بل رفعه اللّٰه الیه و ان من اهل الکتاب اور و انّه لعلم للسّاعة اور فلمّا توفّیتنی کے ہے بخاری میں تو مذکور نہیں۔ اس میں فقط متوفیک کی تفسیر ممیتک مذکور ہے۔

{ جواب (گولڑوی): عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہوسکتی۔ حضرت امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح و ترکت کثیراً من الصّحاح لحال الطول یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاریؒ دلیل صحیح نہ ہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال ان احادیث سے جو بخاری میں نہیں کیوں پکڑتے ہیں مثلاً لا مهدی الا عیسی، لو کان موسی و عیسی .. وغیرہ۔ یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے کیوں دیتے ہیں ہم بھی اسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں۔

} سوال۔ آیہ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی سے معنی رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنی کا یعنی موت کا التزام ہے۔ (یہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۰۱، اور صفحہ ۹۲۲ کا خلاصہ ہے)۔

{ جواب (گولڑوی)۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ ابن عباسؓ کی اتباع سے آخر کار منحرف ہوں گے اب ویسا ہی ظاہر ہوا۔ مزید برآں (العیاذ باللّٰه) ان کو ملحد اور محرف بھی ٹھہرایا جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو سلف سے خلف تک جنہوں نے معنی قبض یا رفع کا لیا ہے۔ جناب عالی! اتنی جرأت اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں نہ چاہیے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور آئمہ سلف کے حق میں۔

ناظرین! آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم وتاخیر سب کے نزدیک واجب التسلیم ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرمالیں (فقالوا ارنا اللّٰه جهرة کے تفسیر ابن عباسؓ وغیرہ)

اور معنی رفع اور قبض توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں فرماتے ہیں:

غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہوں۔ ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع رکھنا سخت بد دیانتی ہے۔،

میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع امت مرحومہ تو اس بیان کی شہادت دے رہے ہیں پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہاں آپ کے مسیح موعود ہونے میں بے شک خلل انداز ہیں اسی خلل اندازی کی وجہ سے سب اہل سلف سے خلف تک ملحد قرار دیئے گئے (یا ھادی اھدنا الصّراط المستقیم)

جناب! آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان فرماویں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کریں گے۔

اجی حضرت! آپ ایسے مغالطّوں اور دھوکا دینے سے اردو خوانوں اور عوام کو کس لئے گمراہ کرتے ہیں صحابہ کرام کے نام رسالہ ہذا میں آپ دیکھ چکے ہوں گے پھر جب تک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت نہ کریں تو اجماع منقوص نہ ہوگا۔

حضرت من! صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ کے ساتھ ایمان تھا اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو۔ بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اس کے مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرمائیں پانچ سو کی آپ کو معافی ہے اسی لئے آج تک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے آئے۔ بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحۃً مذکور تھا۔

} سوال: ہم نے مانا کہ ابن عباسؓ آیت یا عیسی انی متوفّیک و رافعک الیّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزول کے ہوگا۔

{ جواب (گولڑوی): مسیح ابن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق واضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تشاور میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے لہذا پہلے ہی سے اللہ جل شانہ نے بہ تقدیم لفظ متوفّیک سے دفع مرکوز خاطران کا بصیغہ حصر فرما کر پھر رافعک سے تسلی بخشی اگرچہ متوفّیک تحقیق میں موخر ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرق ہے مابین سا توفاک اور انی متوفّیک میں ضمیر متکلم کا مسندالیہ اور مشتق یعنی متوفّی کا مسند بنانا مفید حصر ہے یعنی میں ہی تیرا متوفّی ہوں ایسا نہیں جیسا تمہارے ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفّی کا ذریعہ یہود ہوں گے بلاغت کا مقتضی یہی ہے کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جائے بخلاف سا توفّاک کے کہ وہ مطابق حال مخاطب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا ہی فرق ہے مابین انّی متوفّیک بصیغہ مشتق اور انی ساتوفّاک میں کہ مضارع فقط حدوثِ فعل توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغہ مشتق کے کہ مزید برآں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے یعنی تمہارا مارنا ہی میری صفت مختصہ اور میرے ہی ذمہ پر ہے مثلاً یہ کہ میں ہی تجھ کو دونگا، اس میں اور اس قول میں کہ، میں ہی تیرا دینے والا ہوں، فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے اور دوسرا مزید برآں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میری ہی شان ہے ۔ الغرض انّی متوفّیک سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں علی ہذا القیاس ۔ معنی قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں۔

اسی طرح یہود کا کہنا انّا قتلنا مفید اختصاص اور حصر ہے جو ان کے فخر کا موجب حسب زعم ان کے قرار دیا گیا یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے ، لہذا قتلنا پر بغیر انّا کے کفایت نہیں کی اور پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی انّا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ کہا اور انّاقتلنا پر اکتفا نہ کی۔ یہ دلیل ہے اس پر کہ مناطِ افتراء اور موجب خوشی ان کا فقط صدور فعل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں بعد ادنی تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس کی یعنی و ما قتلوہ و ما صلبوہ کی مناط بھی اسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر۔ اس تقدیر سے بعد غور کے محاورہ دان عقل مند پر بطلان تقریر مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق وما قتلوہ و ما صلبوہ کے انہوں نے لکھی ہے ظاہر ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مناط تردید کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے اور آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات ان لوگوں سے لی

ہیں جن کی تکذیب اور تضلیل قرآن کریم انہیں آیات سے فرماتا ہے۔..

} سوال: بیضاوی تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر معالم التنزیل کشاف وغیرہ نے توفّی سے معنی موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔

{ جواب (گولڑوی): یہ استشہاد ان کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کے قول سے پکڑا تھا سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اس دھوکا سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بل رفعه اللّٰه اليه کے حکم کو زیر نظر رکھ کر انّی متوفّیک و رافعک الیّ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں۔ ایک تو ابن عباسؓ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت اور ارادہ معنی ممیتک کا متوفّیک سے یعنی اے عیسی میں تجھے بالفعل اٹھانے والا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنے والا ہوں اور دوسرا متوفّیک سے معنی قبض اور رفع کا لینا، یعنی اے عیسی میں تجھے پکڑ نیوالا اور اٹھانیوالا ہوں اور بعض مثل صاحب کشاف کے متوفّیک کو کنایہ ٹھہراتے ہیں عصمت اور بچا لینے سے یعنی اے عیسی میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانے والا ہوں۔

مرزا صاحب نے ممیتک کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے متوفّیک کا سمجھ لیا ہے یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی متوفّیک سے معنی ممیتک لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے عبارت کشاف کی یہاں نقل کی جاتی ہے تا کہ ناظرین دھوکا سے بھی مطلع ہو جائیں:

متوفّیک ای مستوفی اجلک و معناه انّی عاصمک من ان یّقتلک الکفّار و مؤخّرک الی اجلٍ کتبته لک و ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیهم و رافعک الیّ الی سمائی و مقرّ ملائکتی و مطهّرک من الّذین کفروا من سوء جوارهم و خبث صحبتهم و قیل متوفّیک قابضک من الارض من توفّیت مالی علی فلان اذ استوفیته و قیل ممیتک فی وقتک بعد النّزول من السّماء و رافعک الآن۔ و قل متوفی نفسک بالنّوم من قوله و الّتی لم تمت فی منامها و رافعک و انت نائم حتّی لا یلحقک خوف و تستیقظ و انت فی السماء۔

(مرید مخلص مرزا صاحب کی عبارت مستوفی اجلک و موخرک الی اجل مسمی کو دلالت کنندہ غیر معنی موت پر ٹھہرا رہے ہیں دیکھو سطر تیسری ص ۶۱۰ کی اور مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ کی سطر اخیر پر

کشاف کو شاہد معنی موت کا قرار دے رہے ہیں معلوم نہیں مرید مخلص بڑھ گئے ہیں یا امام الزمان یہ موروثی امر ہے مرزا صاحب ازالہ او ہام میں متعلق تفسیر سورہ القدر نزول ملائکہ کے قائل ہیں ایام الصلح میں قریب اختتام کے اس سے منکر ہو گئے۔القول الجمیل کے صفحہ ٦١ کی سطر پانچویں میں مرید مخلص علماء سلف کے حق میں فرماتے ہیں: سبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہوں۔، حیا بھی نہیں آتی خود پھسلنا اور دوسروں پر ہنسی و تمسخر کرنا بلکہ مشرک کہنا کیا مہدی اور اس کے مصداق کی یہی شان ہے۔مہر علی)

رفع جسمی کا چونکہ بل رفعه اللّه اليه ،و ان من اهل الكتا ب اور و انّه لعلم للسّا عة اور احادیث متواترہ صحیحہ سے استلزاماً ثابت اور مومن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا اور بظاہر آیت یا عيسى انّى متو فّيک و را فعک اليّ منافی اس کی معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس کا یہ نکلتا ہے کہ اے عیسی میں تجھ کو مار کر بعد ازاں اٹھانے والا ہوں لہذا ابن عباسؓ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر کہی ،یعنی میں تجھ کو اول اٹھانیوالا ہوں آسمان کی طرف اور بعد نزول تجھ کو مارنے والا ہوں اور باقی مفسرین میں سے کسی نے تو توفّی سے معنی قبض کا لیا ہے اور کسی نے نیند کا۔سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ آیت مخالف نہ ہو اس نص بل رفعه اللّه اليه سے جس کا مدلول آنحضرت ﷺ سے بھی بوضاحت تامہ استلزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشاف نے ان سب مذہب کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ مميتک کو بھی جیسا کہ قيل مميتک فی وقتک سے تمریض اور تضعیف اس کی ظاہر کی ہے ایک اور راستہ پکڑا ،وہ کیا ،انّی تو فيتک کنایہ ہے عا صمک سے یعنی میں تمہارا بچانے والا ہوں شر یہود سے۔استیفاء اجل اور عصمت لازم ہیں تو فی کو ،بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے مسند بنانے سے۔یعنی جب اللہ ہی ان کا مارنے والا ہو بغیر مداخلت ایذاء یہود کے تو ضرور ہی معنی استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔اس معنی کنائی کی تشریح میں صاحب کشاف نے و معناه انى عا صمک ذکر کیا اب قول اس کا و مميتک حتف انفک ، یہ معنی کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفّيک سے مميتک ہے۔اس کو تو خود صاحب کشاف و قيل مميتک فی وقتک سے تضعیف کر رہا ہے اور وجہ تضعیف کی یہ ہے کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے اس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف مميتک کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الآن اور بعد النزول دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا (اس تحقیق سے غرض ہماری بیان کرنا مقصود صاحب کشاف کا ہے اور غلطی مرزا صاحب کی نہ کہ یہ مسلک مختار ہمارا

ہے۔مہرعلی)

} سوال۔انّی متوفّیک سے ممیتک بشہادت قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے اور ایسا ہی فلمّا توفّیتنی اور بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے رفع روحانی جیسا کہ یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مّرضیّۃ اور آیت و ان من اھل الکتاب کا معنی جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الٰہی میں۔ کیونکہ جب مفاد آیت یہ ٹھہرا کہ ہر ایک یہود بعد نزول مسیح اس کے ساتھ ایمان لاوے گا تو جو یہود قبل از نزول اس کے فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیت کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے پھر استغراق آیت کا جو و ان من اھل الکتاب سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا معنی صحیح اس کا یہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو۔ قبل موتہ یعنی قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔

(یہ معنی مرزا نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے اور اس کے بعد اس معنی کا اسی وقت الہام ہونا حلفاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر اور محامد اس کے ہونے پر کئے ہیں اور علماء زمان کو نادان مولویوں کا لقب دے کر ایسے سربستہ راز سے ان کا محروم ہونا ذکر فرمایا ہے۔انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کر لیویں)

} جواب (گولڑوی): پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بل رفعہ اللّٰہ الیہ کی قطعی طور پر دلیل صارف ہے اور ارادہ کرنے سے معنی موت کے متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی سے ہاں صرف متوفّیک سے بعد التزام قول بہ تقدیم و تاخیر فی الآیہ لے سکتے ہیں، اور یہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ معنی مذکور سے بوجہ ثلاثہ ثابت ہے۔

وجہ اول: اثر ابن عباسؓ سے متعلق اس نص کے جس میں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ابن عباس اپنی رائے سے بھی نہیں فرماتے کیونکہ یہ مضمون اثر مذکورہ بالا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے۔

وجہ دوم۔ مستفاد ہے و لکن شبّہ لھم سے۔ کیونکہ بعد تعیین معنی (صلیب پر نہ چڑھانے کے) ما صلبوہ سے بشہادت لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹھہری کہ مصلوب پر مسیح کا حلیہ ڈالا گیا، نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیۃً حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اٹھالیا، یعنی آسمان پر۔

تیسری وجہ۔ ہونا آیت و ما قتلوہ و ما صلبوہ ، از قبیل قصر قلب من جملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کے اور تنافی الوصفین اگر چہ بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لئے مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسرے وصف کیلئے بالاتفاق ضروری ہے تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو (اور مخاطب بکلام قصری چونکہ اعتقاد اس کا صواب اور خطا سے ملا ہوا ہوتا ہے اور غرض متکلم کی اثبات صواب اور نفی خطا کی ہوتی ہے اور بالخصوص بطریق العطف و جو باً نص علی المثبت والمفی کا مقتضی ہوتا ہے۔ بناء علیہ آیت میں بر تقدیر ارادہ موت طبعی کے تصریح بحیوۃ مسیح بعد از واقعہ صلیب ضروری تھی۔ بعد ازاں ذکر موت طبعی چاہیے تھا یعنی یوں کہا جاتا بل بی حیاً ثمّ توفّاہ اللّٰہ و رفعہ اللّٰہ الیہ والا فصاحت و بلاغت قرآن کریم جو اعلی مرتبہ اعجاز کا اس میں خلل واقع ہوگا یہاں تک کلام بر تقدیر عاطفہ ہونے کلمہ بل کے ہے جیسا کہ مذہب صحیح ہے اور اگر اس کو حروف ابتداء کا کہا جائے تو بھی ارادہ معنی موت طبعی کا مخل ہوگا فصاحت بلاغت میں کیونکہ متکلم پر وقت تمیز خطاء وصواب اور دھوکا نکالنے کی تصریح بہ مثبت و منفی ضروری ہے۔ مہر علی)

اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت ہونے مقتول کے من جملہ عباد مقربین کے۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقۃ والمجاز حسب زعم آپ کے، کیونکہ آپ درصورت ہونے کلمہ الی کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھہراتے ہیں اور نیز مقتضی ہے وقوع کذب کو آیت مذکورہ میں (العیاذ باللّٰہ) کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت اضافیہ کے یعنی بہ نسبت ماقبل بل کے اور ماضویت بالاضافۃ الی زمان النزول مخل ہے فصاحت میں۔

اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں بانحصار کلمہ بل کے معنی انتقال ہی میں جس وقت مابعد اس کے جملہ ہو کیونکہ آیت مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے جس میں متکلم کو مزعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے آپ جو بڑے زور شور سے شہادت نظائر لفظ توفّی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ بالفرض اگر نص مذکور مانع نہ بھی ہوتا ہم شہادت مذکور علت موجبہ ارادہ معنی موت کے لئے متوفیک اور فلمّا توفّیتنی سے نہیں ہوسکتی۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنی میں مستعمل ہو تو بھی بعد قیام قرینہ صارفہ کے اس سے اور معنی مغائر معنی اول کے لے سکتے ہیں وہ قرینہ اگر چہ حدیث ہی ہو اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر

جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج ہے مگر اتد عون بعلاً میں بعل سے مراد بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن میں اسف کا معنی حزن ہے مگر فلمّا اسفو نا کا معنی فلمّا اغضبو نا یعنی غصہ دلایا انہوں نے ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن میں مصباح سے مراد کوکب ہے مگر مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن میں صلوۃ سے مراد عبادت یا رحمت ہے مگر بیع و صلوات و مساجد میں صلوات سے مراد اماکن یعنی مقامات۔ ہر جگہ قرآن میں کنز سے مراد مال ہے مگر جو کنز سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ کا علم ہے (تفسیر جامع البیان میں آیت وکان تحتہ کنز لهما کی تفسیر میں بعض سلف سے کنز سے مراد کنز علم یعنی علم کا خزانہ منقول ہے۔ فیض) ہر جگہ قرآن میں قنوت سے مراد اطاعت ہے مگر کل له قانتون کا معنی اقرار کرنے والے ہے۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر فی بروج مشیدة میں بروج سے مراد محل پختہ ہے۔ نظائر اس کے اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ تفسیر اتقان وغیرہ تفاسیر سے ملاحظہ فرمائیں۔

علی ہذا القیاس اکثر جگہ توفّی کا معنی قرآن میں موت یا نیند ہے مگر فلمّا توفّیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذ تنی وافیاً مراد ہے بقرینہ بل رفعه اللّٰه الیه کے اور ایسا ہی متوفّیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے۔ بڑا تعجب ہے کہ مانحن فیہ میں احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں ہم تو بحسب مطالبہ آپ کے نص قرآنی محکم فی المراد اور احادیث صحیحہ عرفاً کشفاً جن کا کشف آپ کے نزدیک مسلّم ہے یعنی محی الدین ابن عربی اور جلال الدین جن کے اقوال سے الہام کے حجت ہونے کے بارے میں آپ استشہاد پکڑتے ہیں، یہ سب پیش کرتے ہیں مگر آپ بھی عیسی بن مریم کے لفظ سے معنی مثیل کا مراد لینا بمحاورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر ما نحن فیہ کے گو کہ غریب ہی ہو دکھلائیں۔ یہ بھی نہ سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعذر ارادہ معنی حقیقی کے نشان دیویں۔ میں جانتا ہوں آپ جلسی سے لکل دجال عیسی پڑھ دیں گے مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کا منتزع من الشخص کا خواہاں ہے۔ یعنی لکلّ محق مبطل باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسی کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے بعد تعذر ارادہ معنی حقیقی کے ہے ما نحن فیہ آپ کے نزدیک بڑی قوی دلیل تعذر ارادہ معنی حقیقی کی متوفّیک اور فلمّا توفّیتنی تھی وہ بھی نہ رہی۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی کیفیت ہے جو سن چکے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان کی ہیں تفسیر درمنثور میں ملاحظہ فرمائیں اور ماقبل میں بھی گزر چکے ہیں۔

اب حدیث شیخ اکبر کی جس میں تاویل بہ مثیل عیسی ممکن نہیں بیان کی جاتی ہے۔ بگوش

دل بشنو، اگر دل داری

قال الشیخ الا کبر فی الباب السّادس و الثّلاثین من الفتوحا ت بعد سوق الاسناد مرفو عاً عن ابن عمر قال کتب عمر بن الخطا ب الی سعد بن ابی وقاص و هو بالقادسیة ان وجه نضلة بن معاویة الانصاری الی حلوان العراق فلغر علی نواحیها فوجهه مع جماعة فا صابوا غنیمةً وسبیاً و انقلبوا یسوقون الغنیمة و السبی حتّی زهقت بهم العصر و کادت الشّمس تغرب فالجاء نضلة السبی و الغنیمة الی سفح الجبل ثمّ قام فاذّن فقال اللّه اکبر اللّه اکبر۔ فقال مجیب من الجبل کبرت کبیراً یا نضلة۔ ثمّ قال اشهد ان لا اله الا اللّه۔ فقال هی کلمة الاخلاص یا نضله ۔ ثمّ قال اشهد انّ محمّداً رسول اللّه۔ فقال هذا هو الّذی بشّرنا به عیسی بن مر یم و انّه علی راس امته تقوم السّا عة۔ ثمّ قال حیّ علی الصّلوة۔ فقال طوبی لمن مشی الیها و وا ظب علیها۔ ثمّ قال حیّ علی الفلاح۔ قال قد افلح من اجاب محمداً و هو البقاء لا مته ۔ثمّ قال اللّه اکبر اللّه اکبر۔ قال کبرت کبیراً۔ ثمّ قال لا اله الا اللّه۔ قال اخلصت الاخلاص یا نضلة حرم الله جسدک علی النّار ۔ قال فلمّا فر غ من ا ذا نه قمنا فقلنا من انت یرحمک اللّه ملک ام ساکن من الجنّ ام من عباد اللّه اسمعتنا صو تک فار نا شخصک فا نّا وفد اللّه و وفد رسول اللّه و وفد عمر بن الخطا ب ۔ قال فانفلق الجبل عن شخص هامته کالرّحی ابیض الرأس و الحیة علیه طمران من صوف فقال السلام علیکم و رحمة اللّه و برکا ته فقلنا و علیک السّلام و رحمة اللّه و برکاته من انت یر حمک اللّه قال انا زریب بن بر تملا و صی العبد الصالح عیسی بن مر یم اسکننی بهذا الجبل و دعا لی بطول البقاء الی نزوله من السّما ء فیقتل الخنزیر و یکسر الصّلیب و یتبرأ ممّا نحلته النّصاری۔ ثمّ قال ما فعل بنبیّ اللّه ﷺ ۔قلنا قبض۔ فبکی

بکاءً طو یلاً حتّی خضبت لحیته بالدّ موع۔ ثمّ قال فمن قام فیکم بعدہ۔ قلنا ابو بکر۔ قال ما فعل بہ۔ فقلنا قبض۔ قال فمن قام فیکم بعدہ ۔ قلنا عمر۔ قال اذاً فاتنی لقاء محمد فا قرؤا عمر منّی السّلام و قولوا لہ یا عمر سدد و قا رب فقد د نا الا مر و ا خبروہ بھذا الخصال الّتی ا خبرکم بھا و قولوا یا عمر اذا ظھرت ھذہ الخصال فی امّۃ محمد ﷺ فالھرب الھرب اذا ستغنی الرّجال بالرّجال و النساء بالنّساء و انتصبوا فی غیر منا صبھم و انتموا الی غیر موا لیھم و لم یرحم کبیرھم صغیرھم و لم یوقر صغیرھم کبیرھم و ترک الامر بالمعروف فلم یومر بہ و ترک النّھی عن المنکر فلم ینہ عنہ و تعلم عالمھم العلم لیجلب بہ الدنانیر و الدراھم و کان المطر قیظا و طولوا المنابر و فضضوا لمصاحف و زخرفوا المساجد و ا ظھروا الرشی و شیدوا البناء و اتبعوا الھوی و باعوا الدّین بالدّنیا و استقتحوا لد ماء و انقطعت الارحام و بیع الحکم و اکل الرّ با و صار التسلط فخرا و الغنی عزّا و خر ج الرجل من بیتہ و قا ل الیہ من ھو خیر منہ و رکبت النساء السرو ج قا ل ثم غا ب عنا فکتب بذ لک نضلۃ الی سعد و کتب سعد الی عمر فکتب عمر الیہ ا ذ ھب انت و من معک من المہا جر ین و ا لا نصارحتی تنز ل بھذا الجبل فا ذا لقیتہ فا قرأہ منی السلا م فا ن رسو ل اللہ ﷺ قا ل ان بعض او صیاء عیسی بن مر یم نز ل بھذا الجبل بنا حیۃ العراق فنز ل سعد فی اربعۃ آ لاف من المھا جرین و الانصار حتی نز ل بالجبل و بقی اربعین یو ماً ینادی بالاذا ن فی وقت کل صلوۃ فلم یجدہ۔

(ترجمہ: فرمایا ابن عمرؓ نے کہ میرے والد نے سعدؓ بن وقاص کی طرف خط لکھا کہ نضلہؓ انصاری کو حلوان عراق کی جانب روانہ کرو تا کہ وہاں جا کر مال غنیمت اکٹھا کریں۔ پس روانہ کیا سعدؓ نے نضلہؓ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بہت مال غنیمت کا حاصل کیا اور ان سب کو کر واپس آئے تو آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ پس نضلہ انصاریؓ نے

گھبرا کر ان سب کو پہاڑ کے کنارے ٹھہرایا اور خود کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کی جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہؓ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اسی مجیب نے جواب میں کہا کہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے اور جس وقت نضلہؓ نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو اسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام پاک اس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسی بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اس نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہؓ نے حیّ علی الصلوۃ کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ یہ خوش خبری ہے اس شخص کے لئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت نضلہؓ نے حیّ علی الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس شخص نے نجات پوئی پھر جب نضلہؓ نے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کہا تو وہی پہلا جواب مجیب نے دیا جب نضلہؓ نے لا الہ الا اللّٰہ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا اے نضلہؓ تم نے اخلاص کو پورا کیا۔ تمہارے بدن کو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہؓ اذان سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں فرشتہ یا جن یا انسان؟ جیسے اپنی آواز آپ نے ہم کو سنائی ہے اسی طرح اپنے آپ کو دکھایئے۔ اس واسطے کہ ہم خدا اور اس کے رسول اور نائب رسول عمرؓ کی جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکل آئے (جن کا سر بہت بڑا چکی کے برابر تھا اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور ان پر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے) اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا۔ ہم نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہہ کر دریافت کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسی بن مریم ہوں۔ مجھ کو عیسیٰؑ نے اس پہاڑ میں ٹھہرایا ہے اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کے لئے دعا فرمائی۔ جب وہ اتریں گے تو خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور بیزار ہوں گے نصاری کے اختراع سے۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں۔ ہم نے عرض کی کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، اس وقت بہت روئے یہاں تک کہ آنسوؤں سے تمام داڑھی بھیگ گئی۔ پھر پوچھا ان کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ ہم نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ۔ پھر فرمایا وہ کیا کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ وہ وفات پا گئے۔ فرمایا کہ ان کے بعد کون تم میں خلیفہ ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ عمرؓ۔ پھر فرمایا کہ محمد ﷺ کی زیارت تو مجھے میسر نہ ہوئی پس تم لوگ میرا سلام عمرؓ کو پہنچائیو۔ اور کہیو کہ

اے عمرؓ عدل وانصاف کر اس واسطے کہ قیامت قریب آ گئی ہے۔ اور یہ جو واقعات میں تم سے بیان کرونگا ان سے عمرؓ کو خبردار کرنا اور کہنا کہ اے عمرؓ جس وقت یہ خصلتیں محمد ﷺ کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا مفر نہیں، جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور مقرر ہوں گے اپنے منصب کے خلاف (یعنی لوگ جس منصب کے اہل نہ ہوں گے اس پر مسلط ہوں گے) اور ادنی نسب والے اعلی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کریں اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کی توقیر وعزت چھوڑ دیں اور امر بالمعروف اس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اس کے ساتھ مامور نہ کیا جائے اور نہی عن المنکر کو ایسے چھوڑ دیں کہ کسی کو اس سے نہ روکیں اور ان کے عالم علم کی تعلیم بغرض حصول دنیا کریں اور گرم بارش ہو یعنی وہ بارش جو فائدہ نہ بخشے یا بالکل ہی بند ہو جائے اور بڑے بڑے منبر بنائیں اور قرآن مجید کو نقرئی وطلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں۔ پھیلائیں رشوت اور پختہ پختہ مکانات بنائیں اور خواہشات کی اتباع کریں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں اور خونریزیاں کریں اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے اور حکم فروخت کیا جائے اور بیاج (سود) کھایا جائے اور حکومت فخر ہو جائے اور دولت مندی عزت بن جائے اور ادنی شخص کی تعظیم اعلی کرے اور عورتیں زین پر سوار ہوں۔

پھر ہم سے غائب ہو گئے۔ پس اس کو نضلہؓ نے سعدؓ کی طرف لکھا اور سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس پہاڑ کے پاس اترو، جس وقت ان سے ملو میرا سلام ان کو پہنچاؤ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعض وصی پہاڑوں میں اترے ہوئے ہیں۔ پس سعدؓ چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اس پہاڑ کے قریب اترے اور چالیس روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے مگر ملاقات نہ ہوئی)۔

اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

اور پھر شیخ اکبر نے باب ۳۶۰ میں حدیث نواسؓ بن سمعان کی ذکر کی جس میں ینزل عیسی بن مریم بالمنارة البيضاء شرقي دمشق .. الخ وارد ہے۔

اور جا بجا شیخ قدس سرہ فتوحات مکیہ میں نزول حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں

اوراسی فتوحات میں شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معرّی اور خالی ہوں خود بخود خداوند کریم ان کا بیان کرنے والا ہے۔..

اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو بشہادت مذکور آپ نے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا آپ کے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں (یہ خطاب مرزا سے ہے کہ اگر آپ ہی مسیح موعود ہیں تو پھر یہ باتیں واضح کریں۔فیض)، یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام سے ہوا ہے سنائیں۔

اس کے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری کی پیش کرتے ہیں

و قال ابن ابی حا تم حد ثنا احمد بن عبد الرحمن حد ثنا عبد اللّٰہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدّ ثنا الرّ بیع بن انس عن الحسن انّہ قال فی قولہ تعا لی انّی متوفّیک یعنی وفاۃ المنا م رفعہ اللّٰہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللّٰہ للیہود انّ عیسی لم یمت و انّہ را جع الیکم قبل یوم القیا مۃ (فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث بیان کی مجھ سے میرے والد نے احمد سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے،جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ کے انّی متوفّیک، اٹھایا اللہ نے عیسی کو نیند میں اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم نے یہود کو بے شک عیسی فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے اوراخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی (ابن کثیر اور درمنثور)

یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصریؒ میں سے ہے کہتا ہے میں نے حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپ نے زمانہ رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا۔حسن بصریؒ نے جواب دیا: انی ا حد ث الحد یث عن علیّ و ما تر کت اسم علیّ فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجا ج یعنی میں بواسطہ علیؓ کے آنحضرت ﷺ سے روایت کرتا ہوں مگر نام حضرت علیؓ کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کر دیتا ہوں۔

مولانا علی القاریؒ شرح نخبہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال جمھور العلماء المر سل حجۃ مطلقاً بناءً علی الظّا ھر و حسن

الظّنّ به انّه ما يروی حد يثه الا عن الصّحابی و انّما حذ فه بسبب من الاسباب كما اذا كا ن يروی الحد يث عن جماعة من الصّحابة لما ذكر عن الحسن البصری انّه قال انّما اطلقه اذا اسمعه من السّبعين من الصّحابة و كان قد يحذف اسم علیّ ايضاً بالخصوص لخو ف الفتنة ۔

اور شیخ الشیوخ سہروردیؒ ،عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں:

قال الحسن البصری لقد ادركت سبعين بدرياً كان لباسهم الصّوف

} سوال: اگر کہا جائے کہ قتادہؒ کہتا ہے :

و اللّٰه ما حد ثنا الحسن عن بدری مشا فهة و ما حدّ ثنا سعيد بن المسيّب عن بدری مشا فهة الا عن سعد بن ما لک

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسنؒ بصری اور حضرت سعید بن میسّبؒ دونوں کی حضرت علیؓ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ بدری ہیں۔

{ جواب (گولڑوی) : اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو ابھی لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات حسن بصری کی حضرت علیؓ کے ساتھ ہے اور نہ روایت کرنا حضرت حسن بصریؒ کا بدری سے حضرت قتادہؒ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حضرت حسن بصریؒ نے کسی کے سامنے روایت بدری سے نہ کی ہو، اور حضرت حسن بصریؒ کی ملاقات کسی بدری سے نہ ہو کیونکہ حضرت قتادہ کہتا ہے ما حدّ ثنا یعنی ہمارے سامنے حسنؒ نے بدری سے روایت بطریق مشافہہ نہیں کی ۔ ہاں اگر حضرت قتادہؒ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی ، یا قتادہؒ یوں کہتے کہ حضرت حسن بصریؒ نے سب احادیث جو ان کو صحابہ یا تابعین سے پہنچی تھیں بتمامہا جمیع طریق سے میرے سامنے بیان کیں مگر کسی بدری سے روایت نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہوسکتا تھا۔

اور ثانیاً حضرت قتادہؒ کے قول سے فقط نفی حد ثنا لازم آتی ہے جو اخص ہے سمعت سے (کرمانی شرح بخاری) اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب اعم الاعم یعنی ملاقات کو ۔ ہرگز نہیں ۔ حضرت حسن بصریؒ کی روایت اور ملاقات حضرت زبیر

بن العوامؓ سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں قوام المحدثین جمال الدین مزنی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں و ھو اول من سل سیفاً فی سبیل اللّٰہ ۔ روی عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم روی عنه الاحنف بن قیس و الحسن البصری اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ، حافظ زین الدین عراقیؒ سے نقل فرماتے ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیاً ۔اور امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا عبد اللّٰه قال حدّثنی ابی قال حدّثنا عفان قال حدّثنا المبارک قال حدّثنا الحسن قال جاء رجل الی زبیر بن العوام

جمال الدین مزنی تہذیب میں فرماتے ہیں:

علی بن ابی طالب شهد بدراً و المشاهد کلّها مع رسول اللّٰه ما خلا تبوک روی عنه ابراهیم ابن عبد اللّٰه بن حسین مرسلاً و ابراهیم بن عبد اللّٰه بن عبد القاری کذلک و ابراهیم ابن محمّد و لد علی ابن ابی طالب و الاحنف بن قیس التمیمی و ابنه الحسن علی بن ابی طالب و الحسن البصری و ابنه الحسین بن علی بن ابی طالب و سعید بن مسیب

اس سے تعارض درمیان قول قتادہؒ کے کہ ما حدّثنا سعید بن مسیّب .. الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیّب روی عن علیؓ کی بھی مرتفع ہوگیا۔ اس بحث کو زیادہ طول بباعث ملال ناظرین کے نہیں دیتا ہوں کسی صاحب نے اگر کلام کی تو بعد ازاں لکھا جائے گا۔

الغرض حدیث مذکور جو حسن بصریؒ سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے باسناد صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم للیهود عیسی لم یمت و انّه راجع الیکم واضح تامہ نص بل رّفعه اللّٰه الیه کی اور ایسا ہی و ان من اهل الکتاب اور و انّه لعلم للسّاعة کی تفسیر فرما رہی ہے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علی حسب تفسیر قرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے و ما بعد الحقّ الاالضّلال اور وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے

کہ ہم عیسی کے مقتول ہونے میں مشکک ہیں اس تقریر میں (جانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لیؤمننّ کا ہوا۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ مضارع موکد بہ لام اور نون تاکید کے (ثقیلہ ہو یا خفیفہ) محاورہ قرآن میں الحمد سے والناس تک معنی استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لیؤمننّ کے قرآن سے ملاحظہ فرماویں:

لتومنن به و لتنصرنه لا تخذ ن ۔ و لاضلنهم و الامنّينّهم لا قعدنّ لآ تينّ لا ملئنّ لتعودنّ لنخر جنّک لا قطعنّ لا صلّبنّ لنو منّ لک و لنرسلنّ معک لنکوننّ من الخاسرين ليسجننّ و ليکوناً ليسجننه لازيدنّکم و لنصبرنّ و لنمکننکم لا زينن لا غوينّ لتسئلنّ و ليبينّ لکم فلنحيينّه و لنجنز ينهم لا حتنکن لنتخذن عليهم لا جدنّ لارجمنّک لنحشرنّهم لنحضرنّهم لننزعنّ و لاصلبنّکم و لتعلمنّ لا کيدنّ ليد خلنهم لا جعلنک لتکوننّ لا عذّبنّه لاذبحنّه لياتينّی لننجينه ليا تينّهم ليقولنّ ۔ ليقو لنّ لتدخلنّ المسجد و لنبلو نّکم لنسفعاً

آپ ایک جگہ بھی قرآن سے نہ سہی کسی اہل لسان کے کلام ہی میں دکھلائیں کہ مضارع موکد بہ لام ونون ثقیلہ یا خفیفہ معنی حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قبل مو ته کا جو آپ نے معنی کیا ہے کسی جگہ قرآن کریم میں قبل مضاف اور موته مضاف الیہ کے مابین لفظ ان یو منوا یا لفظ ایمان کا مقدر مراد ہو اس کی نظیر بھی دکھلائیں کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوی کرتے ہیں اب اس مقام پر اتباع ابن عباس اور استشہاد صحیح بخاری کو آپ نے بالائے طاق رکھ دیا۔

یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے لہذا مولف رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بہ مجبوری تسلیم کرنی ہوگی بحسب تقریر ہذا مرجع ضمیر قبل مو ته کا عیسی بن مریم ہی ہے حصہ دوم اعلام الناس صفحہ ۵ سطر ۱۰ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے صاف صاف جواب دے دیا و الّذی نفسی بيده ليو شکن میں ثمّ قا ل ابو هر يره و اقرؤ ا ان شئتم و ان من اهل الکتا ب الّا ليؤمننّ به قبل مو ته

ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہو گیا ہوگا معنی آیت کا

حسب محاورہ قرآن وہی ہے جو ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور سب مفسرین نے لکھا ہے اور دوسرا معنی جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے غالباً جملہ مباحثات یومیہ سے اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے لیؤمننّ کے مستقبل ہونے میں تو سب متفق ہیں مگر ارجاع ضمیر میں اختلاف رکھتے ہیں پہلے اس کے بشہادت سیاق ترجیح ابن کثیر کی اسی معنی کو ذکر کر چکا ہوں (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ہی ایمان لائے گا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کی طرف اور یہود کے ہاتھ میں مقتول اور مصلوب ہونا) قبل از موت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان بہ مضمون بالا لاویں گے مطابق پیش گوئی اس آیت کے ہم کو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کی طرح ایمان بہ مضمون لائے گا۔

باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنی پر جس کو ابو ہریرہؓ وابن عباسؓ وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنا بریں معنی کذب آیت میں لازم آئے گا۔ سنئے حضرت! آیت میں چونکہ الّا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی ان، و ان من اھل الکتاب میں بمعنی نفی ہے اور الّا اس کے بعد، تو بنا بر قاعدہ مسلمہ کہ استثنا منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے آیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی۔ اور ثبوت ایک شئے کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے کہ مثبت لہ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو۔ اب مطابق قاعدہ مسلمہ آیت مذکور میں ایمان لانا انہیں اہل کتاب کے لئے ہوا جو اس وقت موجود ہونگے غیر موجود تو محکوم علیہ ہی نہیں پھر کذب کہاں۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب بباعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بے زبان لکھتے ہیں۔ اور بعد ازاں اس معنی ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور مفسرین پر بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اسکے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے، تو یہ معنی بھی جو پیش کئے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں میں کہتا ہوں احادیث کا مفاد یہی ہے کہ و تکون الملل ملّة واحدة یعنی مسیح کے زمانہ میں کوئی ملت بغیر اسلام کے نہ رہے گی۔ یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے، جو موجود رہیں سب ایمان لائیں، اس میں کون سا فساد ہے۔ مثلاً اگر کہا جائے عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو، تو صحیح اور درست ہوگا، اور صورت اس کی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے۔ احادیث صحیحہ میں فقرہ و تکون الملل

کلّھا ملّۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنّمار مع البقراور و الذ ئاب مع الغنم اور یلعب الصبیا ن با لحیا ت وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں آپ کو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے ۔

} سوال: فقرہ و تکو ن الملل کلّھا ملّۃ الاسلا م کو معارض ہے آیت و لو شا ء اللّٰہ لجعل النّاس امّۃ وّاحدۃ و لا یزالون مختلفین الّا من رحم ربّک و لذ لک خلقھم و تمّت کلمۃ ربّک لأ ملئنّ جھنّم من الجنّۃ و النّاس اجمعین۔
چنانچہ فاضل امروہی اعلام الناس میں لکھتے ہیں، کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں ۔

{ جواب (گولڑوی) ۔اس فقرہ حدیث صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں آیت میں استثناء الّا من رحم ربّک موجود ہے اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے استثناء زمانہ کو۔ لہذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اورسب کا متفق ہونا ملت واحدہ پر ممکن ہوگا ۔ضروری امر بمقتضی آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو ۔ ہاں اگر بعد لا یزا لون مختلفین کے الّا من رحم ربّک نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔تعجب ہے کہ بایں ہمہ انہیں احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے ہیں کہ حلیہ مرزا صاحب کا گندمی رنگ سیدھے بال یعنی گھونگر والے نہیں کندھوں کے قریب کانوں کی لو کے نیچے تک لٹکے ہوئے ۔صحیح بخاری میں لکھا ہے ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما تری من او دم الرجال تضر ب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر اور اسی بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح اول یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے سرخ رنگ اور گھونگریالے بال چوڑا سینہ فا مّا عیسی فا حمر جعد عر یض الصدر

ناظرین ! یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے سرخی اور گندمی رنگت دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت سرخی مائل سفیدی تھی ایسا ہی بالوں میں جعود غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے ۔ایسی صورت میں سرخ رنگ بھی کہنا درست ہے اور گندمی رنگ بھی ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے بخاری میں جو:

عن مجاھد عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ رأیت عیسی و

موسی و ابرا ھیم فا مّا عیسی فا حمر جعد عر یض الصدر

آیا ہے، خطا بخاری کی ہے فی الواقع عن مجاہد عن ابن عباسؓ ہے دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحی بن آدم وغیرہ کے۔عینی بخاری اور مشکوۃ میں:۔

و عن ابن عباس عن النّبیّ ﷺ رأیت لیلة اسری بی موسی رجلا آدم طوالا جعدا کا نّه من رجال شنؤة و رأیت عیسی رجلا مربوع الخلق الی الحمرة و البیا ض سبط الرأ س ۔ متفق علیه ۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ ہی سرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں۔اب یہ احتمال (کہ عیسی احمر اور عیسی آدم یعنی گندم گوں اور) اس لئے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ بحسب دونوں روایت کے من جملہ واقعہ اسراء یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جس کے پہلے بروایت مسلم عن جا بر انّ رسول اللّٰه ﷺ قال عرض علیّ الا نبیاء مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسی عیسی کا ذکر ہے جو سلک انبیاء کرام میں مثل موسی و ابراہیم داخل ہے ... ورنہ آپ ﷺ فرماتے، دیکھا میں نے عیسی اور مثیل اسکا (یعنی مرزا کو) اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ۔اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسی کے مثیل عیسی کو بلفظ عیسی استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت کے۔باقی رہی روایت حضرت ابن عمرؓ ارا نی اللیلة .. الخ اور انہیں کی دوسری روایت بلفظ بینما انا نا ء .. الخ بخاری۔تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اٹھانے ابن عمرؓ کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرہ کا ملہ ناظرین کو معلوم ہوسکتی ہے ابن عمرؓ کا قول اس حدیث میں لا و اللّٰه صاف دلالت کرتا ہے اوپر و حدہ ما نسب الیه الحمة و الاد مة ورنہ نفی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گوں اور۔

اس تقریر سے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام بھی ایک ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے اور سنتے رہے ہیں اور انہی عیسی کو بہ نص محکم بل رفعه اللّٰه الیه کے جیسا کہ بیان کر چکا ہوں مرفوع علی السماء اور انہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے ہیں۔ پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہوگیا۔

} سوال: اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں صفحہ ۵۴

لو کان العلم معلقاً بالثریا لنا لہ رجل من ابناء فارس

{ جواب (گولڑوی)۔ اولاً متفق علیہ شیخین کی حدیث اس طرح مذکور ہے

قال فوضع النّبی ﷺ یدہ علی سلمان ثمّ قال لو کان العلم .. الخ

یہ حدیث آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسیؓ کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے۔ اور ثانیاً اگر بلحاظ جمیعۃ لفظ رجال اور ھؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی۔ مرزا نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھؤلاء سے عجم لئے جائیں بلحاظ امیین کے پھر بھی لو کان العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم بمطابق کتاب وسنت ہے نہ مخالف ان کے۔ اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم۔ بہر صورت اس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو۔

} سوال: پھر امروہی صاحب صفحہ مذکور میں من جملہ علامات موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال دین نصرانیت اور اس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں۔

{ جواب (گولڑوی): آج بتاریخ ۱۵ شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا، اور مسیح موعود عرصہ سے آچکے ہیں۔

} سوال: پھر امروہی صاحب صفحہ ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے لید عون الی المال فلا یقبلہ احد سے مراد مرزا صاحب کو ٹھہراتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا اور کسی نے قبول نہ کیا۔

{ جواب (گولڑوی): حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہوں گے اور سب کو رغبت عبادت کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہوں گے چنانچہ اس پر حتّی تکون السّجدۃ الواحدۃ خیراً من الدّنیا وما فیہا شاہد ہے اس لئے وہ مسلمان زاہد عابد دنیا کو قبول نہ کریں گے، نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہوں گے اور ان کو بمقابلہ اظہار حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہ کریں گے۔

ناظرین کو یہ بھی خیال نہ رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت

تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیت کو ثابت نہیں کر سکتا اس میں محتاج زید و عمر کی طرف نہیں جیسا کہ فقرہ حدیث صحیح مسلم کا (ظا ھرین الی یو م القیا مۃ)اس پر شاہد ہے۔اب ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیت اسلام بالبرا ھین و الحجج مسیح موعود نہیں ہوسکتا الاّ بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔

} سوال: آیہ سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسو لا۔آسمان پر چڑھنے اور اس سے اترنے کی تکذیب کر رہی ہے۔

{ جواب (گولڑوی)۔ ہاں بے شک۔مگر حسب استنباط آپ کے۔جناب عالی ! اس آیت کا بھی خیال فرمائیں۔

و قالوا لن نؤمن لک حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنّۃ مّن نّخیل وعنبٍ فتفجر الانھار خلالھا تفجیراً۔ اوتسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تاتی باللّٰہ و الملائکۃ قبیلاً ۔او یکون لک بیت من زخرفٍ او ترقی فی السّماء و لن نومن لر قیّک حتّی تنزل علینا کتاباً نقرأہ قل سبحان ربّی ھل کنت الّابشراً رسولاً

آیت سبحان ربّی جو جواب میں کفار کے واقع ہوئی ہے اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیسا کہ جناب نے سمجھا ہے تو چاہیے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو ماقبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایسا ہی چشموں کے جاری کرنے کا زمین میں اور ایسا ہی باغ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو اور ایسا ہی گر جانے آسمان کا۔اور ایسا ہی اللہ اور ملائکہ کا سامنے ہونا اور ایسا ہی آپ ﷺ کیلئے گھر سونے کا ہونا، ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق فرد بشری کیلئے ممتنع تصور نہیں کرتا چہ جائے کہ آپ ﷺ کیلئے۔..اور جاری کرنا چشموں کا انبیاء اور اولیا سے بعد اجابت دعا محال نہیں خیال کیا جاتا بلکہ اس کے وقوع پر فا نفجر ت منہ اثنتا عشرۃ عینا دال ہے اور آسمان کے گر جانے کے عدم امتناع پر آیت و ان یروا کسفاً اور ایسے ہی

و لو فتحنا علیھم باباً من السّماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انّما سکّر ت ابصارنا بل نحن قوم مسحورو ن۔

اور ایسے ہی:

ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفاً من السّماء

دلالت کر رہی ہے فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اس کے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاویں گے جیسا کہ آیت

و لو نزّلنا علیک کتا باً فی قرطاس فلمسوہ با ید یھم لقال الّذین کفروا ان ھذا الّا سحر مّبین

اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے اور بعد آنے حق تعالی کے سامنے ان کے اتمام حجت ہو جائے گا بعد ازاں ایمان لانا ان کا ان کو نفع نہ دے گا۔

الحاصل آیت مذکورہ بشہادت باقی آیات جواب مذکور ہو چکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں مقصود آیت سے یہ ہے کہ اللہ بزرگ اور برتر ہے اس سے کہ کوئی اسکے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے۔ یا حق تعالی حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا چاہیں نشان ظاہر کرے خصوصاً وہ نشان جو متمم حجت ہونے کیلئے موجب ہلاک ہو وہ فعّال لما یرید ہے اگر چاہے اجابت مسئول تمہارے کی فرمائے ورنہ کچھ محل جبر اور شکایت کا نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے مجھ کو اسی میں مشغول رہنا چاہیے اور مسئولہ کی طرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہو گا کہ مضمون ہذا جو مدلول آیت ہے یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں۔ بلکہ اسی آیت میں فقرہ و لن نومن لرقیّک حتّی تنز ل علینا .. دلالت صراحۃً کر رہا ہے اس پر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہذا او ترقی فی السّماء پر اکتفا نہ کی بلکہ و لن نومن لرقیّک .. الخ کو بھی ساتھ منضم کیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

زمین پر نزول ملائکہ کا ثبوت

اور ملائکہ کو ارواح کواکب ماننے کی تردید

{ سوال: آیت ھل ینظرو ن الّا ان تأتیھم اللّٰہ فی ظللٍ مّن الغمام و الملا ئکۃ و قضی الامر ، اور ایسا ہی ھل ینظرو ن الّا ان تا تیتھم الملا ئکۃ او یاتی ربّک او یأتی بعض آیات ربّک یوم یأ تی بعض آ یا ت ربّک لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن آ منت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً صاف خبر دے رہی

ہیں موضوع ہونے حدیث دمشقی کے اوپر۔ کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہو جاتا ہے پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اور حدیث دمشقی میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے، جس کو آیات مذکورہ بالا تکذیب کر رہی ہیں۔ اور ایسا ہی آیت و قالوا لو لا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکاً لقضی الامر ثمّ لا ینظرون و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا و للبسنا علیھم ما یلبسون دال ہے اوپر اس کے کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادت الٰہیہ سے نہیں اور اگر فرشتہ زمین پر اترے بھی اور زمین پر چلے پھرے اور مشہور خواص و عام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اس میں ہونے چاہییں۔ جب ایسا ہو تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال باقی رہے گا اور وہ سوال ان کا بے جواب۔ (یہ ترجمہ ہے ایام الصلح مصنفہ مرزا صاحب کی عبارت کا)

{ جواب (گولڑوی): ھل ینظرون سے او کسبت فی ایمانھا خیراً تک ذکر ہے یوں حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا۔ جس وقت ایمان لانا نافع نہ ہوگا یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق تعالیٰ کا نزول بادلوں کے سایہ میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا۔ بدلیل و یوم تشقق السّماء بالغمام و نزل الملائکۃ تنزیلاً اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشّمس من المغرب جو قبل از قیامت ظہور میں آئیں گے کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون مفصل تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث مذکور ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ باقی رہی آیت و لو انزلنا... ثم لا ینظرون یہ دلالت امتناع نزول ملائکۃ پر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کے لئے نہیں کرتی بلکہ مفاد اس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار کے رسول ملکی بھیجیں اور کفار کو بحالت کفر پائیں، تو فیصلہ ہو جائے گا، یعنی کفار کو ہلاک کر دیں گے۔ شاہد اس کی دوسری آیت ہے ما ننزل الملائکۃ الّا بالحقّ و ما کانوا اذا منظرین ایسا ہی یہ آیت یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین، و قولہ تعالیٰ: و لو جعلناہ ملکا۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور بررعایت انتفاع اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا اور اگر ایسا ہوا پھر بھی مقصود یعنی دفع اشتباہ حاصل نہ ہوگا۔ آپکی اس تیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا۔ آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال پکڑ کر نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کو اکب قرار دیا ہے۔ سنیئے:

فارسلنا الیھا روحنا فتمثّل لھا بشراً سویاً۔ اور ایسا ہی

هل اتاک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین اور ایسا ہی

اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدّکم ربّکم بثلاثة آلاف من الملائکة منزلین۔ بلی ان تصبروا و تتقوا و یأتوکم من فورهم هذا یمددکم ربّکم بخمسة آلافٍ من الملائکة مسومین۔ اور ایسا ہی

و لمّا جاءت رسلنا لوطاً سیء بهم و ضاق بهم ذرعاً و قال هذا یوم عصیب ۔ و جاءه قومه یهرعون الیه و من قبل کانوا یعملون السّیئات قال یا قوم هؤلاء بناتی هنّ اطهر لکم فاتقوا اللّٰه و لا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید ۔ قالوا لقد علمت ما لنا فی بناتک من حقّ و انّک لتعلم ما نرید۔ قال لو انّ لی بکم قوّة او آوی الی رکن شدید

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں ۔آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں؟ اورنزول ملائکہ اور چلنا پھرنا ان کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں؟ بزعم آپ کے یہ ارواح کواکب زمین پر اتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوں، جسم بلا روح کے کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزدیک آنے والا ، اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے، اور یہ مہمان ابراہیمؑ اور لوطؑ کے، اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا، اور سب حضار مجلس نبوی اس سے ناواقف تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا فانّه جبریل اتاکم یعلمّکم دینکم اور بخاری میں ابن عباسؓ سے ہے کہ قال قال رسول اللّه ﷺ یوم بدر هذا جبریل اخذ برأس فرسه علیه اداة الحرب یعنی آپ ﷺ نے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبریلؑ ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے ۔اور وہ معلم جس نے آنحضرت ﷺ کو امام بن کر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا، اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا، اور سامری نے خاک اس کے گھوڑے کے قدموں کی اٹھائی، اور وہ شخص جو صورت دحیہ صحابیؓ میں آتا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ یا صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ یہ جبریلؑ ہے اور تم کو سلام دیتا ہے ۔اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذاء دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد ﷺ تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو

میں اس پہاڑ کو ان کے سر پر پھینکوں وغیرہ۔کیا یہ سب ارواح کواکب تھے؟

قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہیے تاکہ ایک آیت کو حسب زعم اپنے کے معنی مفید مطلب پر دال ٹھہرا کر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔

مماۃ مسیح پر قادیانی دلائل کا رد

} سوال: آیت و من نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق دال ہے وفات عیسیؑ پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص ۸۰ یا ۹۰ سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور واژ گوئی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے، تو کیسا حال ہوگا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ رہے۔ (ایام الصلح)

{ جواب (گولڑوی): ۸۰ یا ۹۰ سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ کون سے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپ نے آیت و لبثوا فی کھفھم ثلاث مأۃ سنین و ازدادوا تسعاً قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر و من نّعمّرہ ننکّسہ فی الخلق کا مفہوم ۸۰ یا ۹۰ سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے تو پھر یہ آیت و لبثوا .. ۳۰۹ برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سلا رہی ہے اور حضرت نوحؑ کی عمر ۱۴۰۰ سال .. کیسے مدلول آیت قرآنی وقوع میں آئے۔ یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے ہادی ہدایت کرے۔

} سوال: آیت و منکم من یّتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر دال ہے وفات عیسیؑ پر۔ کیونکہ کسی جگہ میں و منکم من صعد الی السّماء بجسدہ العنصری ثمّ یرجع فی آخرالزّمان وارد نہیں ہوا۔ فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے۔ اب اگر صعود الی السّماء بھی مانا جائے تو حصر آیت باطل ہوتا ہے۔

} جواب (گولڑوی): مسیح بن مریمؑ اس آیت کے دوشق میں سے و منکم من یردّ الی ار ذل العمر میں ہے اور ارذل العمر کیلئے حد معین نہیں نہ منصوصی اور نہ عقلی۔ تاکہ اس سے متجاوز ہونا موجب موت کا ہو۔ علماء طبیعین نے جو تحدید کی ہے اس کو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون ان کے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے او پر مکشوف ہوا ہے علماء طبعین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود بہ حد معین نہ کہتے۔

امید ہے کہ آپ کشفی دلیل تو مان ہی لیں گے۔ باقی رہا مسیحؑ کا آسمان پر جانا، سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات سے ہیں۔ حالات متوسطہ کا اگر ضروری سمجھا جائے تو

چاہیے کہ عدم ذکر واقعہ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا مانتے ہیں، موجب بطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا ہی عدم ذکر صعود علی السماء (جو حالات متوسط سے ہے) بھی مخل حصر آیت نہیں ہوسکتا۔

} سوال: و ما جعلنا هم جسداً لا يأكلون الطّعام اور ایسے ہی کانا یأکلان الطّعام نص صریح ہے موت حضرت عیسیٰؑ پر، کیونکہ صریح معلوم ہوتا ہے کہ مایہ حیات انبیاء کرام کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے، تو پھر آسمان پر زندہ رہنا حضرت مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہوسکتا ہے؟

{ جواب (گولڑوی): طعام کے معنی ما يطعم کے ہیں جو طعم اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے ۔طعام کا معنی گیہوں جو وغیرہ حبوب نہیں بلکہ یہ بھی من جملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپ نے حدیث و ایّکم مثلی انّی ا بيت يطعمنی ربّی و يسقينی متفق علیہ سنی ہوگی۔ وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جو وغیرہ حبوب ارضی کے کسی اور چیز کی خورد و نوش سے خبر دے رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغ آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گزارتا ہوں اور میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور ایسے ہی وہ حدیث جس کو ابو داؤد اور احمد بن حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے فكيف بالمؤمنين يومئذ فقال يجزيهم ما يجزى اهل السّماء من التسبيح و التقديس ۔ راوی حدیث آنحضرت ﷺ سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیسا حال ہوگا جس دن دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح آسمان پر رہنے والوں کا مایہ حیات ذکر الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسی طرح مومنین بھی سبحان الملك القدوس کا ذکر کریں گے اور یہی ذکر ان کا طعام اور مایہ حیات ہوگا۔ انجیل متی اور لوقا باب ۴ ورس ۴ میں حضرت مسیح نے لکھا ہے، اس لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح مرقوم ہے کہ خاصان خدا کے بدن میں کلام ربانی وہی تاثیر پیدا کر دیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے۔ انتھی۔

اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں ان کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا۔ آپ اور قانون قدرت کے مرید بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں۔ اس امت مرحومہ میں اب بھی اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہوں گے جن کا مایہ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہوگا۔

} سوال: بحکم آیت و او صانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ ما دمت حیاً چاہیے کہ مسیح بن مریم آسمان پر صلوۃ اور زکوۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسے خوردونوش سے فارغ ہیں ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے۔ علاوہ اس کے اداءِ زکوۃ، مال کو چاہتا ہے۔

{ جواب (گولڑوی): حضرت عیسیٰؑ تو دنیا میں بھی بباعث زہد وفقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے ادائے زکوۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے آپ زمین پر ان کا ادائے زکوۃ ثابت کریں بعد اس کے ہم آسمان پر ثابت کردیں گے۔ یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے جیسا کہ ایام الصلح میں آپ نے لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ احیاءِ موتی ایک مسمریزم کے طور پر کھیل تھی اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا..الخ،

میں متعجب ہوں کہ اللہ جل شانہ نے اس کھیل اور لہو ولعب کو اس نبی اولوالعزم کی نعمتوں موہوبہ سے قرآن کریم میں کیسے شمار کیا:

و اذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدتک اذ اید تک بروح القدس تکلّم النّاس فی المھد و کھلاً و اذ علّمتک الکتاب و الحکمۃ و التّوراۃ و الانجیل و اذ تخلق من الطّین کھیئۃِ الطّیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی و تبری الاکمہ و الابرص باذنی و اذ تخرج الموتی باذنی

یہ مردوں کا قبر سے زندہ کر کے باذن خداوند نکالنا، یہ بھی مسمریزی طلسم آپکے نزدیک ہوگا تو پھر باذنی لگانے کی کیا حاجت تھی۔ یہ تو اسی لئے ہے کہ ایسے خوارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر موہم الوہیت اس کا نہ ہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنیوالا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہ ہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اس کی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوں گے۔ علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم سے معلوم نہیں کیا رنج ہے، ان کے معجزات منصوصہ سے کیا، بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہوگئے ہیں۔ بالخصوص انکار معجزات عیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تا کہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کروم کے معجزات میں کیونکر انکار ہوا؟

} سوال: آیت انّک میّت و انّھم میّتون۔ صریح ہے وفات عیسیٰ بن مریم میں۔

{ جواب (گولڑوی) ۔ یہ دونوں یعنی انک میّت اور ایسا ہی و انّھم میّتون قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ ،یعنی تحقیق تو اے حبیب ﷺ فوت ہونے والا ہے اپنے وقت معین میں ۔اور وہ سابقہ انبیاء بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنے والے ہیں۔اب فرمایئے کہ مسیح ابن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام انّھم میّتو ن میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔نزول آیت کے وقت اگر مرجانا ان کا ضروری ہوتو چاہیے کہ آپ ﷺ بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہو گئے ہوں۔

} سوال : میت مشتق موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبداء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بنا برآں چاہیے کہ وہ سب مر چکے ہوں حتی کہ مسیح بھی ۔

{ جواب : قیام مبداء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ

} سوال : آیت و الّذین ید عون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً و ھم یخلقون اموا ت غیر احیاء و ما یشعرون ایّان یبعثو ن دلیل ہے وفات مسیح پر۔

{ جواب (گولڑوی) : یہ آیت سورہ نحل کی ہے جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے۔بناء علیہ مراد من دون اللّٰہ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہوں گے،یعنی اصنام اور بت ، نہ حضرت مسیح بن مریمؑ جو معبود اہل کتاب کا ہے۔حضرت ابن عباسؓ اموات کی تفسیر میں اصنام اموات فرماتے ہیں۔

} سوال : عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو۔بنا براں چاہیے کہ مراد من دو ن اللّٰہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتوں کے۔تو پھر مسیح ابن مریم بھی داخل اموات بحکم اس آیت کے ہوگا۔

} جواب (گولڑوی) : معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو من جملہ معبودات باطلہ سے ہیں وہ بھی داخل اموات ہوں گے تو بحکم آیت مذکورہ روح القدس بھی مر گیا ہوگا۔اب یہ مصیبت کس پر پڑی ؟ آپ پر۔کیونکہ سلسلہ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا،اور اگر اموات سے وہی معنی مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جائے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح ابن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہے گا۔

} سوال : قد خلت من قبلہ الرّسل شہادت دے رہی ہے وفات عیسیٰؑ بن مریم پر

{ جواب (گولڑوی) : آپ نے معنی خلت کے تو فت سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں۔اگر ایسا ہے تو آیت سنّۃ اللّٰہ الّتی قد خلت اور دوسری آیت و لن تجد لسنّۃ اللّٰہ

تبدیلاً میں تناقض صریح ہوگا کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا کہ سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہوگئی اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ بحال خود باقی رہتی ہے۔

حضرت من! سنئے خلت مشتق ہے خلو سے جس کا معنی تنہا ہوتا ہے جیسا کہ و اذا خلوا الی شیا طینھم اور دوسرا معنی گذرنا بھی ہے اور یہ معنی صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرون خالیۃ اور زمانیات کی بالعرض یعنی جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں ان کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے اب معنی آیت کا یہ ہوا، گزر چکے ہیں قبل آنحضرت ﷺ کے رسول۔ اور دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں ان کو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم۔

محاورہ ہے کہ فلاں حاکم شہر میں تحصیل دار ہو گذرا ہے۔ یہ ہر دو صورت میں صادق ہے ۔اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت بصیغہ تحصیل داری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی۔

عیسیٰؑ بن مریم کا مستثنٰی ہونا اثبات مدعا میں مخل نہیں کیونکہ واقعہ احد اور حادثہ وفات شریف دونوں میں مزعوم مخاطب کا برأت ہے آنحضرت ﷺ کی وفات سے۔ اور ظاہر ہے کہ دفع مزعوم مذکور میں جو سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شیء من الرسل بھالک فقط ایجاب جزئی جو نقیض صریح ہے سلب کلی کیلئے کفایت کرتی ہے جس سے اظہار اس امر کا مقصود ہے کہ رسالت منافی موت کی نہیں۔صورت استدلال نزول آیت کے لحاظ سے یہ ہے الموت لیس بمنافٍ للرّسالۃ لانّہ لو کان منا فیاً لما توفّی احد من الرسل لکنہ .. . الخ

الغرض مقصود کلام سے ابطال مزعوم مخاطبین کا ہے باثبات نقیض مزعوم کے۔جنہوں نے محمد ﷺ کو بلحاظ رسالت کے موت سے بری خیال کیا ہوا تھا،لہذا اس کی تردید میں وما محمد الا رسول فرمایا یعنی محمد ﷺ موت سے بری نہیں ہاں رسول ہیں اور رسالت منافی موت کے لئے نہیں۔ اگر منافی ہوتی تو کوئی رسول نہ مرتا۔لیکن آپ ﷺ سے پہلے کئی رسول مر چکے ہیں۔ لفظ رسول اس لئے کہتا ہوں کہ آیت بل رفعہ اللہ کی مخصص ہے عموم اس کے لئے۔ استدلال صدیق الامۃ میں بھی اسی طرح سمجھیں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ یہاں مزعوم مخاطبین کا عدم وتحقق وفات شریف کا ہے۔صدیق الامۃ کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وفات شریف سے بخیال رسالت کے کیوں انکار کرتے ہو ۔ رسالت منافی موت نہیں تم کو قرآن کا مضمون بھی بھول گیا (کہ اگر رسالت منافی موت کی ہوتی تو پہلے آپ ﷺ کے کوئی رسول نہ مرتا) لیکن قد خلت من قبلہ الرسل۔

اس تقریر سے آپ سمجھ چکے ہونگے کہ قد خلت من قبلہ الرسل مقدمہ استثنائیہ ہے قیاس استثنائی کا نہ کبری شکل اول کا جیسا کہ آج کل کے زعمی مولویوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ قطع نظر قوام ہیئت شکل اول سے مضمون ہی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس تقریر پر غرض صدیقی یہ ہوگی کہ محمد ﷺ بالفعل وفات پا چکے ہیں کیونکہ آپ رسول ہیں اور جو رسول پہلے گزرے سب مر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سب رسولوں کا مر جانا اس کا مقتضی نہیں کہ آپ ﷺ بالفعل ہی وفات پاویں کیونکہ یہ مقتضی تو ابتدائے ولادت شریفہ سے موجود تھا۔ تو چاہیے تھا کہ پہلے سے وفات شریف متحقق ہوتی دفع استعجاب مخاطبین میں قد خلت من قبلہ الرّسل کا کلیہ ہونا بلحاظ قبلیت کے ضرور نہیں۔ اور باعتبار تحقق وفات کے اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بالخصوص علی نبینا ﷺ کے لئے بعد نزول قد خلت من قبلہ الرسل بطریق کلی صادق ہوگا۔ کوئی مسلمان مسیح بن مریم کو حی قیوم وغیرھا لک نہیں سمجھتا۔ صاحب القول الجمیل نے امت مرحومہ کو بعد انتساب اعتقاد ہذا ناحق مشرک ٹھہرایا ہے دیکھو قول جمیل صفحہ ۶۸۔ بعد اظہار مقصود اس آیت کے ناظرین اس دھوکا سے جو مسلک العارف میں متعلق آیت مذکور ہے بچ سکتے ہیں۔

} سوال: مابعد اس کے افان مات قرینہ ہے ارادہ موت پر قد خلت سے۔

{ جواب (گولڑوی): افان مات چونکہ بمقابلہ او قتل کے واقع ہوا ہے لہذا مات سے مراد موت حتف انفہ ہوگی۔ یعنی اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے (و فیہ ما فیہ من وجھین منہ فتا مّل) جب یہ خیال شریف میں متمکن ہو چکا تو اب منصف ہو کر فرماویں کہ اگر افان مات کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قد خلت سے ٹھہرائیں گے تو ضرور قد خلت سے بھی موت حتف انفہ مراد ہوگی یعنی موت طبعی، تو لازم آئے گا قد خلت من قبلہ الرّسل کا کاذب ہونا کیونکہ سب انبیاء موت حتف انفہ سے تو نہیں مرے بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہوئے اور اگر خلت سے معنی مطلق موت کا بھی لیا جائے تو آیت رفع مخصص ہوگی عموم اس آیت اور ان کے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیت خلقہ من تراب اور نظائر جو اس کے ہیں ہو چکا (جواب تحقیقی یہی ہے) تو پھر عموم الم نخلقکم من ماءٍ مّھین اور ایسا ہی خلق من ماءٍ دافق یخرج من بین الصّلب و التّرائب مخصوص البعض ہے۔ یعنی ان آیات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں، بلکہ آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا۔ ایسا آیت بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے اور اسکے نظائر

سے چونکہ مسیح کا اب تک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قد خلت من قبلہ الرسل اوراس کے نظائر سے مراد غیر مسیح ہوگا۔ اس آیت کی مفصل تشریح کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرماویں مولف ایام الصلح اوران کے اتباع کو جو دھوکا یہاں پر دعوی اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے۔

} سوال: آیت فیھا تحیون و فیھا تموتون بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرارگاہ اورنہیں، تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیات بسر کررہا ہے۔

} جواب (گولڑوی) ۔کرہ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی نہیں اس کے کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جائے، جیسا کہ ملائکہ کیلئے موطن اصلی اور مقر طبعی افلاک ہیں، معہذا زمین پر عارضی آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار اصلی کے، اور اختصاص جو مستفاد ہے و لکم فی الارض مستقرّ و متاع سے اثر ہے جعل تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک ما بین مجعول اور مجعول الیہ کے متصور ہوسکتا ہے جیسا کہ و جعل اللیل لباساً و جعل النّھار معا شاً جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گزارے اور دن نیند میں۔ دلیل عارضی ہونی مجعول الیہ یعنی حیوۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد ازاں صعود اس کا بدلیل فو سوس لھما الشّیطان فا خرجھما ممّا کا نا فیہ جب ابلیس بعد امر ہبوط کے پھر آسمان پر جاکر وسوسہ انداز آدم کا ہوا تو بعض افراد نوع انسانی جن کا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اس کا صعود کس طرح ممتنع مانا جاوے۔

} سوال: خاتم النبیین ہونا آپ ﷺ کا دلیل ہے وفات مسیح پر کیونکہ مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپ ﷺ کے بعد بھی اور نبی آ گیا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی تھے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول کریں گے۔

} جواب (گولڑوی): بعد نزول در رنگ احاد امت ہی اتریں گے علم ازلی کا مسئلہ سنئے:

علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطا بقہ یعنی جس طرح معلومات یعنی اشیاء موجود فی الواقع اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں اسی طرح حق سبحانہ وتعالی ازل میں قبل از وجود ان کے ان کو جانتا ہے۔ اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کے ساتھ علی سبیل الاستمرار

ہے تو اسی طرح۔ اور اگر علی سبیل الا نقطاع ہے تو اسی طرح اس کو جانتا ہے مسیح بن مریم کی بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ لہذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم۔

} سوال: قصہ عود ایلیا میں بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیا کا دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر جو صحیفہ ملاکی باب ۴، آیت ۵ میں واقعہ ہے عیسی فرماتے ہیں کہ مراد ایلیاء کے آنے سے یہ تھی کہ اس کا مثیل آئے گا سو وہ آ گیا۔ یوحنا یعنی یحی۔ باب ۱۱۔ انجیل متی، اسی طرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔

{ جواب (گولڑوی): قصہ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جائے تو آخر کار نظیر ہی بنے گی علت مثبت تو نہ ٹھہرے گی۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائش افراد انسانی ہمارے زیر نظر ہیں اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی جو باپ کی اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ نظائر مع کثرت اپنی کثرت کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں دیکھو آدم اور حوا، اور عیسی اس حکم سے خارج ہیں۔ ایسا ہی ایلیاء کا آنا در رنگ ظہور یحی یہ ایک نظیر کس طرح پر نزول مسیح کی درصورت ظہور مثیل ثابت کر سکتی ہے۔ یہاں تو جب آیت اور احادیث نے بالخصوص نزول مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات نزول مسیح در رنگ مرزا صاحب نہیں کر سکتے۔ اثبات احکام بشہادت نظائر اس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوئی ہوں وہ بھی حسب تخمین ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے پھر میں کہتا ہوں اگر بالفرض نظیر کو مثبت علی سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر (یعنی ایلیا کا قصہ) جناب کے دعوی کو باطل کرے گی اس لئے کہ ایلیا کا آنا در رنگ ظہور مثیل یعنی یحی چونکہ مماثل اور مماثل لہ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیل مسیح بھی نبی وقت ہو مثل یحی کے۔ آپ کو یا تو مثل یحی سلسلہ انبیاء میں ثابت کریں یا دعوی مسیح موعود کرنے سے باز آئیں اگر آپ فرمائیں کہ مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ منجملہ اوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے۔ ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحی کے نازل ہو اور مسیح بن مریم بنفسہ نازل ہو کیا ضرورت ہے کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل کو ہاتھ ڈال کر اپنے میں نبوت ثابت کریں گے مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے کیونکہ وہی اشکال عود کریگا۔ یعنی اگر مشارکت

فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحی کی پیدا کریں ورنہ تو پھر اتحاد بھی ضروری نہیں۔

پھر سہ بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارھویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰؑ، یحیٰؑ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحی کا مذکور ہے، تو اب مناسب یہ ہے کہ یحی کا قول معتبر سمجھا جائے کیونکہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبر دار ہوتا ہے بالخصوص جب نبی اور ملہم من اللہ بھی ہو۔ اور اگر زائد نہ سمجھا جائے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضا فتساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہیگا۔

اتنی تطویل اور تضیع اوقات محض آپ کے لحاظ سے کی جاتی ہے ورنہ اہل اسلام کو بعد ازاں کہ ایک بات قرآن کریم سے بشہادت سیاق و تفاسیر صحابہ کے اور احادیث صحیحہ متاترۃ المعنی سے معلوم ہو چکی ہو، اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو، تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کی طرف کیوں متوجہ ہوں کیونکہ یہ توجہ مقید ہے ان کنتم لا تعلمون کے ساتھ۔ آپ اختلافات اناجیل سے بخوبی واقف ہیں ... واقعہ صلیب تو بجائے خود رہا، نبوت عیسی کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلّمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کی طرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفہ ارمیا کو جلایا تھا ارمیا کے اوپر وحی نازل ہوئی کہ (کہتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی ضد میں کہ اس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کرسی پر نہ بیٹھے گا) اور عیسی چونکہ اولاد یواقیم سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہیے کہ قابل جانشینی داؤد کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے زندہ اٹھنا مسیح کا قبر سے اور ایسا ہی واقعہ صلیب اس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں۔ ایوب ساتویں باب ورس ۹ میں اپنی کتاب کے کہتا ہے (ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء۔ ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسے کہ بقبرے مے رود برنمے آید)۔ ورس ۱۰ (بخانہ اش دیگر برنخواہد گردید و مکانش دیگر وے رانخواہد شناخت)۔ ۱۴ویں باب اپنے میں ورس ۳، اور ۱۴ میں کہتا ہے ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۸ء انسان می خواہد ونخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محونشود بیدار نخواہد شد و از خواب برنخواہد خواست۔ آدمی ہرگاہ بمیرد آیا زندہ می شود۔ الخ۔

اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے۔ دوسرے عیسائی اس کو بعد تین دن کے زندہ ہو کر آسمان کی طرف چڑھنے کے قائل ہیں۔ ایسا ہی واقعہ صلیب کے اختلافات دوسری

جگہ ناظرین ملاحظہ کر لیویں۔ اللہ تعالی نے اس امت کو بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ ایسے اختلافات سے جو یہود اور نصاری میں چلے آتے تھے نجات بخشی، جیسا کہ برأت مریم کی بیان فرمائی ایسا ہی افتراء یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں لغو ٹھہرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا کہ مسیح کو تو ہم نے حسب وعدہ ان کے ایذا سے بچالیا، یعنی آسمان کی طرف اٹھالیا انہوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا۔ بڑا افسوس ہے کہ آج تک امت مرحومہ آیات بل رفعه الله اليه اور ایسا ہی و ما قتلوه و ما صلبوه اور ایسا ہی و لكن شبّه لهم ان سب کو صحابہ سے کر علماء زمان تک مکذب عقیدہ یہود اور نصاری ٹھہراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو مرزا صاحب یہود اور نصاری کے اقوال پر الٹا کر لے جاتے ہیں۔ اب ابن عباسؓ کا معنی اور قول قابل اعتبار نہ رہا۔

چوتھی دفعہ پھر عرض کرتا ہوں کہ قصہ عود ایلیا کے دو ٹکڑے ہیں ایک صعود ایلیا بجسدہ العنصری آسمان پر، اور دوسرا نزول اس کا بمعنی ظہور مثیل اس کے یعنی یحی۔ پہلا ٹکڑا نظیر کامل صعود مسیح کیلئے بجسدہ العنصری آسمان پر ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبت ہیں اور دوسرا ٹکڑہ نظیر کامل نزول مسیح بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اب فرمائیے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کافہ اہل اسلام کو فائدہ بخشا یا آپ کو، بلکہ الٹا مضر ہوا کیونکہ آپ صعود بشر بجسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا نظیر لھا جانتے ہیں۔

ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ ہم کو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا۔ اب قصہ عود ایلیا اگر قابل تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کے نزول مسیح بجسدہ العنصری قائل ہو جائیں۔ ورنہ تو استشہاد آپ کا اس قصہ سے کیا معنی رکھتا ہے۔

اور قصہ عود ایلیا بجسدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اس کو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اس تاویل کو باطل کرتا ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گزر جانا ندی سے جو اسی قصہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین باب ۲ ورس ۸۔۱۴

۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی کے دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور دونوں خشک زمین پر ہو کر پار ہو گئے۔

۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے

کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔

۱۰۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا۔ سو اگر تو مجھے آپ سے جدا ہوتے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔

۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جونہی وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کر ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا۔ اور ایلیا بگولے ہو کر آسمان پر جاتا رہا۔

۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا، اے میرے باپ میرے باپ اسرائیلی کی رتھ اور اس کی سارتھی سو اس نے پھر نہ دیکھا اور اس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور انہیں دو حصے کیا۔

۱۳۔ اور اس نے ایلیا کی چادر کو جو اوپر سے گر پڑی تھی اٹھالیا اور الٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا۔

۱۴۔ اور وہاں اس نے ایلیا کی چادر جو اس سے گر پڑی تھی لے کے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیا کا خدا کہاں ہے۔ اور اس نے بھی اس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی ادھر ادھر ہو گیا اور الیسع پار ہوا۔

ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ مرزا صاحب نے قصہ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعا کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب بنایا ہے، پہلا ٹکڑا اس کا مضران کے پڑا، اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا۔ یہ عادت آپ کی فقط قصہ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا اور باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچایا کہ ہمارے دعوی کی شہادت ابن عباسؓ کی تفسیر دے رہی ہے۔

مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے ۱۳۶ تک سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالی کا کلام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ پھر بعد اس سورت کے خدا تعالی نے سورہ بینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا لم یکن الّذین کفروا من اھل الکتاب و المشرکین منفکّین حتّی تاتیھم البیّنہ۔ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے ان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اسکے کہ خدا نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست

رسول بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے۔ پھر بعد اس کے آنے والے زمانہ کیلئے خدا تعالی سورہ زلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدا کی طرف سے معہ ہدایت پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

اذا زلزلت الارض زلزا لھا و اخرجت ا لارض اثقالھا و قال الانسان ما لھا یومئذ تحدّث ا خبارھا بانّ ربّک اوحی لھا یومئذٍ یّصدر النّاس اشتا تاً لّیروا اعما لھم فمن یّعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرّۃٍ شراّ یرہ۔

یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے، یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلا ناممکن ہے ہلائی جائے گی۔ یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ تک جنبش دی جائے گی، اور خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے، اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی۔ یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات خفیہ کو بمنصہ ظہور لائیں گے، اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے، یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی و دماغی طاقتیں ولیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی۔ اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اتریں گے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے۔ یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کریں گے اور برے، برے خیالوں میں۔ اور مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں۔ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلی درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالی کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے اور یہ ظہور و بروز کا دائرہ پورا ہو جائے گا تب خدا تعالی کے فرشتے ان تمام راست بازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دیں گے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا تا کہ ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لے تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے خدا تعالی نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشدّ

منا سبة بعیسی بن مر یم ا شبه النّاس به خلقاً و خلقاً و زما ناًہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورہ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا کہ تمام زمین اس سے زیروزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آ جائیں گی اور انسان یعنی کا فرلوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ تب اس روز میں باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی ، یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔

ناظرین! ذرا اس کی تفتیش فرماویں کہ آنحضرت ﷺ نے کہ جن پر کلام پاک اتری اس کو کس طرح پر بیان فرمایا اور حاضران مجلس نبوی نے کیا سمجھا۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں اذا زلزلت الارض زلزالھا ای تحرکت من اسفلھا و اخرجت الارض اثقا لھا یعنی القت ما فیھا من المو تی یعنی یہی کرہ ارض بعد نفخہ ثانیہ قیامت برپا ہونے کے دن ہلا یا جائے گا اور اپنے بوجھوں یعنی مردوں کو باہر نکالے گا۔قرآن کریم کی آیت یا ایّھا النّاس اتّقوا ربّکم انّ زلزلۃ السّاعۃ شی عظیم اور ایسے ہی دوسری آیت و اذا الارض مدّ ت و القت ما فیھا و تخلّت اس معنی پر جو ابن عباسؓ نے بیان فرمایا شہادت دے رہی ہے حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو پھینک دے گی جو مثل ستونوں کے سونے اور چاندی کے ہوں گے، پھر قاتل اس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کے لئے میں نے قتل کیا۔اور قاطع الرحم کہے گا اس کے لئے میں نے قطع رحمی کی، اور سارق آئے گا اور کہے گا اس کے لئے میں نے اپنا ہاتھ کٹوایا ہے پھر اس کو چھوڑ دیں گے اور اس سے کچھ نہ لیں گے۔

حدّ ثنا واصل بن عبد الاعلی حدّ ثنا محمد بن فضیل عن ابیه عن ابی حازم عن ابی ھر یرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تلقی الارض افلا ذ کبد ھا امثال الاسطوان من الذّھب و الفضّۃ فیجیء القاتل فیقول فی ھذا قتلت و یجیء القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی و یجیء السّارق فیقول فی ھذا قطعت یدی ثمّ یدعونه فلا یأخذون منه شیئاً (صحیح مسلم) و قال الانسان ما لھا ای استنکر امرھا بعد ما کانت قارۃ سا کنۃ ثا بتۃ و ھو مستقر علی ظھرھا ای تقلبت الحال فصا رت متحرکۃ مضطر بۃ قد جاء ھا من امر اللّٰہ تعا لی ما قد اعدہ لھا من الزلزا ل الّذی محید لھا عنه ثمّ القت ما فی بطنھا من

الاموات من الاو لین و الآخر ین و حینئذ استنکر النّاس امرھا و تبدل الارض و السّماوا ت و برزوا للّٰہ واحد القھار یومئذ تحدّ ث اخبارھا ای تحدث بما عمل العا ملون علی ظھرھا۔

یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دے گی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت میں فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں بعد پڑھنے اس آیت کے یو مئذ تحد ث اخبار ھا ، کیا تم جانتے ہو کیا ہے اخبار اس زمین کی۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ ورسول اعلم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دے گی ہر غلام اور لونڈی پر (یعنی ہر مرد و عورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدا کے) متعلق ان اعمال کے جو انہوں نے اس طبقہ زمین کی پشت پر کئے تھے کہے گی فلاں عمل فلاں دن ، یہ ہیں اخبار اس کے۔

قال الامام احمد حد ثنا ابراھیم حد ثنا ابن المبارک و قال الترمذی و ابو عبد الرحمن النسا ئی و ا للفظ له حد ثنا سو ید بن نضر اخبرنا عبد اللّٰہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی ایوب عن یحی بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ھریرہ قال قرأ رسول اللّٰہ ھذہ الآیة یو مئذ تحد ث ا خبارھا۔ قا ل اتد رون ما ا خبار ھا۔ قا لوا اللہ و رسو له اعلم ۔ قا ل فان اخبارھا ان تشھد علی کل عبد و امة بما عمل علی ظھ ھا ان تقو ل عمل کذا و کذا یو م کذا و کذا فھذہ اخبارھا۔ ثمّ قال الترمذی ھذا حد یث حسن صحیح غریب و فی معجم الطبرانی من حدیث ابی لھیعه حد ثنی الحر ث بن یزید سمع ر بیعة الحد سی ان رسول اللّٰہ ﷺ قال تحفظوا من الارض فا نّھا امکم و انّه لیس من ا حد عا مل علیھا خیراً او شراً ا لا و ھی مخبرة

حاصل یہ ہے کہ زمین کا خیال رکھو، اس لئے وہ تمہاری ماں ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اس پر عمل اچھا یا برا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی۔

بانّ ر بّک او حی لھا ، قال البخاری اوحی لھا و او حی الیھا و وحی لھا و و حی الیھا واحد و کذا قال ابن عباس اوحی لھا ای اوحی الیھا و قال شبیب بن بشر عن عکرمة عن ابن عباس یومئذٍ تحد ث

اخبارھا قال قال لھا ربھا قولی فقالت ابن عباس آ یۃ یو مئذٍ تحد ث ا خبار ھا

کے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ زمین کو حکم کرے گا پھر وہ باتیں کرے گی۔

یو مئذٍ یصدر النا س اشتا تاً ای انوا عاً و ا صنا فاً ما بین شقیّ و سعید ما مور به الی الجنّة و مامور به الی النّار لیروا اعما لھم ای لیعلموا و یجاز وا بما عملوا فی الد نیا من خیر و شر و لھذا قال فمن یّعمل مثقال ذرّة خیراً یره و من یعمل مثقا ل ذرّةٍ شراً یر ہ

یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹیں گے تاکہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے دکھائے جائیں۔ اسی لئے فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کرے گا دنیا میں دیکھ لے گا اس کو قیامت کے دن (تفسیر ابن کثیر و درمنثور مع الاختصار)۔ بعد اس کے بخاری اور مسلم اور مسند امام احمد اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیت کے یعنی فمن یّعمل اس تفسیر میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھ لیں، سب کا خلاصہ ترغیب ہے عمل نیک پر تاکہ یوم الحساب کام آئے۔

ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے ارض سے جو اس سورۃ میں مذکور ہے یہی کرہ ارض مراد رکھا ہے اور اسی زمین کا متکلم ہونا باذن رب احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے اور مراد زلزلہ سے بھی جنبش اس کرہ کی متکلم یعنی حق تعالی اور سامع یعنی آنحضرت ﷺ کے نزدیک جیسا کہ انّ زلزلة السّا عة میں بھی اس کا ذکر ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں۔ اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم ﷺ کی تکذیب (العیاذ باللہ) اختیار کریں یا بالعکس جیسا کہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو۔

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے؟ وہ میں عرض کر دیتا ہوں۔ سورہ قدر میں جو لیلة القدر ہے اس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا تا آپ کا نزول بھی انبیاء کی طرح لیلة القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلة القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلة القدر ہی میں ہوتا ہے، ان کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہے۔ پھر سورہ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ نے پیدا کر دی وہ کیا، البینہ خدا کے ہاں سے آ گیا۔ رسول مّن اللّه یتلوا صحفاً مّطهّرة فیھا کتب قیّمة

یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورہ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالات موعدہ نوع انسانی کے ظہور میں آ گئے کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی، تو پھر نزول ملائکہ میں سرانجام دینے کے لئے اس امر مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہو گیا ہے کیوں توقف ہو، ہرگز نہیں، بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آ گیا، اور دورہ کمالات انسانی بھی پورا ہو چکا۔ فقط اتنی ہی بات کہ فمن یّعمل مثقال ذرّۃٍ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرّۃٍ شراً یرہ بتمامہ ظہور میں نہیں آئے مگر شروع ہے یعنی اہل سعادت اور نیک فطرت اس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لا کر ایک جماعت اکٹھی ہو رہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں آ کر دوسرا گروہ حسب مضمون یومئذٍ یّصدر النّاس اشتاتاً لیروا اعمالھم بن رہا ہے جس کی شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۴ کی پہلی سطر کی ابتدا میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ اٹھے)۔

ناظرین کو سمجھنا چاہیے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشتے نمونہ خروارے ہے، باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی یا بیان ہے بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں، اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۳۱ پر اسی سورۃ کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن سے انکار کرنے والے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بے شک و جوہ الفہم لا تنحصر فیما فھموہ و علم اللّٰہ لا یتقید بما علموہ اس کے ہم بھی قائل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دی جائے۔ العیاذ باللہ

فی فتح البیان یکون الضابط فی الصحتہ ان لا یرفع ظاھر المعانی المنفھمة عن الالفا ظ بالقوا نین العربیة و ان لا یخالف القواعد الشر عیة و لا یبا ین اعجا ز القر آ ن .. الی ان قا ل .. و الا فھو بمعزل عن القبول

دوسری جگہ فتح البیان میں ہے:

و کذ لک اذا ثبت تفسیر ذ لک الرسول ﷺ فھو اقدم من کل شیء بل حجّة متبعة لا یسوغ مخالفتھا لشئی آخر ثمّ التفاسیر علماء الصّحابة المختصین برسول اللّٰہ ﷺ فانّہ یبعد کلّ البعد ان یفسر

احد هم کتا ب اللّٰہ و لم یسمع فی ذلک شیئاً عن رسول اللّٰہ ﷺ و علی فرض عدم السّماع فھو احد العرب الّذین عرفوا من ا للغۃ دقّھا و جلھا ۔

یعنی قبول معنی بطون قرآن مجید کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول تفسیر آنحضرت ﷺ کی ہے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی ۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباسؓ کی سراسر غلط ٹھہری اور لفظ متوفیک کے متعلق جو ممیتک ہے منظور ہوئی وہ بھی آدھی ۔اور فلمّا توفّیتنی کے متعلق جو ابن عباسؓ سے باسناد صحیح تفسیر درمنثور میں مذکور ہے اور ایسا ہی بل رفعہ اللّٰہ الیہ و ان من اھل الکتا ب اور و انّہ لعلم للسّا عۃ اور احادیث نزول جو ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور تفسیر سورۃ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک۔ اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں ۔ اکثر اعتراضات جناب مرزا کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کئے تھے جواب ان کا لکھ چکا ہوں بقیہ اعتراضات بہ نسبت ان کے بہت ہی لغو ہیں ناظرین ادنی توجہ سے دھوکا ان کا سمجھ لیں گے لہذا اسی قدر پر اکتفا مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے۔

ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہرا کر واجب التاویل قرار دی ہیں، کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق دوسری جگہ ملاحظہ فرمالیویں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات تفصیلیہ میں سے ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت ﷺ نے جس جس شخص کو بقید نام جس طرح فرمایا ہے اسی طرح ظہور میں آیا، سرمو بھی تفاوت نہیں ہوا۔ پیشگوئیاں آنحضرت ﷺ کی اس امر کی وضاحت کے متعلق دوسرے مقام پر فرماویں ۔اس دھوکہ میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل ہوتا ہے اور احادیث نزول وخروج کو مکاشفہ اجمالی در رنگ دیکھنے آنحضرت ﷺ کے وباء کو بصورت عورت جو گرداگرد مدینہ طیبہ کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے بناء علی ہذا بالفرض اگر احادیث نزول اور خروج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عمر آپ کا باقی رہنا خطا فی التعبیر پر (نعوذ باللہ) آپ کی عصمت میں ہارج ہوگا۔

دوسرا یہاں پر آنخضرت ﷺ کی پیش گوئیاں اور ان کے ظہور کو زیر نظر رکھنا کارآمد ہے بہ نسبت اس کے کہ ابن مریم سے مثیل ان کا مراد لینے پر قصہ ایلیا شاہد لایا جاوے کیونکہ اول تو وہ بباعث تناقض قول یحیٰؑ اور عیسیٰؑ کے قابل اعتبار نہیں دوسرا ہم کو آپ ﷺ کی پیش گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپ ہی کے کلام سمجھنے کے واسطے ازبس ضروری ہے۔

حضرت ام حرامؓ جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آنخضرت ﷺ قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں۔ میں نے عرض کیا کہ باعث تبسم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں متعجب ہوں اپنی امت کے ایک گروہ سے جو بادشاہوں کی طرح تختوں پر سوار ہوں گے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے لئے خدا سے دعا مانگیں کہ مجھ کو بھی ان میں سے کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو انہی میں سے ہے (بخاری عن انس بن مالک) اس پیش گوئی کا ظہور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے عہد میں بوقت فتح ہونے جزیرہ قبرص کے واقع ہوا۔ ان ایام میں حضرت ام حرامؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں۔

حضرت ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے میری امت سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کریں گے اور ان سے عمل جنت کا واجب کرنے والا صادر ہوگا۔ ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی ان میں سے ہوں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعدہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک لشکر غزوہ قیصر کے شہر کا کریں گے اور ان کو مغفرت دی جائے گی۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان میں سے ہوں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (بخاری عن عمیر بن الاسود العنسی)

حضرت عثمانؓ کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا افتح له یعنی اس کے لئے دروازہ کھول دے اور اس کو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اس کو پہنچے گی (بخاری و مسلم)

ذکر کیا آنخضرت ﷺ نے ایک فتنہ کو، پھر حضرت عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں بحالت مظلومی قتل کیا جائے گا (ترمذی)

آپ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا تو سورۃ بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائے گا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیت پر پڑے گا فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع الحکیم (حاکم)

آنخضرت ﷺ نے عثمانؓ کے ساتھ بحالت تنہائی ایام مرض میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوا (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت ﷺ نے کہ نہ وفات پائے گا تو جب تک امیر نہ کیا جائے گا اور پھر رنگین کی جائے یہ یعنی ریش اسکے خون سے یعنی سر کے (احمد)

آپ ﷺ نے امہات المومنینؓ میں سے ایک کے شان میں فرمایا (ترجمہ) کس طرح پر ہوگا حال ایک تمہارے میں سے جب آواز کریں گے اس پر کتے پانی بنی عامر کے جس کا نام حوب ہے (ابوبکر وابویعلی واحمد) اور یہ لفظ ابویعلی کا ہے۔

حضرت عائشہؓ کو جب حوب کے کتوں کی آواز آئی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ پانی ہے بنی عامر کا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا لوٹاؤ مجھ کو۔ سنا میں نے رسول خدا ﷺ سے ...

فرمایا آنحضرت ﷺ نے نہ قائم ہوگی قیامت جب تک نہ لڑیں گے دو گروہ بھاری جن کے مابین قتل عظیم واقع ہوگا اور دونوں کا دعوی ایک ہی ہوگا (بخاری ومسلم)

یہ اشارہ واقعہ صفین کی طرف اور (دعوی انکا ایک ہی ہوگا) اشارہ اس طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اٹھا کر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا یہ قرآن صامت اور میں بولنے والا ہوں۔

ایسا ہی آپ ﷺ نے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواترہ ہے اور علیؓ اس واقعہ میں بر وقت معائنہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے بعینہ بغیر تفاوت سرموئے کے فرماتے تھے صدق رسول اللہ ﷺ (احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمر والقاری)

یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپ ﷺ نے وقت پیش گوئی کی علامت بیان کی (ایک سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے) ذکر کی۔ علی ہذا القیاس

آپ ﷺ نے .... فرمایا سراقہ بن مالک جو کہ ایک اعرابی تھا اس کے دونوں بازوؤں کو ملاحظہ فرما کر، گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسری کے اور کمر بند اس کا اور تاج اس کا پہنے ہیں ۔ امیر المومنین عمرؓ کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا (ازالۃ الخفاء)...

اور فرمایا آپ ﷺ نے ایک یہودی کو بنی ابی الحقیق میں سے، کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائے گا تو خیبر سے اور اونٹی تیری بھگا لے جائے گی تجھ کو ...

امیر المومنین عمرؓ نے اسی پیش گوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اس کو خیبر سے خارج کیا ۔ اس نے عذر کیا کہ ابو القاسم ﷺ نے ہم کو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہم کو نکالتے ہیں ۔ حضرت عمر ؓ نے آپ ﷺ کے اسی فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بھولا آنحضرت ﷺ کے فرمان کو (جو اوپر مذکور

ہو چکا ہے)۔اس نے کہا یہ آپ ﷺ نے ہنسی کے طور پر فرمایا تھا۔حضرت عمرؓ نے غصہ میں آ کر فرمایا کذبت یا عدو اللّٰہ یعنی جھوٹ کہا تو نے اے دشمن اللہ کے۔

ناظرین اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور ایسے ہی اور اصحاب کرام آپ ﷺ کی پیش گوئیوں کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے، اور بے وجہ تاویل اس یہودی کی طرح موجب غضب صحابہ کرام تھی۔اسی طرح پر اور بہتیری پیش گوئیاں آپ ﷺ کی ہیں جو بلا تخلف اور بلا تاویل ظہور میں آئیں۔

ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیش گوئیوں میں حضرت ام حرامؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ جو پیش گوئیاں بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسوائے اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں، اور ارادہ معنی حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب ہے وقوع تاویل بعض فقرات میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہوسکتا بلکہ بنا اس کی تعذر ارادہ حقیقت پر ہے۔

الغرض پیش گوئیاں مذکورہ اور سب پیشگوئیاں جن کو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لائے ہیں کوئی ان میں سے شہادت اس کی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے، بلکہ مراد اس کی وہی اشخاص ہیں جن کے نام ذکر کئے گئے۔اور بوقت ظہور پیشینگوئی کے بھی انہیں کا حال ظاہر ہوا۔خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر آئی مگر حضرت عثمانؓ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل ان کا۔نہایت ہی افسوس ہے کہ مجدد وقت ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں کہ جب چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰؑ کیوں کر اٹھائے گئے اور اتارے جائیں گے۔متعجب ہوں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن تک ہماری عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی، آیا وہ بھی دافع ایذاء ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔اصحاب کہف کو کس طرح پر ۳۰۹ برس تک سلایا۔بائیبل کو ملاحظہ کیجئے حضرت نوحؑ کی کشتی کس قدر اونچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کس طرح زندہ رہے۔

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۱ سے ۷۲۵ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ

اعداد وانا علی ذھاب بہ لقادرون کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں، اور یہی زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھا لیا جائے گا چنانچہ اس زمانہ میں قرآن اٹھایا گیا۔اب میں ان

حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ہوگا، میں قرآن کو لے آیا ہوں۔

آپ بجا فرماتے ہیں، مگر پہلے یہ تو فرمایئے کہ آیات کو آپ مبیّن مراد باعداد جفری ٹھہراتے ہیں یا بوضع لغت عربیہ۔ ظاہر ہے انا انزلناہ قرآنا عربیاً لعلکم تعقلون دال ہے اس پر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان معتبر شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیت ظھر الفساد فی البرّ و البحر دلالت ظہور فساد پر جنگل اور دریا میں حسب اعداد اس آیت کے نہیں کرتی کیونکہ اعداد اس کے مطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں، تو چاہیے کہ قبل از ۱۸۴۶ کے ظہور فساد نہ ہوا ہو۔ ایسا ہی اقیموا الصّلوۃ میں من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی، بایں معنی کہ فرضیت نماز کی ۹۰۷ سال میں جو عدد ہیں اس آیت کے وقوع میں آئے اور قبل اس کے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اس کے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں۔ یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۸۴۶ سال ہی ہوں نہ کوئی اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا منصوص نہیں اور جس آیت کو مرزا نے ذکر فرمایا ہے یعنی و انا علی ذھاب بہ لقادرون معنی اس کا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر ہو جائے گا

و انزلنا من السّماء ماء بقدرٍ فاسکناہ فی الارض و انا علی ذھاب بہ لقادرون فانشانا لکم بہ جنات من نخیل و اعناب و لکم فیھا فواکہ کثیرۃ و منھا تاکلون (ترجمہ) ہم نے آسمان سے پانی اتارا موافق اندازہ کے، اور ہم اس کے دور کر دینے پر قادر ہیں۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے ان باغوں میں بہت میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔

قرآن مجید کا تو آیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جس کی طرف دونوں ضمیریں راجع ہیں۔ اگر مراد ماء سے قرآن کریم بھی لیا جاوے تو پھر بھی اٹھایا جانا اس کا آسمان کی طرف ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت ہوگا کہ تمیز اعداد کی بالخصوص سال ہی لیوں گے اور لقادرون سے جس کا معنی فقط قدرت رکھنے کا ہے معنی یہ لیویں کہ سنہ مذکور میں بالفعل متحقق کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں امر بلادلیل تسلیم نہیں کئے جاتے۔ بالفرض اگر اٹھایا جانا قرآن شریف کا آیت مذکورہ سے مانا جاوے تو پھر دوبارہ اس کا زمین پر کسی آیت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف مسیح کی طرح قرآن سے ثابت ہوگیا۔ بعد اس کے اترنا

اس کا دنیا میں فقط حدیث سے بسبب نہ قطعی ہونے اسکے ثابت نہیں ہوسکتا۔ جب احادیث متواترہ نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہوئے قرآن کو اتار سکتی ہے ۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپ کے مدعا پر شاہد نہیں ہوسکتی کیونکہ حدیث لو کان الایمان معلقاً عند الثّریّا لنا له رجل من فارس آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمائی تھی۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اس کی طلب وہاں تک کرتا، تو وہ شخص سلمان فارسیؓ ہیں۔ جن کی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں نے ابتدائے جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا، آخر الامر بعد مشرف باسلام ہونے ان کے آپ ﷺ نے فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالی نے دنیا میں بھیج دیا، اگر آسمان پر ہوتا تو اس مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔

مرزا قادیانی اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف فرماتے ہیں، حالانکہ حجج الکرامۃ کے صفحہ ۴۴۲ پر یہ حدیث منقول ہے کہ عیسیؑ بن مریم نازل ہونگے، دجال کو قتل کریں گے اور چالیس برس تک قیام کریں گے، کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کریں گے پھر موت پائیں گے مسلمان حضرت عیسیؑ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے۔ جب وہ بھی مر جائے گا تو اس کی وفات کے بعد بیس سال نہ پورے ہوں گے کہ لوگوں کے سینوں سے قرآن اٹھایا جائے گا رواہ ابو الشیخ عن ابی ھریرہ مرفوعاً۔ اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

احادیث خروج دجال

عن المغیرہ بن شعبہ قال ما سال احد رسول اللّٰہ عن الدجال مما سالتہ وانہ قال لی ما یضرک قلت انّھم یقولون انّ معہ جبل خبز و نھر ماء قال ھو اھون علی اللّٰہ من ذلک (بخاری مسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ سے سوال نہیں کیا۔ اور آپ ﷺ نے مجھ کو فرمایا تجھ کو ضرر نہ دے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپ ﷺ

نے وہ خدا تعالیٰ کے ہاں حقیر تر ہے۔

یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو، بلکہ یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دیں گی، اس میں امتحان اور ابتلاء ہوگا۔ مومن اپنے ایمان پر ثابت رہے گا اور کافر لغزش کھائے گا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی (ملا علی قاری) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر دجال کا چرچا صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انّھم یقولون سے معلوم ہوتا ہے۔

دوسرا، دجال کا ایک شخص معین ہونا، نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو، ورنہ آپ ﷺ باوجود کثرت سوال حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے جس سے مقصود اس کا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر انّ عمر ابن الخطاب انطلق مع رسول اللّٰہ ..

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ کے ساتھ جس میں عمرؓ بن خطاب بھی تھے ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے وہ اس وقت بنی مغالتہ کے محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور ان ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔ اس کھیل کی حالت میں آپ ﷺ کے تشریف لے جانے سے غافل تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیٹھ پر مارا، اور فرمایا کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اس نے دیکھ کر کہا میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ امیین کے رسول ہیں (یعنی عرب کے)۔ پھر ابن صیاد نے کیا تم شہادت میری رسالت پر دیتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے قطع کلام کیا۔ اور فرمایا آمنت باللّٰہ و برسولہ۔ پھر ابن صیاد سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھ کو۔ اس نے کہا مجھ کو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے کبھی جھوٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ مل گیا۔ فرمایا آپ ﷺ نے میں نے تم سے کوئی چیز پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپ نے یہ آیت چھپا رکھی تھی یوم تاتی السماء بدخان مبین۔ اس نے کہا دخ۔ آپ نے ﷺ فرمایا، دور ہو تو ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ کو اذن اس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لڑکا اگر وہ ہے تو، تو اس پر مسلط نہیں ہوسکتا، اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں تجھ کو کچھ فائدہ نہیں۔

راوی حدیث کا حضرت ابن عمرؓ کہتا ہے بعد اس کے

تشریف لے گئے آنحضرت ﷺ وابی بن کعبؓ انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا۔ آپ ﷺ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں قبل اس کے وہ آپ ﷺ کو دیکھے، اور وہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا۔ ابن صیاد کی والدہ نے آپ ﷺ کو خرما کے درخت کے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر رک گیا اپنی گنگناہٹ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کاش کہ اگر چھوڑ دیتی تو اس کو تا کہ کچھ بیان کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر باری تعالیٰ کی ثنا کہی، پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے۔ نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا ولیکن میں تم کو اس کے بارہ میں ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کی۔ جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

جاننا چاہیے کہ پہلے آنحضرت ﷺ نے بعض علامات دجال کے جن کا آپ کو علم تھا اصحاب کے سامنے بیان فرمائیں جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا کم منفعت اس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا اس کا باپ قد کا لمبا خشک ہوگا چونچ جیسی اس کی ناگ ہوگی اس کی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی (رواہ فی شرح السنہ)

حضرت ابوبکرہ صحابی کہتے ہیں ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے میں اور زبیر بن العوام مل کر گئے سب علامات اس میں اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جیسی کہ آپ نے فرمائی تھیں۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپ ﷺ نے پہلے خبر دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر بمعہ والدین اس کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ و انّما صاحبہ عیسی و الا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلاً من اھل العھد یعنی اگر یہ دجال ہے تب تو تو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسیٰ ابن مریم کے قاتل اس کا کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا سزاوار نہیں۔

اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت

ﷺ کا تشریف لے جانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی۔ اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ﷺ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے اور کوئی نہیں۔ مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام میں اسی امر کو حضرت عمرؓ کے حلفی بیان اور ابن عمرؓ کے اس قول سے کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں کیونکہ مسیح کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہیے اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ سو سال پہلے آپ یعنی مرزا سے فوت ہو چکا ہے۔ تیسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنی ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا، نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر لینا۔ شاہد اس کا اذن طلبی ہے حضرت عمرؓ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں، آپ کا بیان کہ قاتل اس کا عیسیٰؑ بن مریم ہوگا تو اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ ﷺ یوں فرماتے کہ اے عمر! دجال کو تو دلائل و بینات سے ساکت کرنا چاہیے نہ یہ کہ اس کو جان سے مارا جائے۔

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ بیان حلفی حضرت عمرؓ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبداللہ بن عمرؓ کا مقولہ کہ ما اشک .. الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں۔ یہ دونوں اسی بنا پر تھے جو اوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علامات مبینہ کا ابن صیاد پر۔ بعد ازاں جب ان کو اور علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق و ارض خراسان سے نکلنا۔ مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہو سکنا، ک ف ر پیشانی پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اس کا مسیح ابن مریمؑ کے ہاتھ سے تو حضرت عمرؓ پہلے عقیدہ سے باز آ گئے۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بیان حلفی عمرؓ سے جس کی بنا ان کے زعم پر تھی استدلال ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر پکڑتے ہیں تعجب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاک فرمان کا یعنی و انّما صاحبه عیسی بن مریم کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ ابن صیاد ہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا اسی لئے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہیے، بتائیں وہ کہاں ہے۔ مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ اور مزعومی قول حضرت عمرؓ کو جس سے حضرت عمرؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت ﷺ کے باز آ گئے تھے محکم پکڑ لینا اور بحکم و انّما صاحبه عیسی بن

مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر اس کے لئے ان امور کا جائز رکھنا جو عیسیٰؑ بن مریم کے لئے ناجائز قرار دیئے گئے تھے یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کس کو اٹھانے پڑے۔ حضرت عمرؓ کا ابن صیاد ہی کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت ﷺ کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے:

قال خطب عمر بن الخطاب و کان من خطبته و انّه سیکون منکم قوم یکذبون بالرجم و بالدجال و بالشّفاعة و بعذاب القبر .. الخ

حضرت عمرؓ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک گروہ جو رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا۔ عہد خلافت اپنی میں اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے پر (اخرجہ احمد)

یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے حضرت عمرؓ سے در بارہ پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ اور مرزائیہ کے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ جس شئے کی نسبت کہتے ہیں کہ اسے میں ایسا خیال کرتا ہوں وہ وہ ویسی ہی نکلتی۔ قیس بن خارق کہتا ہے کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے کہ عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدریؓ کو مکہ کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا یعنی ابوسعید خدریؓ کو کہا،:

میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا رسول خدا ﷺ سے کہ دجال لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے، اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلمان ہوں، اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا اور میں اب مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں۔

بعد اس کے ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اس میں کہ میں جانتا ہوں مولد یعنی محل پیدائش اس کی کو اور مکان اس کے کو اور کہاں ہے وہ یعنی فلانی جگہ، اور اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ اس نے مجھ کو اشتباہ میں ڈال دیا۔ (مسلم)

اور ایسا ہی جابر بن عبداللہ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد کو دجال کیوں کہتے ہو تو جابر بن عبداللہ نے بجواب اس کے کہا،

میں نے سنا حضرت عمر کو حلف اٹھا تا آنحضرت ﷺ کے پاس، اور آپ نے حلف سے اسے روکا نہیں (بخاری۔ مسلم)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابرؓ کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنے کی بنا حضرت عمرؓ کے حلف پر تھی اور ان کی حلف اپنے زعم پر۔ کیونکہ قبل از سننے علامات کے ان کو باعث اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا اور آپ ﷺ کا حضرت عمرؓ کو نہ روکنا حلف سے اس لئے ہوا کہ انہوں نے اپنے ظن غالب کے مطابق حلف اٹھائی تھی۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ باقی علامات میں سے اکثر کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعوی الوہیت کے محتمل تھا۔ یعنی آپ ﷺ اور صحابہ کو یہ بھی احتمال ہوا کہ شاید مثلاً ک ف ر کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اس کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی نہر وغیرہ کا ہونا اس وقت ہوں گے جب اس نے دعوی خدائی کا کیا۔ یہ احتمال اس کے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہذا آپ ﷺ اور صحابہ کرام بھی اس کے بارہ میں متردد رہے۔

الحاصل ابن صیاد میں اور اس کے ماں باپ میں چونکہ وجود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا اور جو موجود نہیں تھے ان کا وجود بھی اس کی حین حیات تک محتمل رہا، لہذا اس کے بارہ میں متردد رہے۔ قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مر گیا۔

ناظرین یہی وجہ ہے تردد کی ابن صیاد کے بارہ میں ازالہ اوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دھوکا نہ کھانا اور احادیث صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے تم کو آیات اور احادیث کے الٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کون سے فائدے کی امید ہے۔ اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ دجال کے پاس روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ علامات پر سب از قبیل تخیل اور امتحان خداوندی ہوں گے نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلاء دجال موصوف بصفات مذکورہ ہونا کہ شریک حق جل شانہ کا سمجھا جائے یہ امور محض امتحاناً بدبختوں کے خیال میں ایسے نظر آئیں گے۔ مرزا صاحب نے ان کو واقعی سمجھ کر احادیث دجال کے معتقدین کو مشرک ٹھہرایا اور اردو خواں کم علموں کو ایسا دھوکہ دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہو گئے، کسی میں تحریف اور کسی کی تغلیط۔ وہ خواب جس کی تعبیر مرزا صاحب قادیانی نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں

طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اس سے مارے جاتے ہیں) شائد اس کی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتھ میں، مراد اس قوت سے درّاکہ جو تیز ہے، جیسی تلوار کی دھار تیز ہوتی ہے، دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔قوت درّاکہ کی تیغ جب آیات کی طرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد تھی قتل کئے جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ مارے جاتے ہیں۔تعجب ہے کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپ کا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہو چکا ہے لا مھدی الا عیسی کو لاتے ہیں جس کی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرھم۔

ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۸ پر کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دے کر ذکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے تصرف کرنے سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر۔اور نزول مسیح عبارت اسی بروز سے ہے مطابق حدیث لا مھدی الا عیسی بن مریم کے یعنی روح عیسوی مہدی آخرالزمان میں جو میں ہوں متصرف ہوگی انتہا بغرضہ

میں کہتا ہوں آپ مصنف کتاب مذکور کو جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اسی صفحہ میں اس طور پر موصوف کرتے ہیں کہ، از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ می فرماید۔، اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت شیخ محمد اکرم بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے ہیں :

وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔،

اور صفحہ ۴۳،اسی کتاب کے اوپر سطر دسویں میں فرماتے ہیں :

وایں ردّ است مر قول کسے را کہ می گوید مھدی ہمیں عیسی است وتمسک مے کند بایں حدیث کہ لا مھدی الا عیسی بن مریم وجواب ایں حدیث حمل است برحذف لا مھدی بعد المھدی المشھور الذی ھو من اولاد محمد ﷺ و علیؓ الا عیسی

اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی جس کا نام آپ نے نشان آسمانی رکھا ہے مہدی وقت اور عیسی کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل بنایا ہے، مزید برآں موجب تعجب یہ ہے کہ،

مہدی وقت وعیسی دوراں   ہر دو را شہسوار مے بینم

واؤ جو مہدی وقت اور عیسی کے درمیان ہے اس کو واؤ تفسیر ٹھہرایا اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرعہ میں لفظ، ہر دو را، جو واقع ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے لا مھدی الا عیسی کو اگر صحیح بھی

مانا جائے تو بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسی بن مریم جو نبی وقت تھا مہدی بنا، مرزا صاحب کو کیا فائدہ؟

احادیث نزول اور ظہور دجال اور مہدی متواترۃ المعنی ہیں۔ مسلمانوں کو ایمان رکھنا ان کے ساتھ ضروری ہے ہرگز ہرگز کسی کے دھوکا میں نہ آنا چاہیے فاللّٰہ خیر حافظاً و ھو ارحم الرّاحمین اور دلیل ان کے مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام حضرت عیسیؑ کی ہے:

تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین مت لاؤ۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہاں تک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ دیکھو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ پس اگر وے تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باور نہ کرو۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے او پچھّم سے چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔

اس میں مرزا صاحب کا جواب کہ، جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں، نہایت ہی سست اور نکما ہے کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرے اور علامات لازمہ موجود نہ ہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔

ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ سب احادیث صحیحہ متواترہ اسی مسیح بن مریمؑ کے آنے سے خبر دے رہی ہیں جو نبی وقت تھا اور اس کے زمانہ نزول کے علامات متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

مسلمان کم از کم میرے قول کو حسن ظن کے طریق پر ہی مان لیتے۔

جناب ہم کو مان لینے میں کوئی عذر نہ تھا اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت برخلاف آپ کے شہادت نہ دیتے۔ آپ منانے کا انتظار نہ کیجئے تقصیر تحریف آیات و احادیث بارگاہ الٰہی سے معاف کرانے کا فکر فرمائیں ابھی وقت ہے ربّنا لا تواخذ نا ان نسینا او اخطأ نا میں سچ کہتا ہوں آپ نے معتقدوں کیلئے ایسا راستہ بتایا ہے اور اصول قائم کئے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جائیں گے ازالہ اوہام میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھ کر (کہ قریب تر بامن اور نزدیک تر بسعادت کون لوگ ہیں کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) ان کو خوش تو فرمایا ہے مگر آپ نے ان کے

لئے یہ خیر و برکت تجویز کر دی ہے کہ قبل از وقوع شئے اس کے ساتھ ایمان نہ رکھنا کہ مخبر صادق ﷺ نے جنکے ہزاروں نظائر پیش گوئیوں کے بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے بشہادت حلفی بیان فرمائیں۔ بناء علیہ عذاب قبر و سوال منکر نکیر و حشر وغیرہ امور واجبۃ الایمان میں ان کو مذبذب کر دینے کے انوار و برکات سے افادہ بخشا۔ رسولوں کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۰ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیاء اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہے ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم دجال یاجوج ماجوج، دابۃ الارض، دجال کے گدھے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۱ میں کہتا ہوں انبیاء کو دھوکہ لگ جاتا (العیاذ باللہ) مگر آپ (مرزا) کا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے جن کو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سے بحفظ تمام انہیں تک پہنچائی جائے ان کا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ۔ اور جن کے یہ نشان نہیں ان کا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:

> چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالی کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اس سختی اور غضب الہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے جن کے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔

میں کہتا ہوں خدا تعالی کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ و رسولہ ہم بصدق دل پڑھتے ہیں آمنت باللّٰہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ .. الخ اور آنحضرت ﷺ کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہذا آپ کو عبدہ ورسولہ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں:

> اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آوے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم آسمان سے اترتے دکھائی دیں اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کے بارہ میں قبول ہو کر ابھی قیامت آجائے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی۔ اور ضرور ہے کہ خدا اسے روکے رہے جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حد

یثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کے ظہور کا وقت تو یہی ہے اور وہ تمام علامتیں بھی پیدا ہو گئیں جن کا مسیح کے وقت پیدا ہونا ضروری تھا۔

ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ، مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اتارلو اگر سچے ہو، اسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا علم بجز خدا جل شانہ کے اور کسی کو نہیں۔ منکرین جب معائنہ کریں گے ان کے منہ برے ہو جائیں گے اور ان کو کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم مانگتے تھے قل انّما العلم عند اللّٰہ و انّما انا نذیر مبین۔ فلمّا رأوہ زلفۃً سیئت و جوہ الّذین کفروا و قیل ھذا الّذی کنتم بہ تدعون۔

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بھی موجود ہو چکے۔، میں کہتا ہوں ناظرین کو ماقبل سے واضح ہو گیا کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے اور حضرت مسیح ابن مریمؑ جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کے نزول کا وعدہ احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا؟ مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور یہ جو لکھا ہے کہ، قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی، میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی ہے یہ منافی ہے لا یجلّیھا لوقتھا الّا ھو کے اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت ﷺ نے لاعلمی بیان فرمائی ہے اور اس حدیث معراج کے جس میں حضرت عیسیٰؑ نے ذکر معاہدہ رب کا کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے روائت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتداء پیدائش سے لے کر انتہاء تک فرمایا حتی کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا۔

بایں مکاشفہ آپ ﷺ قیامت کے بارہ میں اس طرح مامور ہیں قل انّما العلم عند اللّٰہ اور بجواب سوال جبرئیل یوں فرماتے ہیں ماالمسؤل عنھا باعلم من السّائل کسی جگہ آپ نے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار سال تک تو بے غمی ہے بعد ازاں وقوع اس کا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں اردوخوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دھوکے، کیا کیا مضامین الٹ پلٹ کئے ہوئے سناتے ہیں اللہ حافظ ہو اور حدیث الدنیا سبعۃ آلاف سنۃ و انا فی آخرھا الفاً بر تقدیر صحت کے مراد آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم سے آج تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے کہ میں ساتویں ہزار میں ہوں (مولانا رفیع الدین)

اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اقول کما قال العبد الصالح کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اس کا مشارک فی جمیع الاوصاف و الاحکام ہوتے ہیں و دونہ خرط القتاد۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا دیکھو آیت کما بدأ نا اوّل خلقٍ نعیدہ جو اسی حدیث میں مذکور۔ اعادہ اور بدأ الخلق مغائر فی الکیفیت ہیں بہ سبب اشتراک دونوں کے حیز قدرت میں کلمہ کما اطلاق کیا گیا۔ ایسا ہی حدیث شریف میں بیان اشتراک فی وصف البرأۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات۔ اور باقی استشہادات کے اجوبہ دوسری جگہ ملاحظہ کئے جائیں

ربنا لا تؤاخذ نا ان نسینا او اخطأنا و صلّ و سلّم علی سید نا محمد و آلہ و صحبہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سیف چشتیائی

(پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی کتاب سیف چشتیائی کے کچھ مضامین جلد ششم میں نقل کئے جا چکے ہیں، اور چند مضامین ملخصاً ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ بہاء)

قادیانی کے ظلی نبی ہونے کی تردید

} سوال: قادیانی صاحب مع محمد احسن امروہی صاحب وغیرہ کے احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا انکار نہیں کرتے بلکہ بعد التسلیم ان کو ماؤل ٹھہراتے ہیں یعنی مسیح بن مریم یا عیسی بن مریم سے مراد قادیانی ہے۔ بعلاقة مما ثلة

} گولڑوی: تاویل بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تحریف ہوتی ہے خصوصاً جبکہ قرائن مانعہ عن التاویل بھی موجود ہوں کیونکہ ایسے تصریحات در بارہ نزول اسی مسیح بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے آنحضرت ﷺ سے موجود ہیں جن میں کسی طرح تاویل ممکن ہی نہیں چنانچہ قال رسول اللّٰہ ﷺ للیهود انّ عیسی لم یمت و انّه راجع الیکم قبل یوم القیامة دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محقق ہے کہ عیسیؑ نہیں مرا، اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔

اب یہ پیشگوئی کیسے صریح طور پر صاف صاف لفظوں میں آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ اور شک نہیں مگر افسوس کہ بحکم: اے تیزی طبع تو بر من بلا شدی ۔ امروہی صاحب یہاں بھی وار کئے بغیر نہیں تھمے۔ فرماتے ہیں کہ لم یمت کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیؑ سولی پر نہیں مرے (دیکھو شمس بازغہ۔ ص ۷۰ سطر ۲۰)۔ معلوم نہیں اس تحریف نے آپ کو کیا فائدہ بخشا اور یہ خیال نہیں کیا کہ مابعد کا فقرہ و انّه راجع الیکم کیا کہہ رہا ہے۔ یہ تو اسی عیسیؑ کو جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا میں لاتا ہے، آپ کے مرزا قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

} سوال: ممکن ہے کہ راجع سے مراد عیسیؑ کا رجوع بروزی طور پر بصورت قادیانی ہو۔

{ گولڑوی: مرزا جی چونکہ بروزِ عیسی اور بروزِ محمدی دونوں کے مدعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے تو احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت قادیانی ہوکر آنے سے ایک حدیث میں بھی اعلام نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ۔اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ روحِ قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ استفاضہ قادیانی کے بغیر بہتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت شیخؒ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰؑ بن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے اس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے کما قال:

و هو شيخنا الاوّل رجعنا على يد يه و له بنا عنا ية عظيمة لا يغفل عنّا ساعة

اور ان کے سوا اور بھی عیسی المشرب صوفیہ بہتیرے گذر گئے اور موجود ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں، اور نیز اس طرح کا افاضہ عیسیٰؑ ابن مریم کا، اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بر تقدیر مرجانے عیسیٰؑ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا فرمانا و انّه راجع اليكم، اگر بطریق بروز ہوتا تو انّ عيسى لم يمت بے ربط ٹھہرتا کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہوسکتا ہے۔

نیز راجع عليكم سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے جب قادیانی صاحب یہود میں سے ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ یہود سے مخاطب ہوکر فرما رہے ہیں کہ و انّه راجع اليكم ای بارز فيكم ۔امروہی صاحب کو شاید محقق ہوگیا ہو کہ قادیانی یہود میں سے ہیں، لہذا یہ تاویل فرما رہے ہیں۔

الغرض راجع اليكم بمعنی بارز فيكم جب ہی صادق آئے گا کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔

لينزلن فيكم ابن مريم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسی کا بروز ہوگا۔اور آج تک چونکہ کوئی شخص رجوع ونزول بروزی کا مدعی نہیں بنا، تا کہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو۔لہذا یہ امروہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کیلئے پیش ہوسکتا ہے۔اور اگر مراد بروز سے یہ ہے کہ روحِ عیسوی قادیانی کے بدن میں آگیا تو یہ تناسخ ہوا، و هو باطل ۔ نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکور کا کہ، انّ عيسى لم يمت

مردود کرتا ہے کیونکہ جب عیسیٰ بن مریمؑ بقول آنحضرت ﷺ کے مرا نہیں، زندہ ہے تو انہ را جع سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰؑ بن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا اور امروہی صاحب کی تاویل مذکور پر اس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔

} سوال: اس قسم کی صریح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰؑ ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور جو مر جاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے۔ بناء علیہ دفعاً للتّعارض تاویل کرنا ضروری ٹھہرا۔

{ گولڑوی: قرآن کریم کی آیات اسی رسالہ میں اپنی جگہ پر مشرّح لکھی جائیں گی۔ اس جگہ اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلاثہ یعنی قرآن حدیث اجماع میں حقیقی تعارض واختلاف ہرگز ممکن نہیں۔ پس جب کہ احادیث متواترہ اور اجماع اسی عیسیٰؑ بن مریم کے رجوع پر صراحۃً ناطق ہے کما سیظھر تو ضرور آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا جو سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا نیز معلوم ہو کہ ماول یعنی تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد جان کر تاویل کرتا ہے تو بے شک وہ تحریف کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہو سکتا۔ صحیح الثبوت و مسلّم المراد کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ ہی کا فرمان ہے اور آپ کی مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہیں جس کو چھوڑ کر تاویل کی رو سے اور معنی لیا جاتا ہے۔ قادیانی اور امروہی ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد سمجھ کو ماول ہیں اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کا آج تک کسی تالیف میں حدیث مذکور و نظائرہ کی صحت پر معقول کلام نہ کرنا اول دلیل ہے تسلیم صحت پر، اور اسے بلا وجہ مردود کہنا قابل اعتبار نہیں بلکہ علاوہ سیوطیؒ جیسے محدث کی تصحیح (جن کے پاس صحتِ حدیث کے لئے معیار، علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بھی تھا جس کو قادیانی صاحب بھی ازالہ اوہام میں تسلیم کرتے ہیں) کافی ہے۔ حدیث مذکور کی صحت کے لئے دیکھو مقدمہ فتح البیان۔ امروہی صاحب کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول و رجوع اور اقوال مفسرین میں (جن سے حیات و رجوع عیسیٰؑ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے) قائل کی مراد وہی معنی ہے جس کو ہم چھوڑ کر تاویلی معنی لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں کیونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ کے معارض ہیں۔ دیکھو صفحہ ۸۷ سطر ۳ شمس بازغہ پر لکھتے ہیں:

اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بما لا یرضی به قائله کی مصداق ہے پس ایسی تاویل کیوں کر قبول کی جا سکتی ہے، تو گذارش یہ ہے

کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں۔ پس ہم ان کے تسلیم نہ کرنے پر مجبور ہیں۔

پھر صفحہ ۷۰ سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکھتے ہیں:

پس اگر آپ کو انّ عیسی لم یمت .. الخ کی تاویلِ ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں۔ الخ، تو فبہا، ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف قواعد مسلّمہ نحو یہ کے آیت کے معنی مزعوم آپ کیوں کر کر سکتے ہیں۔

اور قادیانی صاحب کی تالیف میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ کشف نبوی ﷺ نے دجال وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما ھو فی الواقع احاطہ نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان پیشین گوئیوں میں واقعی امر کو نہیں سمجھ سکے۔ دیکھو صفحہ ۴۳ سطر ۱۰۔ ایام صلح۔

وہم چنیں لازم نیست کل استعارات انباء راعلم نبی از قبل احاطہ کند .. الخ

پس امروہی صاحب نے تو تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے علاوہ قائل کو آیات قرآنیہ سے جاہل قرار دیا۔ العیاذ باللہ۔ اور قادیانی نے بھی نہ صرف بڑی مہتم بالشان کشف نبوی پر دھبہ لگایا بلکہ واقعی تقدیر پر آنحضرت ﷺ اور کل امت مرحومہ کو قرآن سے بے بہرہ خیال کیا نعوذ باللّٰہ من ھفوات الجاھلین۔

رہا بیان ان آیات کا جن کو انہوں نے دلائل قطعیہ باعثہ علی التاویل ٹھہرایا ہے سو بیان ان کا اپنے مقام پر لکھا جائے گا۔ اس جگہ صرف اتنا ہی بیان کرنا منظور تھا جو ہو چکا یعنی یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے معنی مراد کو عمداً چھوڑ کر تاویل کرتے ہیں۔ اللہ ان کو راہ راست پر لائے۔

قادیانی صاحب اس اشتہار میں، اور کل تصانیف میں، عیسی بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کو آیت خاتم النّبیین کے منافی لکھتے ہیں۔ اس کا جواب الزامی طور پر وہی فقرہ کافی سمجھا جاتا ہے جس کو اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲ پر قادیانی نے اپنے رسول اور نبی ہونے کے لئے لکھا ہے:

ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو

میں کہتا ہوں کہ عیسیٰؑ بن مریم کے بارہ میں سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ جدید شرع

اپنے ساتھ نہ لائیں گے بلکہ شرع محمدی کے مطابق حکم کرینگے کما ھو مصرّح فی الفتو حا ت وغیرھا۔ جب کہ قادیانی کا نبی ورسول ہونا خاتم النبیین کے مفہوم میں بباعث نہ لانے شریعت جدیدہ کے فرق نہیں لاتا تو عیسیٰؑ بن مریم کا نزول ہمارے عقیدہ کے مطابق خاتم النبیین کی مہر کو کس طرح توڑ سکتا۔

} سوال: عیسی بن مریمؑ چونکہ مستقل انبیاء اولوالعزم میں سے ہیں، تو بر تقدیر نزول کے بشرع محمدی حاکم ہونا ان کو نبوت سے معزول کرتا ہے جو سراسر خلاف ہے عقل ونقل کے اور درصورت نزول مع النبوۃ کے خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے بخلاف قادیانی کے نبی ورسول بننے کے کیونکہ یہ فنافی الرسول ہونے کے باعث نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔

{ گولڑوی: فنافی الرسول ہونے کی وجہ سے بعد آنخضرت ﷺ کے نبی ورسول ہونے کا کوئی مستحق نہیں۔ چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے اور عیسیٰؑ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لئے دو رخ ہیں۔ یا یوں کہو بطون وظہور سے۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے منجانب اللہ، جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے۔ اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق سے یعنی تبلیغ شراع واحکام کی۔ اس ظہور میں تو بسبب تغیر وتبدل شرائع انقلاب آسکتا ہے نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کیلئے تو نبی سابق کو بھی بر تقدیر موجود ہونے اس کے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں، اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق کے ساتھ عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنخضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا تو اس کو بھی بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس عمل درآمد کے تغیر وتبدل سے وہ نبوت کا بطون جس کو قرب الٰہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اسکے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ کی نبوت ورسالت میں فرق آگیا یا آپ اس قدر ومنزلت سے جو آپ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے۔ ہرگز نہیں۔

الحاصل بطونِ نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب ہے، کبھی انبیاء ورسل سے زائل نہیں ہوتا بخلاف ظہور نبوت وتبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود ہے تا ظہور نبوت نبی لاحق کے۔ اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے مگر چونکہ آنخضرت ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے ان کو ملا ہے لہذا خاتم النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپ کے بعد آجائیں تو بھی نہیں

توڑ سکتے اور یہی مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ مع انّه آخر من نبی اس تشریح سے ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزول مسیح کو آیت خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل امت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس منافاۃ سے بے خبر خیال کر کے اپنی قرآن دانی پر نازاں ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تنازعہ اس مسئلہ میں (کہ نزول مسیح مع وصف النبوۃ ہو گا یا بدوں اس کے) تنازعہ لفظی ہے یعنی جنہوں نے مع وصف النبوۃ لکھا ہے مراد انکی بطون نبوت کا ہے اور جنہوں نے بدون النبوۃ کہا ہے انہوں نے ظہور نبوت کا لیا ہے مضمون ہذا میں اگر جناب مولوی صاحب (وہ علماء معاصرین مراد ہیں جنہیں شمس الہدایہ کی عبارت سمجھنے میں مغالطہ ہوا) ذرا غور فرمائیں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہوں گے (مسیح ابن مریم بلکہ کل انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الہدایۃ۔ص ۸۷۔سطر ۲۲)

شمس الہدایت کے اسی صفحہ ۸۷ کی سطر ۱۷ میں عبارت ہذہ (بعد نزول در رنگ آحاد امت ہی اتریں گے) پر جناب موصوف اعتراض فرماتے ہیں کہ (بعد النزول) اور پھر (اتریں گے) ، یہ تکرار کیسا؟ جواباً گذارش کہ عبارت مسطورہ میں (در رنگِ آحاد امت) ظرف بغو؟؟ ہے متعلق بہ (اتریں گے) ۔ پس (اتریں گے) مقید ٹھہرا بہ نسبت (نزول) کے۔ اور ظاہر ہے کہ مقید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے اور بوجہ فرق اطلاق وتقیید تکرار بھی نہیں۔ ثانیاً معروض ہے کہ بالفرض اگر تقیید مذکور نہ بھی ہوتی اور صرف (بعد النزول اتریں گے) ہوتا تو بھی چونکہ اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبداء کے لئے ، لہذا صدق (اتریں گے) کا بعد تحقق النزول ہی ہو گا۔

شمس الہدایت کے صفحہ ۸۴ سطر ۱۷ عبارت ہذہ (اور انبیاء سابقہ بھی ..الخ) پر جناب کا اعتراض یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ انّھم میّتون میں مرجع ھم کا انبیاء نہیں بلکہ مشرکین ہیں۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ یہاں پر قصرالمسافة سوق الکلام علی طرز ا ستدلال الخصم ہے استدلال خصم کی تقدیر انک میّت میں مرجع ضمیر آنحضرت ﷺ ہیں صراحۃً اور باقی انبیاء دلالۃً اور انھم میّتون میں مشرکین صراحۃً اور باقی کفار دلالۃً ۔ پس نبی وغیر نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالۃً اذ لا فارق بین نبیّ و غیرہ فی المو ت ۔ پس انک میّت و انھم میّتون (زمر : ۳۰) سے باقی انبیاء کی موت منجملہ جن کے مسیح بھی ہے ثابت ہوئی ،

تشریح سوال وجواب بطرز دیگر اور اظہار اس امر کا کہ استدلال اس آیت سے کس نے

کیا اور کیا کیا۔

ایّھا النّا ظرون! یہ تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی تالیف میں وفات مسیح پر آیت مذکورہ سے استدلال نہیں پکڑا اور نہ بظاہر ہو ہی سکتا ہے کیونکہ اس میں انّھم کا مرجع انبیاء و رسل نہیں۔ مرزا صاحب کے ایک حواری نے ہمارے سامنے آیت مذکورہ سے وفات مسیح پر استدلال کیا تھا جس کا طرز استدلال یہ تھا کہ آیت مذکورہ سے دلالت النص کے طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ نبی و غیر نبی موت میں مساوی ہیں۔ اذ لا فارق بین المذکور وغیرہ یعنی آنخضرت ﷺ اور کل انبیاء جن کا یہاں ذکر صراحۃً نہیں اور ایسا ہی مشرکین مکہ اور غیر ان کے بشریت کی وجہ سے مساوی فی الموت ہیں۔

جواب کا حاصل۔ انک میّت و انھم میّتو ن کا اطلاق بدلالۃ النص گو کہ انبیاء سابقہ پر مفہوم ہوتا ہے لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سب انبیاء مر چکے ہوں چنانچہ میّت کے اطلاق سے آنخضرت ﷺ کا اس عالم سے تشریف لے جانا نزول آیت کے وقت ثابت نہیں۔ پس قضیہ مطلقہ عامہ ٹھہرا نہ دائمہ مطلقہ۔ اور اس جواب میں ضمیر انّھم کا ارجاع انبیاء کی طرف نہیں بلکہ طرز استدلال کے مطابق بطریق حاصل واقع ہے۔ (سیف چشتیائی۔ص ۲۰ تا ۲۴)

قادیانی کے دلائل نبوت اور انکا ردّ

} قولہ: پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۱۱ پر لکھتے ہیں: اور اگر بروزی معنوں کی رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی کہ اھدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیھم

{ گولڑوی: اس کا یہ معنی ہے کہ اے اللہ بتا ہم کو ان لوگوں کا سیدھا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے یعنی ہم بھی ان کی مانند کتاب آسمانی کی ہدایت کے مطابق تیری عبادت والے سیدھے راستے پر چلنے سے تیری حب وانس ورضا ولقاء کو پالیویں۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم بھی انبیاء ورسلِ گذشتہ کا مقام نبوت ورسالت حاصل کر لیویں یا بسبب کمال اتباع کے ان لقب مخصوص کے مستحق بن جاویں کیونکہ نبوت ورسالت مع لوازم اپنے کے القاب ہوں یا احکام خاصہ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یّشاء (مائدہ: ۵۴) سے تعلق رکھتے ہیں یعنی موہوبی ہیں نہ کسبی۔ اور بہ سبب اتباع کے اگر القاب خاصہ اور احکام خاصہ مل سکتے ہیں تو

خلفاء اربعہ اور حسنین اور اولیاء سلف بڑا استحقاق رکھتے تھے۔علی کرم اللہ وجھہ باوجود شان (انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسی) کے فرماتے ہیں الا و انّی لست نبی ولا یوحی الیّ۔ (ازالۃ الخفاء۔ص۳۴)۔

} قولہ: پھر اسی صفحہ ۳ سطر ۱۵ پر فرماتے ہیں، اگر خدا تعالی سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

{ گولڑوی: مجھ کو اپنے اوقات عزیزہ کے تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے اللّٰھم لک الحمد و الیک المشتکی و انت المستعان و لا حول ولا قوّۃ الا بک۔

عن عائشه عن النّبیّ ﷺ انّه کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محد ثون فان یکن فی امّتی منهم ا حد فانّ عمر بن الخطا ب منهم (مسلم)

آنخضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اس حدیث میں محدث کا لقب عطا فرمایا۔شاید بزعم مرزا قادیانی، آنخضرت ﷺ کو محدث کے لفظ کا ٹھیک لغوی معنی معلوم نہیں ہوا۔ورنہ محدث نہ فرماتے۔العیاذ باللہ

اور شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی مقصد دوم ازالہ (الخفاء) میں لکھتے ہیں کہ:

اما تشبہ درزیادت قوت علمیہ بآں وجہ تواند بود کہ کسے را از امت محدث وملہم فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دل وے اندازد۔

تحدیث کا معنی لغت کی رو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنے کا ہے لہذا الہام پانے والے کو بھی محدث کہا گیا جیسا کہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتا دی گئی ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ ملہم بھی ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے۔

اب دیکھو حضرت عمرؓ کو آنخضرت ﷺ نے محدث نام فرمایا اور نبی کا لقب نہیں دیا اس حدیث کی رو سے بھی نبی اور رسول کے لقب کی اجازت بعد آپ کے کسی کو نہیں ملتی جیسا کہ حدیث انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسی الّا انّه لا نبوّۃ بعدی، اور ایسا ہی حدیث یعنی قول

علیؓ کا الا و انّی لست بنبیّ ولا یوحی الیّ اجازت نہیں دیتے ،یعنی میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے ۔حضرت علیؓ اور ایسا ہی حضرت عمرؓ کے مکاشفات وا خبارات حقہ کو جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کہا گیا اور نہ ان کے سبب سے ان کو نبی کہلوانے پر جرأت ہوئی ۔ بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات واخبارات اور بیان حقائق ومعارف قرآنیہ کے باعث لوگ ہم کو نبی اور موحی الیہ سمجھیں گے تو جھٹ ان کے غیر واقعہ خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ (الا) کے ساتھ کہا کہ الا و انّی لست نبی و لا یوحی الیّ ۔

} قولہ: قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ۳ کی سطر۲۶ پر لکھتے ہیں:

اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی ۔

{ گولڑوی : آپ کی صداقت اور حلفی بیان کو آپ کا کشف والہام وحی ظاہر کررہا ہے ۔ دیکھو ازالہ اوہام، صفحہ۷۶ میں آپ لکھتے ہیں:

اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انّا انزلناہ قریباً من القادیان تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔تب انہوں نے کہا یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے ۔ تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے

بہ نسبت اس الہام کے گذارش ہے کہ یا تو انّا انز لناہ قر یباً مّن القادیان کو قرآن میں دکھلائیں اور یا اس کشف کے غیر واقعی ہونے کا اقرار کریں اور آئندہ جھوٹی قسم نہ کھائیں

دوسرا کشف جس کو قادیانی صاحب کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں:

ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اسکے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّ نیا بمصا بیح ۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں ۔ الخ

اس جگہ بھی وہی گذارش ہے کہ یا تو نئے آسمان اور زمین کو جو آپ نے بنائے ہیں دکھلائیں یا ایسے کشفوں کو مالیخو لیا جان کر نبی اور رسول نہ بنیں ۔

تیسرا کشف ۔ آپ نے اپنے صحیح الاخلاص مرید پشاوری سے کہا کہ مجھ کو بارہا الہام ہو چکا ہے کہ فلاں شخص (یعنی مہرعلی) میرے قتل کرانے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ سو میں خدائے لایزال ولم یزل علام الغیوب کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ میں نے قادیانی کے قتل کرانیکا ارادہ نہیں کیا ۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ اس پشاوری مرزائی نے واقعی کیفیت معلوم کرنے کیلئے ہمارے مخلص جناب مولوی ہندی صاحب سے تنہائی میں دریافت کیا تھا انہوں نے اس الہام کے غیر واقعی اور محض افتراء پر اطمینان بخش ثبوت دیا یہاں تک کہ وہ میرزائی بھی قادیانی صاحب کے الہام میں مذبذب ہو گیا ۔ قادیانی صاحب کے بعض الہامات کو اگر واقعی اور سچا مانا جائے تو وہ ان کے محرف سنت ہونے اور احادیث صحیحہ کے قطع و برید کرنے پر صاف گواہی دیتے ہیں ۔

} قولہ: دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ سطر ۶ پر:

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا ۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں ۔ میری پرستش کی جگہ ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں ۔

{ گولڑوی : ناظرین! خدا را انصافے ۔ احادیث نبویہ کو کترنے والے بھلا وہ علماء اور مولوی جو مخالف قادیانی کے ہیں ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ کیونکہ انہوں نے تو احادیث نزول مسیح و خروج دجال وظہور مہدی کو سلف صالحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے اگر اس تسلیم کا نام قطع و برید اور کترنا ہو، تو چاہیے تھا کہ قرون ماضیہ میں ہر صدی کے سرے پر جو مجدد گذرے ہیں ان کو بذریعہ کشف والہام سمجھایا جاتا کہ تم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس عقیدہ سے کہ عیسیٰؑ بن مریم بعینہ آسمان

سے اترے گا، یا کہ دجال ایک شخص معین ہوگا، اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہوگا یعنی اولاد فاطمہ الزہرا ؓ سے، باز آؤ اور روکو۔ اور میرے نبی ﷺ کی احادیث کو مت کترو، بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہوگا۔

ناظرین کو معلوم ہے آج تک سب اہل اسلام اور مجددین ان کے اسی عیسیٰؑ بن مریم کو بعینہ بغیر مثیل اس کے آسمان سے اترنے والا مانتے آئے ہیں اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی کو احادیث کا مدلول ٹھہراتے رہے ہیں۔ اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ میں امتناعی الہام نہیں ہوا لہذا اس الہامی عبارت منقولہ بالا میں چوہوں سے مراد علماء مخالفین للقادیانی نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے قادیان میں جا کر چولہے ڈالے اور ٹھوٹھیوں پیالیوں میں قادیانی کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہوکر احادیث کو کترنا شروع کیا تاکہ نیا عقیدہ درست کیا جائے۔

الہامی عبارت کا معنی یہ ہوا کہ قادیانی صاحب کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا یہ بیت الذکر یا یوں کہو یہ قلب تمہارا جوان مولویوں تمہارے کے جمع ہونے سے پہلے میری عبادت کی جگہ تھی اب بحکم فبئس القرین یا بحکم مقولہ سعدی :

خیالات نادان خلوت نشین ‏ ‏ ‏ ‏ بہم برکند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہیں رہی بلکہ تمہارے مولویوں نے اپنا اپنا اصلی وطن چھوٹ کر اسی مسجد قادیان میں ڈیرے لگا دیئے (یعنی متصل اس کے) اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا شروع کیا۔ یا تیرے قلب میں ایسے اصول اور استنباطات شیطانیہ گھس گئے کہ میری عبادت کا نشان بھی نہ رہا }

قولہ: اسی صفحہ پر بعد نقل الہام مذکور لکھتے ہیں:

عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں۔

{ گولڑوی: یہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے۔ الہام مذکورہ کے معنی نہیں سمجھے کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپ کے مخالف ہیں وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق وہی ہیں جنہوں نے اپنے اوطان اصلیہ کو چھوڑ کر قادیانی کی مسجد کے پاس فروکش ہو کر چولہے بنا لئے۔ اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ ہو گئے۔ انہی کی ٹھوٹھیاں قادیانی کی مسجد میں ہیں، بخلاف ان علماء کے جو قادیان نہیں پہنچے کیونکہ ان کی ٹھوٹھیاں پیالے تو اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی صاحب اگر بہ نظر انصاف دیکھیں تو یہ الزام نہایت وضاحت سے ان کو اور ان کے مولویوں کو احادیث نبویہ کے کترنے سے روک رہا ہے مگر من یھدی اللّٰہ

فلا مضلّ له و من يضلله فلا ها دی له حاکم فی جمیع الا زمنہ ہے۔

} سوال: کیا گذشتہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جن کو ایسے الہامات و مکاشفات در پیش آئے ہوں اور انہوں نے بنا بر ان الہامات کے اپنے تئیں عیسی بن مریم وغیرہ یقینی طور سمجھ رکھا ہو۔

{ گولڑوی: ہاں ایسے لوگ گذرے ہیں۔مگران کو سابقہ عنایات الہیہ نے اپنے شیخ کے برزخ میں غالبًا اور بغیراس کے گاہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہوں کتاب وسنت کے ہٹاتی رہی۔الا ماشاءاللہ۔حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۸۱ میں فرماتے ہیں:

و الجامع لمقامهم انّ الشيخ عبارة عمن جمع جميع ما يحتا ج اليه المريد السا لک فی حا ل تر بيته و کشفه الى ان ينتهی الى ا لا هلية للشيوخة و جميع ما يحتاج اليه المريد اذا مرض خاطره و قلبه بشبهة وقعت له لا يعرف صحتها من سقمها کما وقع لسهل فی سجود القلب (یعنی شیخ کہلانے کے لائق ایسی جامع شخصیت ہوتی ہے جو مرید سالک کے تمام باطنی امراض وشبہات کا ازالہ کرسکے) و کما وقع لشيخنا حين قيل له انت عيسى بن مريم فيدا ويه الشيخ بما ينبغی .. الخ ۔

(حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس کو اس الہام نے کہ،تو عیسی بن مریم ہے، دھوکا دیا تھا)۔

} سوال: کیا قادیانی کو بھی اہل اللہ کی طرح شبہ واقع ہوا ہے یا مفتری علی اللہ ہیں۔

{ گولڑوی: جہاں تک ان کے دعاوی ومضامین کی اصلاح ہوسکتی ہے دریغ نہیں کیا جاتا تاہم بعض الہامات ان کے مفتری کہنے پر مجبور کرتے ہیں جیسا کہ الہام ارادہ قتل محرر سطور کے بارہ میں (یعنی میں انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں) اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کا اپنا اجتہاد اور استنباط (جو الہامی کلام سے کرلیتے ہیں) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دھوکا ہے چنانچہ هو الّذی ارسل رسو له بالهدى و دين الحقّ .. الخ (صف:۹) کے الہام سے اپنے کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات والہامات مخترعات کے ذریعہ سے جو خود بھی اپنے کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہیں مثلاً انّا انزلناه قر يباً مّن القاديان کا قرآن میں لکھا ہوا دیکھنا ان کو دھوکہ لگ رہا ہے۔اور اسی اشتہار میں آیت فلا يظهر على غيبه احداً ۔ ا لّا من

ارتضی من رسول سے متمسک ہوکر یہ نتیجہ نکال لیا کہ میں نبی اور رسول ہوں حالانکہ ازالہ اوہام میں خضر صاحبِ موسیٰ کی شان میں لکھا ہے کہ صرف ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا۔ اس بارہ میں اس استدلال نے کام نہ دیا شائد ان کا الہام خضر کے الہام سے سچا ہوگا۔

الغرض اکثر الہامات ان کے تو کاذب ہونے کی وجہ سے ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتے ہیں۔ اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہیں مثل آیات قرآنیہ ملہمہ کی، مگر ان سے الٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے ان پر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہیں، اور مع ہذا تلبیس ابلیس ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ سرور عالم ﷺ، حضرت علیؓ جیسے شخص کو تو الا انہ لا نبوۃ بعدی فرما کر (نبی غیر مشرع) کے لقب سے بھی مایوس فرماویں اور آپ ﷺ کو فلا یظھر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول کا مطلب العیاذ باللہ سمجھ میں نہ آوے تاکہ اس آیت سے متمسک ہوکر علی کرم اللہ وجہ کو نبی کا لقب عطا فرماویں۔ اب اگر ایسے استدلالات واجتہادات کو تلبیس شیطانی نہ کیا جائے تو اور کیا نام رکھیں۔ اور بہت ہی تعجب ہے کہ قادیانی صاحب ملہم ہونے کی وجہ سے نبی ہو جاویں اور خضر علیہ السلام اس لقب سے محروم رہیں۔

(سیف چشتیائی۔ ص ۲۵۔۲۹)

قادیانی کے الہامات کی تقسیم

۱۔ الہامات کاذبہ جن کے کاذب ہونے پر وہ خود ہی گواہ ہیں۔

۲۔ الہامات کاذبہ جن کو بوجہ نہ پورا نکلنے ان کے کاذب سمجھا گیا ہے۔ اس قسم کے الہامات کو واقف کاروں اور قادیانی صاحب سے تعارف رکھنے والوں نے لکھا ہے چنانچہ عنقریب نقل کئے جاوینگے۔

۳۔ الہامات صیادیہ جن کا ابن صیاد کی طرح اگر سر ہے تو پیر نہیں اگر پاؤں ہیں تو سر نہیں۔ سورہ دخان کو آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرما کر ابن صیاد سے امتحاناً فرمایا کہ خبئت لک یعنی میں نے تیرے سے کوئی چیز چھپا رکھی ہے تو بتادے کہ وہ کیا چیز ہے۔ اس نے جواب دیا کہ دخ۔ دخان سے دخ کا پتہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، خوار ہو تو اپنے قدر سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔ حضرت شیخ قدس سرہ اس کا نام مکر الٰہی اور استدراج رکھتے ہیں اور اس منزل میں لغزش سے بچنے کا طریق بیان فرماتے ہیں کہ اگر صاحب اس منزل کا سارے تصرفات میں خدا کی جانب سے اطلاع نہ پا سکے تو اتنا اہتمام اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس میزان کو جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے (یعنی اپنے

پیغمبر کی شرع) ہرگز نہ چھوڑے تا کہ وہ میزان اس کو مکر الٰہی سے محفوظ رکھے

قال الشّیخ رضی اللّٰه عنه فی الباب الاربعین و ثلاث مأة و هو منزل عظیم فیه من المکر الالٰهی و الاستدراج ما لا تأمن مع العلم به الملائکة من مکر اللّٰه فالعاقل اذا لم یکن من اهل الاطلاع فی تصرفاته فلا اقل من انّه لا یزیل المیزان المشروع له الوزن به فی تصرّفاته من یّده بل من یمینه فیحفظه فی نفس الامر من هذه المکر ۔

قادیانی صاحب بھی اگر میزان شرعی کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ ﷺ کے فرمان پاک الا انّه لا نبوّة بعدی کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الٰہی اور استدراج سے محفوظ رہتے ۔ اب میزان شرعی کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک بنے۔

۴ ۔ الہامات شیطانیہ انسیہ جن کو کسی آدمی پڑھے ہوئے نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے۔

۵ ۔ الہامات شیطانیہ جنیہ

۶ ۔ الہامات شیطانیہ معنویہ جن کا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے:

قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس و الخمسین

اعلم انّ الشّیطان قسمان قسم معنویّ و قسم حسیّ ثمّ القسم الحسیّ من ذلک علی قسمین شیطان انسیّ و شیطان جنیّ یقول اللّٰه تعالی شیاطین الانس و الجنّ یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غروراً و لو شاء ربّک ما فعلوه فذرهم و ما یفترون ۔ فجعلهم اهل الافتراء علی اللّٰه و حدث فیما بینهما شیطان معنوی ۔

یعنی شیطان جنی اور انسی کے درمیان تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے۔

و ذلک ان شیاطین الجنّ و الانس اذا القی منهم قلب الانسان امراً ما یبعده عن اللّٰه فقد یلقی امراً خاصاً و هو خصوص مسئلة بعینها. یعنی کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص شخصی مضمون ڈال دیتا ہے (مثلاً تو مسیح موعود ہے)

و قد یلقی امراً عاماً و یترکه فان کان امراً عاماً فتح له فی ذلک

طر یقاًالی امور لا یتفطن لھا و لا الانسی یتفقه فیھا و یستنبط من تلک الشبه اموراً اذا تکلم بھا تعلم ابلیس غوا یته فتلک الوجوه التی تنفتح له فی ذلک الاسلوب العام الّذ ی القاه و لا شیطا ن الانس او شیطان الجنّ تسمّی الشّیاطین المعنویّة لان کلا من شیاطین الانس و الجنّ یجھلون ذ لک ۔

یعنی کبھی ایک امر قاعدہ کے طور پر شیطان انس کے دل میں ڈالتا ہے اور پھر کھول دیتا ہے وجوہ فاسد اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ جن کو شیطان معنوی کہا جاتا ہے (مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول ہے گو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد میں ہو) ۔

و ما قصدوه علی التعیین و انّما ارادوا بالقصد الاوّل فتح ھذا البا ب علیه لانّھم علموا ان من قوته و فطنته ان ید قق النظر فیه فینتفح له من المعانی المھلکة مالا یقدر علی ردّه بعد ذلک و سبب ذلک القصد الاول فانّه اتّخذه ا صلاً صحیحاً و عوّل علیه فلا یزال التفقه فیه یسوقه حتّی یخرج به عن ذ لک ا الاصل و علی ھذا جر ی اھل البدع والاھواء فان الشّیاطین القت الیھم اصلاً صحیحاً لا یشکون فیه ثمّ طرت علیھم التلبیسات من عدم الفھم حتی ضلّوا فینسب ذلک الی الشیطان بحکم الاصل و ما علموا انّ الشیطان فی تلک المسا ئل تلمیذ ھم یتعلّم منھم ۔

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہتا ہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخصی اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور کبھی مضمون عام ۔ اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ کرتا ہے جس کا مادہ مالیخولیا کا ہو پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط وتفقہ واستدلالات و براہین زعمیہ نکالتا ہے جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اس کی شاگردی پر نازاں ہوتا ہے ۔

مضمون خاص مثلاً ، تو مسیح ہے ، قادیانی سے پہلے بھی کئی ایک لوگوں کو القاء ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی اوپر بحوالہ فتوحات لکھا گیا مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ نے محفوظ کرلیا ، کما قال سبحانہ وتعالیٰ: فینسخ اللّه ما یلقی الشّیطان

مضمون عام مثلاً ، جسم ثقیل کا بالطبع میلان مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے ، یا مثلاً ، جس شخص

کوغیب کی خبریں معلوم ہو جائیں تو وہ نبی اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت ﷺ کے ہی ہو، یا مثلاً، میں نے آسمان اور زمین نئے پیدا کئے ۔اور جو کوئی زمین و آسمان پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے لقولہ تعالی: ھل من خالقٍ غیر اللّٰہ ۔ یا مثلاً، میں سمیع و بصیر ہوں، ۔اور سمیع و بصیر سوائے خدا کے دوسرا نہیں لقولہ تعالی: انّہ ھو السّمیع البصیر۔ پس میں بھی خدا ہوں، وغیرہ جو قادیانی صاحب اور امروہی صاحب کی تالیفات سے بہت اور ارزاں مل سکتے ہیں۔

نتائج مہلکہ ۔ آنحضرت ﷺ کے جسمانی معراج سے انکار، اور یہ کہ میں بھی بہ شہادت فلا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضی من رّسول کے نبی اور رسول ہوں وغیرہ۔ آج کل یوحی بعضھم الی بعضٍ زخرف القول غروراً کی ایک یہ صورت بھی موجود ہے جس سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ قادیان میں اربعہ غیر متناسبہ کی سرگوشی اور ان کے مشن کی تعلیم اور باہر والوں کے لئے الحکم ہے، اللہ امت مرحومہ کو اس ایماء کے سب اقسام سے سلامت رکھے۔ اربعہ غیر متناسبہ اس لئے لکھتا ہوں کہ ایک صاحب کچھ لکھ رہے ہیں دوسرے کچھ اور تیسرے دونوں سے برخلاف اور چوتھے تینوں سے الگ۔ سب صاحبان کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش ہے کہ بحسب وصیت حضرت شیخ اکبر مسطورہ بالا آپ لوگ میزان شرعی کو محکم پکڑیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ سمجھ دار عالم سے علوم آلیہ پڑھ کر حاصل کرنے کے بعد قادیان میں بیٹھ کر تدریس اور ارشاد میں مشغول ہوویں تاکہ آیت مسطورہ ذیل کا مصداق نہ آپ بنیں اور نہ سادہ لوح اردو خوانوں کو بناویں۔

قل ھل ننبّئکم بالاخسرین اعمالاً ۔ الّذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدّ نیا و ھم یحسبون انّھم یحسنون صنعاً ۔ اولئک الّذین کفروا بآ یا ت ربّھم و لقائہ فحبطت اعما لھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزناً ۔ ذلک جزاء ھم جھنم بما کفروا و اتخذوا آ یاتی و رسلی ھزواً (کہف: ۱۰۳۔۱۰۶)

خدا تعالی کی آیات کا تمسخر اس سے اوپر کیا ہوگا کہ ایک عبد البطن ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی .. الخ کو سن کر، فرض کرو الہامی طور پر ہی سہی، خود رسول اور نبی بن بیٹھے (قادیانی کو بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد یہ خیال نہیں رہا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۱۰ پر لکھ چکا ہوں کہ خضر علیہ السلام باوجود ملہم ہونے کے نبی نہ تھا، صرف ملہم تھا)۔

خدا کے رسولوں کا بالخصوص افضل الرسل (ﷺ) کا تمسخر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی احادیث متواترہ قطع برید کر کے اپنے شیطانی الہام کے مطابق کی جاویں۔ مطابقت بھی ایسی کہ دمشق سے خطِ منحنی (ٹیڑھا) نکلتا ہوا قادیان میں آ پہنچے۔ مبدء خطِ خاص دمشق کو ٹھہرانا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری کروٹ بدلنے پر ان کا ہی انکار کیا جاوے اور اجماع امت مرحومہ کو کبھی کورانہ اور کبھی ان سے انکار کر کے الٹا اجماعی مسئلہ کی نقیض پر انعقاد اجماع کا کل امت مرحومہ کو اتہام دیا جاوے۔ کمافی ازالۃ الاوہام وایام الصلح وغیرہ۔ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زنا کار کسبی عورتیں لکھا جاوے۔ کمافی ضمیمہ انجام آتھم۔ اور آنحضرت ﷺ کے کشفِ غیبی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپ کو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطاء قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ وما جعلنا الرّءیا الّتی اریناک الّا فتنۃً للنّاس (بنی اسرائیل: ٦٠) قال ابن عباس رؤیا عین۔ معراج کا قصہ سن کر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں فتنۃً للناس فرمایا گیا۔ قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رؤیت عینی کے فتنۃً للناس کا مصداق ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے قول کا ذکر عنقریب آئیگا

} سوال: امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبری کے صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشف مقام یقین میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے جس سے شریعت نکلتی ہے اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہدین کے حق میں ان کی صحت اجتہاد کیلئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آیت اور حدیث کی مانند ہے۔

پھر صفحہ ۳۳ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک محل کلام ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو ان کی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنّجوم کی حدیث

پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشتہر ہو چکا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے عالم ارواح میں یا بطور کشف ہم مجلس ہوئے اور ان کے ہم عصروں نے ان کے دعوی کو تسلیم کیا۔

پھر امام شعرانیؒ نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی

ان کے صحبتی شیخ عبدالقادر شاذلیؒ کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اسکے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک حالت بیداری میں ۷۵ دفعہ حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت ﷺ سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے۔ پھر جبریل نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ جبریل سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو دیتے ہیں یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبریل منکشف ہو جاتا ہے۔

پھر شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت ﷺ سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم لدنیہ اور اسرار و معارف انبیاء اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے اور ابو یزید بسطامیؒ سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مردوں (اموات) سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدائے تعالیٰ۔ تمّ کلامہ۔

تو بموجب نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی نے بھی بذریعہ کشف کے آنحضرت ﷺ سے پوچھ کر مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی ماولہ حسب اجازت آنحضرت ﷺ کے بیان کئے ہوں اور اپنے دعوی کے اثبات میں وہ احادیث جن کو علماء ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے صحیح کر لی ہوں اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے غیر صحیح

سمجھ لیا ہو۔

{ گولڑوی : چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلامہ تک ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک کی ہے لہٰذا قادیانی صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا۔ سو گذارش ہے کہ محی الدین ابن عربی اور علامہ سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحبِ کتاب اقتباس الانوار نزول عیسی بن مریم بعینہ کے قائل ہیں بلکہ کل اہل کشف وشہود کا اسی عیسی بن مریم بعینہ نہ بمثیلہ کے نزول پر اتفاق ہے اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت ﷺ پر بھی۔ حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج میں فرماتے ہیں:

فلمّا دخل اذا بعیسی بجسده عینه فانّه لم یمت الی الآن بل رفعه اللّه الی هذه السّماء و اسکنه بها و حکمه بها و هو شیخنا الاول الّذی رجعنا علی یدیه و له بنا عنایة عظیمة لا یغفل عنّا ساعة واحدة ..

(یعنی آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں عیسیٰ کو زندہ بجسدہ العنصری پایا کیونکہ وہ اب تک مرا نہیں)۔

نیز فتوحات کے باب ۷۳ میں شیخ اکبر لکھتے ہیں:

ابقی اللّه بعد رسول اللّه من الرّسل الاحیا باجسادهم فی هذه الدّنیا ثلاثة و هو ادریس علیه السلام بقی حیا بجسده و اسکنه اللّه فی السّماء الرّابعة و السّماوات السّبع هن من عالم الدّنیا الی ان قال و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسی و کلاهما من المرسلین

اور علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو جو احادیث سے عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفن ان کا روضہ نبویہ ﷺ میں ثابت کرتے ہیں۔ درمنثور کی اکثر احادیث شمس الہدایۃ میں لکھی گئی ہیں اور حدیث برتملا وصی عیسی بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو جو شمس الہدایت میں لکھ چکا ہوں۔..

اور شیخ محمد اکرم صابریؒ اقتباس الانوار کے صفحہ ۵۲ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

وبعضی برانند کہ روح عیسی در مہدی بروز کند ونزول وعبارت ایں بروز است مطابق ایں

حدیث لا مھدی الا عیسی بن مریم وایں مقدمہ بغایت ضعیف است۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں:

یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزمان عیسی بن مریم است وایں روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناہ ﷺ ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود وعیسی بن مریم باو اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد وجمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند چناں چہ شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ درفتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخرالزمان از آل رسول ﷺ من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود۔

قادیانی نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دجل سے کام لیا ہے۔ آپ ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعوی کی تائید کیلئے شیخ محمد اکرم صابریؒ کو بایں صفت موصوف کر کے:

شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیاء متاخرین بودہ اند،

صرف اسی قدر نقل کرتے ہیں کہ،

وبعضے برآنند کہ روح عیسی در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الا عیسی۔

بعد اس کے شیخ محمد اکرمؒ کا قول ہذا (وایں مقدمہ بغایت ضعیف است) حذف کر دیتے ہیں تاکہ ہمارے دعوی کی تردید شیخ محمد اکرم ہی کے قول سے نہ ہو جائے۔

الغرض کل اہل کشف وشہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیؑ بن مریم نہ بمثیلہ کے نزول اور نیز اس کے مغائر ہونے پر مہدی سے متفق ہیں۔ ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت ﷺ پر بھی ان سب سے قادیانی صاحب کا علیحدہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے اس کے کاذب ہونے پر، کیونکہ ازالہ اوہام میں ان لوگوں کا کشف برابر آیت وحدیث کے مانا گیا ہے اور نیز معلوم ہو کہ جو لوگ مقام، علی بینۃ من ربہ، اور کشف صحیح کے مالک ہوتے ہیں ان کا کشفی مقولہ ایک امر کے بارے میں ایک ہی ہوتا ہے مختلف نہیں ہوتا کما قال الشیخ الاکبر فھو نور مّن ربّھم نور علی نور و لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً

اب قادیانی صاحب سے دریافت کرنا چاہیے کہ آپ مسیح موعود ومہدی موعود ودجال شخصی ومعراج جسمی وآیات بینات قرآنیہ یعنی معجزات کے بارہ میں کس لئے علامہ سیوطی ومحی الدین

ابن عربی وکل اہل اللہ سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کے منہ سے اقوال متناقضہ کیوں نکلتے ہیں۔ آپ اس اشتہار میں غیب مصفی پر اطلاع پانے اور ملہم ہونے کی وجہ سے آیت فلا یظھر علی غیبه احداً۔ الّا من ارتضی من رّسول سے متمسک ہو کر نبی و رسول بن گئے اور خضر صاحبِ موسیٰ جیسے ملہم جس کی پیش گوئیوں کی صداقت پر قرآن کریم شاہد ہے آپ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۵۳ سطر ۹ پر نبی نہیں مانتے چنانچہ لکھتے ہیں:

وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہ تھا۔

کیا آپ کی پیش گوئیوں کی صداقت خضرؑ کی صداقت پر بڑھی ہوئی ہے۔ لہذا آپ نبی ورسول اور وہ صرف ملہم ہے نہ نبی۔

نیز آپ کبھی مسیح ابن مریم کو گلیل میں کشف کی آنکھ سے مدفون دیکھتے ہیں اور کبھی کشمیر خاص سری نگر میں بلکہ انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان کو قرآن مجید میں لکھا ہوا ملاحظہ کر لیتے ہیں۔ کیا ایسے ہی مکاشفات کو قرآن مجید اور توریت وانجیل و زبور کے ہم پلہ سمجھتے ہیں اور حلفی طور پر بیت اللہ میں کھڑے ہو کر بیان کرنے کا معتقدین کو سہارا دیتے ہیں۔ ان میں سے عقل مند تو تاڑ گئے ہیں۔ ہم اس جگہ نقل کرنا پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم کا غیر مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ پیش گوئی مرزا جی نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں عیسائیوں کے مباحثہ پر اپنے حریف مقابل مسٹر آتھم کی نسبت کی تھی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں (جنگ مقدس۔ ص ۱۸۸):

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پھر فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے آنے کا کیوں اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی خود بھی اپنی بحث کو معمولی جانتے ہیں مگر افسوس کہ مرزا جی کے سادہ لوح حواری اس بحث پر بہت کچھ ناز کیا کرتے ہیں۔ ثناء اللہ)۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔ میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (حوالہ مذکور) (الہامات مرزا مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری)

اس پیش گوئی کا مضمون بالکل صاف ہے یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر مرزا جی کی طرح موحد و مسلم نہ ہوا تو عرصہ ۱۵ ماہ میں مرجاوے گا اور ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی حقیت میں ایسے مکاشفات کا محتاج نہیں، تاہم مرزا جی نے مخالفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔ اس پیش گوئی کے متعلق مرزا جی نے جو حیرت انگیز چالاکیاں کیں ہیں، ان کی تردید اس پیش گوئی کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ الہامات مرزا میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں اور یہ پیش گوئی مع نظائر اسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔

اس چٹھی کا جو محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے آتھم والی پیش گوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی اس جگہ نقل کرنا ضروری ہے تاکہ مسلمانوں پر صداقت پیش گوئیوں مرزا جی کی بخوبی ظاہر ہو جاوے اور مرزا جی کے بیت اللہ میں حلف اٹھانے کا دھوکہ نہ کھائیں۔

السلام علیکم۔ آج ۷ ستمبر ہے اور پیش گوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیش گوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں، لیکن آپ نے جو الہام کی تشریح کی تھی وہ یہ ہے:

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا کے

نزدیک جھوٹ پر ہے وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کریگا۔ زمین وآسمان ٹل جاویں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

کیا اب آپ کی پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ آتھم اب تک صحیح وسالم موجود ہے، اور اس کو بہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر یہ سمجھو کہ پیش گوئی الہام کے الفاظ کے بموجب پوری ہوگئی جیسا کہ مرزا خدا بخش نے لکھا ہے۔ اور ظاہری معنی جو سمجھے گئے تھے وہ ٹھیک نہ تھے۔ اول تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کا اثر عبداللہ آتھم پر پڑا ہو، دوسری پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے، اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے، وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ اور اس کو ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔ اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاوینگے بعض لنگڑے چلنے لگیں گے بعض بہرے سنیں گے۔

پس اس اس پیش گوئی میں ہاویہ کے معنی اگر آپ کی تشریح کے بموجب نہ لئے جاویں اور صرف ذلت اور رسوائی لی جائے تو بے شک جماعت ذلت اور رسوائی کے ہاویہ میں گر گئی۔ عیسائی مذہب اسی حالت میں سچا سمجھا جاوے اگر یہ پیش گوئی سچی سمجھی جائے۔ جو خوشی اس وقت عیسائیوں کو ہے وہ مسلمانوں کو کہاں۔ شرمندگی اور بڑی شرمندگی ہوئی۔ پس اگر پیش گوئی کو سچا سمجھا جاوے تو عیسائیت ٹھیک ہے کیونکہ جھوٹے فریق کو رسوائی اور سچے کو عزت ہوگئی۔ اب رسوائی مسلمانوں کو ہوئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ دوسرے اگر کوئی تاویل ہوسکتی ہے تو یہ بڑی مشکل کی بات ہے کہ ہر پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیشگوئی میں تفاول کے طور سے ایک لڑکے کا نام بشیر رکھا وہ مرگیا، تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیش گوئی کے

اصلی مفہوم کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ احد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیش گوئی نہ تھی۔ اور اس میں لوگوں سے غلطی ہوگئی تھی۔ اور آخر جب مجتمع ہوگئے تو فتح ہوئی۔ کیا ایسی کوئی نظیر ہے کہ اہل حق کو بالمقابل کفار کے ایسے صریح وعدے ہوکر اور معیار حق و باطل ٹھہرا کر ایسی شکست ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہوگئے۔ لیکن الحمد للہ! کہ اب تک جہاں تک غور کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے متعلق تو بہت ہی شبہ ہوگیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر فی الواقع سچے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں جس سے تشفی کلی ہو۔ باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی تو آپ یہی کہہ دیں گے کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ براہ مہربانی بدلائل تحریر فرماویں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کردیا۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔ راقم محمد علی خان

} سوال: قادیانی کے صرف ایک ہی کمال کا اگر خیال کیا جاوے تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس نے اسلام کی حقیت پر براہین قاطعہ قائم کر کے مخالفین اسلام کو لاجواب کردیا

{ جواب: براہین قاطعہ کا نمونہ انہی دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالیویں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ خیالات کا نام براہین رکھا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود محافظ ہے۔ اور خود ہی اس کی حقیت مخالفین کو ہر زمانہ میں لاجواب کر رہی ہے اور کرے گی قادیانی صاحب نے جو بصورت دوست مگر بمعنی اسلام اسلام کے دشمن تھے جہالت کی وجہ سے اسلام کی بیخ کنی کردی تھی مگر الحمد للہ کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کرلیا۔ شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

ترا اژدہا گر بود یارِ غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت ﷺ کی شان میں وہ کفریات بکوائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدہ عالم پر ان کو بوجہ تحریری ہونے ان کو ثبت کرادیا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اللہ جل شانہ بحسب وعدہ انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا لہ لحافظون (حجر:۹) کے ہمیشہ اس کو پیش گوئیوں میں ناکامیابی دیتا رہا تاکہ عوام کالانعام اس کو بوجہ صداقت پیش گوئی کے کتاب وسنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں

بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن اور سنت کا محرف ہے کیونکہ اکثر فی زمانا قرآن دانی کا معیار جہالوں کے ہاتھ میں صرف پیش گوئیوں کی صداقت ہی رہ گئی ہے۔ (سیف چشتیائی۔ص ۳۰ تا ۳۷)

عیسیٰؑ ابن مریم کے نزول پر اجماع

اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسی بن مریم بعینہ نہ بمثلہ کما اخترع القادیانی آسمان سے بحسب پیشین گوئی آنحضرت ﷺ کے اتریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جاوے ممکن نہیں ۔ لہذا ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عندالرفع پر بھی ہے۔ یعنی آسمان کی طرف اٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بحکم مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا، کما ھو مذھب الجمھور، یا وفات پا کر بعدازاں اٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا ہو، کما ھو مذھب النّصاری و بعض اھل الاسلام مثل مالکؒ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے، اس پر اجماع نہیں کیونکہ امام مالکؒ وفات کے قائل ہیں۔ نصاری کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے اور امام مالکؒ کا قائل ہونا بحیات المسیح عندالرفع، ان کے بڑے بڑے معتبروں مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے۔ ورنہ مقلدین امام مالکؒ اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور بر تقدیر علیحدہ ہونے کے نزول جسمی کو، جو فرع ہے رفع جسمی بعینہ کی، مجمع علیہ کل امت مرحومہ کا نہ لکھتے لہذا مجمع البحار میں: قال مالک مات، کے بعد شیخ محمد طاہرؒ یہ تاویل کرتے ہیں:

و لعلّہ اراد رفعه علی السّماء حقیقةً یجیء .. آخر الزّمان لتواتر خبر النّزول

اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے۔ کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاری بھی اس میں مسلمانوں سے الگ نہیں مگر اجماعی حیات الی مابعد النزول وہ ہے جو مسیح کے لئے عندالرفع مانی گئی ہے۔

اس مضمون پر عبارات مسطورہ ذیل شاہد ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و خروج الدّجال و یاجوج و ماجوج و طلوع الشّمس من المغرب و نزول عیسی علیه السّلام من السّماء و سائر علامات یوم القیامة

علی ما وردت به الاخبار الصّحیحة حق کائن (فقہ اکبر)

اور یہی مذہب ہے کل آئمہ شفعویہ کا، یعنی سب اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا بمثیلہ کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ آئمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطیؒ وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔

اور آئمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ شیخ الاسلام احمد نضراوی المالکیؒ نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسیٰؑ کا اترنا اور علامہ زرقانیؒ مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں:

فاذا نزل سیّدنا عیسی فانّه یحکم بشریعة نبیّنا ﷺ بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللّه من استنباط لها من الکتاب و السنّة و نحو ذلک۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فهو علیه السّلام و ان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فهو رسول و نبی کریم علی حاله لا کما یظنّ بعض انه یأتی واحداً من هذه الامّة بدون نبوّة و رسالة و جهل انّهما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن هو حیّ نعم هو واحد من هذه الامّة مع بقائه علی نبوّته و رسالته

اور علامہ سیوطیؒ کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں:

انّه یحکم بشرع نبیّنا و وردت به الاحادیث و انعقد علیه الاجماع

اور فتح البیان میں ہے کہ:

و قد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسماً اوضح ذلک الشّوکانی فی مولفٍ مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر و الدّجال و المسیح وغیره و صحح الطبری هذا القول و وردت بذلک الاحادیث المتواتره۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۳۴۴)

آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسی ہی ان کے مقلدین کی تصنیفات میں احادیث نزول موجود ہیں کسی نے نزول عیسیٰؑ بن مریم کو نزول مثیل عیسی نہیں لکھا بلکہ نزول جسدہ بعینہ کی تصریح کر دی ہے۔ فتوحات کی نقلیں بحوالہ ابواب گذر چکی ہیں اور نیز شیخ اکبرؒ اس نزول کے اجماعی ہونے کو اس عبارت سے باب ۳۶۷ میں ظاہر فرماتے ہیں:

و انّه لا خلاف انه ینزل فی آخر الزّمان .. الخ۔

اور نیز حدیث برتملا وصی عیسیٰ فتوحات میں موجود ہے جس سے چار ہزار صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے۔

الغرض کل محدثین اور آئمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عبداللہؓ بن سلام اور ربیعؓ اور انسؓ اور کعبؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جابرؓ وثوبانؓ اور عائشہؓ اور تمیم داریؓ و غیرہ اور بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد اور بیہقی وطبرانی وعبد بن حمید وابن ابی شیبہ وحاکم وابن جریر وابن حبان وامام احمد وابن ابی حاتم وعبدالرزاق وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰ ابن مریم کے زندہ اٹھائے جانے اور اترنے پر بعینہ لا بمثلہ

قال الشّیخ الاسلام الحرانی و صعود الآدمی ببدنه الی السّماء قد ثبت فی امر المسیح ابن مریم فانّه صعد الی السّماء و سوف ینزل الارض و هذا ما توافق النّصاری علیه المسلمین فانّهم یقولون المسیح صعد الی السّماء ببدنه و روحه کما یقوله المسلمون و یقولون انّه سوف ینزل الی الارض ایضاً و هذا کما یقوله المسلمون و کما اخبر به النّبیّ ﷺ فی الاحادیث الصحیحة لکن کثیراً من النّصاری یقولون انّه صعد بعد ان صلب و انّه قام من القبر و کثیر من الیهود یقولون انّه صلب و لم یقم من قبره امّا المسلمون و کثیر من النّصاری یقولون انه لم یصلب و لکن صعد الی السّماء بلا صلب و المسلمون و من وافقهم من النّصاری یقولون انّه ینزل الی الارض قبل یوم القیامة و انّ نزوله من اشراط السّاعة کما دلّ علی ذلک الکتاب و السّنّة

اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ میں سب اہل اسلام سے الگ ہے اور نیز اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ بلاشک قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے۔ غیراجماعی کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو غیراجماعی۔ اور جہال کو کیسے کیسے دھوکے دیتے ہیں۔ پناہ بخدا۔ (سیف چشتیائی۔ ص ۳۸۔ ۳۹)

ارض ذات النخلہ

} سوال: ارض ذات النخلہ کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا، اور ایسا ہی لتند خلنّ المسجد الحرام کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا، کیا یہ ہر دو نضائران کے ازقبیل قصور فی الکشف اور خطا فی التعبیر نہ تھے۔ جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطا فی التعبیر واقع ہو گئے تو نزول عیسیٰ ابن مریم والی پیش گوئی میں کیوں واقع نہیں ہو سکتے یعنی آنحضرت ﷺ نے غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

{ گولڑوی: ارض ذات نخلہ والے مکاشفہ میں آنحضرت ﷺ نے کسی سے پیش گوئی نہیں فرمائی کہ بالضرور یمامہ ہی جانا ہوگا۔ صرف آپ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے یعنی واقعی امر برنگ استعارہ و تمثیل نظر آتا ہے چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ، اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ چنانچہ دخول مسجد والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ھو فی الواقع صرف مکشوف ہوا۔ مسجد حرام کے داخل ہونے کا وقت معلوم نہیں ہوا تھا لہذا اس سال آپ ﷺ حدیبیہ تشریف لے گئے، بلکہ مناسب شان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپ کا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حصول صلح کے لئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقع ہوا کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپ نے کبھی پیش گوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی۔ یعنی جس جزء میں اجمال وخفاء ہوتا تھا اس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ جزء بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہوگی۔ اس قسم کی پیش گوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلّف ہیں نہ ایمان علی وجہِ خصوس کے طور پر۔ بخلاف کشف تفصیلی عینی کے۔ یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپ نے معائنہ فرمایا اور اس کے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرما دی تو مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اس کے شمس الہدایت میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیش گوئی آپ کے ہو چکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم وظہور دجال وغیرہ علامات قیامت

والی پیش گوئیاں کشف عینی کے قبیلہ سے ہیں گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ ﷺ کو نہایت اہتمام سے امت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا تاکہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جائے چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصہ نزول ایلیاء بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا جس کے لحاظ سے آپ کو تفصیلی وتاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا اور آنحضرت ﷺ کا خطا پر قائم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو، ہرگز ممکن نہیں۔ کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکہ آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دی جائے الغرض بحکم فینسخ اللّٰہ ما یلقی الشّیطان انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضی فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً (جن) وحی کا غلط ہونا شرعاً وعقلاً محال ہے۔ الحاصل کشف اجمالی بھی بعد البیان اللاحق تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔ (سیف چشتیائی۔ ص ۶۷۔ ۶۸)

نزول مسیح کا مسئلہ

چونکہ حاضرین کو محل تعجب واستبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیا والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا لہذا آپ نے اس پیشگوئی کو تاکید بالقسم ونون ثقیلہ ولام تاکید سے موکد کر کے بیان فرمایا و الّذی نفسی بیدہ لیوشکنّ .. الخ تاکہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں اس قسم کی پیش گوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے کما قال۔ ما آتاکم الرّسول فخذوہ۔ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیش گوئیوں میں ایک ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ قبل از وقوع ہم کو ایمان لانا ضروری نہیں۔ حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور تفصیلی میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ان کو سخت دھوکہ ہوا ہے میں حیران ہوں کہ وہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہونگے ہاں اس الزام کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قیامت تو مطابق حدیث الدّنیا سبعۃ آلاف و انا فی آخرھا الفاً کے سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ حدیث ثقات کے نزدیک مثل سیوطیؒ وغیرہ کے موضوعات یا ضعاف سے ہے اور نیز یہ تحدید برخلاف ہے تصریح رئیس المکاشفین حضرت شیخ کے دیکھو فتوحات۔ تیسرا برتقدیر تسلیم الزام مذکور بھی دافع نہیں کیونکہ آدم سے لے کر آج تک سات ہزار سے اوپر تین سو

گذر چکے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مرزا اور امروہی حساب میں بھی کمال رکھتے ہیں:

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

الغرض بحکم و لن یصلح العطّار ما افسده الدّ هر جہاں تک بھی ہاتھ پاؤں مارے جاتے ہیں قادیانی صاحب کا دعوی ہرگز کتاب وسنت واجماع سے تطبیق نہیں رکھتا۔ مجھے اس مقام کے متعلق ایک بزرگ کی بات یاد آگئی ہے جس کا لکھنا بعید از مقام معلوم نہیں ہوتا۔ حبیب شاہ صاحب خوشابی سے جن کا نام مرزا جی نے ایک اشتہار میں اپنے مولویوں اور مریدوں میں لکھا ہے، میں نے راجڑ کے اسٹیشن پر بعد ملاقات کے پوچھا کہ آپ کے بیعت کرنے کا مرزا جی سے کیا باعث ہے۔ بہ جواب اس کے فرمانے لگے کہ قرآن کی تفسیر لکھنے میں عدیم المثال ہیں۔ اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ پھر میں نے پوچھا آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ان کے اس دعوی سے میں الگ ہوں۔ پھر میں نے متعجب ہوکر پوچھا کہ جب آپ ان کو اس دعوی میں کاذب اور مفتری علی اللہ خیال فرماتے ہیں تو پھر بیعت کیسے ہوئی، کیونکہ جس شخص کو مفتری علی اللہ سمجھا جاتا ہے اس کی وقعت اتنی نہیں ہوتی کہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ سمجھ کر اپنے ہاتھ میں رکھا جاوے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن دان بہت عمدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مرزا جی کی تفسیر متعلق سورہ زلزال کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اس تفسیر سے بھی علیحدہ ہوں۔ اس پر میں نے نہائت ہی تعجب سے کہا کہ کیا آپ کو کوئی مرزا صاحب جیسا مفتری علی اللہ اور قرآن کا محرف اپنے علاقہ میں نہیں ملا تھا کہ قادیان جا کر مرزا جی سے بیعت کی۔ بعد اس کے فرمایا کہ خیر میں نے بیعت توبہ کی ہے۔ یہ اور طرفہ نکالا، آخر الامر کہنے لگے کہ ازالہ اوہام کو دیکھوں گا۔

واضح ہو کہ اللہ جل شانہ رسولوں کے مطلع علی الغیب کرنے کی نسبت فرماتا ہے:

عا لم الغیب فلا یظهر علی غیبه ا حداً ۔ ا لّا من ارتضی من رسول فا نّه یسلک من بین ید یه و من خلفه ر صداً (جن:۲۶۔۲۷)

وہ جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے پس تحقیق وہ چلاتا ہے آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے نگہبان

یعنی رسولوں کی وحی کے ساتھ چوکی پہرے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ شیطان دخل نہ کرنے پاوے۔ لہذا پیغمبروں کیلیئے عصمت ہے اوروں کے لئے نہیں اور ان کی وحی یقینی ہے اوروں کی وحی میں شبہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئیوں میں شیطان کا ہرگز دخل نہیں جیسا کہ مرزا نے

ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۲۶ میں چار سو نبی کی نسبت لکھا ہے کہ ان کو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے ۔اور قادیانی صاحب گو بزعم خود اپنی پیش گوئیوں کو پیغمبروں کی پیش گوئیوں کے برابر خیال کرتے ہیں مگر ان کی پیش گوئیوں کا کاذب ہونا واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں ۔

(سیف چشتیائی ۔ص ۶۹ ۔۷۰)

مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

پیر مہر علی گولڑوی لکھتے ہیں کہ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے متعلق شائع ہونے والا ایک مضمون یوں ہے :

اجی مرزا صاحب بس رہنے دیجئے خلق اللہ تیس سال تک آپ کے نمونے دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی ہے ۔

۱ ۔کسی شخص کے بیٹا پیدا ہونے کیلئے آپ نے بہتیرا سر مارا بلکہ ایک معقول رقم بھی اس سے پھٹکار لی مگر بیٹا اب تک ندارد ۔

۲ ۔عبداللہ آتھم کیلئے از حد گڑگڑائے مگر وہ میعاد معینہ میں نہ مرا ۔

۳ ۔ ملا محمد بخش وغیرہ کی بربادی کیلئے ہزار آہ وزاری کی مگر اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا ۔

۴ ۔لیکھ رام کیلئے ہر چند سر پٹکا مگر اس کی موت نے آخر آپ کو ہی مشتبہ کیا ۔

۵ ۔آسمانی منکوحہ کیلئے آپ کا چہرہ بھی خشک ہوگیا مگر حسرت ہی رہی ۔

۶ ۔کسی شخص کی بیوی کے اچھا ہونے کیلئے بہتیرے جوڑ توڑ کیئے مگر وہ بیمار رہ کر چل بسی ۔

۷ ۔اپنے جس لڑکے کو موعود قرار دیا اور اپنے لئے اور دنیا کے لئے باعث برکت سمجھا وہ بھی آپ کو مفارقت دے گیا ۔

۸ ۔ جس قدر مباحثے آپ نے کیئے شکست ہی کھا کر بھاگے ۔اب مباحثہ کے نام سے بھی اوسان خطا ہوتے ہیں ۔

۹ ،جن لوگوں نے آپکو بالمقابل دعا کرنے کیلئے بلایا آپ ایک دن بھی سامنے نہ ہوئے

۱۰ ۔ ہمیشہ آپ نشان دکھانے کیلئے میعاد مقرر کرتے رہے ۔مگر آخر ندامت ہی اٹھانی پڑی چنانچہ اب بھی ایک بڑے بھاری نشان کے لئے میعاد مقرر رہے ۔

۱۱ ۔آپ کہتے ہیں کہ شاہان یورپ کو اسلام کی دعوت کی اور اپنی تصانیف بھیجیں مگر ایک

عیسائی بھی آپ پر ایمان لاتے نہ دیکھا۔

۱۲۔آپ نے کہا سب خلقت مجھے قبول کرلے گی۔مگر سب آپ سے متنفر اور بیزار ہی رہے سوائے معدودے چند اشخاص کے جو کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

۱۳۔آپ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر دعوی سے لکھی۔لوگوں نے اس کے پرخچے اڑائے۔

۱۴۔آپ نے منشی الٰہی بخش کی نسبت گیارہ کا ہندسہ ظاہر کر کے الہام شائع کیا۔بفضلہٖ اب گیارہ ماہ قریب الاختتام ہیں۔مگر ان کی عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل درہم برہم کر دیا۔

۱۵۔پیر مہر علی شاہ کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے مگر انکی شہرت ہی شہرت اور عزت ہی عزت رہی۔

۱۶۔آپ نے عرصہ سے مینار بنانا چاہا،مگر ہنوز روز اول۔

۱۷۔آپ نے انگریزی رسالہ شائع کرنا چاہا مگر اب تک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی ہے۔

۱۸۔آپ نے بجائے اتوار کے جمعہ کی تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

۱۹۔سینکڑوں اشخاص کیلئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلتا۔اور پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیے وہ کرنا چاہیے۔ دعا کرنے سے تعلق پیدا کرنا چاہیے وغیرہ۔

مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں۔پھر آپ کو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

} پیر صاحب فرماتے ہیں کہ رسالہ الہامات (مرزا) کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے:

مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت
اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق پیشگوئی

اس پیش گوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اس لئے ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں۔اور پیش گوئیوں میں بھی مرزا جی زور لگایا کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں

ان کا ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔ پہلے ہم اس پیش گوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں۔ ازاں بعد مرزا جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔ وھو ہذا

ایک پیش گوئی پیش قبل از وقوع کا اشتہار

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت دراز سے بعض سرگروہ اور قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے جن کی حقیقی ہمشیرہ زادہ کی نسبت درخواست کی گئی تھی نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف اور عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ اگست ۱۸۸۵ء میں جو چشمہ نور امرت سر میں ان کی طرف سے اشتہار چھپا تھا، یہ درخواست ان کی اس اشتہار میں مندرج ہے۔ ان کو نہ محض مجھ سے بلکہ خدا اور رسول سے بھی دشمنی ہے۔ اور والد اس دختر کا بباعث تعلق قرابت ان لوگوں کی رضا جوئی میں محو اور ان کے نقش قدم پر دل و جان سے فدا اور اپنے اختیارات سے قاصر و عاجز بلکہ انہیں کا فرمانبردار ہو رہا ہے۔ اور اپنی لڑکیاں انہیں کی لڑکیاں خیال کرتا ہے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں اور ہر باب میں اس کے مدار المہام اور بطور نفس ناطقہ کے اس کے لئیہو رہے ہیں تب ہی تو نقارہ بجا کر اس کی لڑکی کے بارہ میں آپ ہی شہرت دے دی یہاں تک کہ عیسائیوں کے اخباروں کو اس قصہ سے بھر دیا۔ آفریں بریں عقل و دانش۔ ماموں ہونے کا خوب ہی حق ادا کیا۔ ماموں ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ غرض یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لئے دعا بھی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدا تعالی نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج

کرا دی گئی تھی ۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گرداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں ۔ چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا تھا چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضا مندی کے بے کار تھا اس لئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا، تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دست خط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے ۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا، پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا ۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آ پہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں ۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا ۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئینگے ۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا ۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاؤنگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے کذّبوا بآیاتنا و کانوا بھا یستھزؤن ۔ فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیک ۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ۔انّ ربک فعّال لما یرید ۔ انت معی و انا معک۔ عسی ان یّبعثک ربّک مقاماً

محموداً یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے ۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں ۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی ۔ یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ۔

اس اشتہار کے متصل ہی صرف پانچ دن کے فاصلہ سے ایک اور اشتہار دیا جو بعنوان ذیل ہے:

تتمہ اشتہار ۔ دہم جولائی ۱۸۸۸ء

ا ۔ اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۲ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللّٰہ اس کی تفصیل مکرر توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بے دینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیش گوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کرے گا اور ان سے لڑے گا اور انہیں انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا ۔ اور وہ مصیبتیں ان پر اتارے گا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں ۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بے دینی کی راہ سے مقابلہ کیا ۔ ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں، کیا مرد اور کیا عورت ، مجھے میرے الہام اور دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں ۔ اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے ۔ اور ان کا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت ان میں باقی نہیں رہی ۔ اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں ۔ وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں ۔ پس خدائے تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں

کی درخواست سے اس الہامی پیش گوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے، تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے۔ کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے، اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا۔ ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا، اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا، اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدائے تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے۔ برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے ان کا دین درست ہوگا اور دنیا ان کی من کل الوجوہ صلاحت پذیر ہو جائے گی۔ اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریں گی۔ اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں زکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔

والسلام علی عباد اللہ المومنین۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء

یہ دونوں اشتہار اپنا مضمون بتلانے میں بالکل واضح ولائح ہیں۔ کسی مزید توضیح یا تشریح کی حاجت نہیں رکھتے۔ صاف بتلا رہے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کے لئے کہ نکاح کب ہوا اور کب تک ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے، مرزا جی کی ایک دوسری تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

رسالہ شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اس کی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے، جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے، قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ (شہادۃ القرآن۔ مصنفہ مرزا۔ ص ۷۹)

پس بموجب اقرار مرزا جی ۱۲۔ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا

میں رہنے کی اجازت نہ تھی۔مگر افسوس کہ وہ مرزا صاحب کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۰۱ء تک زندہ ملتان کیمپ میں ملازم ہے۔مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے۔ انہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیش گوئی کا پورا کر لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔آپ فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کے دو حصے تھے۔ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اس کے داماد کی نسبت، اور پیش گوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے، یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائے گی ۔سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا۔کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیش گوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی ۔ اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے کہ پیش گوئی کے وقت نے منہ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔تب تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز اور روزہ میں عورتیں لگ گئیں ۔اور مارے ڈر کے ان کے کلیجے کانپ اٹھے ۔پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیش گوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ وہ بدیہی طور پر حالت موجودہ کے موافق پوری ہوگئی اور دوسرے پہلو کی انتظار ہے(سراج منیر)

مرزا جی کا یہ عذر کہ فلاں شخص دل میں توبہ کر گیا ،نماز روزہ کا پابند ہو گیا، اس بے ایمان عطار کی بوتل سے کم نہیں جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔تعجب ہے کہ مرزا جی کے مقرب علم کے مدعی ایسی واہیات تاویلوں کو مان لیتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں پر غراتے ہیں۔ ناظرین بغور اشتہار مذکور کو دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے اصل غرض کیا ہے۔ یہ عجب (بے ادبی معاف) ڈھکوسلہ ہے کہ تو مان نہ مان میں تیرا مہمان ،مخالف اسی طرح اپنی مخالفت پر جما ہوا ہے، ذات شریف پر تبرے اور صلواتیں سناتا ہے، ہاں بوجہ مسلمان ہونے کے نماز بھی پڑھتا ہوگا ،تو اس کا نام خوف زدہ رکھا جاتا ہے۔ ہم آتھم کے متعلق ایک حدیث کی شہادت سے ثابت کر آئے ہیں کہ اگر آپ کی پیش گوئی سے وہ ڈرتا تو بھی رجوع مستلزم تاخیر عذاب نہ ہوتا ،چہ جائے کہ وہ مخالفت پر ویسا ہی تلا بیٹھا ہے جیسا کہ اس وقت تھا بلکہ اس سے بھی زائد۔

اس پیش گوئی کے متعلق جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مرزا جی کی مساعی جمیلہ خاص طور قابل ذکر ہیں اس ضمن میں ہم چند خطوط ہم نقل کرتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود اور دوسروں سے رشتہ داروں کو اس نکاح سے متعلق لکھوا کر بھیجے تھے۔ (اس کے بعد قادیانی مکتوب بنام مرزا علی شیر بیگ، بنام والدہ عزت بی بی، بنام مرزا احمد بیگ، اور مکتوب زوجہ مرزا فضل احمد بطرف والدہ درج ہیں۔ جنہیں ہم نے یہاں حذف کر دیا ہے کیونکہ وہ کسی اور جگہ بھی نقل ہوئے ہیں۔ اور نقل خطوط کے بعد مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں)

ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا جی اپنی اغراض نفسانی کو پورا کرنے کیلئے عموماً بقول حافظ شیرازی

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دِگراں قرآن را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اس کی امداد موقوف نہیں اس لئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک معنی سے قطع الوتین ہے۔ (منقول از الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ طبع اول)

پیر صاحب فرماتے ہیں: ناظرین خدا را انصاف! کیا ایسی ہی پیش گوئیاں کرنیوالے کو مطابق الا من ارتضی من رسول .. کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے، جیسا کہ قادیانی صاحب اس اشتہار میں بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح صفحہ ۱۸ کہ

۱۔ محدث بھی ایک معنی میں نبی ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے ۲۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ۳۔ رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ ۴۔ مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے۔ ۵۔ وہ بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔ ۶۔ انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے۔ ۷۔ اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جاویں۔ انتہی بعبارتہ

امروہی صاحب کیا یہ پیش گوئیاں اور دعائیں مشتے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے ایمان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ اگر پیش گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا فرمان خاتم النبیین ﷺ کے برخلاف آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو بھی سکتا ہے؟

(سیف چشتیائی۔ ص۔ ۷۱ تا ۷۹)

غیرتشریعی نبی

} سوال: بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا:

کما قال الشیخ الاکبر فی الباب الثالث و السّبعین و هذا معنی قوله ﷺ ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبیّ ای لا نبیّ بعدی یکون علی شرع یخالف شرع .. الخ

اورمرزا قادیانی نبوت اور رسالت غیرتشریعیہ کا مدعی ہے۔

} گولڑوی: آنحضرت ﷺ نے علی کرم اللہ وجہہ کو ہارونؑ سے تشبیہہ دے کر الا انّه لا نبوّة بعدی کے ساتھ نبوت کی نفی کردی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیرتشریعی تھی یعنی موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع ان کے پاس نہیں تھی۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی غیرتشریعی بھی نہیں ہوسکتا۔رہا شیخ اکبر کا حوالہ،سووہ قادیانی کومضر ہے مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسی بن مریم کو بعینہٖ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پراتارتے ہیں دیکھواسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں:

ابقی اللّه بعد رسول اللّه ﷺ من الرّسل الاحیاء باجسادهم فی هذة الدّار الدّنیا ثلاثة .. الی ان قال .. و ابقی فی الارض ایضاً الیاس و عیسی و کلاهما من المرسلین۔

اور نیز حضرت شیخ گوکہ بعد آنحضرت ﷺ کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ اسی باب کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں:

فسددنا باب اطلاق النّبوّة علی هذا المقام۔

نیز فتوحات کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں:

فانّه لو عطف علیه لسلم علی نفسه من جهة النّبوّة و هو باب قد سدّه اللّه کما سدّ باب الرسالة عن کل مخلوق بعد رسول اللّه ﷺ الی یوم القیامة۔

یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا

(سیف چشتیائی۔ص ۸۰)

قادیانی کی مغلظ قسمیں

} سوال: مرزا قادیانی کی اس قدر مغلظہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں۔

{ گولڑوی: پہلے ملہمین و محدثین لکھ گئے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کیلئے کوئی مضمون خاص ڈالتا ہے اور کبھی امر عام۔ جس سے نتائج عجیبہ و غریبہ نکلوا تا ہے جیسا کہ مانحن فیہ میں قادیانی صاحب نتائج نکال رہے ہیں:

قال الشّیخ الاکبر فی الباب الخامس و الخمسین و حدث فیھما ....الانسان شیطان معنوی ....

شیاطین بعض آدمی کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اغوا شیطانی کی تردید نہیں کرسکتا اور پھر ایسا مشاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنالیتا ہے

کما قال الشیخ فی ھذا الباب و ما علموا انّ الشیاطین فی تلک المسائل تلمیذ لھم یتعلم منھم۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ سرور عالم ﷺ نے تمام امور کو جو قیامت تک ہونے والے ہیں بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفۃ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو۔ چنانچہ اس مدت میں تیرہ سو برس تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے مطابق ارشاد نبوی ﷺ ظہور میں آکر حجت علی المنکرین ہوئے منجملہ انکے ایک پیش گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدی کرب، ابن ماجہ اور دارمی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔ ترجمہ حدیث:

فرمایا آنحضرت ﷺ نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے سات اس کی مثل بھی ۔خبردار ہو، قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا ہوا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ تم صرف قرآن ہی کو لو اور جو اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اس کو حرام خیال کرو۔

تحقیق یہ ہے کہ جس کو رسول اللہ ﷺ حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشین گوئی ۱۳۰۸ھ میں ظاہر ہوئی یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا۔ یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعی اپنے کے ٹھہرایا جاوے، گو کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو، اور بعدازاں احادیث کو، اگر

چہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاوے۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے، گوکہ صحت ہم ندارد، تو البتہ مقبول ہوسکتی ہے۔

مرزا قادیانی اور اس کے تابعین کے بارہ میں حضرت عمرؓ نے بھی پیش گوئی فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے

عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایّھا النّاس سیکون قوم من هذه الامة یکذبون بالرجم و یکذبون بالدّجال و یکذبون بطلوع الشّمس من مغربها ..الخ۔

کہا ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس امت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی۔ (ازالۃ الخفاء۔ ص ۱۸۱)

نیز آنحضرت ﷺ نے ان تیس کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کریں گے سیکون فی امّتی کذّابون ثلاثون کلّھم یزعم انّه نبیّ اللّه۔ نیز ان تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کریں گے:

لا تقوم السّاعة حتّی یبعث دجّالون کذّابون قرب من ثلاثین کلّھم یزعمون انه رسول اللّه۔ (بخاری ومسلم)

پس اگر ان پیش گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جاوے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط کے بعد یہی قادیانی ہیں جنہوں نے خود کو نبی سمجھا اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کے تحت لکھا کہ آنیوالے کا نام جو احمد کہا گیا ہے وہ بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے۔ اور اشتہار معیار الاخیار میں شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ:

قل یا ایّھا النّاس انی رسول اللّه الیکم جمیعاً فھل انتم مسلمون

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے قادیانی لوگوں کو یہ کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہوکر آیا ہوں۔ وغیرہ۔ (سیف چشتیائی۔ ص ۸۰۔۸۱)

تصویر

} قولہ: اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز پر کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اس قدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت، حرمت لغیرہ ہے حرمت لذاتہ نہیں جیسا کہ بت خانہ میں جانا بحرمت لغیرہ حرام ہے۔ بت پرست جو بت خانہ میں بت پرستی کے لئے جاتا ہے اس کو بت خانہ میں جانا بھی حرام ہے لیکن بت شکن کو بھی بت خانہ میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس کو بت خانہ میں جانا بڑا ثواب ہے۔ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

ولنعم ما قیل: احمد و بوجہل در بت خانہ رفت در میاں این و آں فرقیست زفت

{ اقول (گولڑوی): الحمد للہ: عدو شود سببِ خیر خدا خواہد۔ آپ نے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ سہی بت خانہ میں جانے کے ساتھ تشبیہ دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بت خانہ میں جانا بت شکنی کے لئے جائز اور بت پرستی یعنی بتوں کی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہو گا ایسا ہی مرزا صاحب کی تصدیق کی طرف جانا تصویر شکنی کے لئے جائز اور تصویر پرستی یعنی اس کی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کیلئے ہے نہ اس کے توڑنے اور تحقیر کیلئے (یعنی جن لوگوں کو جن سے عقیدت ہوتی ہے ان کی تصویر عموماً بغرض تعظیم و تبرک رکھتے ہیں اور شرعاً تصویر کی تعظیم اور اسے متبرک سمجھنا حرام ہے)

آذر و بوجہل در بت خانہ رفت
ہر یکے را قصد بد آں بت پرست
بت تراشی آذر از تعظیم بود
سجدہء بو جہل از تکریم بود

مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا: بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(سیف چشتیائی۔ ص ۸۷)

جانب شرقی دمشق

} سوال ۔قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جوعلم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے وہ تمام نقشہ جات میں لکھا ہوا ہے۔کیا اب بھی کوئی ردّ کر سکتا ہے۔

{ اقول (گولڑوی): شرقی دمشق چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کاٹکڑا ہے اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت لکھ چکے ہیں کہ اس کے مضامین عقل شرع توحید کے خلاف ہیں لہذا مرزا کا استدلال اس حدیث سے اور آپ کی جانفشانی جس پر لڑکے بھی ہنسی اڑا رہے ہیں عقل شرع توحید کے خلاف ہوف ہوگا۔دوسرا جب کہا جاوے شرقی دہلی یا شرقی لاہور،تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق میں واقع ہو،مراد ہوتی ہے،نہ یہ کہ ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لی جائے ولنعم ما قیل:

چہ عذر ہائے موجّہ ز بہر خود گفتی بخشش لعاب دہانت کہ قند میخائی
تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی

نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی راستہ میں نہیں پڑتا۔دیکھو نقشہ ایشیاء مرتبہ و مروجہ مدارس سرکاری۔دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہور مقامات سے عبور کرے گا،تبریز،بحیرہ خزر یا جیل۔شمالی حصہ ترکستان،سلسلہ کوہ الطائی۔صحرائے منگولیا۔صوبہ منچوریا۔اب آپ اگر چشم حق بین کھول کر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گذرتا ہے۔پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے۔اب انصاف فرمائیے کہ کیا حضرت سعدی کا یہ قول آپ کے دعوی کی پوری دلیل نہیں ہے؎

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کریگا (سیف چشتیائی۔ص ۸۸)

کشمیری مقبرہ

} قولہ (یعنی امروہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ) بعد سیر و سیاحت کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کئے گئے دیکھو مرزا صاحب کی تصانیف ایام الصلح اور راز حقیقت۔

{ اقول (گولڑوی): ایام الصلح کا مولف یعنی مرزا صاحب تو خود ہی مدفن مسیح میں مذبذب ہے۔کسی کتاب میں بیت المقدس اور کسی میں سری نگر لکھتا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ پر لکھا ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا۔ اور ادھر ایام الصلح میں لکھتا ہے کہ کشمیر خاص سری نگر میں فوت ہوا اور ہر ایک کتاب کے الہامی ہونے کا مدعی ہے۔ پھر کیا کیا حیلے کئے گئے ہیں۔ مخلصی عزیز جی سوداگر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے اس کا بیان کہ کشمیر میں مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی ایک مزار متبرک کے مجاورین کو روپیہ کا طمع دے کر دستخط کروانا چاہتے تھے کہ ہم ابًا عن جدٍ (باپ دادا سے) سنتے آئے ہیں کہ یہ مزار عیسی کا ہے۔مگر مجاوروں نے جھوٹ بولنا گوارا نہ کیا بلکہ ان آدمیوں کو بے عزت کر کے نکالا۔..اور آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں گئی، کیا آنحضرت ﷺ نے لسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا:

لعن اللّٰہ الیھود و النّصاری اتّخذوا قبور انبیاء ھم مسا جد کہ یہود و نصاری کو اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔

جب تم وفات مسیح اور پھر سری نگر میں اس کے مدفون ہونے کے قائل ہو تو بحسب حدیث مذکور چاہیے تھا کہ یوز آسف کا مزار مسجودِ نصاری ہو۔ ورنہ آپ ﷺ کے پاک فرمان کا کذب العیاذ باللہ لازم آوے گا۔اور ظاہر ہے کہ آج تک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالے مزار کا علم ہی نہیں۔

(سیف چشتیائی۔ ص۔۱۲۸۔ ۱۲۹)

ما قتلوہ و ما صلبوہ

} قولہ: کما قال تعالی فی سیاق الآیۃ ما قتلوہ و ما صلبوہ پس قرآن سے ہی ثابت ہوا کہ یہود، عیسی کے قتل بالصلیب کے قائل تھے ورنہ کلمہ ماصلبوہ بالکل حشو ولغو ہوا جاتا ہے۔

{ گولڑوی: قرآن سے ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب اور دھوکے میں ہے کیونکہ جس طرح قرآن مجید ما قتلوہ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ایسا ہی ما صلبوہ سے

صلیب پر چڑھانے کو بھی خلاف واقعہ ٹھہرا رہا ہے۔ اور واضح ہو کہ صلب ماخوذ ہے صلیب سے کما فی مجمع البحار ولسان العرب جس کا معنی خون اور چربی کا ہے۔ اور سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے بھی کیونکہ خون اور چربی بہتی ہے لہذا اس شخص کو جو سولی پر چڑھایا جاوے مصلوب کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق قبل از مقتولیت نہیں ہو سکتا۔ ہاں سولی پر چڑھانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے، اس وجہ سے صلب کا اطلاق مسبّب یعنی قتل پر بھی مجاز مرسل کے طور پر ہو سکتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے الصّلب القتلة المعروفة .. الخ اور روایت میں چونکہ قتل صلیبی کی نفی پہلے وما قتلوہ سے ہو چکی ہے لہذا اما صلبوہ سے معنی قتل کا مجازی طور پر نہیں لے سکتے ورنہ کلام الٰہی لغو ہوا جاتا ہے۔ الغرض اگر کل تصریحات ص ل ب پر نظر ڈالی جائے اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنی صلیب کو جو بمعنی چربی یا بمعنی سولی کے ہے ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ صلب کا معنی سولی پر چڑھانا اور چار میخ کرنا ہے اور مرزا صاحب خود بھی ازالہ اوہام میں مسیح پر باوجود زندہ اتار لئے جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں۔ کما سیجیء

} قولہ: اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے کہ اولاً فرمایا کہ وما قتلوہ وما صلبوہ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسی باتفاق فریقین یہود و نصاری کے صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے و ما صلبوہ کہنا کیونکر درست ہوا کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا ان کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے۔ ہاں لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسی کی شبیہ کا نہ ہو صلیب پر چڑھائی گئی تھی نہ حضرت عیسیٰؑ۔ چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود والنصاری و نیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الی یوم القیامۃ نازل ہوا ہے لہذا اس اختلاف کو بھی کلام الٰہی نے خود رفع فرمادیا و لکن شبّہ لھم ظاہر ہے کہ حرف لکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے قاموس میں لکھا ہے:

و لکن ساکنة النون ضربان مخففة منالثقیلة و ھی حرف ابتداء لا یعمل خلافاً للاخفش و یونس دان و لیھا فھی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک و لیست عاطفة

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہوا جس کو لکن کے ساتھ دفع کیا گیا جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ حضرت

عیسی سو لی سے ضرور قتل کئے گئے ۔ اب ہم اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا کہ ہاں عیسی صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لکن فرمایا گیا ہے یعنی ولکن حضرت عیسی مشابہ یا مشبہ مقتول الصلیب یہود کے لئے کئے گئے ۔

} گولڑوی : (اس وہم کے دفع کے واسطے) کہہ کر پھر (بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا) کہنا کیسی فصاحت ہے ۔ سبحان اللہ

اب اس وہم کا جو کلام ماسبق ما قتلوہ و ما صلبوہ سے پیدا ہوا بحرف استدراک لکن کے دفع کیا گیا ۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور مخالف ہے آیات قرآنیہ کے

اول تو ان جہلاء نے صلیب پر چڑھانا حضرت عیسیٰ کا مسلّم رکھا باوجود اس کے کہ اللہ جل شانہ مستقل طور پر و ما صلبوہ فرماتا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑھایا ۔

دوسرا ، اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھایا تو اللہ تعالی پہلے سلک جرائم یہود کے بیان میں کما قال :

فبما نقضهم میثا قهم و کفرهم بآ یا ت اللّٰه و قتلهم الا نبیاء بغیر حقٍ و قولهم قلو بنا غلف (النساء : ۱۵۵۔۱۵۶)

و بکفرهم و قولهم علی مریم بهتا ناً عظیماً ۔ و قولهم انّا قتلنا المسیح ..الخ ۔ (النساء : ۱۵۷۔۱۵۸)

صرف و قولهم فرما کر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائم میں شمار کرتا ہے مقتضی مقام کا یہ تھا کہ انکی ایذاء رسانی کو بھی ضرور ذکر کیا جاتا یعنی (و صلبهم المسیح) تاکہ یہود کے مردود و مطعون ہونیکے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا اور سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے ۔

تیسرا ۔ صلیبی اعتقاد صرف و ما صلبوہ کے ہی مخالف نہیں بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید فرما رہی ہے دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ درضمن کر نعماء اپنے کے جو مسیح اور اسکی والدہ پر عطا کی تھیں فرماتا ہے و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتهم با لبیّنات (مائدہ : ۱۰) یعنی منجملہ میری نعمتوں کے جو تیرے پر فیضان کی ہیں ایک نعمت یہ بھی ہے ،

یاد کر جب کہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ، یعنی تم کو ان کی ایذا سے بچالیا تھا ۔

اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود و نصاری واقعی تھا تو پھر کففت فرمانا کاذب ہوا جاتا ہے ۔ ایسا ہی اس آیت کے ابتداء میں اذ قا ل اللّٰه یعیسی ابن مر یم اذ کر

نعمتی علیک فرمانا بے جا ہوگا۔

چوتھا، بنا بر تقدیر مذکور حضرت مسیح کو بروقت مشورہ کرنے یہود کے ایذا رسانی کے بارہ میں اللہ کی اطمینان دہی کما قال: اذ قال اللّٰہ یعیسی انی متوفّیک و را فعک الیّ .. العیاذ باللہ دھوکہ بازی ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا ثمرہ تو یہ نکلا کہ یہود کے ہاتھوں پکڑوا کر صلیب دلا دینے کے بعد تیرا دم نہ نکلنے دونگا اور تجھے مشابہ بالقتل بناؤنگا۔ کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے؟

پانچواں، و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ یہ آیت بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ شمس الہدایت کے نص قطعی ہے رفع جسمی پر، جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو۔

چھٹا، آج تک کسی حدیث یا قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ ثابت نہیں۔ بلکہ سب اہل اسلام اس اعتقاد سے علیحدہ ہی رہے ہیں وجہ اس کی بغیر اس کے کوئی نہیں کہ آنحضرت ﷺ وصحابہ وسائر اہل اسلام نے الی یومنا ھذا قرآن کی شہادت کو یعنی و ما صلبوہ ایسا ہی بل رفعہ اللّٰہ الیہ کو پیش نظر رکھ کر یہود و نصاری کی روایات کو پس پشت پھینک دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ باوجود اس کے کہ بلّغ ما انزل الیک، اور ایسا ہی انزلنا الیک الکتاب بالحقّ لتحکم بین النّاس بما اراک اللّٰہ و لا تکن للخا ئنین خصیماً (النساء: ۱۰۵) اور نیز و ما انزلنا علیک الکتاب الّا لتبیّن لھم الّذی اختلفوا فیہ و ھدی وّ رحمۃ لّقومٍ یّومنون (نحل: ۶۴)۔ قال تعالی: و انزلنا الیک الذّکر لنبیّن للنّاس ما نزل الیھم (نحل: ۴۴)۔ ایضاً قال تعالی: انّ علینا جمعہ و قرآنہ، اور ثمّ انّ علینا بیانہ کے ساتھ مامور ومبشر ہوکر ان معانی سے کیسے بے خبر رہے ہوں گے۔ ہرگز ممکن نہیں۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے۔ اور لسان العرب کا قول (الصّلب القتلۃ المعروفۃ) معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون اور چربی وغیرہ کا نکلنا منجملہ اسباب قتل کے ہے لہذا صلب کا اطلاق قتل پر مجاز مستعار کے طور پر ہوا ہے کیونکہ صلب کا ماخذ صلیب ہے بمعنی خون و چربی کے یا بمعنی سولی کے نہ قتل۔

} قولہ: اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے لہذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہوئے۔

{ گولڑوی: یہ کیسا خبط ہے اور (لہذا یہ وہم پیدا ہوا) کیسا بے ربط ہے ماقبل سے۔ بھلا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہوسکتا ہے۔ اس

لئے خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہوئے۔ بندے خدا کے اس کا منشاء کہ خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہوئے کلام سابق ہے یعنی و ما قتلوہ و ما صلبوہ۔ کیونکہ جب حضرت عیسیٰؑ باتفاق فریقین یہود و نصاری صلیب پر چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم ان کے مقتول بھی ہو گئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اس وہم کو اللہ تعالی و لکن شبّہ لھم سے دفع فرمایا یعنی واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اس کی نفی نہیں کی گئی۔ قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا بلکہ اس کا شبیہ تھا۔

} قولہ: مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے کب ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے۔ جس سے یہ وہم پیدا ہو، تا کہ خود حضرت عیسیٰؑ مقتول بالصلیب ہو گئے ہیں۔ پھر لکن کے ساتھ کون سا وہم ناشی عن الکلام دفع کیا گیا۔

{ گولڑوی: دماغ کے فساد کا معالجہ کروا کر بعد ازاں تفسیر لکھیں۔ آپ فرماتے ہیں (کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے) خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے۔ اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لکن مدفوع ہو جاوے، ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہوں کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے۔ ایک کلام سابق، دوسرا وہم ناشی عنہ، تیسرا دفع وہم جو مدلول ہے لکن کا، چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے جو دائماً لکن کے بعد ہی ہوا کرتا ہے و لکن شبّہ لھم میں ایک تو کلام سابق ہے وہ ہے وما قتلوہ و ما صلبوہ، دوسرا وہم ناشی جو اوپر بیان کیا گیا ہے تیسرا لکن، چوتھا ما یدفع بہ الوھم یعنی شبّہ لھم کا مضمون۔

ناظرین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ محمد احسن امروہی صاحب شمس بازغہ لکھنے کے ایام میں بوجہ اس کے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں مخبوط الحواس والعقل ہو گئے ہیں۔ یا ان کا کمال علمی یہی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش اگر کسی محقق عالم سے شمس الہدایت کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے۔

} قولہ: معہذا منشاء وہم کو تو پھر لکن کے بعد ذکر کیا گیا جس سے وہ وہم اور قوی ہو گیا اندریں صورت حرف لکن جو دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو اور حشو ہوا

ہوجاتا ہے تعالی کلمه عن ذلک علوا کبیراً۔ اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیے تھی کہ و ما قتلوه و ما صلبوه و لکن قتلوا و صلبوا شبیه عیسی فلهذا شبّه لهم ۔ واین هذا من ذلک

{ گولڑوی: منشاء وہم کا ما قتلوه و ما صلبوه ہے جو لکن کے ماقبل مذکور ہے لہذا آپ کی عبارت، مع ہذا سے لے کر، ہوا جاتا ہے، تک محض لغو اور حشو ہے۔ سبحان اللہ اس لیاقت سے اللہ کو اصلاح دے رہے ہیں۔ فصیح صاحب و لکن شبّه لهم کے جملہ سے وہی مضمون ادا کیا گیا ہے جس پر آپ کی دو سطریں دال ہیں یعنی و لکن شبّه لهم المقتول بالمسیح۔ قرآن کریم اگر آپ کی اصلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہوسکتا تھا۔

} قولہ: ہاں جو معنی آیت کے ہم لیتے ہیں ان میں یہ سب امور یعنی استدراک اور پیدا ہونا وہم کا کلام سابق سے اور دفع کرنا اس کا لکن سے وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں۔ یعنی ما صلبوه سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاری کا آج تک اتفاقی مسئلہ ہے پھر ما صلبوه کیوں کر درست ہوسکتا ہے جواب دیا گیا و لکن شبّه لهم یعنی ولکن حضرت عیسیٰ صلبوه کے مضمون سے مشبّہ اور مشابہ کئے گئے یعنی صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے۔ اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے ہیں۔

{ گولڑوی: سب اہل اسلام وہم ناشی عن الکلام السابق یہی ٹھہراتے ہیں جو ما قتلوه و ما صلبوه سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا اور سب اہل اسلام کا تخالف و لکن شبّه لهم کی تفسیر میں ہے۔ حسب تفسیر آپ کے و ما صلبوه کاذب ہوگیا۔ الغرض آپ کی تفسیر و ما صلبوه کو کاذب یا محرف ٹھہراتی ہے۔ اور نیز اس تقدیر پر وما صلبوه جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے لغو ٹھہرتا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت عیسیٰ صلبوه کے مضمون سے مشبہ کئے گئے ہیں، یہ اورنرالی تفسیر ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ مشبہ بالمقتول والمصلوب معاً ٹھہرائے جائینگے یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب سے۔ پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب نہ ہوا ہو جیسا کہ مقتول نہیں بلکہ مشبہ ان دونوں کا ہو۔ اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے کیونکہ تم مصلوب ہونا مسیح کا یہود ونصاری کی طرح واقعی سمجھتے ہو۔ اور بر تقدیر ثانی مخل ہونے کے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ اور نیز صلبوه کے مضمون کو مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے کیونکہ تشبیہ عبارت ہے تشریک امرٍ بامرٍ فی وصف سے۔ ایک امر تو حضرت عیسیٰ ہوا، اور دوسرا صلبوه کا مضمون یعنی صلب

الیھود المسیح ۔اب فرمایئے اگر عیسیٰؑ وصفِ صلب کے ساتھ جو معنی صدری ہے تشبیہ دیئے گئے تو پھر حضرت عیسیٰؑ اور وصف مذکور کس وصف وصف میں شریک ہوئے ۔بیّنوا توجروا ۔

} قولہ: ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہو گئے اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسی مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ و صلبوہ بھی مذکور ہے ۔الحمد للہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہو گیا ۔

{ گولڑوی : ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورۃ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اس کا مشبہ بہ کسی شخص کے لئے نہیں ٹھہرایا گیا ۔اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہو چکا ہے ۔الحمد للہ کہ نظم قرآن مجید سے ہی تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہو گیا ۔اہل اسلام کی تفسیر پر مشبھہ یعنی عیسیٰؑ کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے حکماً ۔کیونکہ جب ما قتلوہ و ما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو کون تھا ۔نظر بخبر متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضروری ہی ہوا ہو گا لہذا مصلوب کا لمذکور ٹھہرا ۔

} قولہ: وہ شخص جس پر عیسیٰؑ کی شبیہ ڈالی گئی اس کے متعلق چند سوال :

وہ کون تھا ۔۲ ۔اس کا نام کیا تھا ۔۳ ۔اس کا کوئی خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں ۔بشق اول اس کا ماتم کیا کیا گیا یا نہیں ، یا کچھ جستجو بھی اس کی کی گئی یا نہیں ۔بصورت ثانی ، نہایت بعید از عقل ہے کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی دیا جاوے اور ایسے حواری کا ذکر نہ اجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے ۔۴ ۔مریم صلیب کے نیچے بیٹھ کر ماتم کرے اور اللہ تعالی اس کو بذریعہ یا کسی حواری کے مسیح کے آسمان پر لے جانے سے مطلع نہ کرے جیسے موسیٰؑ کی والدہ کو لا تخافی و لا تحزنی سے تسلی بخشی تھی اور مریم کو والسلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یوم ابعث حیّاً (مریم :۳۳) بھی بھول گیا جو عیسیٰؑ نے ان کو طفولیت میں پڑھا دیا تھا ۔۵ ۔ اور کیا یہ شخص حضرت عیسیٰؑ کا کفارہ بن گیا تھا جیسا کہ عیسائی اس کو مقتول بالصلیب ٹھہرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں ۔

{ گولڑوی : پہلے آپ اور آپکے پیغمبر جنکا فرض منصب ہے شبہات کا نکالنا ذرا یہ تو فرماویں کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی دیا گیا اور اس کو تازیانے بھی لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا ، سب اس نے

دیکھا۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸ تا ۳۸۴۔ اور پلاطوس کی عورت کو بذریعہ خواب سمجھایا گیا کہ یہ شخص راست باز ہے اور اس کا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ مذکورہ۔ اور مسیح کا (ایلی ایلی لما سبقتنی) چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں مندرج ہے۔ ان عقاید کے متعلق گزارش ہے کہ اللہ تعالی نے یہ تو سب کچھ کیا کہ مسیح کو روح القدس سے تائید فرمائی اور احیاء موتی اور ابراء اکمہ وغیرہ معجزات مزید براں، پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسہ بھی فرمایا تھا کما قال: انّی متو فّیک و را فعک الیّ ۔ لیکن اس سے اس قدر نہ ہو سکا کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں کے تازیانے لگانے اور کوچہ بہ کوچہ رسوا کرنے اور سولی پر دینے سے بچا سکے، اور مریم صلیب کے نیچے ماتم کرے، جیسا کہ آپ کی انجیلوں میں موجود ہے حضرت مریم کو وہ بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسیٰؑ نے طفولیت میں اس کو پڑھا دیا تھا کہ و السّلام علیّ یوم ولدتّ و یوم اموت و یو م ابعث حیاً ۔ اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے کہ پلاطوس کی عورت کو تو بذریعہ کشف منامی اطلاع دی جاوے اور مریم محروم رہ جائیں ۔ موسیٰؑ کی والدہ کے ہم پلہ ہونے کی شکایت نہ سہی مگر پلاطوس کی بیوی جیسی بھی نہ ہو۔ پھر گزارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی نے بھی حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا کہ تم کیوں روتی ہو حضرت عیسیٰؑ کو تو اللہ تعالی نے مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح کے مقتول ہونے میں ہے۔ سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروائے گا۔ پھر گزارش ہے کہ مسیح کو باوجود اس کے کہ انبیاء اولوالعزم میں سے تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا پھر کیوں چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے۔ ہاں شاید اس لئے کہ میرے خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکہ کیا۔ پھر گزارش ہے اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالی کو اپنا وعدہ بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ باقی نہ رہی تھی۔ پھر گزارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی کا نام کیا تھا یا اسکے سپاہیوں کے نام بمعہ آباء و امہات کیا تھے۔ اگر معلوم النسب تھے تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھے اور اگر مجہول النسب والاسم تھے تو اندریں صورت یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسیٰؑ سے بھی بڑھ گئے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کے اگر باپ نہیں تھے والدہ تو تھیں ۔ اور ان اشخاص کے نہ ماں نہ باپ۔ ان ھذا لشیء عجاب ۔ عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہنچاتے ہیں ۔ اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانے والے تو بہتیروں کو خدا مانتے ہونگے ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں ۔ شد پریشان خوابِ من از کثرت تعبیر ہا

اگر حضر محمد احسن امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں، تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپ کے نزدیک یہ روایات قابل اعتبار نہیں تو آپ نے اور آپ کے پیغمبر نے کس واسطے اپنی تصانیف انہی روایات سے بھر دیں اور انہی پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا اور سب صحابہ و علماء اسلام سے الگ ہوئے۔

تحقیقی جواب: مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن کریم نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک ذلک الکتاب لا ریب فیہ کے ساتھ ایمان رکھنے والے، اخبار یہود و نصاریٰ کو بدلیل و ما قتلوہ و ما صلبوہ خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود و نصاریٰ کے، واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر کے قرآن کریم کی صریح آیات میں رد و بدل کر دیا۔ یہود کا انّا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار و تکرار کرنا، اور پھر تردید میں بقولہ تعالیٰ و ما قتلوہ و ما صلبوہ بھی اسی مفعول پر وقوع قتل و صلب سے نفی کرنا، صاف دلالت کر رہے ہیں اس پر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے، نہ نسبت صدوریہ۔ یعنی صرف صدور قتل و صلب میں کلام نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل و صلب صادر ہو گیا خواہ کسی شخص کو ہم نے مقتول و مصلوب کیا ہو اور بالخصوص مسیح مدنظر نہ ہو۔ ایسا ہی تردید میں، یعنی؟ اذاتقرر ؟ ھذا۔ تو جب و ما قتلوہ و ما صلبوہ نے قتل یا صلب کے مسیح پر واقع ہونے کی نفی کی۔ اور یہ ظاہر اور سب گروہ کا اتفاقی ہے کہ ضرور کوئی شخص تو مقتول و مصلوب ہوا ہے۔ پس ما قتلوہ و ما صلبوہ کے بعد گویا وہ شخص بلحاظ مضمون سابق مذکور ٹھہرا۔ لہذا و لکن شبّہ لھم میں ضمیر نائب عن الفعل کا مرجع وہی شخص ٹھہرایا گیا جیسا کہ جلالین وغیرہ میں ہے۔ یا لھم کو نائب عن الفاعل کہا جاوے جیسا کہ دوسرا محاورہ ہے قاموس میں۔ بعد استشریح کے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسلمان کو حسب ہدایت ان آیات کے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا بلکہ وہ کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ کون تھا کیا نام رکھتا تھا اس کے والدین کا کیا نام تھا سو آیت و ما قتلوہ و ما صلبوہ کی غرض کو اس سے کچھ تعلق اور لگاؤ نہیں۔ لہذا قرآن کریم اس کے درپئے نہیں ہوا، تو پھر ہم کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس شخص کے متلاشی بنیں۔ ہاں ایسی تلاش میں ان لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو اہل کتاب کی روایات مندرجہ کتب محرفہ مخالفہ لکتاب اللّٰہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہوں۔ اور نہ صرف اس پر قانع

ہوں بلکہ ان روایات کو کتاب اللہ پر ترجیح دے کر کلام اللہ کو ان کی طرف لے جاویں قال اللہ تعالی: قتِل الخرّا صون ۔ ھم فی غمرۃٍ سا ھون (الذاریات: ۱۰۔۱۱) یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں ۔

اثر ابن عباس رض جو باسناد صحیح شمس الھدایت میں مسطور ہے جس کی صحت کو بڑے بڑے فحول نے اہل حدیث سے مثل حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ نے قبول کیا ہے موید اور مشرح ہے اسی مضمون قرآن کا جیسا کہ آج تک مفسرین شکر اللّٰہ سعیھم لکھتے چلے آئے ہیں اور اس اثر کا مضمون چونکہ قیاسی نہیں لہذا یہ حکم مرفوع میں ہوگا کما ھو المنقح فی اصول الحدیث۔ اور چونکہ یہود و نصاری بالاتفاق مسیح کو مقتول بالصلیب مانتے ہیں، تو قبل از قتل صحیح وسالم آسمان کی طرف اٹھایا جانا جیسا کہ وہ مضمون ہے اس اثر کا، ان کے معتقدات سے ہرگز نہیں ہوسکتا اور اگر بعض ان کے قائل اور راوی ہوں بھی اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ ابن عباس رض نے انہی سے سنا ہے تو پھر بھی ابن عباس رض کا اس مضمون کو قبول کرنا جو ان کے بیان بغیر الترديد سے پایا جاتا ہے، دلیل ہے اس پر کہ یہ کتاب اللہ کی کسی آیت کے برخلاف نہیں ۔ مسلمانو! خوب یاد رکھو اور غور کرو کہ مسیح کا مقتول بالصلیب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاری و اتباعہما کا عقیدہ ہے اور برخلاف ہے صریح آیت و ما قتلوہ و ما صلبوہ کے ۔ آج تک سب مفسرین نے یہی لکھا ہے مرزا صاحب نے آیات قرآنیہ کو اناجیل کے مطابق کرنا چاہا۔ یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا۔ و ما علینا الا البلاغ

اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ امروہی صاحب نے (شمس بازغہ کے) صفحہ ۶۰ تک جو کچھ لکھا ہے خلاصہ اس کا دو ہی باتیں ہیں ۔ ایک تو جواب اس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق، دوسرا بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے بلحاظ ہمارے فائدہ جلیلہ کے، وفات طبعی مسیح کا ثابت کرنا۔ جواب کا حال تو عرصہ سے چار ورق میں شائع ہو چکا ہے جس کا اثر یہ ہوا کہ تمام علماء متبحرین نے جن کو ان چار ورق دیکھنے کا اتفاق ہوا یہی کلمہ کہا کہ واقعی امروہی صاحب نے اس جواب میں اپنا جہل مرکب خوب ثابت کر دکھایا ہے ۔

دوسرے کے متعلق گزارش ہے کہ اس میں محمد احسن امروہی صاحب نے بل کے ماقبل یعنی قتل صلیبی اور مابعد یعنی رفع اعزاز میں تضاد، حسب قواعد مرقومہ فائدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے ۔ اس پر ہماری تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ تورات کے حکم کے مطابق صرف اس مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے جو کہ مجرم ہو، اور مسیح علم باری میں بے گناہ ہے لہذا بل کے ماقبل اور مابعد میں

برتقدیر مذکور تضاد فی علم باری نہیں اور رفع جسمی جس کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ و فی علم الباری متحقق ہے بناء علیہ جو کچھ امروہی صاحب نے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے اس کے مستحق ہم ٹھہرے یعنی جب آیت بل رفعه الله اليه کی نص قطعی ٹھہری حیوۃ مسیح میں، تو ہم نے جو کچھ فائدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں وہی درست رہیں۔ سبحان اللّٰه و الحمد للّٰه، لا، کے شکنجہ اور بل کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل نکال دیئے اور اور کچھوں؟ کو سیدھا کر دیا لکن: من يهده اللّٰه فلا مضلّ له و من يضلله فلا هادي له۔ (سیف چشتیائی۔ ص ۱۲۹۔ ۱۳۸)

امروہی کے چند اعتراضات کا جواب

} محمد احسن امروہی صاحب کہتے ہیں، ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا فا قرؤا ان شئتم، و ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته ... (نساء۔ ۱۵۹) اگر اس خیال سے ہے جو مخالفوں کے ذہنوں میں جائے نشین ہے تو یہ چند وجوہ سے باطل ہے

اول، تو حصر صحیح نہیں۔ تمام اہل کتاب کا جو حضرت عیسیٰؑ کے رفع سے نزول تک ہوئے ہیں یا ہوں گے ایمان لانا عیسی کے ساتھ متصور نہیں۔ ایسا ہی جو اہل کتاب نزول آیت سے نزول مسیح تک مراد لئے جاویں تو بھی ممکن نہیں۔ اور اگر صرف وہی اہل کتاب مراد ہوں جو نزول مسیح کے وقت موجود ہوں گے تاہم صحیح نہیں۔

ایک، تو اس تخصیص کے لئے کوئی مخصص موجود نہیں۔

دوئم، ہزاروں اہلکتاب بقول مخالفین جہاد سے اور لاکھوں مسیح کی دعا اور کچھ وباء سے ہلاک ہونگے

۳۔ اہل کتاب کا موجود رہنا قیامت تک بحکم و جاعل الّذين اتّبعوک فوق الّذين كفروا الى يوم القيامة۔ و اغرينا بينهم العداوة و البغضاء الى يوم القيامة۔ و غير ذلک من الآيات

۴۔ ایمان لانا جملہ اہل کتاب کا دور محمدی ﷺ میں حضرت عیسیٰؑ پر بے معنی ہے۔

۵۔ و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً (نساء۔۱۵۹) بھی چسپاں نہیں ہوسکتی کیونکہ مطابق لتكونوا شهداء على النّاس و يكون الرّسول عليكم شهيداً کے امت محمدیہ تمام امم کے لئے گواہ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ اپنی کل امت کے لئے شہید اور گواہ ہیں۔

{ پہلے اعتراض کا جواب: حصر صحیح ہے۔ اور مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نزول مسیح کے وقت

موجود ہوں گے ۔ اور دلیل تخصیص کی ایجاب ہے جو استثنا من النفی سے مستفاد ہوا ہے ۔ نظیر اس کی قرآن مجید سے، آمن الرّسول بما انزل الیه من ربّه و المو منون ، ہے اور ایسا ہی کلّ آ من باللّه ، کیونکہ ما انزل الیه من ربّه مجموعہ ان آیات کا ہے جو آ من الرّسول .. الخ کے نزول تک اتر چکی تھیں ۔ اور اس مجموعہ کے ساتھ من جملہ مومنین میں سے انہی مومنین کا متحقق ہوا جو مجموعہ کے نزول کے وقت موجود تھے ۔ اور جو پہلے اس مجموعہ کے نزول سے مر گئے تھے، انکا ایمان تفصیلی صرف انہی آیات کے ساتھ جو ان کی موجودگی میں اتری تھیں متحقق ہوا لہذا مومنین ان آیات کے ساتھ تعمیل کرنیکے مکلّف بھی نہ تھے ، جو ان کے پیچھے اتریں ۔ مثلاً جو صحابہ مدینہ میں قبل از نزول تحویل قبلہ فوت ہو گئے تھے وہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کیساتھ مکلّف تھے ۔ الغرض ایجاب میں حکم بثبوت الشّیء للشّیء ہوتا ۔ اور ثبو ت شئے بشےء فرع ثبوت المثبت له ایک مقدمہ مسلمہ ہے لہذا، و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤمننّ به میں مراد وہی اہل کتاب ہوں گے جو در وقت نزول مسیح موجود ہوں گے ۔

دوسرے اعتراض کا جواب ۔ مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کوئی جہاد سے اور کئی ایک مسیح کی بددعا سے اور کئی وبا سے بحالت کفر مر جائیں اور کئی ایک ایمان بالمسیح لائیں گے ۔ یہاں تک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہیگی ۔ اب اگر کہا جاوے کہ کل اہل کتاب نزول مسیح کے وقت ایمان بالمسیح لائیں گے تو یہ صحیح نہیں ۔ اور اگر کہا جائے کہ کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان بالمسیح لائیں گے تو بالکل درست ہو سکتا ہے اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے نہ اول کیوں کہ و ان من اهل لکتا ب الّا لیؤمننّ به قبل موته نازل ہوا ہے نہ یہ کہ و ان من اهل الکتا ب الّا لیؤ مننّ به فی عین وقت النّزول ۔

تیسرے اعتراض کا جواب ۔ درصورت معدوم ہو جانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے و جا عل الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یوم القیا مۃ کا باقوے وجوہ متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہنچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہو جاوے چنانچہ لیظهره علی الدیّن کلّه کا تحقق یعنی دین محمدی ﷺ کا غالب ہونا خطہ عرب میں اپنے کمال کو پہنچا کہ کوئی مخالف نہ رہا اور و اغرینا بینهم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیا مۃ میں الی یوم القیا مۃ تعبیر ہے طولِ زمان سے جیسا کہ ما دامت السّماوات و الارض میں مفسرین نے لکھا ہے ۔ قرینہ اس پر یہی احادیث صحیحہ ہیں ۔

چوتھے اعتراض کا جواب ۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا درضمن ایمان بہ افضل الاولین والآخرین سید محمد ﷺ ہوگا تخصیص بالمسیح کی وجہ سے سوق آیت سے ظاہر ہے جس سے یکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر کی تصریح بھی موجہ ہوسکتی ہے یعنی اب تو یہود مسیح ابن مریم کو نبی نہیں مانتے ۔ اور نصاری صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو عیسوی دین خیال کرتے ہیں ، مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیں گے ۔ اور مسیح بذات خود صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو موقوف کرے گا ۔ اور ان کو منجملہ مفتریات فی الدین المسیحی کے قرار دے گا ۔ امروہی صاحب نے شاید یہ سمجھا ہے کہ یہود اس وقت صرف عیسیٰؑ کے ساتھ ایمان لاویں گے ۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسیٰؑ تو خود ہی آنحضرت ﷺ کے دین پاک کی اشاعت کریں گے ۔

پانچویں اعتراض کا جواب ۔ جناب عالی جس قرآن مجید میں لتکونوا شهداء علی النّاس لکھا ہوا ہے اس میں فکیف اذا جئنا من کلّ امةٍ بشهید و جئنا بک علی هؤلاء شهیداً (نساء ۔ ۴۱) بھی موجود ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کا نبی اس پر شاہد بنایا جائے گا اور تجھ کو اے حبیب اکرم ﷺ اس امت پر گواہ کیا جاوے گا ۔ ابن کثیر ، فتح البیان ، جلالین ۔ الغرض امت مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم متنافی نہیں ۔

} قولہ : بعد اس کے امروہی فرماتے ہیں صفحہ ۸۵ ۔ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی (جو مختار ہمارے ہیں) لئے جاویں تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا ۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کے رفع سے لے کر خواہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت مسیح سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان وایمان رکھتے ہیں ۔ اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو مقتول بالصلیب کیا بہ سبب ان وجوہ تو یہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں او یقین واذعان تمام اہل کتاب کو قبل موت عیسیٰؑ بن مریم سے ہی ہے ۔ پس دیکھو یہ معنی کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں ۔

{ گولڑوی : یہ معنی کیسے بے ربط اور خلاف محاورہ قرآن مجید وقرن اول کے ہیں نعوذ باللّٰہ من تحریف الجاهلین

ترا اژدہا گر بود یارِ غار   ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اول تو اس معنی کی بنا ، واقعہ صلیبی پر ہے ۔ لہذا سارے وجوہ اس فساد کے جو پہلے بیان کیئے گئے ہیں اس کی طرف منسوب ہوسکتے ہیں ۔

۲۔ یہود کا متردد و مشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت و ما قتلوہ یقیناً سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب وتر دید انّا قتلنا المسیح .. الخ میں صرف اسی تر دد وشک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف انضمامیہ اپنے اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے یعنی جس کو مثلاً زید قائم کے مضمون میں شک ہے تو اس کے نزدیک قیام زید مشکوک ہوا، اور وصف شک معلوم بعلم حضوری ٹھہری۔ اور سب محاورات مروجہ دنیا کے برخلاف ہے کہ جب کسی کا شاک و متردد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا تخییل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون میں بیان کیا جاوے، تو بعد اس کے یہ مضمون کہ (وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم تا تخییل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے) مؤکد بانواع تاکید بیان ہو یعنی جب یہود مسیح کے قتل کے بارہ میں شاک اور متردد تھے تو پھر ان کو اپنا متردد ہونا بداہۃً معلوم ہے۔ پھر اس امر بدیہی الوجود العلم کو اللہ تعالیٰ نے حرف تاکید انّ اور نون تاکید اور لام توطیہ اور قسم سے مؤکد کر کے کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے۔

۳۔ حسبِ قاعدہ امروہی کہ (نون التّاکید لا یوکّد الاّ مطلوباً) لیومنن میں ایمان یہود بالشک والتردد مطلوب خداوندی ہوگا۔ پھر اس امر بدیہی والوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی۔

۴۔ کل اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا بہ تر ددِ مذکور بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ یہود موجودہ در وقت واقعہ صلیب بالضرور خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں۔ ھلمّ جراً الی یوم القیامۃ۔ اور باعث بریں ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا بلکہ خبر نہ دینا ان کا بدلیل استصحاب حال قرین بہ قیاس معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ بعض نصاریٰ کو مسیح کے قتل صلیبی کے ساتھ یقین تھا۔ بخلاف یہود کے کما قال اللہ تعالیٰ: و ماقتلوہ یقیناً اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کس مسئلہ اور مخفی طور پر لاش کا نکالنا قبر سے، تو پھر کل اہل کتاب کا ایمان بہ تر دد مذکور کس طرح متصور ہوسکتا ہے۔

۶۔ ایمان کا اطلاق محاورہ قرآنیہ وعرف شرعی میں یقینِ مخصوص پر آتا ہے یعنی یقین بالتّوحید و الرّسالۃ و الملائکۃ و القدر خیرہ و شرّہ من اللّٰہ تعالیٰ و البعث بعد الموت نہ یہ کہ ہر ایک یقین کو ایمان کہیں۔ کجا کہ ایک غیر متہم یقین یعنی یقین بہ تر دد مذکور کا نام بھی ایمان ہو۔ رہا یہ اعتراض کہ تر دد مذکور بھی چونکہ مفہوم (وما قتلوہ یقیناً) کا ہے لہذا در ضمن ایمان بہ کتاب اللہ اس کے یقین کو بھی ایمان کہہ سکتے ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہود کا یقین بہ شک و تر دد مذکور

چونکہ من حیث جاء بہ القرآن نہیں بلکہ صرف علم حضوری وجدانی ہے لہذا اس کو ایمان نہیں کہہ سکتے۔ دیکھو فتوحات وکتب عقاید۔ الغرض بر تقدیر معنی امروہی و مرزا صاحب کے بالکل (لیومننّ) عرفِ شرعی سے خارج ہو جاتا ہے بخلاف معنی حضرت ابو ہریرۃؓ وحضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے۔ اور یہی وجہ ہے حصر کی دونوں تفسیروں میں یعنی ابو ہریرۃؓ وابن عباسؓ کی، جن پر لیومننّ منطبق ہوسکتا ہے بخلاف خرافات امروہی وغیرہ کے۔

۷۔ قبل موتہ کا ٹکڑا اس تقدیر پر بالکل بے ربط ہو جاتا ہے۔ فتدبر

۸۔ و یوم القیامۃ یکون الرّسول علیھم شھیداً نظر بہ سوق آیت اجنبی ہوگا۔ مفسرین کی تفسیروں پر کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ کما عرفت فتامل

۹۔ آپ کے معنی کے مطابق بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو واقعہ صلیبی سے پہلے مرگئے تھے آیت مذکور کا حصر باطل ہوگا و الجواب ھو الجواب فتامل۔ اور شمس الہدایت میں صفحہ ۳۸ پہ حاشیہ متروکہ میں (یا ضمیر بہ کے مضمون بالا کی طرف یعنی مرفوع ہونا عیسی کا) سطر ۱۵ کا نہیں۔ اس سطر میں نشان ؏ کا ... کاتب کی غلطی اور مصحح کی غفلت سے ہے کیونکہ عبارت متن کی اسکے بعد (اور آثار صحابہ اور تابعین مثل حضرت ابن عباسؓ وحضرت ابی ہریرۃؓ وحضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ، حضرت مجاہدؒ وحضرت قتادہؒ وغیرھم کی اس پر دال ہیں) چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ کسی نے حضرات مذکورہ سے (بہ) کی ضمیر مضمون بالا کی طرف راجع نہیں کی بلکہ یہ حاشیہ سطر ۱۷ کے اخیر سے تعلق رکھتا ہے جس کا ارادہ سطر ۱۸ میں، لیکن، سے دفع کیا گیا،

} قولہ: پھر امروہی صاحب نے صفحہ ۸۷ میں حضرت ابو ہریرۃؓ پر اعتراض یا افتراء باندھا کہ استشہاد حضرت ابو ہریرۃؓ کا آیت و ان من اھل الکتاب .. کے ساتھ بخیال مفسرین اگر ہو تو صحیح نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح موعود قادیانی کو لیا جاوے، اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کی طرف کیا جاوے تو استشہاد درست ہوسکتا ہے۔ گویا حضرت ابو ہریرۃؓ نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر اور بس۔

{ گولڑوی: حاصل یہ ہوا کہ اگر حضرت ابو ہریرۃؓ اپنی مروی حدیث نزول سے آپ کے خیال کے مطابق غلام احمد قادیانی لیویں تو استشہاد بہ آیت درست والّا نہ۔ ناظرین اس مالیخولیا کا علاج خود ہی نظرِ غور ونبض انصاف سے فرما سکتے ہیں۔

} قولہ: صفحہ ۸۸ سے ۹۱ تک کا حاصل۔ ابو ہریرۃؓ کی حدیث انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال

لیھلن عیسی بن مر یم بفج الروحا بالحجّ و العمرة او بنیتھما جمیعاً (مسند احمد و مسلم)۔ امروہی فرماتے ہیں، چوں کہ روحاء کسی ملک کا میقات نہیں جس سے احرام باندھا جائے لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہوسکتی۔ تاویلی معنی بہت صاف ہیں۔ اہلال اور تلبیہ مسیح سے مراد تبلیغ دعوتِ اسلام ہے۔ اور پنجاب بہ لحاظ کثرتِ انہار و دریاؤں اور نیز بوجہ دوآبوں کے بالضرور فج روحاء ہے۔ گویا حضرت ﷺ نے جیسا کہ اس گاؤں قادیان کا پتہ اور کلام الٰہی میں اس کی مسجد اور اقصیٰ کا ذکر ہوا۔ اسی طرح پر اس کے ملک کا پتہ ونشان یہ دیا کہ وہ ایک فج روحاء ہے جو ملک پنجاب ہے۔ الغرض روحاء جو عرب میں مدینہ طیبہ سے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے کما فی القاموس، اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فج روحاء کے ساتھ کنایہ تعبیر کی گئی فان المجاز و الکنا یة ابلغ من الحقیقة و التصریح

{ گولڑوی: ان تحریفات وخرافات کی تردید کی حاجت نہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں لہذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصور نہیں ہوسکتا بالکل جہالت ہے کیونکہ ذوالحلیفہ یا ذات العرق یا جحفہ قرن یا یلملم جو کتب اسلامیہ میں مواقیت الحج ہیں ان کے میقات ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان میقات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے یہ نہیں کہ ان کے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو۔ لہذا مسیح کا احرام باندھنا فج روحاء سے مخالف شرع محمدی ﷺ کے نہ ہوا، تا کہ تاویل کی حاجت ہو۔

} قولہ: (ص ۹۲-۹۳ کا حاصل)۔ امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے۔ اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶ و ۳۷ سے جو بیانِ عیسوی اور قطاب عیسوی میں ہیں، ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالیٰ: نحن قدّرنا بینکم المو ت و ما نحن بمسبوقین۔ علی ان نبدّ ل امثا لکم و ننشئکم فی ما لا تعلمون۔ (واقعہ: ۶۰-۶۱)۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتے کے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور نیز متعدد آیات سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت ﷺ کے مخاطب فرمایا ہے۔ اور مراد اس سے کفارِ یہود وعہد موسیٰ ہیں۔ اگر اول الذکر امثال ثانی الذکر کے نہیں تھے تو پھر مضمون قرآنی سے طرزِ خطاب سے غلط ہوا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ و اذ قلتم یا موسی لن نّؤمن لک حتّی نری اللّٰہ جھرةً (بقرہ: ۵۵) و اذ قلتم یا موسی لن نّصبر علی طعامٍ وا حدٍ (بقرہ: ۶۱) و اذ فرقنا بکم

البحر (بقرہ : ۵۰) و ظللنا علیکم الغما م و انزلنا علیکم المنّ و السّلوی (بقرہ :۵۷)علاوہ اس کے قر آ ن مجید میں ہر ایک مومن کو مثیل مریم فر ما یا گیا ہے قال اللہ تعا لی ضرب اللّٰہ مثلاً... الی قو لہ .. و مر یم ابنت عمران الّتی احصنت فرجھا (تحریم :۱۱۔۱۲) ۔جس سے ثا بت ہو تا ہے کہ ہرایک مو من مثیل مریم ہے تو مو من کی او لا دابن مریم ہو ئی ۔اور نیز حد یث علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل بھی مو جو د ہے ۔حضرت علی کو آ نحضرت ﷺ نے ایک ادنی سی وجہ سے مثیل عیسی قرار دیا ہے تو اس مجد د عظیم الشا ن (قا دیا نی) کو با و جو د مشا بہت تا مہ کے مثیل مسیح کیوں نہ قرار دیا جا ئے ۔

{ گولڑوی : اول بروز کا معنی نا ظرین کی خدمت میں ہد یہ کر نا ضرو ری ہے ۔اس کے بعد خود ہی انصاف فر ما سکتے ہیں ۔اہل کمون و بروز کی اصطلا ح میں بروز اسکو کہتے ہیں کہ ایک شخص کا مل کی رو ح دو سرے شخص مبروز فیہ میں بصفات خود ظہور کر ے ۔ چنا نچہ مجد د الف ثا نی مکتو بات کی دو سری جلد کے صفحہ ۵۸ میں فر ما تے ہیں کہ :

در بروز تعلقِ نفس بہ بدن از برا ئے حصول حیا ت نیست کہ ایں مستلزم تنا سخ است بلکہ مقصود از یں تعلق حصول کما لا ت است مر آ ں بدن را چناں کہ جنّی بفردِ انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز نما ید و مشا ئخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نمی کشا یند

اس کے بعد فر ما تے ہیں :

نز د فقیر بنقل روح از قول بتنا سخ ہم سا قط تر است زیرا کہ بعد از حصولِ کمال نقل ببد نِ ثانی برا ئے چہ بود

پھر فر ما تے ہیں : در نقل رو ح اما تت بدن اول است وا حیاء بدن ثا نی ۔

پھر فر ما تے ہیں : افسوس ایں قسم بطا لان خو د را بمسند شیخی گر فتہ اند و مقتدا ئے اہل اسلام گشتہ ضلّو ا فا ضلّوا ۔انتہی ملخصاً

پس امام ر با نیؒ کے قول سے ظا ہر ہے کہ معنی بروز بجز اس کے اور کو ئی نہیں کہ ایک کا مل کی رو ح دو سرے نا قص کے بدن میں بروز اور ظہور کر ے ۔اب معروض ہے کہ اگر احا دیث نزول میں عیسی سے مراد نزول بروزی ہے غلام احمد میں ،تو اس کی یہی صورت ہے کہ عیسی بصورت غلام احمد قا دیانی متو لد ہو ئے یا قا دیا نی میں ظا ہر ہو ئے ۔پہلی صورت میں عیسی اور قا دیا نی کا شخصِ وا حد ہونا لازم آ تا ہے و ھو خلف عند خصم ۔ایضاً کما ھو فی الواقع اور دو سری صورت میں ایک

بدن میں دو روح کا ہونا لازم ہے جو بالکل باطل ہے اور مناقض قواعد حشر ونشر کے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث ہے دین محمدی ﷺ میں۔ اور قابل افسوس تو یہ ہے کہ بروز عیسوی فی القادیانی نے بجائے اس کے کہ فیما بین بارز ومبروز فیہ محبت و اتحاد ہو اور نفع وانتفاع۔ قادیانی سے عیسی ابن مریم کو مکار وفریبی اور پشت بہ پشت زنا کاروں کا بیٹا کہلوانے کا اتحاد پیدا کیا۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷۔ سطر ۱۶ و ۱۷۔ اور امت محمدیہ کو یہودی ہونے کا خطاب دلوایا۔ دیکھو انجام آتھم صفحہ ۲۱ میں امت مرحومہ کے مولویوں کو جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا:

اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویوں تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

اب سنیئے فتوحات مکیہ کے ۳۶ باب کا خلاصہ:

شرع محمدی ﷺ چونکہ شرائع سابقہ پر مشتمل اور سب کی جامع ہے لہذا تابع شرع محمدی پر بروقت عمل وسلوک بریں شرع شریف، شرع عیسوی یا موسوی یا ابراہیمی وغیرہ کے اسرار واحوال بحسب اختلاف الاستعدادات مکشوف اور وارد ہوتے ہیں۔

محمدی درویش وتابع کو موسوی المشرب یا عیسوی المشرب کہنا اسی مقام سے ہے یعنی اس نے عیسوی شریعت کے واردات درضمن اتباع شرع محمدی حاصل کئے ہیں۔

سیدنا جیلی قدس سرہ اس مقام سے خبر دیتے ہیں:

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال

عیسی ابن مریم کے حواری جیسے کہ عیسوئین کہلاتے ہیں ایسے ہی شرع محمدی کے متبعین میں سے بھی عیسوئین ہوتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں عیسی ابن مریم کے حواریوں میں سے بعض لوگ زندہ ہیں چنانچہ زریت بن برثملا مطلقاً عیسوئین کی علامات میں سے ہے کہ ان کی زبان پر بجز کلمہ خیر کے نہیں گذرتا۔ چنانچہ عیسی ابن مریم نے خنزیر کو... سلام بولا تھا کسی نے اسکی وجہ دریافت کی، تو فرمایا کہ اعود لسانی قول الخیر۔ اپنی زبان کو کلمہ خیر کی عادت ڈالتا ہوں۔ من جملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اس کی بھلائی پر ان کی نظر پڑتی ہے۔

ناظرین یہ ہے خلاصہ فتوحات مکیہ کے باب ۳۶ کا ۔ اب محمد احسن امروہی سے دریافت فرماویں کہ کہاں ہے ذکر زبور کا ۔ جس کا معنی بہ نقل عبارت حضرت مجدد صاحب لکھ چکا ہوں ۔ ہاں عیسوی المشرب لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسی بمعنی بروز کے نہیں ۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہیں ۔ البتہ بجائے کلمہ خیر کے دشنام بازی میں اول نمبر ہیں

فتوحات مکیہ کے باب ۳۷ کا حاصل:

عیسوی قطب جب چاہتا ہے کہ کسی شخص کو (جس کی استعداد کا علم اس کو باعلام الہی ہو جاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنایت کرے تو ان وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے

۔ ۱۔ لمس ہاتھ لگانے سے ۔ ۲۔ معانقہ سے ۔ ۳۔ بوسہ دینے سے ۔ ۴۔ کپڑا دینے سے ۔ ۵ ۔ یا اس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا اچھا اور پھر ہاتھ سے اس میں کچھ ڈالتا ہے ۔ دیکھنے والے خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو اس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرایت کر جاتا ہے ۔

منجملہ علامات ان کے بلاغت ہے گفتار میں ۔ اور باوجود امی ان پڑھ ہونے کے اس کے اعجاز قرآن کو جانتا ہے معیار اس کا التزام حق کا ہے اقوال وافعال واحوال میں ۔ نیز اس کو اسرار علم طبیعت وتالیف وتحلیل اس کے اور منافع اشیاء کے ملوم ہوتے ہیں ۔ یہاں تک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اس کو اپنے منافع سے بول کر اطلاع دیتی ہے بعد اس کے اس کو اسماء الہیہ کا علم دیا جاتا ہے ۔ اور نیز اس کو نشاء طبیعت ونشاء روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں خود دنیا وآخرت کی معرفت دی جاتی ہے ۔

فتوحات مکیہ کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اس کے کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو نقصان اٹھانا پڑتا ہے کیونکہ علاوہ انتفاء ان علامات کے، صاحب فتوحات تو زریت بن برثملا وصی مسیح بن مریم کی روایت سے اسی مسیح بعینہ کو دوبارہ دنیا میں لائے ہیں ۔ اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو، چنانچہ شیخ محمد اکرم صاحب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں کہ: بروز آں را نامند کہ روحانیت کمل در بدن کامل تصرف نماید وفاعل افعال او شود ۔ تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ اس تقدیر پر روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا ۔ چنانچہ شیخ محمد اکرم موصوف فرماتے ہیں کہ:

مے گو ید محرر سطور عفی اللہ عنہ شاید کہ روحانیت علی مرتضی دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالی گرفتہ سلمان فارسی را از شیر نجات بخشیدہ باشد۔

الغرض اگر بدن مثالی میں ہو کر روح عیسوی متصرف ہو تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسی بن مریم جسم مثالی میں مسیح موعود ہوا، جو مغائر ہے مرزا صاحب سے اور برخلاف ہے ان کے دعوے کے۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہو کر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت مرزا صاحب ظاہر ہوا ہے تو عیسی بن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا۔ یہ بھی برخلاف ہے دعوی مرزا صاحب کے۔ اور فی الواقع بھی ناممکن ہے کیونکہ عیسی بن مریم قرآن مجید میں انبیاء کی فہرست میں شمار کئے ہوئے ہیں، اور روح القدس کے نفخ سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجدہ ان کی مریم ہے ..الی غیر ذلک من الخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کی روح کی طرح متعلق ہوا ہے تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز شیخ محمد اکرم اقتباس الانوار ص ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں: وبعض برانند کہ روح عیسی درمہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی الّا عیسی وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں کما سبق

اور سب سے حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ آیت نحن قدّرنا بینکم الموت و ما نحن بمسبو قین ۔ علی ان نبدّ ل امثا لکم و ننشئکم فی ما لا تعلمون (واقعه: ۶۰) کو اس بروز کے ساتھ کیا تعلق کیونکہ آیت میں انتقال روح دوسرے بدن کی طرف نشاء دنیا میں ثابت نہیں ہوتا خواہ امثال کو جمع مثل کی بفتحتین ٹھہرا ویں، یا جمع مثل بمعنی مثیل کے۔ بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیّر اوصاف ہوگا یعنی طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیوخت، اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدّل اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کرے گی اور یا تبدل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو متخالفۃ الروح والجسم ہوں گے۔ اور یا تغیر اشخاص دنیویہ پر علی سبیل المسخ علی ما قال الحسن ای نجعلکم قردۃ و خنازیر۔ پہلی صورت میں تو ظاہر ہے کہ روح کا انتقال ہی نہیں صرف اوصافِ طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیّر ہے، دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے۔ مرزا صاحب تو ابھی دنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں (یعنی بوقت تالیف سیف چشتیائی)۔ اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہو کہ (تم کو اور جہان میں لے جاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بساویں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنی دخول تحت النوع الواحد ہوئی۔ اور امثال بایں معنی مسلّم بین الفریقین ہیں، نہ ہم

کو مضر ہیں اور نہ آپ کو مفید۔ کیونکہ اہل اصطلاح بروز وکمون اس کو بروز نہیں کہتے۔ رہی چوتھی صورت، سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے، مرزا صاحب بھی ناگوار سمجھیں گے۔ اور نیز تبدیل امثال کا آیت سے صرف تحت القدرۃ اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اس کا کما ھو مزعوم الجناب

دوسری آیت و ضرب اللّٰہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ فرعون ۔اذ قالت ربّ ابن لی عندک بیتاً فی الجنّۃ و نجّنی من فرعون و عملہ و نجّنی من القوم الظّالمین ۔ و مریم ابنت عمران الّتی احصنت فرجھا (تحریم : ۱۱۔۱۲)۔ اس آیت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن مثیل فرعون کی عورت اور مریم کا ہے۔ اور یہ مماثلت بھی آپ کے مدعا کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث، یعنی حدیث نزول میں، آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں۔ اس خیال پر کہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم یا عیسیٰ سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اولاً گذارش ہے کہ تاوقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو، آپ مجاز کے مجاز نہیں ہو سکتے حالانکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید براں ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔

ثانیاً آں کہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے، آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ لارادۃ القادیانی، ابن مریم سے ہے یعنی اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے۔ تو یہ علاقہ اس ارادہ کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے، تو یہ علاقہ اس ارادہ کیلئے صلاحیت رکھتا ہے، اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن یا حدیث سے ثابت کیا جاوے، مفید نہیں۔ خدا را انصافے! کوئی کہہ سکتا ہے کہ قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی مریم یا امرأۃ فرعون کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے۔ اور خود مریم اور فرعون کی عورت مراد نہیں۔

ثالثاً۔ ابن مریم سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا، چنانچہ اسی جگہ ص ۹۳ سطر ۸ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں (کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے۔ تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی) جبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد غلام مرتضیٰ، مریم کے لفظ سے کسی استعمال میں (پنجابی ہی سہی) مراد لئے گئے ہوں۔ یعنی پہلے غلام مرتضیٰ کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو تو پھر مرزا صاحب ابن مریم

یعنی مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں میں وقوع وثبوت استعمال مفیدِ مدعی ہوسکتا ہے نہ صرف صلاحیت۔ ایسا ہی اگر (ابن مریم) سے قادیانی صاحب مراد لئے جائیں، تو یہاں پر بھی علاقہ مصححہ للمجاز کا کام نہ دیوے گا جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب و سنت سے وقوع استعمال ثابت نہ کیا جائے۔

رہی تیسری آیت جس کو امروہی صاحب نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے و اذ قلتم یا موسی لن نومن لک حتّی نری اللّٰہ جھرۃً (بقرہ: ۵۵) اس میں فرماتے ہیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے وقت یہود نے کہا تھا کہ حتّی نری اللّٰہ جھرۃً یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین! غور فرماویں کہ اس آیت کو بھی پہلی آیات کی طرح کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ موسیٰ کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہوکر بابدان یہود متعلق ہوگئے تھے موجودہ وقت آنحضرت ﷺ کے، یا کہ ان ارواح نے ارواح کاملین کی طرح یہودِ موجودہ زمان سرور عالم ﷺ کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدارا انصاف۔ اس مضمون کا ذکر اس آیت میں صراحتاً یا کنایۃً پایا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہاں پر صرف اتنا ہی ہے کہ نسبت قول کے و اذ قلتم یا موسی لن نّصبر .. الخ میں اور نسبت فرق کے و اذ فرقنا بکم البحر اور نسبت تظلیل کے علی سبیل الوقوع و ظللنا علیکم الغمام اور نسبت انزال کے علی طریق الوقوع و انز لنا علیکم المنّ و السّلوی میں جو فی الواقع یہ نسبتیں یہودِ موجودہ زمان حضرت موسی کی طرف تھیں، ان آیات میں یہودِ موجودہ بزمانِ آنحضرت ﷺ کے کی گئیں، جن کو انتسا ب الفعل الی غیر ما ہو لہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فی الطرف۔ یعنی یہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسی موجود تھے

امروہی صاحب نے ان آیات میں دو طرح سے کمال کیا۔ ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فی الاسناد کو مجاز فی الطرف بنا دیا۔ اردو خوانوں بے چاروں کو کیا خبر ہے۔ وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن اور احادیث کو حافظوں کی طرح پڑھے جاتے ہیں، چاہے بے محل ہی کیوں نہ ہوں آمنا و صدّقنا کہیں گے۔ مگر یہ فرمایئے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دیں گے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا حال بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ یعنی

برتقدیر صحت حدیث کی تا وقتیکہ استعمال موسیٰؑ وعیسیٰؑ وہارونؑ ویوسفؑ وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، یہ استدلال بھی مفید نہیں ۔ نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں۔

} قولہ، صفحہ۹۳۔ انہ نازل بطور مسئلہ بروز کے ہے۔

{ گولڑوی : اگر بطور بروز فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اس میں بروز محمدی بھی ہے لہذا و انّہ نازل کی جگہ ونحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا۔ کیونکہ ما قبل میں وجہ قرب و مناسبت بہ عیسیٰ بن مریم بیان کی گئی ہے دیکھو لا نّہ لم یکن نبیّ بینی و بینہ لہذا بیان شرکت فی النزول بقولہ و نحن نا زلو ن معاً واجب ٹھہرا۔ نزول بروزی کا بطلان مفصل طور پر گذر چکا ہے۔

} قولہ۔ پھر جناب امروہی صاحب صفحہ۹۴ پر علیہ ثو بان ممصرا ن کو ظاہری معنی پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں کیونکہ ہر شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔

{ گولڑوی : کیوں حضرت ! یہ وجہ تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی (رجل مربوع الی الحمرۃ و البیا ض) کیونکہ اعتدال اور گندم گونی اور اشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔اس میں تاویل نہ کرنیکی کیا وجہ ہے۔کیا اس جگہ الکنا یۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ مسیح موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ معتدل اندام اور رنگ اس کا سرخی اور سپیدی کی طرف میلان کریگا۔اور نزول کے وقت اس پر دو کپڑے سرخ رنگ کے ہونگے ۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں ۔اور وصف ممتاز ہونا کبھی بحسب مجموع اجزاء کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض اور وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ علی سبیل الاحترا ز کما ھو شان القیود فا نّھا قد تکون لبیان الواقع وا حیا ناً للاحتراز

} قولہ: پھر اسی صفحہ پر ثوبان ممصران کی تعبیر دنیا کی خوش حالی اور توفیق فرائض منصبی مسیح سے لکھتے ہیں۔

{ گولڑوی : آنحضرت ﷺ کا مسیح موعود کے خصوصیات بیان فرمانا ذاتی اور زمانی کو چونکہ اس لئے تھا کہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے ۔ بنا بر آں اگر ظاہر معنی مراد

نہ تھا تو علیہ ثو بان ممصران کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا تا کہ امت مرحومہ کو بجائے منفعت الٹا نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ کیا آپ ﷺ کو امروہی صاحب جیسا علم تعبیر الرؤیا میں ادراک نہ تھا یا آپ کو قصداً العیاذ باللہ دھوکہ دینا منظور تھا۔ امروہی صاحب نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایۃ ابلغ من التّصریح اور علم تعبیر الرؤیا سے یہ کہ سرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوتی ہے، خوب یاد کر لیا ہے۔ مگر محل بے محل یکساں ہی جاری کئے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے اگر کسی نے شیر کو دیکھ کر کہا کہ رأیت اسداً، یا کسی پر زرد رنگ کا کپڑا دیکھ کر کہا کہ رأیت فلاناً علیہ ثوب ممصر کیا آپ یہاں پر بھی وہی کنایہ اور تعبیر لئے جاؤ گے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ عیسیٰ جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا، اترنے والا ہے پس تم جب اس کو دیکھو تو پہچانو اس کو اس حلیہ اور علامت سے کہ وہ ایک مرد ہو گا معتدل اندام مائل بہ سرخی و سفیدی جس پر دو کپڑے سرخ ہوں گے۔

} قولہ: پھر اسی صفحہ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح اقدس سیدنا مسیح موعود پہنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی حیات طیبہ جو ان کو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوگی۔ اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے کرا رہا ہے دنیا بھر میں کوئی نظیر ان کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا۔

{ گولڑوی: کیا عیسوی اور محمدی بروز و تشبہ والوں کی دنیاوی معاش ایسی ہونی چاہیے جس کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ یہ بیان تو محمدی اور عیسوی تشبہ کا انکار ہے یعنی قادیانی بھی اگر جداگانہ مشابہت آنحضرت ﷺ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے رکھتے، تو ان کی طرح دنیا میں رہتے، اور بجائے فرائض منصبی تجدید دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے ادا نہ کرتے۔

} قولہ: پھر امروہی صاحب اسی صفحہ پر کان رأسہ یقطر و ان لم یصبہ بلل کی تاویل کرتے ہیں۔ یعنی وہ حقائق و معارف قرآنی کا مالک ہوگا۔

{ گولڑوی: یہ فقرہ حدیث مذکور کا بھی اپنے ظاہر پر ہی محمول ہے۔ یعنی اس کے سر سے پانی کے استعمال کے بغیر بھی قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے۔ یعنی ذاتی رطوبت ان میں ہوگی نہ عارضی۔ اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے۔ کوئی قرینہ صارفہ عن الظّاہر باعثہ علی التّاویل نہیں۔ اور پھر ایسی تاویل کہ قرآن اور سنت کے محرف کو قرآنی حقائق و معارف کا مستحق ٹھہرایا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ ہاں اس حدیث میں فقرہ یکسر الصّلیب اور ایسا ہی و

یقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود ہے۔ لہذا کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیت کا ہے، جہاد سے ہو یا صرف دعوت و تبلیغ سے۔ چنانچہ دونوں پر دال ہیں احادیث صحیحہ، جو قتل دجال و یاجوج ماجوج وغیرھم میں وارد ہیں۔ امروہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف صرف ابطال بالحجج کو منسوب کرنا جیسا کہ صفحہ ۵۵ سطر اول پر لکھتے ہیں ای یبطل دین النّصرانیة با لحجج و البراھین۔ چالاکی اور دجل ہے با لحجج و البراھین۔ ایسا ہی آپ کے حاشیہ میں یقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے کہ مسیح ابن مریم صلیبی پرستش و استحلال خنزیر کو، برخلاف مزعوم و افتراء نصاری، حرام و باطل کہے گا۔ یعنی میرے دین میں دونوں امر نہیں۔ ان کو دین مسیح سے قرار دینا نصاری کا افتراء تھا۔ اور بخاری کی روایت میں فقرہ حتّی تکون السّجدة خیراً من الدّنیا ، جو غایت ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کیلئے کما قال فی مجمع البحار غایة لمفھوم یکسر الصّلیب قتل لیکھرام کے ارادہ کو باطل کر رہا ہے کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے متحقق ہو چکا ہے۔ حالانکہ سجدہ کا پیارا ہونا ساری دنیا سے اب تک نہیں ہوا۔

} قولہ: پھر اسی صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں: و یضع الجزیة مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کر دیوے گا جیسا کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیوں کر قائم ہوسکتا ہے۔ جزیہ تو متفرع ہے جہاد پر۔ جب جہاد ہی نہ ہوا تو جزیہ بھی نہیں ہوسکتا۔ انتہی

{ گولڑوی: ناظرین خدارا انصاف۔ یضع فعل متعدی ہے۔ معنی یہ ہوا، وہ مسیح جزیہ کو موقوف کر دیگا۔ اب غور فرماویں۔ کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایہ گورنمنٹ بحفظ و امان ایام بسر کر رہا ہے، یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنی اسے موقوف کر دینا اس کا منصب ہو؟ تو یہ ظاہر ہے کہ بوجہ من جملہ رعایا ہونے کے جہاد کرنے کا منصب نہیں رکھتا۔ رہا جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اسی پر صادق آ سکتا ہے جو جہاد کرنے کی حیثیت رکھتا ہو اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کر دیا، یا کوئی مخالف باقی نہ رہا، تو کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا۔ قادیانی بے چارہ بھلا گورنمنٹ پر کیا احسان جتلا سکتا ہے اور بدیں وجہ من جملہ خدام گورنمنٹ شمار کیا جا سکتا ہے کہ اس نے جہاد کو موقوف کر دیا۔ ہر گز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمت گذاری جتلانا گویا دھوکہ دینا ہے۔ اور اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا، چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض قادیانی کو فیضع الجزیة کا مصداق

خیال کرنا مثل مشہور تو مان نہ مان میں تیرا مہمان ، کا مصداق بنانا ہے ۔ جزیہ کا موقوف کرنا بھی اسی سے متصور ہوسکتا ہے جس میں فلا یقبل الّا السّیف او الاسلام کی لیاقت ہو تا کہ بقیہ مخالفین بوجہ اسلام میں داخل ہونے کے محل جزیہ نہ رہیں ۔ چنانچہ سچے مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا ۔ اور وجہ عدم قبول جزیہ کی بغیر از قتال یا اسلام پہلے گذر چکی ہے ۔ اس تقریر سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سناں چونکہ بہ اخذ جزیہ موقوف ہوسکتا ہے اور بوضع جزیہ واجب ، جب تک سب اسلام میں داخل نہ ہوں ۔ لہذا وضع جزیہ دلیل ہے تعیین جہاد سنانی پر مسیح موعود کے زمانہ میں ، بخلاف جہاد بالحجۃ والبرہان کے ، کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہوسکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب ۔ اور یضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر ۔ جیسا کہ قلت وکثرت باراں و وجود البرکت وعدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہوسکتا ہے کہ امروہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے و لیس ھذا باوّل قارورۃ کسرت فی الاسلام ۔ عبارت مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو:

اور وضع جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیت نہایت مناسب ہے ۔ کیونکہ کوئی مجدد اور موید اسلام باخذ جزیہ حجت و برہان کو موقوف نہیں کرسکتا ، بخلاف تیغ وسنان کے کہ باخذ جزیہ ان کا وضع ہوسکتا ہے ۔ انتہی ۔

اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ وسنان مراد ہے ۔ فتامل

} قولہ : پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۵ میں ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الّا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جملہ بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالی لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ و یحی من حیّ عن بیّنۃٍ (انفال:۴۲) اسی طرح پر جملہ یھلک اللّٰہ فی زمانہ المسیح الدّجّال معنی مذکور مراد ہے ۔ انتہی مختصراً

{ گولڑوی : یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحہ فی القتال کے دال ہے اہلاک فی الحرب پر ۔ اور نصوص قطعیہ واحادیث صحیحہ سے ، جن کو بزعم خود امروہی صاحب نے منافی ٹھہرایا ہے ۔ جواب پہلے گذر چکا ہے اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ و یھلک اللّٰہ .. الخ کو قیاس آیت مذکورہ لیھلک من ھلک عن بیّنۃٍ .. الخ سے کرنا کس قدر جہالت ہے ۔

ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ بروقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا

حجت یا بینہ ضروری ہے ۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں عن بیّنہ موجود ہے لہذا و کم اھلکنا من قریۃٍ ۔ اور وحرام علی علی قریۃ ا ھلکنا ھا ، و نظا ئرھما میں اہلاک و الا بطال بالبینہ مراد نہیں ۔ الحمد سے والناس تک سارا قرآن ملا حظہ ہو۔ (سیف چشتیائی ۔ص ۱۶۶۔ ۱۷۶)

قادیانی کی تفسیر سورہ فاتحہ کا تجزیہ

} سوال : قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ و فصیح لکھنا با وجود امّی ہونے کے اور حریف مقابل کا اس پر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صدق پر ۔

{ جواب از گولڑوی ۔ امّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی اور انکے ہم درسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے ۔..قادیانی کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ ان براہین کے جو آپکو مسیح موعود و نبی و رسول نہیں بننے دیتے کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ و چوری سے کام لیا گیا ہے کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنی جن پر ادنی سے ادنی طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں ۔ ایسی تفسیر کو اعجاز نام رکھنا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے ۔..دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے ۔ کیا ان کو نبی و رسول بننا منظور تھا ۔..اب اعجاز المسیح کے وجوہ اعجاز کو خیال فرمائیے

} قادیانی: اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ جو ہندسہ سے خالی ہے (قادیانی صاحب) لکھتے ہیں : فی سبعین یوماً من شھر الصّیام ۔

{ گولڑوی ۔ رمضان شریف ستر (۷۰) دن کا نہیں ہوتا اور بر تقدیر تاویل ایہام معنی غیر مراد سے خالی نہ ہوگا جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو ۔

} قادیانی : پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے ۔ و کان من الھجرۃ ۱۳۱۸ و من شھر النّصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء

{ گولڑوی : بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے ۔

} قادیانی : پھر لکھتے ہیں ۔ مقا م الطبع قا دیا ن ضلع گورداسپور

{ گولڑوی : ضلع گورداسپور ۔ بھی خلاف محاورہ عربی ہے ۔ نہ صرف اسی وجہ سے کہ بجائے گورداسپور کے ، غورداس فور ، چاہیے تھا بلکہ من جہت الترکیب والاعراب بھی ۔

} قادیانی ۔ پھر کہتے ہیں ، باھتما م الحکیم فضل دین ۔

{ گولڑوی: بعد التعریب فضل الدین چاہیے جیسا البھیروی

} قادیانی:ص ۲۔ کد ستِ غاب صدره۔ او کلیلٍ افل بدره

{ گولڑوی: یہ عبارت حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے۔

} قادیانی:ص۲۔ وخلت راحتها من بخل المزنه

{ گولڑوی: ظاہر ہے کہ من صلہ خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہوسکتا اور تعلیلیہ موہم ہے معنی غیر مراد کی طرف، اس لئے یہاں لام کا محل تھا۔

} قادیانی: کا حیاء الوابل للسنة الجماد

{ گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے بتغیر ما۔

} قادیانی: وعاد جرها سبرها

{ گولڑوی: یہ مثل مشہور ہے۔

} قادیانی:صفحہ ۳۔ من کل نوع الجناح

{ گولڑوی: کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں۔ اس لئے نوعٍ للجناح چاہیے تھا۔

} قادیانی:صفحہ ۳۔ کل امرهم علی التقوی

{ گولڑوی: یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے امرٍ لهم چاہیے تھا۔

} قادیانی:۔ص ۴۔ فلا ایمان له او یضیع ایمانه

{ گولڑوی: لفظ ایمان کا تکرار دو دفعہ مستکرہ ہے۔

} قادیانی:ص ۷۔ وافرّق بین روض القدس وخضراء الدمن

{ گولڑوی: یہ عبارت مقامات حریری کی ہے۔

} قادیانی: ص ۷۔ کالرّبیع الّذی یمطر فی ابانه۔

{ گولڑوی: یہ بھی حریری سے ہے۔

} قادیانی :و عندی شهادات من ربّی لقوم مستقرین و آیات بیّنات للمبصرین وجه کوجه الصّادقین

{ گولڑوی: و وجه عطف ہے شهادت پر، گویا و عندی وجه ہوا۔ اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جزء پر عند نہیں آتا۔

} قادیانی:ص ۸۔ این الخفا فا فتحوا العین ایّها العقلاء

{ گولڑوی : فا فتحوا پر فا کا لانا بے محل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اس کے بعد کیلئے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ پر عکس ہے۔عدم الخفاء سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کیلئے۔

} قادیانی:۔ ما قبلو نی من البخل و ا لا ستکبار

{ گولڑوی: من کا کلمہ یہاں پر قبلو ،مثبت کے لئے تعلیلیہ نہیں ہوسکتا۔اور نفی مستفاد من الحرف کے لئے خلاف محاورہ ہے۔نیز بخل کی جگہ حسد چاہیے۔

} قادیانی:ص ۹۔ و اعطِی ما تو قعوہ

{ گولڑوی: اسکا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونیکا زیادہ مستحق ہے اسلئے واعطوا چاہیے

} قادیانی: ص ۹۔ قا لوا مفتری

{ گولڑوی: مفترٍ چاہیے۔

} قادیانی: و اذا رموا البریبا فیکۃ فضحکوا

{ گولڑوی: فضحکوا پر فا نہ چاہیے۔

} قادیانی:ص ۱۲۔ و قد موا هبّ الصلّا ت علی حب الصلوۃ

} گولڑوی: حریری کے پہلے مقامہ سے ماخوذ ہے بتغیر ما۔

} قادیانی:ص ۱۳۔بل یریدون ان یسفکوا قا ئله

} گولڑوی: ان یسفکوا دم قا ئله چاہیے لا یقا ل سفک زیداً بل دمه۔

} قادیانی:ص ۱۳۔و لما جاء هم امام لا تهوی انفسهم

{ گولڑوی: قرآن کا سرقہ ہے بتغیر ما۔

} قادیانی:ص ۱۵ و لما کان هذا من المشیّة الرّبّانیة مبیناً علی المصا لح الخفیه فما تطرق الی عزم العداء

{ گولڑوی: لما، کی جزا پر فا نہ چاہیے۔

} قادیانی:صفحہ ۱۹۔ و یستقرؤن فی کل وقتٍ موا ضع الجهاد

{ گولڑوی: کیا جو شخص ایسی جھوٹی غمازی سے سرکار کو مسلمانوں پر بدظن کرنا چاہے وہ خدا پاک کا بندہ ہوسکتا ہے۔

} قادیانی: صفحہ ۲۰۔ و جعل قلمی و کلمی منبع للمعارف

{ گولڑوی: منابع المعارف یا منبع المعارف چاہیے۔

} قادیانی: صفحہ ۲۱۔ تنکرون باعجازی

{ گولڑوی: ۔ تنکرون اعجازی چاہیے۔

} قادیانی: صفحہ ۲۲۔ فلمّا دعوته بهذه الدّعوة بعد ما ادعی انّه یعلم القرآن و انّه مناهل المعرفة الی من یکتب تفسیراً بحذاء تفسیری

{ گولڑوی: لعنة اللّه علی الکاذبین۔ مقابلہ تحریری کو مسلّم کر کے تقریری بحث کو بڑھانا، اس کو زیادت فی الشرائط کہا جاتا ہے نہ کہ انکار۔

} قادیانی: صفحہ ۲۲۔ و کان غبیاً و لو کان کالهمدانی او الحریری فما کان فی وسعه ان یکتب کمثل تحریری

{ گولڑوی: ایسا ذہین آپ کے بغیر کون ہوسکتا ہے جو غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین سے یہ سمجھ لے کہ، اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی، جیسا کہ مزعوم ہے، کوئی چیز نہیں۔ اگر علم الٰہی میں اس کا وجود ہوتا تو یوں فرماتا غیر المغضوب علیهم ولا الدّجّال۔ دیکھو صفحہ ۱۸۹، اسی اعجاز مزعومی کا۔ پھر اسی اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۴۳ پر آپ لکھتے ہیں کہ: مالک یوم الدّین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالی نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے زمانہ کا نام رکھا ہے۔ و سمّی زمان المسیح الموعود یوم الدّین لانّه زمان یحی فیه الدّین۔ یہاں میں پھر کہوں گا لعنة اللّه علی الکاذبین۔ اللہ تعالی خود قرآن کریم میں یوم الدّین کی تفسیر اس طرح فرماتا ہے و انّ الفجّار لفی جحیم۔ یصلونها یوم الدّین (انفطار: ۱۴۔۱۵) یعنی گنہ گار دوزخ میں قیامت کے دن داخل ہوں گے۔ اگر یوم الدّین، قادیانی کا زمانہ ہے تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا شروع ہوگیا ہے۔

} قادیانی: پھر فرماتے ہیں و ما ادراک ما یوم الدّین۔ ثمّ ما ادراک ما یوم الدّین۔ یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئاً۔ و الامر یومئذٍ للّه (انفطار۔۱۷۔۱۹)۔ غور کرو یوم الدّین اور یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔

اور پھر صفحہ ۱۲۵؟ پر لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے اس آیت میں و له الحمد فی الاولی و الآخرة۔ (قصص: ۷۰)۔ دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولی سے احمد پہلا یعنی آنحضرت ﷺ اور

آخرہ سے احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی۔

اسکے بعد لکھتے ہیں: و قد استنبطت ھذا النکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ ربّ العالمین

{ گولڑوی: جب آپ ایسے استنباط کر سکتے ہیں جن سے آنخضرت ﷺ بھی بے خبر تھے تو پھر بھلا مہر علی بیچارہ بالمقابل آپ کے کس طرح ایسے نرالے استنباط کر سکتا ہے۔

} قادیانی: و مع ذلک کان یخاف النّاس

} گولڑوی: خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنا موت نظر آتا ہے۔ مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تا کہ خلق اللہ مامور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی کرنا ہے۔ مگر ایسے ماموراور ایسے دین کا عمل درآمد ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو بجائے اس قول پاک آنخضرت ﷺ کے

انا النّبیّ لا کذب انا ابن عبد المطلب

آپ

انا الرّسول لا مراء انا ابن غلام مرتضی

کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالی کو بحسب وعدہ انّا نحن نزّ لنا الذّکر و انّا لہ لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔ اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لئے پہلے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت بآن کروفر، کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ روئے زمین پر دلوایا، جس میں خود ہی اس نے تین علماء (جناب مولوی محمد عبداللہ پروفیسر لاہوری، اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری، اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) کو حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ و اللّٰہ یعصمک من النّاس، اور نیز انّی مھین من اراد اھانتک، اور نیز، تیری اور تیرے گروہ کی حفاظت کرونگا، اور تیرا گروہ ہی قیامت تک غالب رہے گا (دیکھو کتاب البریہ) اور پھر اسی اشتہار میں اخیر پر یہ لکھ دیا کہ لعنۃ اللّٰہ علی من تخلف و ابی۔

مسلمانو! غور سے سوچو یہ ایک مکر الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے، جوانہوں نے

سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کرے۔ ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے گی۔ اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے۔ اور تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر مزید برآں بہ بہانہ خسارو غیرہ وغیرہ پولیٹکلوں کی آسامی نکل آئیں گے مگر چونکہ بحکم و اللّٰہ خیر الما کرین کے الٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے لہٰذا قادیانی صاحب کے اس کروفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دی گئیں یعنی عدم حاضری کا عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین ومخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار اور کش مکش بھی ہوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پر بیدلرزاں کی طرح قلم ملنے لگا اور اعذار باردہ اوھن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپ کو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی۔ یا آپ کے ملہم سے ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کر لی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اس لئے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرے تو اس کے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اس کو غالب کرتا ہے اور اس سچے مامور کو فرض منصبی کی رو سے حریف مقابل کو دو بدو ہونا نہایت ضروری تھا۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز وفنا محمدی وعیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ ان کے بارزین یعنی آنحضرت ﷺ وعیسیٰؑ نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کیتھی۔ دوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں، یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ پہلے علماء کے سامنے قرآن وحدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق سباق اثبات مدعی کیا جاتا اور علماء انصاف فرماتے کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے تاکہ اس کو قبول کر لیا جاوے اور کس کا مخالف اور جاہلانہ چار کو نسلی ہے تاکہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو

نہایت ضروری ہے۔

مرزائیوں کی اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشا پردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر انشا پردازی بھی وہ جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں مضمون لکھ دے کہ نماز عبادت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں، اور اپنے دعوے کی دلیل اس امر کو ٹھہراوے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں، اور فی الواقع ایسا ہو بھی تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اس کے دعوی کو مان سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

} قادیانی: صفحہ۲۲۔ و کان یعلم انّه تخلف فلا غلبة و لا حجا س

{ گولڑوی: جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کے لئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو وجوہ مذکورہ بالا کی رو سے کسی طرح تخلف جائز نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔

} قادیانی: صفحہ۲۲۔ فکاد کیداً

{ گولڑوی: یہ کید چونکہ انّھم یکیدون کیداً (طارق:۱۵) کے مقابلہ میں تھا لہذا اس کو و اکید کیداً کا ظہور سمجھنا چاہیے۔ اسی لئے و اللّٰہ خیر الماکرین (آل عمران:۵۴) کے مطابق غالب رہا اور کیوں نہ ہوتا کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا ورسلی انّ اللّٰہ قویّ عزیز (المجادلہ:۲۱)

} قادیانی: صفحہ۲۳ و یحکم من کان لک عدواً و اشدّ بغضاً من علماء الزّمان

{ گولڑوی: ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجھی تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبد اللہ صاحب و مولوی عبد الجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو حکم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپ نے اجابتِ دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا، اس لئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا۔ اور جب سر پر آ گئی تو اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلّم کر لیتے اگر انہیں ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تا کہ ہم ان حضرات کے سوا تین اور اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین تاجر کتب لاہوری کی ۲۵۔ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجئے۔ ورنہ آپ کا کوئی عذر وحیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلاثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو تب ہم آ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ

یہ خیال فرماویں کہ ہمارے مرید امروہی نے یہ بات پہنچا دی تھی تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا تھا کہ اگر آپ تقریر کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے تو بعینہ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلاکم وکاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات تو ہم پر حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنی ہماری طرف سے اشتہار دعوت شائع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا۔ اور پھر آپ تاریخ مقررہ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپ کے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا، تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں، انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا۔ پس چونکہ یہی نشان علمائے اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا تو پھر آپ کیوں ضد نہیں چھوڑتے۔

} قادیانی: وما رمیت اذ رمیت ولکنّ اللّٰہ رمی

{ گولڑوی: قرآنی آیت ہے۔

} قادیانی: صفحہ ۲۷۔ وحجّۃ بالغۃ تلدغ الباطل کالمنضناض

{ گولڑوی: حریری کے صفحہ ۴۹ سے مسروق ہے بتغیر ما۔

} قادیانی: صفحہ ۲۸۔ ومن نوادر ما اعطی لی من الکرامات

{ گولڑوی: ما اعطی لی کی جگہ ما اعطیت چاہیے۔

} قادیانی: ولا نرھق بالتبعۃ والمعتبۃ

{ گولڑوی: حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے۔

} قادیانی: وتوفیقاً قائداً الی الرّشد والسّداد

{ گولڑوی: حریری سے لیا ہے۔

} قادیانی: ص ۳۶۔ ان اری ظالعہ کالضلیع

{ گولڑوی: مسروق من الحریری ص ۵ بتغیّر ما۔

} قادیانی: ص ۳۷۔ یقال عثارہ

{ گولڑوی: حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیّر ما۔

} قادیانی: ص ۳۹۔ اقتعد منا غارب الفصاحة و امتطی مطا یا الملاحة
} گولڑوی: حریری کا سرقہ ہے۔
} قادیانی: ص ۴۱۔ فقد انعدم علمه کثلج ینعدم بالذوبان
} گولڑوی: انعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیے دیکھو قاموس
} قادیانی: ۴۱۔ لا بدّ ان یکون له هذا العلم
} گولڑوی: ضمیر کا موقع ہے اس کا ماقبل ملاحظہ ہو
} قادیانی: ص ۴۲۔ و لو فرضنا
} گولڑوی: لو کا محل نہیں۔
} قادیانی: ص ۴۳۔ بالاعانة علی الابانة
} گولڑوی: حریری کے صفحہ ۳ کا سرقہ ہے۔
} قادیانی: ص ۴۳ و یعصمهم من الغواية و یحفظهم فی الرّواية و الدّراية
} گولڑوی: حریری سے ہے بتغیّر ما صفحہ ۳۔
} قادیانی: ص ۴۳۔ موقف مندمة
} گولڑوی: حریری ص ۳ کا سرقہ ہے۔
} قادیانی: ص ۴۵۔ و ای معجزة
} گولڑوی: و اية معجزة چاہیے۔
} قادیانی: ص ۴۹۔ کمجهول لا یعرف و نکرة لا تعرف
} گولڑوی:: حریری ص ۵ سے مسروق ہے
} قادیانی: ص ۵۰۔ فکل رداءٍ ترتدیه جمیل
} گولڑوی: ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے۔ حماسہ ۱۴، قال السموئل بن عادیا:

اذا المرء لم یدنس من اللؤم عرضه فکلّ رداء یرتدیه جمیل

} قادیانی: ص ۵۵۔ لا شیوخ و لا شاب
} گولڑوی: ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا کیا درجہ رکھتا ہے۔
} قادیانی: ص ۵۵۔ کنز المعارف و ممدینها و ماء الحقائق و طینتها
} گولڑوی: مقامات کی عبارت ہے۔

} قادیانی: ص ۵۸۔ کما یملأ الد لو الی عقد الکرب

{ گولڑوی: مقامات بدیع کے شعر ثانی کا مصرع ہے باز یاد لفظ کما

} قادیانی: ص ۵۹۔ او زاد منھم سیری

{ گولڑوی: زاد، اکثر متعدی آتا ہے۔

} قادیانی: ص ۶۰۔ القیت بھا جرانی

{ گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ کا سرقہ ہے۔

} قادیانی: ص ۶۱۔ کادراک العھاد۔ لسنۃ جماد

{ گولڑوی: مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے مسروق ہے بتغیر ما

} قادیانی: ص ۶۳۔ اخر نبل من النبال

{ گولڑوی: خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے۔

} قادیانی: ص ۶۴۔ فما کا نوا ان یتحرکوا

{ گولڑوی: مصدر کا حمل نا جائز ہے ان لئے (ان) نہ چاہیے تھا۔

} قادیانی: ۔و لیس فیھم الا السبّ و الشّتم قا عدین فی الحجرات

{ گولڑوی: کس سے حال ہے۔

} قادیانی: ص ۶۷۔ و انا جئناک

{ گولڑوی: تقدیم مسند الیہ بے وجہ ہے۔

} قادیانی: ص ۷۷۔ و مثلھا کمثل ناقۃ تحمل کلّما تحتاج الیہ و توصل الی دیار الحب من رکب علیہ

{ گولڑوی: ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔

} قادیانی: ص ۷۹۔ کما جاء فی القرآن

{ گولڑوی: یہ سجع قلیل الا لفا ظ بعد کثیرھا واقع ہے۔ ماقبل ملاحظہ ہو۔

} قادیانی: ص ۸۱۔ و ھذا الرّجیم ھو الّذی ورد فیہ الوعید اعنّی الدّ جّال

{ گولڑوی: ۔عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم میں جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے۔ اور جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے۔ جسے عیسی قتل کرینگے۔ آج تک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے مگر اعوذ باللّٰہ

من الشّیطان الرّجیم سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ ان کا مصداق مغائر بھی ہوسکتا ہے۔

} قادیانی: ص۸۲۔ و کم من حامل العظام

{ گولڑوی: منصوب ہو کر پھر مکسور پڑھا گیا ہے۔

} قادیانی: ص۸۲۔ بکف المصطفی اضحی الزمام

{ گولڑوی: مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے۔

} قادیانی: ص۸۳۔ الزم اللّٰہ کافۃ اھل الملّۃ

{ گولڑوی: کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

} قادیانی: ص۸۷۔ ان الاسم مشتق من الوسم

{ گولڑوی: ھذا خلاف ما صرح بہ الثقات۔

} قادیانی: ص ۱۲۶۔ ثمّ انّ لفظ الحمد مصدر مبنیے علی المعلوم و المجھول و للفاعل وللمفعول من اللّٰہ ذی الجلال

{ گولڑوی: من اللّٰہ ذی الجلال بے ربط ہے۔

} قادیانی: ص۱۲۷۔ فقد یزید عالم الضلال .. الخ

{ گولڑوی: اس جگہ سے جو مضمون چلا ہے اس کو آیت سے کوئی ربط نہیں۔

} قادیانی: ص۱۲۷۔ طرق اللّٰہ ذا لجلال

{ گولڑوی: ذا لجلال منصوب غلط ہے۔

} قادیانی: ص۱۲۹۔ و لم یزل ھذہ الجنود و تلک الجنود یتحاربان

{ گولڑوی: تتحاربان مونث چاہیے۔

} قادیانی: ص۱۲۹۔ الا من اعطی لہ عینان

{ گولڑوی: خلافِ اولی ہے کیونکہ اعطی کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونیکا حقدار ہے

} قادیانی: ص۱۲۹۔ و انعدم ما یری

{ گولڑوی: انعدم خلاف محاورہ ہے

} قادیانی: ص۱۳۰ ومن اشرف العالمین واعجب المخلوقین و جود الانبیاء و المرسلین

{ گولڑوی: وجود کا لفظ نہیں چاہیے، لعدم صحّۃ الحمل۔

} قادیانی: ص ۱۳۴۔ و من العالمین زمان ارسل فیھم خاتم النبیّین

{ گولڑوی: یہاں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم زمانہ کا نام ہے۔ پہلے یہ ثابت کیا کہ انسان حمد کرنے سے عالم ہو جاتا ہے۔ پھر آیت سے یہ مضمون ہرگز مستفاد نہیں ہوتا۔

} قادیانی: ۱۳۵۔ قد استنطبت ھذہ النکتۃ من قولہ الحمد للّٰہ ربّ العالمین

{ گولڑوی: مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں و لی الحمد فی الاولی و الآخرۃ دو احمدوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک اولی احمد مصطفیٰ ﷺ اور آخری احمد بن غلام مرتضیٰ۔ شفاہ اللّٰہ عن الما لیخولیا۔ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے۔

} قادیانی: ص ۱۳۶۔ الا علی النّفس الّتی سعی سعیھا

{ گولڑوی: سعی کی جگہ سعت مونث چاہیے۔

} قادیانی: ص ۱۳۹۔ الا تری انّ سلسلۃ خلفاء موسی انتھت الی نکتۃ مالک یوم الدّین

{ گولڑوی: کیسا استنباط ہے سبحان اللّٰہ۔

} قادیانی: ص ۱۳۹ کما یفھم من لفظ الدّین فانّہ جاء بمعنی الحکم و الرّفق

{ گولڑوی: اس جگہ بمعنی جزا کے ہے بدلیل و ما ادرک ما یوم الدّین (انفطار: ۱۷)

} قادیانی: ص ۱۴۰۔ و ذلک وقت المسیح الموعود و ھو زمان ھذا المسکین و الیہ اشار فی آیۃ یوم الدّین

{ گولڑوی: لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین المحرّفین۔

} قادیانی: ص ۱۴۳۔ و سمّی زمان المسیح الموعود یوم الدّین

{ گولڑوی: ثانیاً لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین المحرّفین۔

} قادیانی: ص ۱۵۹۔ الا قلیل الّذی ھو کالمعدوم

{ گولڑوی: فصیح بلیغ ملیح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ۔

} قادیانی: ص ۱۶۳۔ ان یجعل اللّٰہ احمد کل من تصدی للعبادۃ

{ گولڑوی: جعل کا دوسرا مفعول بے وجہ مقدم کیا گیا ہے۔

} قادیانی: ۔ص۱۶۳ و علی هذا کا ن من الوا جبات ان یّکو ن ا حمد فی آ خر هذه الا مّة

{ گولڑوی: نہ کوئی اشارت ہے نہ دلالت ۔

} قادیانی: ص ۱۶۵۔ و ان لا توذی ا خیک

{ گولڑوی: ا خاک چاہیے۔

} قادیانی: ۔ص۱۶۶ و اشارة الی انّ اللّٰه اعدّ لهم کلما اعطی الانبیاء السّا بقین

{ گولڑوی۔ محض غلط ہے۔

} قادیانی: ص ۱۷۰۔ و انّهم ثمرات الجنّة فو یل للذی ترکهم

{ گولڑوی: ۔ ترکها چاہیے۔

} قادیانی: ۔ص۱۷۰۔ اتظن ان یکون الغیر

{ گولڑوی: فصیح صاحب! کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا۔

} قادیانی: ص ۱۷۱۔ ان یّبعث فی هذة الامّة

{ گولڑوی: بعد التسلیم مفید مطلوب نہیں ہے۔

} قادیانی: ص۱۷۲۔ و انه لن یا تی ا حد من السّما ء

{ گولڑوی: کہاں سے معلوم ہوا۔

} قادیانی: ص ۱۸۹۔ و ذکر الضّا لین فی مقام کان واجباً فیه ذکر الدّ جّال و ان کا ن ا لامر کما هو ز عم الجها ل لقا ل اللّٰه فی هذه المقا م غیر المغضو ب علیهم و لا الدّ جّا ل

{ گولڑوی : دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اس کے ہو چکا ہے۔ اور ذکر شخصی اگر ضروری سمجھا جاوے تو پہلے آپ کا چاہیے تھا کیونکہ دجال مفسر و محدث بن کر دھوکا نہ دے گا بہ خلاف آپ کے کہ حامیان اسلام کے لباس میں منبر پر کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں۔ لہذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

(سیف چشتیائی۔ص ۵۵۔۶۶ مختصراً)

سرکار بنام قادیانی و بٹالوی

شیخ یعقوب علی تراب قادیانی اڈیٹر الحکم نے لکھا ہے:

اکثر احباب ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ اخبارات میں جو خبر گشت کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور محمد حسین بٹالوی کے نام حفظ امن ضمانت کے لئے نوٹس جاری ہوئے ہیں اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ یہ ایک معمولی سا امر ہے۔ محمد حسین بٹالوی نے کچھ عرصہ ہوا مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے شائع ہونے پر شیخیت نمائی کے طور پر ایک چھری رکھ لی تھی اور اکثر لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔ اس پر ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نے اس چھری کو دیکھ کر رپورٹ کر دی کہ نقص امن کا اندیشہ ہے مرزا صاحب اور محمد حسین سے ضمانت لی جائے۔ اس پر صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع نے ۱۴ دسمبر کو نوٹس جاری کئے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پہلی تاریخ پیشی تھی بدون کسی کاروائی کے مقدمہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا۔ محمد حسین نے جو وکیل کہا جاتا ہے مسلمانوں سے چندہ لے کر کیا تھا اس نے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کی تاریخ تبدیل کرا لی اور اب مقدمہ کل ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں پیش ہوگا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے۔

یہ مقدمہ ایک بڑی دل چسپی سے دیکھا جا رہا ہے اور پبلک میں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ہم نہ تو ضرورت سمجھتے ہیں اور نہ مناسب کہ اس کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے دیں مقدمہ ایک دور اندیش حاکم مجاز کے سامنے ہے بعد کل کاروائی کہ ہمارا حق ہوگا کہ ہم اس پر رائے زنی کریں۔ ہاں اتنا کہہ دینا شاید بے محل نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کے اشتہارات مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور رسالجات کشف الغطاء وغیرہ کا مطالعہ ہمارے بیدار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اصل معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے لئے بہت مدد دیں گے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲)

} شیخ یعقوب علی تراب قادیانی لکھتے ہیں:

جو مقدمہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے اجلاس میں زیر دفعہ ۱۰۷ دائر ہے اور جس میں مرزا صاحب اور محمد حسین بٹالوی بطور فریق ثانی ہیں عام طور پر دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ مذکورۃ الصدر گورداسپور میں باجلاس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پیش ہوا۔ مرزا صاحب کی

طرف سے مسٹر براؤن اور مولوی فضل الدین لاہور اور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشاور سے اور مولوی شیخ علی احمد لوکل پلیڈر بطور پیروکار پیش ہوئے۔ محمد حسین بٹالوی کی طرف سے بھی دو وکیل پیش ہوئے جن میں ایک صاحب بہادر لاہور سے آئے تھے اور دوسرے صاحب گورداسپور ہی کے وکیل تھے۔

۱۱ جنوری کو مرزا صاحب، محمد حسین ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ، انسپکٹر پولیس گورداسپور کے بیانات ہوئے اور مقدمہ ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء پر ملتوی ہوا جو بمقام دہاریوال پیش ہوگا۔

جیسا ہم نے پہلے بھی لکھا تھا کہ ہم مقدمہ کی نوعیت پر کسی قسم کی رائے ابھی دینا قبل از وقت سمجھتے ہیں لیکن ہم نے اس سے پیشتر ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ کے وقت بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کو اصلیت تک پہنچنے کے لئے یہ بات کہی تھی کہ وہ اس معاملہ پر کامل توجہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اور عام مولویوں کے درمیان بنائے مخاصمت کیا ہے؟

بہرحال ہم کو امید ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس معاملہ پر پوری توجہ فرماویں گے ہم کو یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ صاحب موصوف نہایت متانت اور غور سے کام کرتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۶)

} شیخ یعقوب علی تراب بتاتے ہیں:

خیمہ میں جو عدالت کا کمرہ بنایا گیا تھا مجسٹریٹ ان کا منشی اور کورٹ انسپکٹر اور ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ موجود تھے۔ مرزا صاحب کی طرف سے حسب معمول مولوی فضل الدین پلیڈر لاہور، مسٹر براؤن پلیڈر لاہور خواجہ کمال الدین پلیڈر پشار پیش ہوئے۔ محمد حسین بٹالوی آج ایک نئے قانونی مشیر لے کر آئے تھے۔ پیش ہوتے ہی مسٹر ہربرٹ پیروکار محمد حسین نے عذر پیش کیا کہ جدید ضابطہ کی رو سے ایک ہی وقت پر محمد حسین اور مرزا صاحب کا مقدمہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس قانونی وجہ سے ڈپٹی کمشنر نے آئندہ سماعت ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر کی اور سب سے پہلے مرزا صاحب کا مقدمہ سننے کا حکم دیا اور پھر از سرنو نوٹس بھیجنے کا ارشاد فرمایا گویا سابقہ کل کاروائی کالعدم ہی سمجھی گئی۔ اب ۱۴ تاریخ سے اصلی معنوں میں مقدمہ شروع ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۸)

} شیخ صاحب بتاتے ہیں: مقدمہ کی تاریخ ۱۴ فروری ۱۸۹۹ء مقرر ہوئی ہے اور اس مرتبہ یہ مقدمہ بمقام پٹھانکوٹ پیش ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ فروری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو علی الصبح مقدمہ کی پیروی کیلئے مرزا غلام احمد معہ احباب قادیان

سے بٹالہ کو روانہ ہوئے جہاں سے بسواری ریل پٹھان کوٹ کو تشریف لے جائیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۱۰)

} شیخ صاحب نے مقدمہ فوجداری سرکار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید بٹالوی مسل بایں الفاظ نقل کی ہے:

باجلاس مسٹر جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ فیصلہ زیر تجویز نمبر بستہ قادیان ۔۔۔ جرم ۱۰۷ ضابطہ فوجداری

رپورٹ خاص تھانہ بٹالہ:

جناب عالی! مرزا غلام احمد ساکن قادیان و مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کے باہم ایک عرصہ سے تکرار مذہبی چلا آتا ہے۔ دونوں اپنی اپنی تائید اور مخالف کی تکذیب میں تحریرات دیگر چھاپہ و قلمی جاری کرتے رہتے ہیں اور جوش مذہبی کے بہانہ سے ایسے اشتعال بخش الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے ان کے دیکھنے والا ان کی جماعت کے مریدان و معتقد آمادہ بفساد ہو سکتے ہیں ہر دو کے حالات سابق وقتاً فوقتاً بذریعہ رپورٹ ہائے خاص گذارش بحضور ہوتی رہی ہیں۔ دونوں نے یہ طریقہ محض اپنی ناموری اور فائدہ ذاتی کے واسطے اختیار کیا ہوا ہے کہ ان کی عزت اور فریق مخالف کی ذلت ان کی جماعت میں پیدا ہو اور ان کے واسطے علاوہ شہرت کے دنیاوی فائدہ پہنچے جیسے کہ اب تک بذریعہ منی آرڈر وغیرہ رقومات کثیر پہنچ رہی ہیں۔ حال میں غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی کہ وہ فیصلہ بحث مذہبی کا بذریعہ مباہلہ کرے (یہ اسلام میں ایک طریقہ دعا کا واسطے فیصلہ منجانب اللہ کے ہے اور فریق کاذب پر اس فیصلہ کی رو سے عذاب نازل ہوتا ہے)

مولوی محمد حسین نے مباہلہ تو منظور کیا، مگر میعاد نازل ہونے عذاب کی، بجائے ایک سال مقررہ مرزا غلام احمد کے تین روز کے اندر اندر مقرر کی۔ اور مرزا غلام احمد کی طرف سے بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین کو ۸۲۵ روپیہ انعام دیا جانا مقرر کیا گیا۔ بجواب اس کے ایک شخص سید ابوالحسن تبّتی وارد کوہ شملہ سنجولی نے ایک اشتہار تاریخ ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو دیا کہ بصورت فتح یابی مولوی محمد حسین بٹالہ کے تحریر کیا کہ مرزا غلام احمد کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے، اس کی روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر

کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جائے، اور بجائے دینے (محمد حسین کو) ۸۲۵ روپئہ انعام کے صرف ۸۲۵ جوتے ان (مرزا) کے سر پر لگائے جائیں وغیرہ وغیرہ۔

اس اشتہار پر ملا محمد بخش لاہوری نے اپنی طرف سے کچھ نوٹ ایزاد کئے جو درج اشتہار منسلکہ ہیں اور اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے۔ اس اشتہار اور نوٹوں کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جماعت خیال کرتے ہیں کہ مولوی محمد حسین سکنہ بٹالہ نے بنام نہاد دوسرے شخص کی طرف سے یہ اشتہار دلایا ہے۔

اور اب مرزا غلام احمد نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار جس کا عنوان یہ ہے، ہم خدا پر فیصلہ چھوڑتے ہیں، برخلاف مولوی محمد حسین و ملا محمد بخش لاہوری و سید ابوالحسن تبتّی کے جاری کیا جس کا اخیر یہ ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک یہ تینوں اشخاص ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ اور اس میں جو اس نے دعا کی، اور جو اس کا جواب بذریعہ الہام کے معلوم ہوا اردو عربی میں تحریر کئے ہیں۔

اس اشتہار کے جاری ہونے پر مولوی محمد حسین ساکن بٹالہ کو سخت اشتعال اور خوف پیدا ہو گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اشتہار اپنی سابقہ عادت کے بموجب اس کی نقصان رسانی کا انتظام میعاد مقررہ کے اندر کر کے جاری کیا ہے اور اس غرض سے مولوی محمد حسین مذکور نے ایک چھری تیز دھار ساخت بھیرہ ضلع شاہ پور خریدی ہے اور ہر وقت اپنے پاس بغرض حفاظت رکھتا ہے اور عام طور پر چھری مذکور لوگوں کو دکھلاتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد نے لیکھرام کی طرح میری ہلاکت کا انتظام کر کے اشتہار جاری کیا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس پیشگوئی کی صداقت کے واسطے وہ مجھے قتل کرائے گا۔ اس لئے واسطے اپنی حفاظت اور مقابلہ دشمن کے چھری ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ دونوں فریق میرے علاقہ میں آباد ہیں اور انکے مریدوں و معتقدوں کی ایک بڑی بھاری جماعت ہے جس میں ہر طرح کے لوگ تیز مزاج وغیرہ شامل ہیں۔

اب صورت اس معاملہ کی بدانست کمترین یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ زیادہ تحمل مقتضی نہیں ہے۔ ضرور سخت اندیشہ نقض امن کا فریقین کی طرف سے ہے۔ اور اشتہارات علاوہ دل

شکن و رنجدہ اشتعال آمیز کلمات فریقین کی طرف سے روز مرہ سے اور دیکھے جاتے ہیں، اوران کا چرچا عوام میں ہوکر ایک دوسرے فریق کی جماعت کی دل شکنی و اشتعال طبع کا باعث ہوتے ہیں ۔حضور کو یاد ہوگا کہ جب مرزا غلام احمد مقدمہ حفظ امن پادری ہنری کلارک امرتسر سے بری ہوا تھا تو ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے زبانی اس کو فہمائش فرمائی تھی کہ برائے آئندہ ایسے اشتہار یا پیشین گوئی جس سے نقض امن کا اندیشہ ہو، نہ دیا کرے ۔کچھ عرصہ تک مرزا غلام احمد نے اس پر عمل کیا اور خاموشی رکھی، اب پھر اسی طرح اشتہار بازی شروع کر دی ہے جو موجب نقض امن ہے۔لہذا رپورٹ اطلاعاً ارسال بحضور ہے اشتہارات و اخبارات لف ہیں جہاں اس کا ذکر درج ہے اس پر نشان سرخی سے دیا گیا ہے ۔ اگر پسند رائے حضور ہو تو معرفت انسپکٹر صاحب اس امر حقیہ کی دریافت فرما کر فریقین کی ضمانت و مچلکہ حفظ امن کا انتظام فرمایا جاوے۔

تحریر یکم دسمبر ۱۸۹۸ء ۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ

} رپورٹ پولیس گورداسپور:

اصل درخواست ہذا اخبارات و اشتہارات سے علیحدہ ہوکر بخدمت ڈپٹی کمشنر بھیجی جاوے اور گذارش کیا جاوے کہ سال گذشتہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے برخلاف مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری دائر کیا گیا تھا مگر کسی وجہ سے وہ رہا ہوا اور ڈگلس ڈپٹی کمشنر نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت ہوا تھا حکم دیا تھا کہ آئندہ کیلئے مرزا غلام احمد ایسی پیشگوئی نہ کرے ۔مگر اب پھر اس نے اس حکم کے برخلاف کرنا شروع کیا ہے جس سے اندیشہ نقض امن کا ہے ۔ہماری دانست میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کپتان ڈگلس کے حکم اور وعدہ کے خلاف کیا ہے اور ضرور نقض امن کو روکنے کے لئے فریقین کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ فریقین کی حفظ امن میں ضمانت لینی چاہیے۔ کاغذات ہذا بصیغہ خفیہ مرسل ہوویں ۔تحریر ۳ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط بحروف انگریزی

} درخواست دربارہ حصول لائسنس مولوی ابوسعید محمد حسین

مشمولہ مسل اجلاسی مسٹر ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور

سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد قادیانی و مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ ۔

جرم زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری ۔

جناب عالی: مرزا غلام احمد ساکن موضع قادیان نے برخلاف مظہر سائل بدیں مضمون اشتہار دیا ہے کہ مولوی ابو سعید محمد حسین کو ۱۳ ماہ کے اندر ذلت کی مار اور رسوائی ہوگی جس سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ اپنی پیشینگوئی کو سچا کرنے کیلئے میری جان کو نقصان پہنچانے کی کوئی ناجائز تدبیر اختیار کریگا۔ لہذا درخواست ہے کہ مظہر سائل کو ایک پستول اور ایک بندوق کا حفاظت جان کیلئے کل احاطہ پنجاب کے واسطے لائسنس دیا جاوے کیونکہ مظہر کل پنجاب میں واسطے وعظ و غیرہ ضرورتوں کے دورہ کیا کرتا ہے۔ سوائے اوزار کے اندیشہ ہے کہ اس کی جماعت میں سے کوئی دشمن نقصان پہنچاوے۔

مولوی ابو سعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

} از پیش گاہ ڈپٹی کمشنر بہادر پیش ہو کر حکم ہوا کہ مرزا غلام احمد و مولوی محمد حسین برائے ۱۵ ماہ حال صدر میں طلب ہوویں۔ اہلمد کاغذات کو بطور خفیہ احتیاط سے رکھے۔ ۱۰۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

}نقل حکم عبوری مع رپورٹ اہل مد اجلاسی مسٹر ٹی ایف ڈیکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور آج پیش ہو کر حکم ہوا کہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء کو مقدمہ ہذا پیش ہووے۔ فریقین کو فہمائش کی گئی۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء دستخط حاکم

جناب عالی! کاغذات برائے ۵ جنوری ۱۸۹۹ء پیش کرتا ہوں۔ دستخط اہلمد۔ ۲۵ دسمبر ۱۸۹۸ء

}حکیم عبوری واقعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء۔

اجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

فریقین مرزا غلام احمد اور ابو سعید محمد حسین بتعمیل نوٹس حاضر ہوئے کہ جو ہمارے جانشین نے بنام پولیس اس غرض سے جاری کیا تھا کہ ان کو ۱۵ دسمبر کیلئے پیش کیا جائے مقدمہ ۵ جنوری تک ملتوی کیا گیا منجملہ فریقین کے ایک فریق کے وکیل مسٹر اورٹل نے بذریعہ تار ہم سے درخواست کی کہ مقدمہ ۱۲ تاریخ تک ملتوی کیا جائے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسرے فریق کا وکیل بھی رضامند ہے ہم نے مقدمہ کا التواء ۱۱ جنوری تک کیا ہے کیونکہ ۱۲ کو ہم دورہ میں جائیں گے۔ ایک نقل مندرجہ حکم کی زیر دفعہ ۱۱۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری فریقین پر تعمیل کیا جائے کہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان اور ابو سعید محمد حسین کچھ

عرصہ سے آپس میں سخت مذہبی مباحثہ کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خدا تعالی سے مباہلہ کی درخواست کی جائے کہ اس شخص پر ذلت پڑے کہ جو غلطی پر ہو۔ ہر دو فریق کی تحریرات اس حد سے باہر چلی گئی ہیں کہ جس کو مباحثہ واجب کہا جاوے۔

ابوسعید محمد حسین کے فریق کے ایک ممبر سید ابوالحسن تبتّی نے ایک اشتہار در بارہ مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کے جاری کیا گیا ہے کہ جو نہایت فحش ہے۔

اور ایک اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں مرزا نے خدا کے پاس صرف یہی درخواست نہیں کی کہ اس شخص کو جو غلطی پر ہو ذلیل کیا جاوے بلکہ اس کے مخالفان پر بھی، جو افواہیں لاہور میں قتل پنڈت لیکھ رام کی نسبت مشہور ہوئی ہیں عام طور پر روشن ہیں خواہ وہ راست ہوں یا دروغ ،لیکن ان سے مرزا غلام احمد سکنہ قادیان کو رہنمائی ہونی چاہیے تھی کہ وہ اس قسم کے مباحثے سے پرہیز کرے جس میں موت کی (یا جیسا کہ مقدمہ حال میں) ذلت کی پیشگوئی اس کے مخالفوں کی نسبت شامل ہو۔

ہماری رائے میں یہ مناسب ہے کہ نقض امن کے روکنے کیلئے ہر دو اشخاص مندرجہ صدر سے ان کے اپنے مچلکے ایک ایک ہزار روپئے کے برائے ایک سال واسطے رکھنے حفظ امن کیلئے جاویں۔

لہذا حکم ہوا کہ نامبردگان ۱۱ جنوری کو حاضر آویں اور وجہ ظاہر کریں کہ کیوں ایسا حکم صادر نہ کیا جاوے۔

نقل اس حکم کی نوٹس کے ہمراہ برائے تعمیل بھیجی جاوے۔ تحریر ۵ جنوری ۱۸۹۹ء دستخط حاکم

} حکم عبوری بمقدمہ فوجداری باجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور واقعہ ۲۲ جنوری ۱۸۹۹ بمقام گورداسپور

مولوی ابوسعید محمد حسین ساکن بٹالہ و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ملزم حاضر ہیں ۔مسٹر ڈبلیو براؤن، شیخ فضل الدین، شیخ علی احمد و خواجہ کمال الدین وکلاء من جانب مرزا غلام احمد حاضر ہیں ۔ مسٹر اورٹل بیرسٹر و شیخ نبی بخش وکیل من جانب ابوسعید محمد حسین حاضر ہیں ۔ مسٹر براؤن تسلیم کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دستاویزات ان کے موکل نے جاری کیں ۔

الف ۔ اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ۔

ب۔ اشتہار ۳ جنوری ۱۸۹۹ء۔

ج۔ اشتہار مورخہ ۶ جنوری ۱۸۹۹ء۔

د۔ رسالہ کشف الغطاء۔

ھ۔ اشتہار مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۹ء

} بیان مولوی محمد حسین ابوسعید ساکن بٹالہ۔

ایک فتوی تکفیر کا نسبت مرزا غلام احمد.. میرے اخبار میں چھپا کہ مرزا غلام احمد کافر ہے اس فتوی کے لکھنے والے مولوی نذیر حسین تھے اور اس فتوی پر اور مولویوں کی مہریں ہیں میری مہر نہیں ہے۔ میں سائل تھا جواب انہوں نے دیا۔تب سے ہمارا مذہبی بحث اس کے ساتھ ہوتا رہا۔ میں محمد بخش جعفر زٹلی ساکن لاہور کو جانتا ہوں اس کے ساتھ میری سابقہ کوئی خاص دوستی نہیں لیکن خط وکتابت دنیوی کام میں کبھی کبھی میری اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ میں لاہور میں جاتا رہتا ہوں کبھی کسی دوست کے گھر کبھی کسی دوست کے گھر رہتا ہوں، اس کے گھر میں کبھی نہیں رہا۔ میرا پیپر اشاعۃ السنۃ وہاں چھپتا ہے فقرے جو آپ نے مجھ کو پڑھ کر سنائے ہیں یہ میرے اخبار کا خلاصہ ہے جو نمبر ۵ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں ہے۔

اور جو اشتہار محمد بخش نے لاہور سے جاری کیا اس کے متعلق ہے۔ اصل اشتہار میرے رسالے میں نہیں چھاپا نہ مجھ سے کوئی مشورہ لیا گیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا۔

پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۸ میں سے جو فقرات متعلق تیسری حرکت پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ میرے رسالے میں درج ہیں۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ میں سے فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے یہ بھی میرے اخبار میں سے ہے۔ پرچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۶ میں سے چند سطور مجھ کو سنائیں یہ میں نے اپنے اخبار میں چھپوائیں۔ پرچہ نمبر ۷ جلد ۱۸ اشاعۃ السنہ میں سے جو سطریں مجھ کو سنائی گئی ہیں میرے رسالے میں چھپی ہیں۔ میرے رسالے میں وہ دجال اور کافر بہت دفعہ لکھا گیا ہے جیسے وہ مجھے کہتا ہے۔ میں نے مولوی ابوالحسن تبّتی کو دیکھا ہے، وہ کبھی شملہ میں رہتا ہے اور کبھی لاہور کبھی دہلی۔ آخیر مرتبہ میں شملہ میں اکتوبر میں گیا تھا یا قریب اس کے، اور ۱۴ دن وہاں رہا۔ اس وقت میں نے اس مولوی کو دیکھا تھا۔ اشتہار مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کی نسبت میرا کوئی

مشورہ اس کے ساتھ نہیں ہوا کہ جس میں لکھا ہے کہ منہ کالا کیا جاوے اور گدھے پر پھرایا جاوے وغیرہ۔ میں جانتا ہوں کہ اس اشتہار کی نسبت کوئی ذکر اشاعة السنہ میں نہیں ہوا میرے پاس اس اشتہار کی نقل ڈاک میں آئی تھی اور دستی بھی ملی۔ جب پہلے ڈاک میں میرے پاس نقل بھیجی میں نے کوئی جواب سید ابوالحسن تبّتی کو نہیں لکھا۔اس اشتہار کی نسبت میں نے اخیر مرتبہ ۲۴۔ اکتوبر کو شملہ میں اس کو دیکھا تھا اس وقت تک اس نے مجھ سے کوئی ذکر اس اشتہار کی نسبت نہیں کیا کہ میں کوئی ایسا اشتہار چھاپوں گا۔

۱۸۹۷ء سے ایک چھری اپنی حفاظت کے واسطے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ مجھ کو یہ خوف ہے کہ مرزا غلام احمد اشتعال دیگا میری نسبت اسی طرح سے جس طرح کہ دیگر لوگوں کی نسبت اس نے پیش گوئیاں کیں۔ میں نے اس خوف سے ایک بندوق اور ایک پستول کیلئے لائسنس کی درخواست ۵ دسمبر ۱۸۹۸ء کو دی تھی جو شامل مسل ہے۔اور میں نے وہ درخواست دیکھی ہے۔

عبداللہ آتھم اور پنڈت لیکھ رام کی نسبت جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے مجھ کو خوف ہے اور بہ نسبت اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بھی مجھ کو خوف ہے۔

دستخط ابوسعید محمد حسین۔ دستخط حاکم۔

بیان ہمارے مواجہہ میں تحریر ہو کر سنایا گیا۔سن کر راست تسلیم کیا۔ دستخط حاکم

} بیان مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔

عبدالکریم سیالکوٹی میرا مرید ہے... جنگ مقدس چھاپا اس میں جو چند فقرات مجھ کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں وہ اس میری پیشین گوئی کی نقل ہے جو عبداللہ آتھم کی نسبت تھی اس کا سبب یہ تھا کہ آتھم نے مجھ سے تحریری درخواست کی تھی ان کی رضا مندی اور تحریری درخواست میں نے یہ پیشینگوئی کی تھی کیونکہ انہوں نے اصرار کیا تھا۔آتھم کی درخواست جو میرے نام تھی وہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک شامل ہے دیکھی جاوے۔ جو پیشگوئی مجھے سنائی گئی وہ پنڈت لیکھرام کی نسبت تھی اور میں نے پنڈت لیکھرام کی رضامندی سے اور اس کی تحریری درخواست پر کی تھی۔اس خاص پیش گوئی کی خاطر وہ پشاور سے ...اور بہت بدزبانی کرتا رہا اور تمام ...اور پنڈت لیکھ رام پانچ برس کے اوپر ہوا کہ مر گیا..میرے گھر کی تلاشی ہوئی اور پنڈت لیکھ رام کے مرنے کے بعد میں نے

ایک اشتہار جاری کیا جو مجھ کو اب پڑھ کر سنایا گیا، جب مقدمہ ڈاکٹر کلارک کا ہوا اس میں کپتان ڈگلس نے مجھے یہ ہدایت دی تھی اور میں نے ایک نوٹس پر دستخط کئے تھے پنڈت لیکھ رام نے ایک اشتہار اپنی طرف سے میری نسبت دیا تھا کہ تم تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے مر جاؤ گے اور اس پیش گوئی کو اس نے پہلے آپ شائع کیا تھا (مرزا صاحب کہتے کہ آتھم مر تو گیا، کیا ہوا جو پیشین گوئی کی مدت کے بعد مرا۔ بتاؤ اب وہ کہاں ہے۔

مرزا صاحب بقول خود اور بروایت اپنے سسر کے وبائی ہیضہ سے مر گئے، کیا ہوا جو وہ تین سال کی معیاد کے بعد مرے، بتاؤ وہ اب کہاں ہیں۔ بہاء) دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

الحکم قادیان میں جاری ہوتا ہے جو اس کا اڈیٹر ہے وہ میرے مریدوں میں سے ہے اس میں سے جو فقرہ حرف... مجھ کو پڑھ کر سنایا گیا ہے وہ میرے مشورہ سے جاری نہیں ہوا مجھ کو فرصت نہیں کہ میں ایسے معاملات دیکھ سکوں میرے حالات کیلئے میری تعلیمیں دیکھی جائیں جو میری کتابوں میں ہیں۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

بیان ہمارے مواجہہ سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سن کر درست تسلیم کیا گیا۔ دستخط حاکم

} بیان محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ نمبر ۵۶۴ گواہ استغاثہ باقرار صالحہ

میں بٹالہ میں ۱۸۹۳ء سے ڈپٹی انسپکٹر ہوں یہ بحث مذہبی ان پانچ سالوں میں برابر جاری رہا ہے۔ مولوی محمد حسین نے مجھ کو چھری دکھلائی تھی یہ کہا تھا کہ آپ نے سنا ہے کہ مرزا غلام احمد نے جو تیرہ مہینے کی میعاد کا اشتہار جاری کیا ہے میں اس کو اپنی حفاظت کے واسطے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ بوجہ اس خوف کے کیا اس کے واسطے کچھ لائسنس کی ضرورت ہو گی؟ میں نے اس کو کہا کہ میرے خیال میں یہ معمولی چھری ہے اور اس کے واسطے لائسنس کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس وقت مولوی محمد حسین نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ میں پستول اور بندوق کے لئے درخواست لائسنس کی کرونگا۔

الحکم قادیان میں چھپتا ہے اور شیخ یعقوب علی اس کا اڈیٹر ہے۔ مرزا غلام احمد کے اہتمام میں چھپتا ہے۔ میرے خیال میں جو کچھ اس میں چھپتا ہے وہ مرزا کے مشورہ اور ملاحظہ سے اور ان کی نگرانی میں چھاپا جاتا ہے۔ یعقوب علی اس کے مکان میں رہتا ہے اسی سے کھانا کھاتا ہے۔

ان دونوں فریقوں کا جوش بڑا اشتعال انگیز ہے اور دشمنی سالہا سال سے چلی آتی ہے

جب پنڈت لیکھ رام مارا گیا اس وقت بٹالہ میں مذہبی جوش بہت تھا۔ مولوی محمد حسین جو اندیشہ بتاتا تھا میرے خیال میں وہ واقعی اندیشہ ہے۔ مجھ کو اس واسطے خیال ہے کہ عام افواہ ہے کہ جو پیشین گوئیاں کی گئی ہیں ان کے پورا کرنے کے لئے کوششیں کی گئی ہیں میرے نزدیک واقعی اندیشہ ہے

(جرح مسٹر اورٹل پر کہا) محمد حسین کی نسبت میرے پاس کوئی رپورٹ نہیں ہوئی کہ اس سے اندیشہ ہے وہ کبھی کسی مقدمہ یا لڑائی میں شامل نہیں ہوا۔ یہ دونوں اپنی اپنی جگہ پیشوا اسلام سمجھتے ہیں۔

(جرح مولوی فضل دین وکیل پر کہا) مرزا غلام احمد کی نسبت کسی آدمی کی طرف کوئی خاص رپورٹ تھانہ میں نہیں ہوئی کہ اس کی طرف سے خطرہ ہے۔

چند سالوں سے مرزا صاحب ہمیشہ قادیان میں رہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا اپنا چھاپہ خانہ قادیان میں ہے، سوائے اس الحکم کے چھاپے خانے کے۔ میرے سامنے مرزا صاحب نے کبھی مشورہ یا صلاح کسی امر کے چھاپے جانے کی نسبت یعقوب علی کو نہیں دی۔ میری آمدورفت قادیان میں اکثر زیادہ رہتی ہے ہفتے یا دوسرے ہفتہ جایا کرتا ہوں جو اخبار یا رسالہ کبھی دیکھنے کے منگاتا تھا تو مجھ کو یہ خبر ملتی تھی کہ مرزا صاحب کے حکم سے اڈیٹر دیتا ہے۔ میں نے الحکم میں اڈیٹر کا یہ اعلان نہیں دیکھا کہ مرزا صاحب کا اس رسالہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

ایک شکایت نسبت ایک کانسٹیبل حاکم علی کے الحکم میں چھپی تھی اس نے رپورٹ دی تھی کہ مرزا غلام احمد اور نظام الدین کے درمیان بابت تنازعہ ایک دیوار کے سخت اندیشہ فساد کا ہے۔

مولوی محمد حسین نے بعد اشتہار تیرہ ماہ کے مجھ کو چھری دکھلائی تھی مجھ کو مقامی حالات کی وجہ سے یہ خیال ہے جب کبھی مرزا صاحب پیشین گوئی کرتے ہیں تو اس کی صداقت کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بقلم خود

بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

} بیان سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس باقرار صالح

میں ضلع ہذا میں انسپکٹر پولیس ہوں۔ میں لاہور شہر میں انسپکٹر پولیس تھا قبل اس کے

کہ ضلع ہذا میں آیا۔ پنڈت لیکھ رام کے قتل کے وقت وہاں تھا۔ یہ عام قوی شبہ تھا کہ مرزا غلام احمد کا تعلق اس قتل میں تھا۔ جو فقرات اس وقت پڑھ کر ہر دو فریق کو سنائے گئے ہیں انکے شائع ہونے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہے کہ نقض امن کا اندیشہ ہے۔ نہ مرزا اور نہ مولوی محمد حسین خود کوئی ایسا فعل کرینگے مگر وہ اپنے مریدوں کو اشتعال دینگے۔

(جرح مسٹر اورٹل بیرسٹر پر کہا) محمد حسین کی نسبت کبھی شبہ نہیں ہوا کہ اس نے یا اس کے پیروی کنندوں نے اشتعال قتل دیا ہے۔ مجھ کو اس ضلع میں آئے ہوئے تین ماہ ہوئے ہیں مجھ کو محمد حسین کی نسبت سب حال معلوم نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ اس کے دوست اور مرید ہیں جو جو کچھ وہ کہے کریں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے مرید ہیں، مرزا کے بھی مرید ہیں۔

(جرح مسٹر براؤن پر کہا) لاہور میں یہ افواہ تھی کہ پیش گوئی پورا کرنے کیلئے مرزا نے ایسا قتل کیا ہے۔ مجھ کو کسی خاص کتاب کی بابت معلوم نہیں لیکن اس قدر معلوم ہے کہ پنڈت لیکھ رام اپنے مخالفوں کی نسبت کتابیں شائع کرتا تھا۔ میں ذاتی طور پر محمد بخش جعفر زٹلی کا واقف نہیں ہوں لیکن اتنا سنا ہے کہ وہ (ناخواندہ؟) ہے مولوی محمد حسین کا دوست ہے لیکھ رام کے متعلق شمس الدین اور تاج الدین کے گھروں کی تلاشیاں ہوئیں اور نیز ایک انجمن کے مکان کی بھی تلاشی ہوئی تھی وہ انجمن مرزا کے مخالف تھی۔

دستخط انسپکٹر پولیس۔ دستخط حاکم

بیان گواہ ہمارے مواجہہ اور سماعت میں تحریر ہو کر سنایا گیا سنکر درست تسلیم کیا دستخط حاکم

} حکم عبوری مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء بمقدمہ فوجداری باجلاسی مسٹر جی ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

وکلائے ہر دو فریق چاہتے ہیں کہ مقدمہ کا التواء کیا جائے اس لئے ۲۷ جنوری ۱۸۹۹ء کو بمقام دھاریوال اب یہ مقدمہ پیش ہووے۔ وکلاء کو آج کی کارروائی کی نقل دی جاوے اور نیز فقرہ ہائے کی نقل بھی دی جاوے کہ جو عدالت میں پڑھی گئیں اور اگر ممکن ہووے تو وکلاء اس کا ترجمہ داخل کریں چنانچہ وہ اس بات پر رضامند ہیں۔

تحریر ۱۱ جنوری ۱۸۹۹ء۔ دستخط حاکم (الحکم قادیان ۳ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۶۔۱۰)

نقل اقرار نامہ

}

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شایع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی).زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء دستخط مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

عدالتی کاروائی کے بعد مرزا صاحب حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے
جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔،

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے

برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلا توقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورا اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کا فر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھاویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جوابدہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّہ کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالی سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر

اور تکذیب اور بد زبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آ جائیں یہاں تک کہ عدالت کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔،

اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

} چند روز کے بعد اڈیٹر الحکم نے حسب ذیل چٹھی جاری فرمائی:

گورنمنٹ پنجاب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کی توجہ کے لائق

(ہم امید کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل سطور جن کو ہم اپنی ایک خاص چٹھی کے ذریعہ مندرجہ بالا اتھارٹیز کے پاس بھیجتے ہیں توجہ تام سے ملاحظہ فرمائی جاویں گی۔اڈیٹر الحکم)

یہ امر غالباً گورنمنٹ پنجاب سے بھی پوشیدہ نہیں رہا ہوگا کہ پچھلے دنوں میں جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر دائر تھا اس کا آخری فیصلہ فریقین کے ایسے معاہدہ پر ہوا ہے جو قانونی طور پر خواہ اثر انداز ہو یا نہ ہو کہ مولوی محمد حسین آئندہ خود اور اپنے دوستوں کو بھی ایسی تحریروں کی اشاعت سے

باز رکھیں گے جو اس سے پیشتر ان کی طرف سے حسب معمول گالیوں اور مرزا صاحب اور انکے دوستوں کی شان میں گستاخیوں سے لبریز شائع ہوا کرتی تھیں اور ایسا ہی مرزا صاحب بھی جیسا کہ وہ کتاب البریہ میں ظاہر کر چکے تھے آئندہ کیلئے ایسی پیشگوئیوں کی جو کسی کی ذلت یا موت کے متعلق ہوں بدون درخواست شائع نہ کریں گے،

ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اس فیصلہ پر نہایت اطمینان اور مسرت ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ شک نہیں کہ امن کے قائم رکھنے کیلئے یہ ایک بہترین صورت ہے۔ مگر ہم ایک امر ان کی خدمت میں پیش کر کے یہ جتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیا محمد حسین کی طرف سے اس عہد کی خلاف ورزی شروع نہیں ہوگئی ؟ کیونکہ بعد انفصال مقدمہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر جو ۲۵ و ۲۶ فروری کو لاہور میں ہوا، ایک پنجابی رسالہ چودھویں صدی دا جھوٹا مسیح سہ حرفی اڑ رپو پو وغیرہ کے نام سے جو محمد حسین کے دیرینہ شاگرد سعد اللہ مدرس لدھیانہ کی تصنیف ہے اور جو محمد حسین کے دوست ہدایت اللہ ساکن راولپنڈی کی فرمائش سے لکھا گیا ہے اور محمد حسین کے دوست ملا محمد بخش جعفر زٹلی نے عین جلسہ میں تقسیم اور فروخت کیا ہے ہم نے خود ملا محمد بخش سے اس کی دو کاپیاں لی تھیں بلکہ یہ لفظ بھی اس نے ساتھ ہی کہے تھے کہ، ساڈا ایہہ پہلا تحفہ اے ،۔ الغرض یہ پنجابی رسالہ جس پر کوئی تاریخ درج نہیں جو ہمارے خیال میں پریس ایکٹ کی رو سے خلاف ورزی قانون بھی ہے نہایت گندے اور فحش الفاظ میں لکھا گیا ہے اور پھر ایک اشتعال اور جوش دلایا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مرزا صاحب اس رسالہ پر کوئی ایکشن لیں گے یا نہیں۔ غالباً وہ اپنی عادت کے موافق ان گندی گالیوں کو بھی سن کر بھی صبر ہی کرینگے اور وہ حکام تک اس بات کو پہچانا بھی شاید پسند نہ کریں مگر ہم اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے کیلئے گورنمنٹ پنجاب کو عموماً اور خاص کر اپنے ضلع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس معاملہ پر توجہ کریں اور پوری توجہ کریں کیونکہ اس رسالہ کے ذریعہ سے جس کا ذمہ دار محمد حسین کو بوجوہات معقول ہونا چاہیے ایک قسم کا نقض عہد کیا ہے اور وہ جواب دہ ہونا چاہیے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس معاملہ کو یوں ہی نہ چھوڑا جاوے گا ہم اس امر میں اپنے حکام ضلع کو کافی مدد دے سکتے ہیں کہ سعد اللہ کے ساتھ محمد حسین کے بہت ہی گہرے تعلقات ہیں اور وہ اس کو اپنا عزیز

شاگرد لکھا کرتا ہے اور اس کتاب کے محرک اور شائع کرنے والے سب اس کے دوست اور رفیق ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو ذمہ وار قرار نہ دیا جائے۔ اڈیٹر

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۷)

} چند ماہ بعد اڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار میں لکھا:

ہمارے مخالف نئے بھیس میں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش　　　　من انداز قدت را می شناسم

لاہور سے خادم ہند نام ایک پندرہ روزہ چو ورقہ شائع ہوا ہے جس کی پاک اور ضروری خدمت یہ قرار پائی ہے کہ وہ حق پرست، راست باز، بہی خواہ نوع انسان کی ذات پر ناپاک اور قابل شرم حملے کرے۔ اس کا ایک نمبر ہمارے پاس بھی پہنچا ہے جس میں مرزا صاحب پر ملا جعفر زٹلی نے ایک خواب کے پیرایہ میں حسب معمول نہایت کمینے حملے کئے ہیں۔ ہم کو جعفر زٹلی کے مخاطب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں ملک کی حالت پر رحم آتا ہے کہ اگر اس کا مذاق اور اخلاقی اور روحانی حالت بگڑی ہوئی نہیں تو کیوں ایسے رسالے یا اخبار اشاعت پاتے ہیں۔ بہر حال جب کہ مسٹر ڈوئی آج کل لاہور میں کمشنر ہیں (جن کے زمانہ ڈپٹی کمشنری گورداسپور میں وہ مشہور مقدمہ ہوا تھا جس میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مرزا صاحب بطور فریق ثانی تھے اور جس میں انہوں نے آئندہ کیلئے فریقین کو اپنے اور اپنے دوستوں کی سخت تحریروں کے شائع نہ کرنے کی ہدایت کی تھی) تو کم از کم یہ اخبار ان کی نظر سے گذرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو یہ امر مدنظر رکھنا چاہیے کہ کس فریق نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور یہ دوسرا موقعہ ہے ہم ایسی تحریروں کو پسند نہیں کرتے اور خصوصاً جب سے ہمارے حضرت نے ان لوگوں کو مخاطب کرنے سے بھی عام اشتہار کے ذریعہ منع فرمایا ہے پس ہمارے مخالفوں کو کم از کم متانت اور تہذیب کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور گورنمنٹ کو ایسے لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے جو ایسی تحریروں سے ایک جماعت کی دلآزاری کرتے ہیں (اخبار الحکم قادیان ۲۳ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۸)

مقدمہ دیوار

مرزا غلام احمد کی اپنے شریکوں سے ایک دیوار پر تنازعہ کے نتیجہ میں مقدمہ بازی ہوئی تھی، جسے قادیانی لٹریچر میں مقدمہ دیوار کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔الحکم وغیرہ اس مقدمہ کی کاروائی شائع ہوتی رہی ہے۔ذیل میں اس سلسلے کی چند خبریں نقل کی جارہی ہیں۔

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کو ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء کو اس مقدمہ میں جو میرزا نظام الدین وغیرہ پر مسجد کا راستہ جو شارع عام ہے بند کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے فریق ثانی کی درخواست پر بغرض ادائے شہادت جانا پڑا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۹)

} اڈیٹر الحکم، شیخ یعقوب علی تراب بتاتے ہیں:

جس روز رات کو (مقدمہ دیوار میں) گورداسپور پہنچے تھے مرزا صاحب کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی ..منشی عبدالعزیز اور دو تین اور دوست اس مکان میں رہے جہاں مرزا صاحب آرام کرتے تھے۔ساری رات حضرت ناسازی طبیعت اور شدت حرارت کی وجہ سے سو نہ سکے۔چونکہ بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے بار بار ...اٹھتے تھے۔

مرزا صاحب ارشاد فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں منشی عبدالعزیز ساری رات یا تو سوئے ہی نہیں اور یا اس قدر ہشیاری سے پڑے رہے کہ ادھر میں سر اٹھاتا تھا ادھر منشی صاحب فوراً اٹھ کر اور لوٹا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔گویا ساری رات یہ بندہ خدا جاگتا ہی رہا اور ایسا ہی دوسری رات بھی۔ (الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۱۱-۱۲)

} اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

عدالت میں کرسی؟

ہمارے نزدیک اس افتراء کا ازالہ بھی ضروری ہے جو فریق مخالف نے افتراء باندھا ہے کہ مرزا صاحب کیلئے خواجہ کمال الدین نے کرسی بچھادی اور عدالت نے اٹھادی، یا امام الدین (مدعا علیہ) نے عذر کیا کہ مدعی اور مدعا علیہ کو عدالت میں کرسی نہ دی جائے ..
ہم ان سب واقعات کو ازسرتا پا غلط قرار دیتے ہیں...

مرزا صاحب دنیوی عزت ونمود پر ہمیشہ سے لات مارے ہوئے ہیں....
ان کو تو نہ کسی کے سلام کی پرواہ اور نہ کسی کی کرسی کی غرض۔
القصہ مرزا صاحب عدالت میں شہادت کیلئے پیش ہوئے اور آپ نے (کھڑے کھڑے ؟)اپنا بیان دینا شروع کیا (اس کے بعد بیان ہے جو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے۔ بہاء)
(اخبار الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۶۔۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان

جولائی ۱۹۰۱ء میں عدالت میں مرزا صاحب لکھاتے ہیں:

اللہ تعالی حاضر ہے میں سچ کہوں گا۔ میری عمر ساٹھ سال کے قریب ہے (یعنی ساٹھ سال سے کم ہے۔ بہاء)...ایک چاہ پرانا ہے جو سلطان احمد پسرم کے مکان کے دروازہ کے آگے ہے چھ سات سال؟ سے میں نے ایک چاہ اپنے زنان خانہ میں سہولت زنان خانہ کیلئے بنایا ہے۔ سقہ بہت سا پانی نہیں دے سکتا اس وقت بھی زنان خانہ میں پچاس ساٹھ عورتیں ہیں جو چاہ متصل دروازہ مکان سلطان احمد کے ہے عرصہ سے ہمارے مصرف میں نہیں آتا ہمارے آدمی پانی لینے جاویں تو سلطان احمد کے آدمی روکتے ہیں سلطان احمد کا خاص کوئی آدمی نہیں ہے اس کی پہلی بیوی مرگئی ہے اب امام الدین مدعا علیہ کی بیٹی اس کی بیوی ہے اور امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے جو میرے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی بیوی ہے۔ روکنے والی وہی امام الدین کی بہن سلطان احمد کی تائی ہے و بسازش امام الدین روکتی ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے ممانعت سنی ہے میں نے خود امام الدین کی ہمشیرہ کی زبانی سنا ہے کہ یہ لوگ میرے بھائی امام الدین و نظام الدین کے دشمن ہیں اور میرا رشتہ بھائیوں سے ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ اس چاہ سے پانی بھریں ان کو روک دو میں اس کو بہت دفعہ کہتے سنا ہے۔ سلطان احمد مجھ سے مخالفت رکھتا ہے ایک وجہ مخالفت کی یہ ہے کہ وہ مرزا غلام قادر کا متبنی بنایا گیا تھا اور میری نصف جائداد کا شریک کیا گیا تھا اب وہ اسی میں مصلحت دیکھتا ہے کہ تائی کے ساتھ موافقت رکھے ...(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۷)۔ کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ عموماً صبح کے وقت ہی جاتا ہوں، شام کو کبھی شاذ و نادر ہی جاتا ہوں میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ بھی میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی

اصولوں کے مطابق اس کیلئے چہل قدمی مفید ہے۔ ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے۔ خادم عورتوں سے مراد خدمت گار عورتیں ہیں پندرہ سولہ عورتیں ہیں، چند فارغ خدمت گاروں کو ساتھ لے لیتی ہیں۔ یہ بات عام نہیں ہے بلکہ علاج کے لئے ہے ...

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے (یعنی وہ امام الدین کی قریبی ہے، غلام احمد کی چچازاد ہمشیرہ کی بیٹی ہے اور امام دین کی سگی ہمشیرہ کی، اور جب امام دین، غلام احمد کا دشمن ہے اسے کافر کہتا ہے تو شادی کے معاملے میں محمدی بیگم امام دین کے پاس ہوگی نہ کہ غلام احمد کے پاس۔ غلام احمد کا رشتہ تو ایسا ہے کہ دونوں کی شادی باہم جائز ہے جب کہ امام دین کیلئے وہ محرمات میں شامل ہے۔ قریبی کس کی ہوئی؟) جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے۔ وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔ وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑیگا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ پیش گوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکے کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزو پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جزء تھا۔ انہوں نے توبہ کی (کیا وہ مرزائی ہوا؟ کیا اس نے طلاق دی؟ اگر نہیں تو، توبہ کا کیا مطلب ہے؟ بہاء) چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی؟ یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔ اشخاص ذیل کی نسبت موت کا الہام تھا عبداللہ آتھم، لیکھ رام، احمد بیگ، سلطان محمد۔ ان میں سے صرف سلطان محمد زندہ ہے۔ عبداللہ آتھم اگرچہ ظاہری نگاہ میں میعاد کے اندر نہیں

مرا ،مگر اسکی نسبت شرطیہ الہام تھا چونکہ اس نے ظاہری میعاد کے اندر توبہ کر لی اس کو مہلت دی گئی اسکے بعد اس نے اخفاء حق کیا پھر میرے اشتہار کے بعد وہ بہت جلد مر گیا اب آتھم کہاں ہے اسے لاؤ۔ احمد بیگ اپنی میعاد کے اندر مر گیا لیکھ رام بھی میعاد کے اندر مر گیا ....بعض علماء نے میری نسبت کفر کا فتوی دیا ہے اور بہتوں نے مجھے قبول کیا ہے اور ان میں سے بھی جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا بعض توبہ کر کے میرے پاس آتے جاتے ہیں ۔تم کلامہ

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی نے لکھا ہے:

مرزا صاحب کے بیان میں وہ زور اور جوش تھا کہ ہم الفاظ میں اس کو ادا نہیں کر سکتے ۔ الفاظ کے ادا سے ایک خاص قسم کا رعب اور ہیبت ٹپکتی تھی چنانچہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا ،اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر ہنسی کی جاتی ہے ..الخ ،فرمایا تو خصوصیت کے ساتھ ناظرین میں سے ہمارے اکسٹرا اسسٹنٹوں پر بہت بڑا اثر پڑا۔ وہ بڑی حیرت کے ساتھ آپ کے چہرہ کی طرف دیکھتے تھے۔ایسا ہی جب ڈسٹرکٹ جج نے یہ سوال کیا کہ کیا امید ہے کہ وہ پھر آپ کے نکاح میں آئے اس کے جواب میں حضرت اقدس نے جس لب ولہجہ میں یہ فرمایا کہ امید کیا ہوتی ہے یقین کامل ہے کہ وہ میرے نکاح میں آئے ،تو اس کا بھی ایک خاص اثر پڑا غرض اس انداز کو ہم بیان نہیں کر سکتے اور اس ا ثر اور جوش کی تصویر نہیں دکھا سکتے جو اس وقت ظاہر ہو رہا تھا...

مرزا صاحب (بعد بیان) ایک مجمع کثیر کے ساتھ عدالت کے کمرہ سے باہر آئے۔آپ اس قدر خوش تھے جس کی کوئی حد و پایاں نہیں ۔فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ آ گیا ہے اگر ہم ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے اور آرزو رکھتے کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہو جائے اور اس طرح پر تین ڈپٹی گواہ ہو جاویں تو کبھی بھی نہ ہوتا۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں، اب عدالت کے کاغذات سے کون اس کو مٹا سکے گا۔ جب یہ پیشگوئی پوری ہو گی کیا ان ڈپٹیوں پر اس کا اثر نہ پڑے گا ،ضرور ہی پڑیگا جیسے لیکھ رام کی پیش گوئی کی بہت شہرت ہوئی تھی اسی طرح اسکی شہرت ہوگئی۔اور یہ بہت ہی اچھا ہوا کہ عدالت کے کاغذات میں درج ہوگئی۔

اس کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی گئی اور اس خوشی کے متعلق بار بار

حضرت ذکر کرتے رہے ..(نوٹ : عدالت میں ڈپٹی گنگا رام ،مرزا ظفراللہ خان صاحب اور منشی عبدالشکور صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنران بھی موجود تھے)۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

} گورداسپور میں بعد از مقدمہ، مرزا صاحب نے فرمایا:

آج عدالت میں سلطان محمد کے معاملہ کو پیش کیا گیا کہ وہ زندہ ہے ۔ میں کیا کروں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں اور کون سا طریق اختیار کروں جو ان کو سمجھا سکوں۔ یہ لوگ نہ میرے پاس آتے ہیں ، نہ میری باتوں کو سنتے ہیں اور نہ ان کو خدا تعالی کے قوانین پر اطلاع ہے، اور نہ علم ہے۔ وہ نہیں دیکھتے کہ چار شخصوں کے متعلق پیش گوئیاں تھیں جن میں سے تین مر گئے اور اب صرف ایک باقی ہے، اور وہ بھی پیش گوئی ہی کے موافق اب تک زندہ ہے ۔اس پیش گوئی کے غلط ہونے کا اعتراض اس وقت ہوسکتا ہے جب سلطان محمد سے پہلے میں مر جاؤں یا وہ عورت مر جائے۔لیکن جب خدا تعالی نے اسی طرح پر مقدر کیا ہے کہ وہ عورت بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے اور یہ کبھی نہیں ٹلے گا، کیونکہ خدا کی باتیں پوری ہوکر رہتی ہیں پھر کیوں یہ لوگ صبر سے انتظار نہیں کرتے ۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں جیسا کہ آج میں نے خان بہادر خدا بخش صاحب کے سامنے عدالت میں کہا کہ آج مجھ پر ہنسی کی جاتی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ اس کا اثر پڑے گا اور وہ وقت ہنسی والوں کے لئے شرمندگی کا ہوگا۔

(اخبار الحکم قادیان ۔۳۱۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

مقدمہ دیوار کا فیصلہ

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں :

۱۶ جولائی کے بعد مقدمہ ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء پر ملتوی کیا گیا تھا۔۱۰۔اگست کو مدعا علیھم کے باقی گواہ پیش ہوئے۔عدالت میں ثابت کیا گیا کہ ان گواہوں میں سے دو گواہ سزا یافتہ بھی تھے جو قید بھگت چکے ہیں۔۱۰۔اگست کو شہادت مدعا علیہ ختم ہوکر وکلاء کی بحث بھی ہوگئی ۔آخر حکم سنانے کیلئے ۱۲۔اگست ۱۹۰۱ء مقرر ہوئی جس میں ڈسٹرکٹ جج نے دیوار گرانے اور سفید میدان میں کسی جدید تعمیر نہ کرنے کا دوامی حکم دیا اور ایک سو

روپیہ بطور حرجانہ مدعی کو علاوہ اخراجات مقدمہ کے دیئے جانے کا حکم صادر ہوا..
سنا جاتا ہے فریق مخالف کا منشاء ہے کہ وہ اپیل کرے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔۱۵)

} (اس مقدمہ میں جو مرزا صاحب کے اپنے شریکوں کے ساتھ تھا مرزا صاحب کے کذب کا ایک نشان ظاہر ہوا۔ وہ یہ کہ اس مقدمہ میں بیان دیتے ہوئے مرزا صاحب نے بڑی تحدی سے فرمایا کہ محمدی بیگم سے شادی کی انہیں امید ہی نہیں بلکہ یہ اٹل بات ہے۔ یہ شادی ہو کر رہے گی، کوئی اسے ٹال نہیں ہوسکتا، یعنی سلطان محمد ان کی زندگی میں مرے گا۔ محمدی بیگم بیوہ ہوگی، اور پھر میرے نکاح میں آئے گی۔

اور مرزا صاحب کے کہنے کے مطابق اب یہ پیش گوئی عدالتی کاغذات میں درج ہوگئی ہے جہاں سے کوئی مخالف اسے ختم نہیں کرا سکتا اور بڑے بڑے سرکاری افسران اس پیش گوئی کے گواہ بن گئے ہیں، اور یہ کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی تو مخالف شرمندہ ہوں گے وغیرہ،

نیز مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ابھی تک میں بھی زندہ ہوں، وہ عورت بھی زندہ ہے، اس لئے مجھ پر کوئی اعتراض نہ کرو، اور انتظار کرو۔

پھر لوگوں نے انتظار کیا، سرکاری افسر گواہوں نے انتظار کیا، عدالتی کاغذات میں وہ پیش گوئی مرزا صاحب کو للکارتی رہی، ان کی منکوحہ آسمانی، مرزا سلطان محمد کے بچے جنتی رہی۔

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب راہی ملک عدم ہوگئے، نہ سلطان محمد مرا، نہ محمدی بیگم بیوہ ہوئی)۔

روئداد مقدمات مابین جہلمی وقادیانی

بروایت مولوی کرم الدین

مولوی ابوالفضل کرم الدین دبیر جہلمی بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جہلم میں ایک استغاثہ دائر ہوا جوایک قانونی بنا پر خارج ہو گیا تو آپ نے پیش گوئیوں کی بھر مار کر دی۔ جوش میں آکر جہلم میں ایک کتاب مطبوعہ مواہب الرحمٰن تقسیم کی گئی جس میں میرا (کرم الدین) نام لکھ کر گالیاں دی گئیں۔ اس کی بنا پر دوسرا استغاثہ کیا گیا جو آپ کیلئے بلائے بے درماں ثابت ہوا۔قریباً دوسال اس میں سرگرداں رہے۔ آخر عدالت مہتہ آتمام رام سے آپکو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آپ کے مرید حکیم فضل دین بھیروی کو اسی مقدمہ میں دوسو روپیہ جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا ہوئی۔ آخر عدالت سیشن میں اپیل کرنے پر رہائی ہوئی۔صرف اس ایک واقعہ کی بنا پر آپ نے کتنے نمبر نشانات مشتہر کئے، ان کی تفصیل سنیئے۔ حقیقۃ الوحی میں ان نشانات کا اندراج ہے جو درج ذیل ہیں:

} کرم دین جہلمی کے مقدمہ فوجداری کی نسبت پیش گوئی تھی ربّ کل شئے خادمک فاستحفظنی وانصرنی وارحمنی (اس عبارت میں مقدمہ فوجداری یا بریت کا کوئی ذکر نہیں) اور دوسرے الہامات بھی تھے جن میں بریت کا وعدہ تھا۔ چنانچہ خدا نے مجھے اس مقدمہ سے بری کیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۱۴)

} کرم دین جہلمی کے اس مقدمہ فوجداری میں جو گورداسپور میں چندو لال اور آتما رام مجسٹریٹ کی عدالت میں میرے پر دائر تھا اور پیش گوئی میں بتلایا گیا تھا کہ آخر بریت ہوگی۔ چنانچہ میں بری ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص۲۱۴)

} کرم دین جہلمی کی سزایابی کی نسبت پیش گوئی تھی جس کی رو سے آخر وہ سزا پا گیا۔ دیکھو میری کتاب مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۹ سطر ۸ یہ تینوں پیش گوئیاں درج ہیں۔ پیش گوئی کی عبارت یہ ہے جو کتاب موصوف میں شائع ہوئی:

و من آیاتی انبأنی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم .... و قد ظھر

من انبآء ہ تعالی من اجزاء ھذہ القضیۃ فیظھر بقیتھا کما وعد من غیر الشک و الشبھۃ

ترجمہ۔ اور منجملہ میرے نشانوں کے ایک یہ ہے کہ جو خدائے علیم وحکیم نے ایک لئیم شخص کی نسبت اور اس کے بہتان عظیم کی نسبت مجھے خبر دی ...پس جب ایک برس گذرا تو یہ مقدر کی باتیں کرم دین کے ہاتھ سے ظہور میں آگئیں (یعنی اس نے ناحق میرے پر فوجداری مقدمات دائر کئے) پس اس کے مقدمات دائر کرنے سے پیش گوئی کا ایک حصہ تو پورا ہو گیا اور جو باقی ہے یعنی میرا اس کے مقدمات سے نجات پانا اور آخر اسی کا سزایاب ہونا، یہ بھی عنقریب پورا ہو جائے گا (حقیقۃ الوحی ۔ ص ۲۱۴۔۲۱۵) (حالانکہ بیانات حلفی میں مقدمہ کی نسبت پیشگوئی سے انکار کرتے رہے۔ اسکا ذکر آئیگا)

} آتمارام کی اولاد کی موت کی نسبت پیش گوئی ۔ چنانچہ بیس دن میں اس کے دولڑکے مر گئے ۔ اس پیشگوئی کے گواہ وہ جماعت کے لوگ ہیں جو گورداسپور میں میرے ساتھ مقدمہ میں حاضر تھے (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۱۵)۔

(ہرگز یہ پیش گوئی کسی کتاب یا اخبار میں شائع نہیں کی گئی ۔ بعد از واقعہ یہ پیش گوئی گھڑی گئی ۔ اور آتمارام کی اولاد کے مرنے سے کیا فائدہ ہوا؟ آتمارام نے آپ کو پانچ سو روپیہ جرمانہ یا قید کی سزا بھی دے دی ۔ فائدہ تو جب تھا کہ آتمارام مر گیا ہوتا اور مرزا جی سزا سے بچ جاتے ۔ کرم الدین)۔

} لالہ چندو لال مجسٹریٹ اکسٹرا اسسٹنٹ گورداسپور کے تنزل کی پیش گوئی ۔ چنانچہ وہ گورداسپور سے تبدیل ہو کر ملتان منصفی پر چلا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ۔ ص ۲۱۶)

(کسی کتاب یا اخبار یا اشتہار میں اس پیش گوئی کا نام ونشان نہیں ۔ اگر مرزا جی کو علم ہوتا کہ ان کی پیش گوئی کے مطابق مجسٹریٹ نے تبدیل ہو جانا ہے تو انتقال مقدمات کی درخواست کی زحمت چیف کورٹ تک کیوں کی جاتی ۔ پھر چندولال کی تبدیلی سے مرزا کو کیا فائدہ ہوا؟ ان کے مقدمات جو خاکسار کے خلاف دائر تھے وہ خارج کر گئے ۔ اور ان کے وقت تو مرزا جی پیشی مقدمہ کے وقت آرام سے کرسی پر بیٹھے رہتے تھے ان کی تبدیلی پر ایک ایسا جابر حاکم مہتہ آتمارام آ گیا کہ جس نے عدالت میں روزانہ ۶ ۔ ۶ گھنٹہ مرزا جی کو ملزموں کے کٹھرے میں پاؤں پر کھڑا کیا۔ آخر پانچ سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ ماہ کی قید کی سزا بھی دے دی ۔ فائدہ تو تب ہوتا کہ چندولال کی تبدیلی پر مرزا جی کا کوئی مرید مجسٹریٹ آ جاتا اور مرزا جی کو بری کر دیتا۔ کرم الدین)

} براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی ہے کہ جس قدر میرے پر مقدمات کئے جائیں مجھے فتح ہوگی ۔ چنانچہ ہر مقدمہ میں مجھے فتح ہوتی رہی (حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۲۴)

} جب میں ..کرم الدین کے فوجداری مقدمہ کی وجہ سے جہلم میں جارہا تھا تو راہ میں مجھے الہام ہوا اریک برکاتٍ من کل طرفٍ یعنی ہر ایک پہلو سے تجھے برکتیں دکھلاؤنگا۔.. یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میں جہلم کے قریب پہنچا تو تخمیناً دس ہزار سے زیادہ آدمی ہوگا کہ وہ میری ملاقات کیلئے آیا۔ اور تمام سڑک پر آدمی تھے اور ایسے انکسار کی حالت میں کہ گویا سجدے کرتے تھے۔ اور پھر ضلع کی کچہری کے اردگرد اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حکام حیرت میں پڑ گئے ۔ ۱۱ سو آدمیوں نے بیعت کی اور قریباً دوسو عورت بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئی (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۵۲) (اسکے متعلق ہم آگے چل کر بحث کرینگے۔ مقدمہ میں مجھے بریت ہوئی۔ کرم الدین)

} ایک دفعہ جب میں گورداسپور میں ایک فوجداری مقدمہ کی وجہ سے (جو کرم دین جہلمی نے میرے پر دائر کیا تھا) موجود تھا، مجھے الہام ہوا

یسئلونک عن شانک ۔ قل اللّٰہ۔ ثمّ ذرھم فی خوضھم یلعبون۔

یعنی تیری شان کے بارہ میں پوچھیں گے کہ تیری کیا شان اور کیا مرتبہ ہے ۔ کہہ وہ خدا ہے جس نے مجھے یہ مرتبہ بخشا۔ پھر ان کو اپنی لہو ولعب میں چھوڑ دے۔

اپنی جماعت کو یہ الہام سنا دیا۔ خواجہ کمال الدین (پلیڈر) اور مولوی محمد علی بھی موجود تھے ۔ کچہری میں گئے تو فریق ثانی کے وکیل نے سوال کیا۔ کیا آپ کی شان اور مرتبہ ایسا ہے جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے ۔ میں نے جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے، جو اس نے یہ مرتبہ مجھے عطا کیا ہے ۔ تب وہ صبح کا الہام قریباً عصر کے وقت پورا ہوگیا (حقیقۃ الوحی ص ۲۶۶)۔

(یہ ہے مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ۔ آپ کے ہر دو بیانات حلفی آگے بجنسہ درج ہوں گے ۔ ان میں نہ اس سوال کا ذکر ہے نہ جواب کا ۔ ایسے الہامات اور ایسے اقوال کا کیا کہنا ۔ پیغمبر تو جھوٹ نہیں بولا کرتے ۔ مرزا جی عجیب نبی ہیں کہ تانا بانا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے ۔ کرم الدین)۔

(نیز حاشیہ میں روحانی خزائن کے لکھا ہے: یہ سہوا لکھا گیا ہے ۔ مراد تحفہ گولڑویہ ہے کیونکہ مرزا صاحب سے سوال تحفہ گولڑویہ کے متعلق کیا گیا تھا۔ ہمارے پاس مسل مقدمہ حکیم فضل دین بنام کرم دین کی مصدقہ نقل موجود ہے اس میں یہ الفاظ درج ہیں: تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا، پیر مہر علی کے مقابلہ پر لکھی ہے ۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی ۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر ص ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اسکا مصداق ہیں ۔

جواب ۔ خدا کے فضل اور رحمت سے میں اسکا صداق ہوں ۔ مصحح، حاشیہ ص ۲۷۸ حقیقۃ الوحی ۔ بہاء)

} ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کورات کے وقت یہ فکر ہورہی تھی کہ مقدمات کرم دین کا کیا انجام ہوگا۔ الہام ہوا انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا و الّذین ھم محسنون۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمات کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۶۵)

} مولوی کرم دین کے مقدمہ میں جو گورداسپور میں ہوئے کرم دین لئیم اور کذاب کے معنی سنگین بیان کرتا تھا، ہم خفیف۔ ان دنوں الہام ہوا۔ معنی دیگر نہ پسندیم۔ آخر فیصلہ میں ہمارے معنی پسند کئے گئے۔

} ایک دفعہ ۱۹۰۲ء میں مجھے الہام ہوا یریدون ان یّطفئوا نورک و یتخطّفوا عرضک ۔ و انّی معک و مع اھلک ان دنوں میں نے خواب دیکھا کہ تین قوی ہیکل سنڈھے مجھے مارنے کو کھڑے ہیں۔ ایک نے ان سے مجھ پر جو حملہ کیا میں نے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نے حملہ کیا وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دیا۔ تیسرا بڑی شدت سے آیا۔ قریب آیا تو دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا اور میں اس کے ساتھ رگڑ کر اس کے پاس سے گذر گیا۔ پھر القاء ہوا ربّ کل شئی خادمک ربّ احفظنی و انصرنی و ارحمنی اس واقعہ کے دیکھنے کے ساتھ ہی مجھ کو تفہیم ہوئی، کوئی دشمن مقدمہ برپا کریگا اور اس کے تین وکیل ہونگے ...آخر کرم دین نے جہلم میں مجھ پر مقدمہ کیا اور مقدمہ سخت تھا میرے کشف کے مطابق اس میں تین وکیل تھے (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۸۰۔۳۸۱)

(اس مقدمہ میں تین نہیں بلکہ سات وکیل تھے۔ البتہ جس وقت وکلاء مرزا نے مسل دیکھی اس وقت تین تھے۔ وہی بات ذہن میں تھی کشف بن گیا۔ کرم الدین) آخر کار مقدمہ خارج ہو گیا۔ غور کیجئے مقدمہ خارج ہونے کو کتنے نمبروں میں بیان کر کے نشانات کے نمبروں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں۔ صرف دو مقدمات (جہلم و گورداسپور) کا بار بار اعادہ کر کے گیارہ نشانات بنائے گئے ہیں۔ بات کا بتنگڑ اسی کو کہتے ہیں ...

اب جب جناب والا کو مقدمات سے نجات ملی پیش گوئیوں کی بھرمار ہونے لگی۔ لیکن دوران مقدمہ میں ایسی کوئی پیش گوئی سے صاف انکار فرماتے رہے چنانچہ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جرم ۴۲۰ تعزیرات ہند عدالت لالہ چندو لال مجسٹریٹ میں بحیثیت گواہ صفائی لکھایا اس میں صاف بیان کیا:

مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس سے پہلے لکھی گئی تاریخ لکھنے کی یاد نہیں ہے کیونکہ بشریت ساتھ ہے۔ اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کتاب کب چھپی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی ۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھی اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے ۔ مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہوا ۔،

اس بیان میں مرزا قادیانی نے کتنے ہیر پھیر کئے ۔ پہلے فرمایا کہ صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ اب اسی صفحہ کی عبارت کو مقدمہ کی پیشگوئی بتایا جاتا ہے ۔، آخر مجبور ہو کر دبی زبان سے کہنا پڑا کہ صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے ۔ اگر یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی تو کیوں نہ صاف فرما دیا۔

اب دیکھئے ، حکیم الامۃ مولانا نورالدین اس عبارت کے متعلق کیا فرماتے ہیں ۔ آپ نے جو بیان حلفی بمقدمہ کرم الدین بنام مرزا غلام احمد بہ حیثیت گواہ صفائی بعدالت لالہ آلہ رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں لکھایا اس میں صاف لکھاتے ہیں، کہ اس میں مقدمات کا کچھ تعلق نہیں ۔ نہ تین حامیوں سے مراد تین وکیل ہیں ۔ بیان یوں ہے :

میں نے یہ کتاب مواہب الرحمٰن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں، میں سمجھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ۔

۱۔ مجھے خدا نے خبر دی ہے، ایک لئیم اور بہتان والے آدمی کے متعلق ۔۲۔ وہ تیری آبرو ریزی کرنے کا ارادہ کرتا ہے ۔۳ ۔ آخر کار وہ تیرا نشانہ بنے گا ۔۴۔ اس نے تین آدمی تجویز کئے ہیں جن کے ذریعہ سے تیری اہانت ہو ۔۵ ۔ کہ میں ایک محکمہ میں حاضر کیا گیا ہوں ۔۶ ۔ آخر میں نجات ہو گی ۔،

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں ۔ اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہو سکتا کہ کس بات کی بابت یہ بیان ہے ۔ کرم دین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا ۔ اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر نہ رکھا جائے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے ۔ بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم الدین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے ۔ اور وکلاء کیلئے کچھ مال رکھا ہے ۔ اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے ۔ واقعات کے لحاظ سے میں یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہو گا ...انہی خطوط و اخبارونکا نتیجہ ہے ۔

پھر اخیر میں فرماتے ہیں

ذلک مثل واحد ہے اس کی تعیین خواب میں نہیں ہوئی واقعات نے تصریح نہیں

کی کہ کیا ہیں ۔ واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، پیر صاحب اور اڈیٹر سراج الاخبار.. تین مددگار رہیں ارادہ توہین ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ مقام جہلم۔
کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں چلتا۔ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔
الجواب، وکیل ملزمان۔ جس غرض کے لئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی، اس سے مراد یہ ہے کہ خط اور مضمون کرم دین کا قرار دیا گیا۔

دیکھئے حکیم نورالدین نے کیسا صاف الفاظ میں ساری پیش گوئی پر پانی پھیر کر مرشد کی ساری کاروائی کو غارت کر دیا۔ آبروریزی سے مراد مقدمہ نہیں خطوط و اخبار بیان کئے۔ تین مددگار وکیل نہیں بلکہ شہاب الدین، پیر مہر علی اور اڈیٹر سراج الاخبار قرار دیئے گئے۔ اور کھلے الفاظ میں مرزا کے قول کی تکذیب کرتے ہوئے فرمادیا کہ وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے۔ اور کرم دین کا نشانہ بننے سے یہ مراد نہیں کہ مقدمہ میں سزا ہوئی بلکہ یہ کہ خط و اخبار کا مضمون اس کے قرار دیئے گئے۔

کیا مرزائی صاحبان حکیم الامۃ کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے تسلیم کریں گے کہ مقدمات کے متعلق پیش گوئی اور ثلاث حماۃ (تین مددگار) سے تین وکیل مراد ہونا غلط ہے، نہ کوئی پیش گوئی تھی نہ کوئی الہام تھا۔ ایسے گول مول الہامات اور پیش گوئیاں تو ارڑ پوپو بھی کر دیا کرتے ہیں اور واقعات کے بعد ان کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اب مرزا جی کے حلفی بیان اور مولانا نورالدین کے حلفی بیان کے بعد یہ ساری بنیاد جو نشانات کی تعمیر کی گئی تھی بالکل متزلزل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مرزا صاحب نے حسب عادت وفات محمد حسن فیضی کو بھی دو نمبروں میں بیان کر کے نشانات کی تعداد بڑھائی ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:

} ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ پر لعنت اللّٰہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ کے پیچ میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ بڑے دکھ کے ساتھ اس جہان سے گذر گیا اور جواناں مرگ موت ہوگی اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مباہلہ ہمارے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے (حقیقۃ الوحی ص ۲۴۳ نشان نمبر ۱۵۳)
(حقیقۃ الوحی کا مصحح کہتا ہے کہ اعجاز احمدی کی بجائے اعجاز المسیح کر دیا گیا ہے کیونکہ مولوی محمد حسن نے اعجاز المسیح کے حاشیہ پر لعنت اللّٰہ علی الکاذبین لکھا تھا۔ بہاء)

تعجب ہے کہ صرف لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین لکھنے والا جس میں مرزا جی کا نام تک

نہیں مباہلہ کی زد میں آ گیا لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری ..اور ڈاکٹر عبدالحکیم جو اس سے سخت سنگین کلمات مرزا جی کی نسبت استعمال کرتے رہے ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا بلکہ مرزا جی ان سے پہلے خود چل بسے۔

(نشان نمبر ۱۵۴۔ پیر مہر علی گولڑوی نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں مجھے چور کہا تھا یعنی اس کے خیال میں، میں نے دوسروں کی کتابوں کا مضمون چرا کر لکھا ہے۔ اس افتراء کی خدا نے اس کو یہ سزا دی کہ عدالت میں کرم الدین کے مقدمہ میں وہ خود محمد حسن بھین کے نوٹوں کا چور ثابت ہوا چنانچہ عدالت میں اس بارہ میں حلفی شہادتیں گذر گئیں تب اس پر بھی الہام انّی مهین من اراد اها نتک پورا ہو کر خدا تعالی کا نشان ظاہر ہوا۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۴۳)

لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مرزا جی نے عدالت میں مولوی محمد حسن کی نسبت پیش گوئی کرنے سے بھی صاف انکار کیا اب کس منہ سے ان کو اپنی پیش گوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔

بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین مرزا جی کا جو حلفی بیان بحیثیت گواہ صفائی عدالت لالہ چندولال مجسٹریٹ میں ہوا اس میں یوں ارشاد ہے:

> الہام انّی مهین من اراد اها نتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا میں مقدمات سے کئی سال پہلے یہ پیش گوئی من قا م للجوا ب و تنمّر ۔ فسوف یری انه تند م و تد مر فیضی کی نسبت نہیں ہے۔
>
> پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:
>
> سوال: یہ دونوں الہام آپکے سچے ہوئے کہ نہیں؟ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ
>
> جواب۔ پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیش گوئیوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

پھر اس حلفی بیان کے خلاف مرزا جی کا یہ کہنا کہ مولوی محمد حسن میری پیش گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے کس قدر ڈھٹائی ہے۔

اب ہم اس قدر تمہید لکھنے کے بعد اپنے اصل مقصود کی طرف آتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ مقدمہ بازی کا سلسلہ پہلے مرزا صاحب کے حکم سے مرزائیوں نے چھیڑا۔ اس کا نام اخبارات و اشتہارات میں جہاد رکھا، اور اس جہاد کے بہانہ سے مریدوں کو خوب لوٹا۔ چنانچہ آخری روز فیصلہ

کے دن خواجہ کمال الدین بی اے وکیل مرزا نے سرعدالت تسلیم کیا کہ مقدمہ بازی میں ہمارے تیس ہزار روپئے صرف ہوئے ہیں ۔ظاہر ہے کہ مرزا جی نے جیسا کہ ان کے بیانات سے ظاہر ہوگا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا ، نہ ہی فریق مقدمات حکیم فضل الدین ،شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم کی یہ حیثیت تھی کہ چندیں ہزار روپئہ کے مصارف پورے کرتے ۔ یہ سارا بوجھ مرزا جی کے مریدوں نے برداشت کیا اور پبلک کا ناحق روپئہ اس فضول کام میں پانی کی طرح بہایا گیا۔

مزید یہ کہ یہ ناگوار مقدمہ بازی مابین فریقین کیوں شروع ہوئی۔سو جہاں تک ہم غور کرتے ہیں درحقیقت یہ...حسب منشاء قدرت ایزدی جاری ہوا اور اثنائے مقدمات میں قدرت کے عجیب عجیب کرشمے نمودار ہوتے رہے ۔ ہر چند اس سلسلہ کو چھیڑنے والے مرزا جی اور انکے اراکین جماعت تھے اور انہوں نے اس غرض سے یہ سلسلہ چھیڑا تھا کہ دنیا پر اپنا رعب قائم کریں گے اور اپنے قانونی مشیروں (وکلاء) کی قانونی قابلیت اور افراط زر اور گرم جوش جماعت کی متفقہ طاقت سے چشم زدن میں مخالف فریق کونیست ونابود کر کے لمن الملک کا نقارہ دنیا میں بجادیں گے ۔لیکن ان کو کیا علم تھا کہ ، ما چہ درخیالیم وفلک درچہ خیال ۔اس چھیڑ خانی کا نتیجہ ان کے حق میں آخر کیا نکلے گا ۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ یہ مقدمہ بازی ہمارے لئے وبال جان ہوجائے گی تو ہرگز اس کا نام نہ لیتے ۔لیکن خدا کو اپنی زبردست طاقت کا دکھلانا اور مرزائی پندار وغرور کو خاک میں ملانا منظور تھا۔

مرزائیوں کا پہلا مقدمہ

سب سے پہلے مرزا جی کے مرید حکیم فضل الدین نے مجھ (کرم الدین) پر زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند اولاً گورداسپور میں استغاثہ دائر کیا ۔ وہ مقدمہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو گنگارام اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ومجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں حکیم مذکور نے معرفت خواجہ کمال الدین ومولوی محمد علی وکلاء دائر کیا ۔ رائے گنگارام تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے تبدیل ہوگئے ۔ (ہم نے ان کی عدالت سے مقدمہ منتقل کرنے کیلئے چیف کورٹ میں درخواست کی تھی اس اثنا میں وہ گورداسپور سے تبدیل ہوگئے ۔ اس لئے اگر ہمارا دعوی ملہمیت کا ہوتا جیسا کہ مرزا نے کہا کہ رائے چندولال ہماری پیشگوئی کے مطابق تبدیل ہوگئے ہیں تو ہم بھی کہہ سکتے کہ رائے گنگارام ہماری دعا سے تبدیل ہوگئے ۔کرم الدین) پھر یہ مقدمہ انکے جانشین لالہ چندولال ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ومجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں چلتا رہا۔اس مقدمہ میں استغاثہ کی طرف سے علاوہ دیگر گواہوں کے مولوی نورالدین اور مولوی عبدالکریم کی بھی شہادتیں گذریں ۔ اور .. بابو

غلام حیدر تحصیل دار کی بھی شہادت ہوئی اور صفائی کی طرف سے اس مقدمہ میں مرزا غلام احمد کی بھی شہادت گذری۔

مرزا صاحب کو اس مقدمہ میں فتح ونصرت کے الہامات بارش کی طرح نازل ہوتے رہے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ خارج اور ملزم عزت کے ساتھ بری کر دیا گیا۔ مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مخالف کی فتح وظفر کا نقارہ بج گیا۔ یہ فیصلہ عدالت چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء کو صادر ہوا۔ مرزائیوں کو اس مقدمہ میں بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوا اور بے اندازہ روپیہ صرف ہوا۔ نتیجہ مقدمہ کے متعلق ہم وہ مضمون درج ذیل کرتے ہیں جو اس موقعہ پر سراج الاخبار جہلم .. جنوری ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولوی کرم الدین کی فتح

۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو مرزائیوں کا وہ الہامی مقدمہ فوجداری تھا جو منجانب حکیم فضل الدین مرزا جی کے خاص حکم سے برخلاف مولوی صاحب موصوف دائر کیا گیا تھا اور جو ہر ماہ سے چل رہا تھا اور جس کی نسبت مرزا جی کو متواتر نصرت وفتح کے الہامات بارش کی طرح برس رہے تھے آخر کار انصاف مجسم حاکم جناب بابو چندو لال بی اے مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت سے خارج ہوگیا، اور مولوی صاحب عزت سے بری ہو گئے۔ اس تاریخ کو بہت سے احمدی جماعت کے ممبر دور دور سے مسافت طے کر کے آخری حکم سننے کے لئے جمع ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ مرزا جی کا تازہ نشان (فتح مقدمہ) دیکھیں لیکن مجسٹریٹ کا حکم سن کر سب کے رنگ فق ہو گئے اور وہ سب امیدیں جو مرشد جی نے مدت دراز سے فتح وظفر کی دلا رکھیں تھیں خاک میں مل گئیں اور مرزا جی کے الہام کی قلعی کھل گئی۔

کیوں جی مرزائی صاحبان! سچ بتایئے گا وہ الہام جاء ک الفتح ثمّ جاء ک الفتح کیا ہوا، اور وہ مجموعہ فتوحات کا وعدہ کہاں اڑ گیا، اور انجام مقدمات کی پیشگوئی کیا ہوئی اور ان تازہ الہامات مشتہرہ الحکم ۱۶ و ۲۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ہماری فتح ہمارا غلبہ ظفر من اللہ وفتح مبین وغیرہ وغیرہ کا کیا حشر ہوا۔ آپکے حضرت حجۃ اللہ نے تو جیسا کہ الحکم مذکور میں چھپا خواب میں اصحاب القبور (مردگان) کے سامنے بھی ہاتھ جوڑے اور دعائیں کرائیں لیکن افسوس کہ وہ سب محنت اکارت گئی۔ سچ ہے و عندہ مفا تیح الغیب

لا یعلمها الّا ھو۔ کیا مرزائی صاحبان اس معاملہ پر غور نہیں فرمائیں گے یاروخدارا انصافے الیس منکم رجل رشید ذرا مرزا جی سے یہ تو پوچھئے گا کہ آپ نے خود انجام مقدمات کی پیش گوئی اس آیت سے فرمائی تھی انّ اللّٰہ مع الّذین اتّقوا و الّذین ھم محسنون اب آپ ہی فرمایئے اہل تقوی آپ ہے یا آپ کے مخالف۔ میدان تو مولوی (کرم الدین) صاحب جیت گئے خدا کی نصرت ان کی یاور ہوئی۔ پھر یا تو آپ کو اپنے ملہم پر صاف بدظن ہو جانا چاہیے یا اس کا فیصلہ مان لیجئے کہ حق آپ کے خلاف ہے۔ ایک اور آیت بھی آپ نے الحکم میں اس مقدمہ کی پیش گوئی میں شائع کی تھی الم ترکیف فعل ربّک با صحاب الفیل الم یجعل کید ھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیراً ابا بیل ترمیھم ..

سواب آپ ہی تشریح فرمایئے کہ اصحاب الفیل اس موقع پر کون ہیں اور ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور کون۔ ہم تو گورداسپور میں جہاں تک دیکھتے رہے آپ ہی کی پارٹی بڑے کروفر سے رتھوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر آتی تھی پھر آپکی نسبت طیراً ابا بیل کا خیال کرنا تو نہایت بے ادبی ہے۔ البتہ پہلی شق کی کوئی وجہ نکل سکتی ہے تو براہ مہربانی اس الہام کی پوری تفسیر کر دیجئے گا۔ مرزائی صاحب آپ؟ مانیں یا نہ مانیں دنیا میں تو سب مولانا محمد کرم الدین کی فتح کا ڈنکا بج گیا اور مرزا جی کا وہ طلسم اعجاز دعوی (الہام) ٹوٹ گیا الحقّ یعلو و لا یعلی۔ اب تو مرزائی صاحبان کو مرزا جی سے صاف کہہ دینا چاہیے بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے۔

افسوس ہے کہ مرزا جی کے جری سپاہی خواجہ کمال الدین وکیل کی یک سالہ محنت اکارت گئی اور برخلاف ان کے فاضل وکلاء جناب سید امیر شاہ پلیڈر بٹالہ اور شیخ نبی بخش پلیڈر گورداسپور، بابو.. بی اے وکیل گورداسپور نے میدان جیت لیا۔ ہم ان وکلاء صاحبان کو تہ دل سے مبارک باد دیتے ہیں اور ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں اور پھر صد ہا مبارک باد مولوی محمد کرم الدین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک زبردست فتح حاصل کی۔ راقم: ایک گورداسپوری

مرزائیوں کا دوسرا مقدمہ فوج داری

دوسرا مقدمہ بھی مرزا قادیانی کے اسی جانثار نے ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بذریعہ مسٹر اوگارسن بیرسٹرایٹ لاء لاہور وخواجہ کمال الدین وکیل، عدالت لالہ چندولال مجسٹریٹ میں دائر کیا۔ اور اس مقدمہ کی بنا اس سے شروع ہوئی کہ حکیم فضل الدین کا بیان بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند ہورہا تھا جرح کے وقت اس کے ایک بیان کی تردید کے لئے ہم نے کتاب نزول المسیح کے چند اوراق پیش کر دیئے چونکہ اس سے اس کے پہلے بیان کی تکذیب ہوتی تھی اس لئے اس نے اس وقت اس کتاب کی ملکیت سے صاف انکار کیا چنانچہ لکھایا کہ کتاب نزول المسیح جو ملزم نے پیش کی ہے اور جس پر نشان اے نمبرا ے کا ہے، اس کا پہلا ورق ہمارے مطبع کا معلوم ہوتا ہے باقی اوراق کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مطبع کے چھپے ہوئے ہوں۔ پھر لکھایا کہ نزول المسیح کی کاپی جو ملزم کی طرف سے پیش ہوئی ہے جس پر میں اعتبار نہیں کرتا ممکن ہے ہمارے مطبع کے کاتب سے مل کر لکھائی ہو یا کسی اور کاتب سے لکھائی ہو جس کا خط ایسا ہی ہو استاد کا تبوں کے خط مشابہ ہوتے ہیں۔

پھر ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو بعد صلاح مشورہ ان اوراق کو مال مسروقہ ظاہر کر کے زیر دفعہ ۴۱۱ تعزیرات ہند استغاثہ دائر کیا گیا اور لکھایا کہ کاپی ہماری ملکیت ہے ہمارے ہی مطبع کی چھپی ہوئی اور ہمارے ہی کاتبوں نے لکھی ہے۔

یہ بے وجوہ بے بنیاد بے حیثیت مقدمہ ۲۹ جون ۱۹۰۳ء کو رائے چندولال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں حکیم فضل الدین کی طرف سے بذریعہ مسٹر اوگارسن بیرسٹرایٹ لاء وخواجہ کمال الدین وکیل دائر کیا گیا اور اس کی تحقیقات میں ناحق عدالت کے قریباً نو ماہ صرف ہوئے ۔ چونکہ ۴۱۷ والے مقدمہ کی کمزوری گواہان استغاثہ کے بیانات سے ظاہر ہو چکی تھی اور مرزائیوں کو اپنے اس مقدمہ میں کامیابی کی امید قریباً منقطع ہو چکی تھی اور ادھر مرشد جی کی طرف سے بہت سے الہامات فتح ونصرت کے پیش از وقت شائع ہو چکے تھے اس لئے بمصداق الغریق یتشبث بالحشیش انہوں نے یہ دوسرا مقدمہ بے حقیقت دائر عدالت کر دیا باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے، مگر چند اوراق نزول المسیح کی چوری کرنے یا کرانے کی فریق ثانی کو کیا ضرورت تھی اور اتنے دور دراز فاصلہ سے چوری کرنا یا کرانا کس طرح باور کیا جا سکتا تھا اور طرفہ یہ کہ فضل الدین جو مقدمہ ہذا میں مستغیث گردانا گیا پہلے اپنے حلفی بیان میں اس کتاب کی ملکیت سے انکار کر چکا تھا جس کی

تفصیل گذر چکی ہے۔

لیکن ان کے نقطہ خیال میں یہ تھا کہ دفعہ مقدمہ ایسی ہے کہ محض مقدمہ دائر کر دینے سے ہی فریق ثانی کو بہت کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے جرم نا قابل ضمانت ہے مستغاث علیہ زیر حراست رہے گا اور بفحوائے تا تریاق ازعراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود، جب تک کہ تحقیقات میں مقدمہ کی حقیقت کھلے گی اس سے پہلے ہی مرشد کے الہام انّی مھین من اراد اھا نتک کا کرشمہ ظاہر ہو جاوے گا۔ لیکن چندو لال مجسٹریٹ نے مقدمہ کی حقیقت پر نگاہ ڈال کر بجائے اجرائے وارنٹ بلا ضمانت کے وارنٹ ضمانتی جاری فرمایا۔ تاہم مرزائی جماعت نے یہ بھی غنیمت سمجھا اور وارنٹ دستی حاصل کر کے تعمیل کیلئے ایک مخلص حواری شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم کو مامور کر دیا کہ خود فریق ثانی کے مسکن میں بذریعہ پولیس پہنچ کر تعمیل کرائے تا کہ وہاں کے باشندگان یہ کاروائی دیکھیں اور اس کی خفت ہو۔ لیکن مستغاث علیہ ان دنوں اپنے دیہہ مسکن میں موجود نہ تھا اس لئے مسٹر تراب دور دراز فاصلہ کی صعوبات سفر برداشت کر کے موضع بھیں میں پہنچے اور ہر چند وہاں دشوار گذار کھنڈرات میں دن بھر بھٹکتے اور خاک چھانتے پھرے لیکن دل کی امنگ پوری نہ ہوئی مستغاث علیہ کا پتہ نہ ملا۔ بالآخر اپنے ارادہ میں ناکام ہو کر وہ پریشان ہو کر بے نیل ومرام رجعت قہقہری قادیان میں بصد حسرت وارمان لوٹ آئے۔

(نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مختلف مقاصد کیلئے اس وحشتناک سفر میں مبتلا گئے اور کبھی چکوال کبھی بھیں اور ادھر ادھر بھی دورہ فرماتے رہے لیکن ایک دفعہ بھی فائز المرام نہ ہوئے اور ہر یک دفعہ بہت سی تکالیف برداشت کر کے یوں ہی واپس ہونا پڑا۔ کاش مرزاجی پہلے ہی ان کو آگاہ کر دیتا کہ میاں کاہے کو تکلیف اٹھاتے ہو تم نے اپنے ارادوں میں نامراد ہی رہنا ہے۔ اور اگر ملہم میں کوئی طاقت تھی تو ان کی مدد کرتا اور فوراً ان کا مطلب پورا کر دیتا۔ نہایت تعجب ہے کہ مقدمات کی اتنی لمبی دوڑ میں فریق ثانی کو ایک دفعہ بھی قادیان جانے کی ضرورت پیش نہ آئی اور مرزائی جماعت کو کم سے کم چھ سات دفعہ موضع بھیں کی زیارت کرنی پڑی اور یاتون الیک من کلّ فجٍ عمیق کا الہام بجائے قادیان کے الٹا موضع بھیں پر صادق آتا رہا اور یہ سن کر ناظرین کو تعجب ہو گا کہ مرزائی جماعت کے بعض صاحبان کئی رنگ بدل بدل کر بھیں میں مقدمہ کا مصالحہ لینے گئے۔ چنانچہ ایک جہلمی مرید ایک دفعہ پٹھانوں کے لباس میں ... ہینگ فروشی کے بہانہ سے کو بہ کو در بدر خراب ہوتا رہا لیکن آخر بے چارہ وہ بھی ساحل مقصود پر نہ پہنچا۔ پھر ایک دفعہ وہی شخص سارجنٹ پولیس بن کر رات کو موضع بھیں میں گیا لیکن تاڑنے والے تاڑ گئے کہ کشمیری بچہ سوانگ بھر رہا ہے۔ کیا ایک راست باز کے متبعین کو ایسی چالبازیاں کرنا جائز ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کرم الدین)

الغرض یہ بے اصل استغاثہ دائر ہونے اور اس کی کاروائی شروع ہو جانے پر مرزائی جماعت بڑی خوشیاں منا رہی تھی اور بڑی بے صبری سے انتظار کیا جا رہا تھا کہ اگر پہلے نہیں تو اختتام شہادت پر مستغاث علیہ ضرور زیر حراست ہوگا اور مرزائیوں کے دل ٹھنڈے ہوں گے چنانچہ اختتام شہادت کے موقع پر اخبار الحکم نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ اگر خدا نے چاہا تو ۲۴۔ اگست کا پرچہ ایک خاص پرچہ ہوگا۔ لیکن ہم اس ذات پاک جل وعلاء شانہ کی کمال قدرت پر قربان ہیں جس نے اس زبردست پارٹی کو اپنے ارادوں میں ناکامیاب کیا۔

اس استغاثہ کی تائید میں جتنے گواہ گذرے ہیں وہ سارے کے سارے مرزا صاحب کے مرید حکیم فضل الدین مستغیث کے پیر بھائی تھے جو مقدمہ بازی میں حصہ لینے کی غرض سے بدون طلبی عدالت مختلف دور دراز شہروں سے تشریف لا کر تائید استغاثہ میں گواہ بنے تھے۔ اور یہ سن کر ان سب کو افسوس ہوا ہوگا کہ ان کی شہادت نے ان کے مرشد بھائی کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ گواہان استغاثہ حسب ذیل تھے: خلیفہ نورالدین۔ شیخ نور احمد۔ کرم علی۔ مفتی محمد صادق۔ ظفر احمد۔ حبیب الرحمٰن ریاست کپورتھلہ۔ امتیاز احمد؟ وزیر آباد، عبداللہ کشمیری امرتسر، شیخ رحمت اللہ وغیرہ..احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ حکیم محمد حسین لاہوری۔ ان گواہوں کی بالعموم یہی شہادت تھی کہ وہ مرزا صاحب کی تصنیفات کے خریدار ہیں اور مدت سے حکیم فضل دین کی معرفت کتابیں منگوایا کرتے ہیں اور کتاب نزول المسیح متنازعہ ان کے پاس نہیں پہنچی۔

ان گواہوں کے متعلق صرف اس قدر کہہ دینا ضروری ہے کہ بالعموم اپنے بیانات میں انہوں نے لکھایا کہ نو دس سال کے زائد عرصہ سے مرزا صاحب کی تصانیف حکیم فضل دین ہی سے منگوایا کرتے ہیں اور اسی کو قیمت بھیجا کرتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب اپنے بیان (بمقدمہ دفعہ ۴۱۷) صاف لکھاتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت کسی میرے آدمی کی معرفت ہوتی تھی مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل الدین کے سپرد کر دیں کہ وہ فروخت کرے۔ لیکن گواہان ۱۹۰۱ء سے پہلے کئی سالوں سے برخلاف قول مرزا صاحب فضل دین ہی سے کتابیں لینا بیان کرتے ہیں۔..غرض یہ مقدمہ بھی دفعہ ۴۱۷ والے مقدمہ کی طرح خارج ہو کر مرزائیوں کی رسوائی کا باعث ہوا۔

مرزائیوں کا تیسرا مقدمہ فوجداری

تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم کی طرف سے میرے (کرم الدین) اور مولوی فقیر محمد کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ازالہ حیثیت عرفی دائر کیا گیا۔ اس مقدمہ میں مجسٹریٹ نے مستغاث علیہما کو ... جرمانہ کیا جس کی اپیل نہیں کی گئی۔ اس مقدمہ میں بھی عجیب عجیب انکشافات ہوئے۔ مرزا صاحب کو بھی شہادت صفائی میں پیش کر کے آپ پر زبردست جرح کی گئی (یہ بیان درج ہوگا) یعقوب علی تراب قادیان میں تو بڑے جنٹل مین بنے ہوئے تھے لیکن ہم کو بتانے والوں نے آپ کا اتا پتا بتایا تو معلوم ہوا کہ آپ ذات کے ... ہیں۔ جب سوالات جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کی ذات ... ہے تو خواجہ کمال الدین بڑے خفا ہو کر عدالت سے کہنے لگے کہ یہ دوسرا لائیبل ہے۔ عرض کی گئی کہ آپ گھبرائیں نہیں ہمارے پاس اس کا ثبوت ہے۔ اور اس کے متعلق ہم تراب کے والد ماجد کو طلب کرا کر آپ کو ان کی زیارت کرائیں گے اور ان کے منہ سے اس امر کی کہ آپ ... ہیں تصدیق کرائیں گے۔ تراب صاحب دراصل ضلع جالندھر میں ایک موضع جاڈلہ کے باشندہ ہیں۔ پیدا ہوتے ہی برخوردار کا نام چھجو رکھا گیا آپ کے والد کا نام چٹو اور دادا کا نام تانا تھا اور ذات ... تھی۔

سوالات جرح میں تراب صاحب سے جب ذات پوچھی گئی تو آپ نے اپنے حلفی بیان میں اپنی ذات سے لاعلمی ظاہر کی اور لکھ دیا کہ نہیں معلوم میری قوم کیا ہے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟ تو کہا کہ مسلمان کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو شیخ لکھایا ہے نہ بلحاظ قومیت کے۔ یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کے والد صاحب کا نام چٹو ہے یا نہیں؟ اسکے جواب میں فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ میرے باپ کا نام چٹو تھا۔ گواہان صفائی میں آپ کے والد ماجد کو طلب کرایا گیا جن کے نام کا سمن اس پتہ پر تعمیل ہو کر آیا: بنام چٹو ولد تانا عرف سلطان بخش ذات ... ساکن جاڈلہ ضلع جالندھر۔

جب میاں چٹو عدالت میں شہادت کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے اپنی عرفیت چٹو تسلیم کی اور ذات شیخ لکھائی حالانکہ یعقوب علی صاحب قوم شیخ ہونے سے انکار کر چکے تھے۔ جرح میں آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر شیخ ہے تو آپ کو ... کیوں کہا جاتا ہے، چنانچہ سمن بھی اسی پتہ پر تعمیل ہوا، تو اس کے جواب میں وجہ یہ ظاہر فرمائی کہ میرے ایک بزرگ نے ... کے گھر شادی کر لی

تھی۔ علاوہ ازیں بابو محمد افضل اڈیٹر البدر گواہ استغاثہ نے اپنی شہادت میں صاف لکھایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یعقوب علی ذات کے... ہیں۔

اس مقدمہ میں بھی مرزائیوں کا بڑا روپیہ خرچ ہوا۔ بڑے بڑے اڈیٹران اخبار اور تحصیل دار ڈپٹی گواہان گذرے۔ آخر نتیجہ کیا ہوا؟ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ تراب صاحب کی عزت کی قیمت... پڑی جو مستغاث علیہ پر جرمانہ ہوا۔

مرزا قادیانی پر فوجداری مقدمہ

اب ہم اس مقدمہ کا ذکر کرتے ہیں جو زیر دفعات ۵۰۰، ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند میری (کرم دین) طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مرید حکیم فضل الدین بھیروی ثم القادیانی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مواہب الرحمٰن کی عبارت مندرجہ صفحہ ۲۹۔ ۳۰ کی بنا پر دائر کیا گیا تھا اور جس میں مرزا صاحب دو سال تک سرگردان و پریشان رہے۔ آخر عدالت مہتہ آتمارام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور سے مرید و مرشد کو جرمانہ ورنہ قید کی سزا ہوئی اور سینکڑوں روپئے اپیل پر خرچ ہو کر جرمانہ معاف ہوا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت کسی فرقہ کا کوئی متنفس نہ بچا ہوگا، جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو بعض نے آپ کو ترکی بترکی سنائیں اور بعض سنجیدہ مزاجوں نے اپنی عالی وقاری سے مطلق سکوت کیا جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا اور گالیوں میں مشاق ہوتے گئے حتی کہ گویا فن گالیوں کے آپ پورے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے ید طولی حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد اور ادیب مانے جانے لگے اور دنیا قائل ہوگئی کہ کوئی شخص امام الزمان کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا۔ آخر رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش ہوا اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغلظات کا ایک مجموعہ تھیں دفتر عدالت میں پیش ہوگئیں چنانچہ بعض حکام نے مرزا جی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ کو سنبھالئے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمائیے۔ عامہ خلائق کی دل آزاری اور ایذا رسانی سے باز آیئے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جائے گا۔ وہاں مرزا جی عدالت کے تیور دیکھ کر آئندہ کے لئے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اس موقع پر مناسب ہے کہ ناظرین کی آگاہی کے لئے اس حلفی معاہدہ کی جو مرزا جی نے مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور

کی عدالت میں داخل کیا بجنسہ نقل کی جاوے اوراس کے بعد مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل بھی درج کی جاوے:

} میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کراقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ :ا۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر وذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شایع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اس کی (نجی) زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ا تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء ۔ دستخط مجسٹریٹ ضلع بحروف انگریزی مسٹر ڈوئی۔ دستخط بحروف انگریزی کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی بقلم خود

} حکم اجلاسی جی ایم ڈبلیو ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

زیر دفعہ...ضابطہ فوجداری ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو متنبّہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ بمقدمہ ڈاکٹر کلارک صاحب ان کے برخلاف کافی شہادت نہیں ہے کہ ان سے ضمانت حفظ امن کی لی جاوے لیکن جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے درانحالیکہ کوئی شہادت اس کے باور کرنے کے واسطے نہیں ہے کہ مرزا صاحب خود یا کسی دیگر شخص کی معرفت نقص امن کریں گے مگر ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلاشبہ طبائع کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے اور مرزا صاحب کو ذمہ دار ہونا چاہیے کہ یہ تحریرات ان کے مریدوں پر کیا اثر رکھیں گی پس مرزا صاحب کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ملائم اور مناسب الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بہ حیثیت مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کاروائی کرنی پڑے گی ۔

دستخط مجسٹریٹ: مسٹر ڈگلس ۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

سو یہ دونوں مرحلے جو ہر دو صاحبان ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالتوں میں مختلف اوقات میں پیش آئے مرزا جی کو آئندہ عبرت دلانے کیلئے کافی تھے لیکن خدا کے جری (مرزا جی) کی شان سے بمراحل بعید تھا کہ آپ تحریرات کے پابند رہتے ۔ افسوس کہ نہ تو آپ نے اس بات کی پرواہ کی کہ انہوں نے گورنمنٹ عالیہ کے ذمہ دار افسروں کے سامنے معاہدہ کیا ہے جو دراصل گورنمنٹ کے سامنے تھا اور سلطان وقت کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے، اور نہ ہی اس بات کا خیال کیا کہ وہ نہ صرف مسٹر ڈوئی کے سامنے معاہدہ کر رہے تھے بلکہ احکم الحاکمین کو حاضر ناظر جان کر (جیسا کہ شروع میں لکھا ہے) حلفاً اقرار کیا تھا، جو درحقیقت خدا پاک سے معاہدہ تھا، اور ایفائے عہد ایک ضروری امر ہے، اور عہد کا توڑنے والا بزرگ تو بجائے خود مسلمان کہلانے کے قابل بھی نہیں رہتا، بلکہ علامات منافق میں داخل ہے اذا عاھد غدر اور قیامت میں عہد شکن (جو خدا سے گویا غدر کرنے والے ہیں) اس سزا کے مستوجب ہوں گے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے : ترجمہ : غادر (عہد شکن) کے چوتڑوں میں قیامت کے روز جھنڈا ہوگا جو اس امر کی منادی کرے گا کہ یہ عہد شکن غادر تھا۔

الغرض مرزا صاحب نے ہرگز اس اپنے معاہدہ حلفی کا پاس نہ کیا اور نہ مسٹر ڈگلس کی تنبیہ کا ہی کچھ خوف کیا، بے دھڑک اسی طرح آپ کی تحریرات شائع ہو کر خلق خدا کو ایذاء پہنچاتی رہیں ۔ اس بات کے نظائر بے تعداد ہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف پڑھنے والوں پر اظہر من الشّمس ہیں لیکن ہم اس موقعہ پر صرف ایک ہی نظیر کی طرف ناظرین کو توجہ دلائیں گے جس سے وجہ

دائرہ مقدمات فریقین بھی ظاہر ہوگی۔

موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم میں مولوی محمد حسن فیضی، مرزا کے عقاید کے مخالف تھے۔ مولوی صاحب تقدیر الٰہی سے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے جب مرزا صاحب کو ان کی وفات کی خبر ملی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ محمد حسن فیضی ان کی بد دعا سے فوت ہوئے ہیں اور ان کی پیش گوئی و الہام کا نشانہ ہوئے ہیں ۔ یہ مضامین آپ نے کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح میں خود بھی شائع کئے اور اپنے اڈیٹر الحکم قادیان سے بھی شائع کرائے۔

یہ امر کہ مرزا قادیانی کا محمد حسن فیضی نے کیا نقصان کیا تھا اور کیوں آپ ان کو بعد وفات برا بھلا کہنے پر مستعد ہوئے؟ ان سے قصور یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز چندا کا بر اسلام آپ سیالکوٹ میں مرزا جی سے ملے اور آپ کے علمی کمالات کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود، مرزا صاحب کے پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا جی سخت گھبرائے اور کچھ سمجھ نہ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے، نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی محمد حسن فیضی ، مرزا جی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا جس کو شایع ہوئے قریباً ۶ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اب تک مرزا جی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی، اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔

اس کے بعد پھر دوسری خطا محمد حسن فیضی سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ مرزا جی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادعا پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے، متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے۔ نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلاویں مقابلہ کیلئے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا کی طرف سے فیضی کی زندگی میں ہر گز نہ ملا نہ مرزا جی کو مقابلہ کی طاقت ہوئی۔ وہ چٹھی سراج الاخبار ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء ص ۶ پر چھپی تھی۔

علاوہ ازیں فیضی سے مرزا جی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا جی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق پیر مہر علی شاہ گولڑوی بمعہ بہت سے جلیل القدر علماء وفضلاء کے لاہور تشریف لے گئے تھے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا جی کو اپنے بیت الامن کی چار دیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی، بالآخر شاہی مسجد میں علماء وفضلاء کا جلسہ ہوا جس میں مسلمانان لاہور بھی

کثرت سے شامل تھے، اس جلسہ میں محمد حسن فیضی نے بھی مناسب حال تقریر کی تھی۔

مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ مرحوم کو ان کی زندگی میں جس متانت سے انہوں نے ان کو چٹھیاں لکھیں جواب باصواب دیتے یا مقابلہ کے لئے بلاتے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ فیضی فوت ہو چکے ہیں اور اب میدان خالی ہے، تو آپ نے مرحوم کی روح کو ستانا شروع کیا اور ان کے پس ماندگان کی دل آزاری کیلئے اپنی تصانیف ان کے عم زاد (مولوی کرم الدین بھین، جو اس مقدمہ میں مستغیث تھے) کے پاس بھیں روانہ کیں۔

مولوی کرم الدین نے مرزا جی کو نوٹس بھیجا کہ آپ پر اس امر کی نالش فوجداری کی جاوے گی کہ آپ نے انکے بھائی کی توہین کر کے ان کی دل دل آزاری کی ہے۔

اس پر قادیان میں عجیب کھل بل مچی اور قانونی مشیروں کے مشورہ سے پیش بندی کر کے مولوی کرم الدین کے خلاف مقدمہ فوجداری حکیم فضل الدین کے ذریعہ زیر دفعہ ...تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کر دیا اور اس کے بعد کچھ عرصہ مولوی کرم الدین نے فیضی کی توہین کا مقدمہ جہلم میں رائے سنسار چند کی عدالت میں دائر کر دیا۔ اس مقدمہ میں مرزا جی بذریعہ وارنٹ بضمانت ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے اور نیز آپکے چند مرید بھی آپ کے ساتھ بذریعہ وارنٹ بلائے گئے۔

اس مقدمہ کی نسبت قانونی مشیروں نے یہ اعتراض سوچا کہ مقدمہ فیضی کے پسران کی طرف سے ہونا چاہیے تھا جن کی موجودگی میں مستغیث کو حق نالش کا نہیں پہنچتا۔ اس پر مرزا صاحب کا حوصلہ بندھ گیا اور جہلم روانہ ہونے سے پہلے اپنی ایک کتاب مواہب الرحمٰن میں جو اس وقت زیر تصنیف تھی اس مقدمہ کی نسبت کچھ تذکرہ چھاپ کر ہمراہ لائے اور جہلم میں آ کر کتاب تقسیم کر دی۔ اس کتاب میں مولوی صاحب کی نسبت سخت ہتک کے لفاظ درج کئے گئے جو آپ پر اس استغاثہ کی دائری کا باعث ہوئے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی اور امام زمان بجائے اس کے کہ سینہ سپر ہو کر تنہاء مقابلہ میں نکلتے ایک جتھہ وکلاء کا اپنی نجات کا وسیلہ بنا لائے جن میں سے ایک صاحب انگریز بیرسٹر بھی تھے جو اس عیسائی مذہب کے تھے جنکی نسبت دجال وغیرہ کے القاب آپ استعمال فرمایا کرتے ہیں۔ بالآخر وکلاء نے وہی اعتراض اٹھایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حاکم نے وہ اعتراض سن کر استغاثہ داخل دفتر کیا۔

بس پھر کیا تھا مرزائیوں نے فتح فتح کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور لمبے چوڑے

اشتہاروں میں مرزا جی کو خدا کا برگزیدہ رسول اور نبی اللہ کے خطاب دے کر مبارک بادیاں دی گئیں۔اس موقعہ پر اخبار چودھویں صدی میں ایک مضمون جو مرزائیوں کے اس غیر معمولی جوش پر اڈیٹر اخبار موصوف نے لکھا تھا، درج کر دینا موجب دلچسپی ناظرین ہوگا:

نقل مضمون اخبار چودھویں صدی راولپنڈی مطبوعہ یکم فروری ۱۹۰۳ء صفحہ کالم اول

مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک مقدمہ میں فتح کی خوشی میں انکے مریدان باصفا نے مرزا صاحب کے مراتب کو اور بھی بلند فرما دیا ہے چنانچہ اخبار الحکم کے ضمیمہ میں جو اس عظیم الشان فتح پر ان کو مبارکباد دی گئی ہے اس میں سے ذیل کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں:

اے خدا کے برگزیدہ رسول الحق خدا تیرے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔اے نبی اللہ تجھے وہ بشارت ملی ہے جس کا وعدہ بشارۃ تلقاھا النبیو ن میں یوم العید کو دیا گیا۔لاریب خدا تعالی کے وہ سارے وعدے جو اس نے اس مقدمہ کے متعلق کئے تھے پورے ہوئے ان تمام پیش گوئیوں کے پورا ہونے پر تجھ کو اور تیری قوم کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ہم نے تو ایک سابقہ پرچہ میں پیش گوئی کر دی تھی اور اس کے واسطے کسی الہام کی ضرورت نہیں تھی کہ مرزا صاحب کو آج کل جو الہامات ہو رہے ہیں ان کی تعبیر عنقریب ان مقدمات کے نتائج سے کی جاوے گی مقدمہ جو مرزا صاحب پر اور ان کے دوستوں کے برخلاف تھا وہ جہاں تک ہم نے سنا ہے اس امر کا تھا کہ مولوی محمد حسن جو موضع بھیں ضلع جہلم کے رہنے والے تھے ان کی نسبت کچھ نا ملائم اور ناشائستہ الفاظ انہوں نے یا آپ کے کسی دوست نے لکھے تھے ان الفاظ کی بنا پر مولوی محمد حسن کے ایک رشتہ دار مولوی کرم الدین نے مرزا صاحب وغیرہ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی تھی عدالت کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا مولوی کرم الدین مولوی محمد حسن مرحوم کا اتنا قریبی رشتہ دار ہے کہ متوفی مولوی کو برا کہا جانیکی وجہ سے نالش کرنے کا مستحق ہے عدالت نے یہ قرار دیا ہے کہ مولوی کرم الدین اتنا قریبی رشتہ دار مرحوم کا نہیں ہے کہ وہ دعوی کر سکے۔اس مقدمہ کے متعلق وضاحت سے جو الہام مرزا صاحب کو ہوئے ہیں وہ دوران مقدمہ میں ہوئے ہیں جب کہ انکو انکے وکلاء قانونی مشورہ دے چکے تھے اور اس واسطے ہم جانتے ہیں کہ ان الہامات کے کیا معنی ہیں لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس تقریب پر مرزا صاحب کے مراتب ومناقب میں کوئی ترقی ہونے والی ہے، اور غالباً مرزا کو

بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اس عظیم الشان فتح کی خوشی میں خدا کے برگزیدہ رسول، اور نبی اللہ ہو جائیں گے اور خاتم الانبیاء ختم الرسل کی تعریفات جو آنحضرت ﷺ کے مبارک اور پیارے نام کے ساتھ گذشتہ تیرہ سو برس میں استعمال ہوتی رہی ہیں ان کے مٹانے کی کوشش کی جائیگی۔ لیکن اگر مرزا صاحب اس ترقی کے مستحق ثابت ہوئے ہیں تو ہماری رائے میں ان وکیلوں کی جنہوں نے مرزا کو اس مقدمہ میں چھڑایا ہے نہایت حق تلفی کی گئی ہے۔ مقدمہ سے چھوٹنے والا تو امام سے برگزیدہ رسول اور نبی ہو جائے اور مقدمہ سے چھوڑانے والے بیچارے کو خاص اور چھوٹنے والے سے بہتر مرتبہ کے مستحق نہ قرار دیئے جائیں حالانکہ حالات نے مرزا صاحب کے وکلاء کو انعام میں ایک خاص ترقی دینے کا موزوں موقع پیدا کر دیا تھا۔ یعنی مرزا کے تین وکلاء تھے ان تینوں میں سے جن سے وہ راضی ہوتے ایک کو خدا دوسرے کو خدا کا بیٹا اور تیسرے کو روح القدس بنا دیا جاتا، پھر تینوں مل کر خدا بنا دیئے جاتے اور مرزا کے دین کے لحاظ سے یہ کوئی نئی یا اچھوتی بات نہ ہوتی۔ مرزا صاحب نے اپنے مضمون کشتی نوح میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ مریم بنا دیئے گئے تھے اور پھر ان کو حمل ہو گیا تھا۔ اور جب ان کو دردزہ ہوا تو وہ کھجور کے درخت کے نیچے چلے گئے اور وہاں جا کر انہوں نے بچہ جنا اور وہ بچہ جننے کے بعد ان کو آخر کار کسی وقت معلوم ہوا کہ وہ دونوں ماں اور بچہ وہ خود ہی ہیں، تو جس دین میں یہ عجائبات ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہاں چند الہاموں کے الٹ پھیر سے ان بے چارے وکلاء کو بھی ترقی دی جا سکتی تھی جس کے وہ مستحق تھے۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب اور انکے دوست اس سہو پر غور کر کے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دینگے۔ مرزا کے برخلاف مولوی کرم الدین کا استغاثہ نہیں چل سکا تو اب سنا ہے کہ مولوی محمد حسن کے لڑکے استغاثہ کرنیوالے ہیں۔ ہماری اب بھی وہی رائے ہے جو پہلے تھی کہ مسلمانوں کے مذہبی جھگڑوں کو عدالتوں میں نہیں گھسیٹنا چاہیے۔ دونوں فریق میں اگر کوئی عاقبت اندیش بزرگ ہیں تو وہ ان کو یہی صلاح دینگے کہ مقدمہ بازی کو چھوڑ دیں۔

الحاصل ادھر تو بے چارے وکلاء نے اس عذر پر کہ استغاثہ اس مستغیث کی طرف سے نہیں چل سکتا مرزا جی کو نجات دلائی، ادھر مرزا جی جیسے ناعاقبت اندیش موکل ہیں کہ اسی مستغیث کو خود ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کر کے خود ہی اس کے ہاتھ میں دے گئے یعنی کتاب مواہب

الرحمٰن میں مستغیث کا صریح نام لکھ کر اس کو گالیاں دیں اور جہلم کے احاطہ کچہری میں اس کو تقسیم کیا۔ چنانچہ مرزا جی مبارکبادیاں لیتے خوشیاں مناتے قادیان پہنچے ہی ہوں گے کہ ادھر کتاب مذکور کی بنا پر دوسرا استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو اسی حاکم لالہ سنسار چند کی عدالت میں دائر ہو گیا اور مرزا جی اور حکیم فضل الدین بذریعہ وارنٹ وغیرہ پھر طلب ہو گئے۔ اس خبر پر قادیان میں پھر ماتم برپا ہو گیا۔ ہر چند قادیانی صاحب نے اس مقدمہ کو معمولی سمجھ کر (یہ امر کہ مرزا جی کے الہام کا یہی منشاء تھا کہ ابتداء ہی میں آپ کو نجات مل جائے گی ان کی اس درخواست سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو کہ لالہ سنسار چند کی عدالت میں مرزا کی طرف سے استثناء حاضری کیلئے گذری تھی اس میں صاف درج تھا کہ امید نہیں کہ استغاثہ ابتدائی مراحل سے آگے چل سکے) اسکے متعلق یہ الہام اخبار الحکم میں اسی وقت شائع کر دیا تھا سا کرمک اکراماً عجیباً (الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس الہام کا منشا یہ تھا کہ دیکھو ابھی تم کو عجیب اعزاز ملتا ہے یعنی استغاثہ خارج ہوتا ہے۔ سا کرمہ قابل غور ہے لیکن غیور خدا کو چونکہ مرزا کے الہاموں کی بیخ کنی منظور تھی اس معمولی مقدمہ نے مرزا جی کو ایسا جکڑا کہ دو سال تک پیچھا نہ چھوڑا۔ اور کوئی مصیبت کوئی ذلت نہ ہو گی جو کہ اکرام عجیب کے منتظر کو اثنائے مقدمہ میں نصیب نہ ہوئی ہو۔ آخر دو سال کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا جی کو عدالت لالہ آتما رام مجسٹریٹ گورداسپور سے اکرام عجیب کا یہ تمغہ ملا کہ آپ پانچ سو روپیہ جرمانہ ادا کریں ورنہ چھ ماہ قید محض بھگتیں۔ بے شک مرزا جی کیلئے یہ اکرام عجیب تھا جو عمر بھر میں آپ کو اس سے پہلے نہیں ملا تھا۔

مقدمہ بازی فریقین کا خاتمہ جس قدر کہ ہو چکا ہے اس کے مجموعی حالات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی اور اس کی جماعت اس مقدمہ بازی میں ہرگز فتح یاب نہیں ہوئے (جیسا کہ ان کے مرید ظاہر کر رہے ہیں) بلکہ اس مقدمہ بازی نے ان کی وقعت اور ان کی صداقت کی ساری قلعی کھول دی ہے۔ سوچنے والے مجموعی نتائج پر غور کر کے صاف قائل ہوں گے کہ مرزا اور اس کے گروہ نے اس مقدمہ بازی میں سخت شکست کھائی ہے اور اس مقدمہ بازی کے ذریعہ پبلک کو مرزا صاحب سے سخت بے اعتقادی حاصل ہوئی اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا جی کے دعاوی ملہمیت مسیحیت نبوت وغیرہ سب غلط ہیں۔ اس بارہ میں امور ذیل قابل توجہ ہیں:

اول: اس مقدمہ بازی کا سلسلہ اول مرزائیوں نے چھیڑا اور مرزا جی کی خاص ہدایت سے چھیڑا گیا اور اس سلسلہ کے چھیڑنے سے وہ اعتراضات ذیل کا نشانہ بنے ہیں۔

۱۔ مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ وہ بحیثیت مسیح موعود خود حکم عدل ہیں پھر ان کو ہرگز شایان شان نہ تھا

کہ وہ فیصلہ نزاع کے لئے اور کسی حکم کے محتاج ہوتے۔ کیا کسی حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ مسیح موعود اپنے ظہور کے وقت عدالتوں میں مقدمات بھی لڑیں گے۔

۲۔ خداوند تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہ ارشاد ہے فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول یعنی اگر تم مسلمانوں میں کسی امر میں تنازع ہو، تو خدا اور اس کے رسول کے سپرد کر دو۔ پھر مرزا جی نے کیوں اس آیت قرآن کا خلاف کر کے حکیم فضل الدین کو ہدایت فرمائی کہ بجائے اس کے کہ معاملہ کو خدا اور رسول کے سپرد کریں گنگا رام مجسٹریٹ کی عدالت کی طرف رجوع کریں۔

۳۔ یہ مقدمہ بازی ایک سخت فتنہ پردازی تھی جس میں مسلمانوں کی جان مال دو سال تک مبتلا رہی اور خداوند عالم نے فرمایا ہے و الفتنۃ اشدّ من القتل۔ مرزا جی مسیح موعود ہوتے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں میں امن اور صلح قائم کریں یہ بدامنی ہرگز نہ پھیلاتے جو کہ سخت گناہ میں داخل ہے قرآن میں ہے انّ الّذین فتنوا المؤمنین و المؤمنا ت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذا ب جھنّم و لھم عذا ب الحر یق جو لوگ مسلمانوں میں فتنہ ڈالتے اور توبہ سے پہلے مر جاتے ہیں ان کے لئے سخت جلانے والا عذاب (جہنم) تیار ہے۔

۴۔ گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی بھی اس امر کے مانع ہے کہ اس کی رعایا میں بذریعہ مقدمہ بازی بدامنی پھیلے اور ان کا روپیہ مفت برباد ہو۔ سو اس مقدمہ میں جس قدر مسلمانوں کا روپیہ برباد ہوا یا مسلمانوں کو بدنی تکالیف پہنچیں ان سب کے ذمہ دار مرزا جی ہیں جنہوں نے سلسلہ مقدمہ بازی کو پہلے شروع کیا و البادی اظلم۔ سب سے پہلا مقدمہ جو مسیح الزمان کے خاص حکم سے بذریعہ حکیم فضل الدین عدالت میں بڑے زور شور سے دائر کیا گیا تھا اور علاوہ دیگر گواہوں کے مرزائی جماعت کے اعلیٰ ممبر حکیم نور دین اور عبدالکریم بھی گواہ بنائے گئے تھے اس مقدمہ کی فتح یابی کے متعلق مرزا جی کو الہاموں کی بھرمار ہو رہی تھی۔ اور اس مقدمہ کے بنانے پر بہت کچھ روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی کرم الدین بری اور مقدمہ خارج۔ مرزا جی کے الہامات کے پرخچے اڑ گئے اور دنیا میں فریق مخالف کی فتح و ظفر کا نقارہ بج گیا۔ اور تمام اخبارات میں مولوی صاحب کی فتح اور مرزا صاحب کی شکست کے مضمون شائع ہو گئے۔ کہیے مرزا جی کو یہ بھی کہیں الہام ہوا تھا کہ اس مقدمہ کا یہ حشر ہو گا تم روپیہ کیوں برباد کر رہے ہو اس مقدمہ کی شکست کا دھبہ قیامت تک مرزا قادیان اور ان کی جماعت کے ذمہ رہے گا اور یہ حسرت ان کو مرتے دم تک رہے گی کہ خدا کی برگزیدہ جماعت نے ناخنوں تک زور لگایا مگر فریق مقابل کا بال بیکا نہ ہوا۔

سوم: پھر دوسرا مقدمہ فوجداری زیر دفعہ..تعزیرات ہند مال مسروقہ کو پاس رکھنا مولوی صاحب کے خلاف قائم کیا گیا تھا اور جن گواہوں کا اس کے ثبوت کیلئے عدالت میں پیش کیا گیا تھا جن میں شیخ رحمت اللہ مالک بمبئی ہاؤس جیسے معززین تھے اور مسٹر اوگارسن بیرسٹر اس کی پیروی کیلئے بلائے گئے تھے اس مقدمہ کیلئے بھی طرح طرح کے الہامات تھے لیکن اس کا نتیجہ بھی یہی ہوا کہ استغاثہ بعدم ثبوت ڈسمس اور مولوی صاحب رہا۔

اس شکست بعد شکست نے قادیانی جماعت تک کو مذبذب کر دیا تھا اور مرزائی کسی سے بات کرنے سے بھی شرمندہ ہوتے تھے کیا یہ مقدمہ بھی خدا کے برگزیدہ رسول (معاذ اللہ) نے اسی امید پر دائر کر دیا تھا کہ باوجود کثیر مصارف برداشت کرنے کے اور گواہان کو تکالیف شہادت پہنچنے کے بعد فریق مخالف صاف نکل جائے اور مرزائی بے چارے آہ وفغاں کرتے رہ جائیں۔ اگر مرزا جی ملہم ہوتے تو ان کو اول ہی بذریعہ الہام خبر مل جانی چاہیئے تھی کہ مقدمہ بے وجود ہے اس کو چھیڑ کر اپنی تخفیف نہ کراؤ۔ کیا اس کا کوئی جواب مرزائیوں کے پاس ہے۔

مقدمہ زیر بحث یعنی قادیانی مقدمہ جسکے متعلق کاروائی عدالت اپیل پر مرزائی اخبارات شور مچا رہے ہیں اور ان کی جماعت والے مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے، سو اس مقدمہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا جی کے سارے اسرار طشت از بام کرنے والا اور سارے دعاوی کی قلعی کھولنے والا یہی مقدمہ ہے جو کہ صفحہ دہر پر بہت دیر تک یادگار رہے گا اس کے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں:۔

۱۔ مرزا نے اس مقدمہ کو بالکل معمولی تصور کیا اور اپنے قیاس کے موجب الہام بھی جلدی فتح یاب ہونے کا کر دیا لیکن ان کے قیاس اور الہام کو غلط کرنے کیلئے قضا وقدر نے اس کو اس قدر طول دے کر مرزا کو طرح طرح کے مصائب کا نشانہ بنایا جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملے گی۔

۲۔ اس مقدمہ میں مرزا جی کے ادعائے ریاست وکرسی نشینی کی بھی ساری حقیقت کھل گئی۔ ہمیشہ کرسی کرسی کی پکار سنا کرتے تھے اور اسی کو گویا معیار صداقت قائم کیا جاتا تھا کہ دیکھو فلاں موقعہ پر ہم کو کرسی ملی اور مخالف فریق کو کرسی نہ ملی۔ اور الہام انی مھین من اراد اھا نتک و معین من اراد اعانتک وغیرہ کا ظہور ہوا لیکن خدا تعالی نے اس شیخی باز کو مقدمہ میں وہ دن دکھائے کہ چھ چھ گھنٹہ عدالت میں کھڑا رہنا پڑا، اور کرسی کا نام تک لینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ جب تک چندو لال مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمہ رہا اس وقت تک ہر دو فریق یعنی مولوی صاحب مستغیث و مرزا کو

بالمساوات کرسی ملتی رہی لیکن جب سے کہ مرزا جی نے دعوات سحری کے ذریعہ سے (جیسے کہ انکے مرید کہتے ہیں) موصوف کو تبدیل کرایا اور بجائے ان کے لالہ آتما رام مجسٹریٹ آ گئے تو کرسی کی رعایت موقوف ہو گئی۔ ہر دو فریق کو بالمقابل عدالت میں کھڑا ہونے کا حکم ملا۔..مرزا جی ملزموں کے کٹہرے پر تکیہ لگائے گھنٹوں پاؤں پر کھڑے نظر آتے تھے۔

مرزا جی کے مرید ہر چند اس بات پر پھولیں کہ آخر کار مرزا جی کا جرمانہ معاف ہوا لیکن درحقیقت مرزا جی کیلئے جو سزا قدرت نے مقدر کی تھی وہ بھگت چکے۔ مرزا جی کو مشکل سے وہ زمانہ بھولے گا جو آپ نے اس مقدمہ کے دوران دیکھا۔ کہاں وہ قادیان کی عیش و عشرت اور کہاں گورداسپور کے ایام غربت، زن و بچہ سمیت آپ در بدر بھٹکتے پھرے۔ گورداسپور میں آپ کو بصد بمشکل مکان بھی رہنے کیلئے ملا جیسا کہ الحکم میں بھی اس بات کا اعتراف کیا گیا اور پھر عدالت میں روزانہ حاضری، احاطہ عدالت کے سامنے درخت جامن کے نیچے بیٹھے بیٹھے دروازہ عدالت کی طرف ٹکٹکی باندھے دن بھر گذر جاتا تھا۔ کثرت کام عدالت کے باعث پچھلے پہر حکم دیا جاتا کہ کل حاضر ہو۔ ایک شاعر نے مرزا جی کے اس زمانہ کا نقشہ ایک دل کش نظم میں کھینچا تھا جسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے اور یہ نظم ہمیں اخبار میں درج کرنے کے لئے دی گئی تھی:۔

ارے او میرزائے قادیانی
بتا تیری کہاں وہ لن ترانی
کہاں تیری وہ کرسی ہائے کرسی
ہمیشہ سنتے تھے تیری زبانی
کھڑا کیوں پاؤں پر ہے دست بستہ
جھکا کر پیٹھ با صد ناتوانی
کٹہرا ملزموں کا تیری جا ہے
کہاں وہ راحت دار الامانی
کہاں وہ کیوڑا صندل کے شربت
نہ ملتا آپ کو ہے آج پانی
رلایا در بدر تجھ کو خدا نے
نہیں حاصل تجھے اب شادمانی

وہ بیت الفکر بیت الذکر بھولے
ہے اب گورداسپور کی خاک چھانی
عدالت میں تیری پیشی ہے ہر روز
مصیبت ہے یہ گویا جاودانی
کمالی زور سے آ کر پکارے
ہو ہاجر جلد مرجا کادیانی

دوران مقدمہ میں مرزا جی اوران کے ساتھی (فضل دین) طرح طرح کی آفات سماوی اور امراض طبعیہ میں مبتلا ہوتے رہے.. حکیم فضل الدین اثناء تحقیقات مقدمہ میں ایک ناگہانی سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اوران کے پیر بھائی اسی حالت میں چارپائی اٹھا کر ان کو کمرہ عدالت میں لائے تھے۔اور دن بھر بیچارے کمرہ میں لیٹے رہے.. مرزا جی بیماری. وغیرہ میں مبتلا ہو کر غشی پر غشی کھاتے رہے۔ان بیماریوں کی تصدیق مسل میں موجود ہے۔

۴۔ مرزا جی باوجود یکہ متوکل علی اللہ ہونے کے مدعی اور الہام الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ کے تسلی یافتہ ہیں لیکن مقدمہ میں جو حوصلہ آپ نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری کہنے کی باتیں تھیں۔ یوں تو آپ نے الحکم میں یہ الہام بھی چھپوا دیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے لا الہ الا انا فاتخذ نی و کیلاً لیکن جری اللہ فی حلل الانبیاء کو ایک دن بھی عدالت میں تنہاء پیش ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ جب تک کہ دائیں بائیں آگے پیچھے وکلاء کی جماعت نہ ہوتی تھی عدالت میں جانا محال تھا۔اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ آپ فتح یاب ہوں گے اور یہ بھی کہ خدا ہی تمہاری امداد کو کافی ہے۔اور پھر صریح فرمان ہے کہ میں ہی خدا ہوں مجھے وکیل بنا،تو پھر مرزا جی کو کیا ضرورت تھی کہ وکلاء کی امداد حاصل کرتے۔ وہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری۔ نیز اگر بجز وکلاء کے حوصلہ نہ بندھتا تھا تو پھر اپنے دونوں حواری خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ہی کافی تھے،ان پر بھی بھروسہ نہ کیا مسٹر اوگارسن،مسٹر اورٹیل اور بالآخر بیچی صاحب کو بھی اپنا مددگار بنانا پڑا۔

ہر کہ رابا شد توکل بر الہ
غیر را ہرگز نیارد در پناہ
میرزا را گفت چوں رب جلیل
من خدائم بس مرا میدان وکیل

حاجت خواجہ کمال الدین چہ بود
راست گو مرزا توکل ایں چہ بود
ایں عجب مرشد گرفتار بلاست
حامی و شافع مرید با صفا ست
ویں عجب تر چوں مسیحائے زمان
از نصاری جوید امداد و امان
اوریئل اوگارسن کردن وکیل
روئے پیچیدن ز فرمان جلیل
حل ایں عقدہ نیاید در خیال
ہست از مرزائیاں ما را سوال
مے شود عیسی گرفتار و ذلیل
بہر خود دجال را سازد وکیل

۵۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کی علمی قابلیت کے بھی جوہر کھل گئے اور بالکل واضح ہو گیا کہ آپ تقریر سے عاجز ہیں۔ سچ پوچھو تو اگر مرزا جی کے قابل وکیل خواجہ کمال الدین مقدمہ کے پیروکار نہ ہوتے تو مرزا جی مخالف کی پرزور تقریروں کی دہشت سے حواس باختہ ہو جاتے۔

جب ۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو رائے چندو لال کے اجلاس میں تائید استغاثہ میں مولوی کرم الدین نے اپنی حیثیت کا مقابلہ مرزا جی کی حیثیت سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس بات کا کافی ثبوت پیش کر دیا ہے کہ میں بہت سی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک ہوں اور مرزا جی اپنی تمام جائداد بیوی کے نام منتقل کر کے نرے مسیح ہی رہ گئے ہیں اور آپ اب اس حالت میں ہیں کہ اگر خدانخواستہ مریدان خوش اعتقاد برگشتہ ہو جائیں تو مرزا جی روٹی کیلئے بھی محتاج ہو جائیں اور چونکہ تمام مخلوق کو آپ نے ستایا ہوا ہے امید نہیں کہ گدا کرنے پر بھی آپ کو خیر ملے۔ مستغیث نے تو ورثہ پدری کے علاوہ اور جائیداد حاصل کی ہے لیکن مرزا جی جدی بھی تلف کر بیٹھے ہیں اور بقول مرزا جی ان کا مکان رہائشی تو ایسا بے حیثیت ہے کہ دو روپیہ کرایہ ماہوار پر بھی اس کو کوئی نہیں لے سکتا (دیکھو بیان مرزا بمقدمہ انکم ٹیکس) نیز مستغیث کی عزت اپنے ضلع و تحصیل کے حکام کی ان اسناد سے جو شامل مسل کر دی گئی ہیں ظاہر ہے لیکن مرزا جی کی وقعت جو حکام ضلع کے نزدیک ہے وہ یہ ہے کہ وہ

فتنہ انگیز ہے (دیکھو فیصلہ مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور) ۔

اس تقریر نے مرزا صاحب کے دل پر ایسا اثر ڈالا کہ ڈیرہ پر جاتے ہی آپ کو سخت بخار ہو گیا چنانچہ دوسرے روز سرٹیفکیٹ بیماری پیش کیا اور مدتوں عدالت میں حاضری سے ٹال مٹول ہوتی رہی اور بالخصوص اس روز تو مرزا جی کی علمی لیاقت کی قلعی ہی کھل گئی جب کہ بوقت شہادت مولوی برکت علی منصف بٹالہ گواہ استغاثہ کے اس پرچہ کے جواب میں جو کہ لغات متعلقہ غریبہ جمع کر کے گواہ کے سامنے وکیل مرزا نے رکھا تھا کہ اس کا ترجمہ کر دیں اور عدالت نے فضول سمجھ کر رد کر دیا تھا مولوی کرم الدین نے چند اشعار عربیہ منظومہ خود مرزا صاحب کے پیش کئے تھے اور کہا کہ آپ ان اشعار کا ترجمہ کریں ، اور ترجمہ نہیں تو صرف ان کو پڑھ کر ہی سنا دیں تو سارے مقدمے چھوڑ کر اس وقت آپکی بیعت کرتا ہوں ۔ مرزا صاحب نے وہ پرچہ دیکھ کر اپنا سر نیچے کر لیا ۔

پکارا مولوی نے جب کئی بار
کہ پڑھ کر تم سنا دو میرے اشعار
ابھی یہ ختم ہو جاتی ہے تکرار
ہوں مرزا جی کی بیعت کو بھی تیار
نہ ہرگز میرزا نے لب ہلائی
کہ لاؤ سامنے اشعار بھائی
مسیحا نے تو ایسا سر جھکایا
کہ حیراں رہ گیا اپنا پرایا
کرشمہ تھا یہ قدرت ایزدی کا
کہ توڑا ادعا اس مدعی کا

۶ ۔ اس مقدمہ میں رائے چندولال کے سامنے فرد جرم کے موقع پر جو بزدلی مرزا جی نے دکھائی تھی وہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر کچھ بھروسہ نہ تھا ۔ نہ ان کو اللہ تعالی سے کوئی الہام ہوتا ہے ۔ آپ اس مرحلہ پر ایسے گھبرائے کہ چندولال کے سامنے ہونا آپ نے موت کے برابر سمجھ لیا ۔ اگر خدا سے مرزا جی کو اطلاع مل چکی تھی کہ خدا ان کا مددگار ہے تو پھر ایک مجازی حاکم کے سامنے آنے سے گھبراہٹ کی کیا وجہ تھی ۔ آپ متواتر سرٹیفکیٹ بھیجتے رہے اور بیماری کے عذرات ہوتے رہے اور پھر اس عدالت سے انتقال مقدمہ کی درخواست ڈپٹی کمشنر کے ہاں گذاری کہ اس حاکم سے

مجھے ڈر ہے کہ میری مخالفت کریگا۔ اس درخواست کیلئے لاہور سے مسٹر اوریئل بیرسٹرایٹ لاء بلائے گئے اور بہت کچھ روپئہ خرچ کیا گیا۔ آخر بمقام علیوال صاحب بہادر نے فیصلہ کیا کہ عذرات فضول ہیں درخواست نامنظور۔ مقدمہ اسی عدالت میں رہے گا۔ پھر اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ چیف کورٹ میں مرافعہ کیا گیا وہاں سے بھی ناکامی حاصل ہوئی تو متواتر شکستیں اٹھا کر مرزا جی کے وکیل پھر اسی عدالت میں پیش ہوئے اور مرزا جی کی غیر حاضری میں فرد جرم سنائی گئی۔ مرزا جی کے مرید کہتے ہیں کہ رائے چندولال، مرزا جی کی دعا سے یہاں سے تبدیل ہوئے حالانکہ رائے صاحب کی اپنی درخواست تھی کہ ان کو یہاں سے تبدیل کیا جائے۔

۷۔ پھر جن لوگوں نے فیصلہ مقدمہ ہذا کیلئے مرزا صاحب کی حالت کوبچشم خود مشاہدہ کیا ان پر تو بالکل روشن ہوگیا کہ آپ ایک معمولی انسان جیسا بھی دل گردہ نہیں رکھتے ان کی مضطربانہ حالت اور بدحواسی اس بات کا یقین دلاتی تھی کہ بزدلی میں مسیح الزمان کا کوئی ثانی نہیں۔ ہونٹ خشک ہوتے جاتے تھے، چہرہ زرد تھا، بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی تھی، چونکہ مجسٹریٹ نے اس روز انتظام کیا تھا کہ ایک سالم گارد پولیس معہ ایک سارجنٹ وڈپٹی انسپکٹر کے بلوا لئے تھے جو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لئے کمرہ عدالت میں ۶ بجے صبح سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے مرزا جی کی ساری جماعت کو یقین ہوگیا تھا کہ حالت نازک ہے۔ پھر اس وقت کی حالت بالخصوص مشاہدہ کے قابل تھی جب اردلی نے مرزا جی کو زور سے پکارا، مرجا گلام احمد حاجر۔ مرزا جی عدالت کی طرف جو چلے تو سچ مچ آپ ان اشعار کے مصداق نظر آتے تھے:

قدم اٹھتا نہیں جلدی گھٹا جاتا ہے دم کیسا
نہیں سولی دھری پھر کیوں مسیحا خوف کھاتا ہے
تماشا دیکھنے آئی ہے خلقت آج مہدی کا
کہ دیکھیں فیصلہ مرزا کو کیا حاکم سناتا ہے
نکالو پانچ سو ورنہ تو بھگتو قید ششماہہ
یہ مرزا جی کو حاکم حکم اپنا پڑھ سناتا ہے

۸۔ رہی یہ بات کہ مرزا جی کا جرمانہ معاف ہوگیا۔۔ سو ہم کو مرزائیوں پر تعجب آتا ہے کہ کیوں اتنی جلدی وہ ساری ذلتیں اور شکستیں بھول گئے جو مرشد جی کی نسبت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے اور ان کے سارے الہامات کی تکذیب کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا تھا۔ کیا صرف اتنی سی بات سے کہ

مرزا جی کا جرمانہ اپیل میں معاف ہو گیا وہ سارے شدائد اور مصائب جو بھگت چکے تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے نسیاً منسیاً ہو گئے۔ صاحبان مرزا کے لئے قدرت کی طرف سے جو سزائیں مقدر تھیں وہ بھگت چکے دنیا میں انکے الہامات کی قلعی کھل گئی پھر اپیل سے جرمانہ معاف ہو گیا تو کون سی انوکھی بات ہو گئی۔ مرزا صاحب نے تو بڑے زور سے کئی برس پہلے اس امر میں فیصلہ کر دیا ہوا ہے کہ بریت وہ ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو۔ فرد جرم لگنے کے بعد کی بریت کسی کام کی نہیں۔ وہ تو عدالت کا رحم ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں ہم تریاق القلوب مولفہ مرزا صاحب کی اصل عبارت درج ذیل کرتے ہیں: (اس عبارت ذیل میں سوائے ان چند نوٹوں کے جو خطوط وحدانی کے اندر ہیں ہماری طرف سے ہیں باقی سب عبارت مرزا جی کی تریاق القلوب سے ہے۔ کرم الدین)

تریاق القلوب صفحہ ۸۴۔ بری وہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی اور مبرا وہ ہے جو اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے وجوہ تو پیدا ہوئیں مگر صفائی کی وجوہ نے ان کو توڑ دیا، اور ان پر غالب آ گئیں لہذا یہ امر محقق اور فیصلہ شدہ اور قطعی اور یقینی ہے کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور ایکیٹ کا ترجمہ مبرا۔ دوسرے قسم کے بری پر جو انگریزی ایکیٹ کہلاتا ہے یہ زمانہ آ گیا کہ وہ مجرم بھی قرار دیا گیا اور اس پر فرد قرارداد لگایا گیا (جیسا کہ مرزا صاحب پر یہ زمانہ آ چکا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی کہ سزائے قید یا جرمانہ کا حکم بھی سنایا گیا) اور شائد وہ ایک مدت تک حوالات میں رہا شاید ہتھکڑی بھی پڑی (یا یوں کہو کہ مدت تک گھر سے جلاوطن رہا اور عدالت کے سامنے روزانہ کئی کئی گھنٹوں تک کھڑا رہنے سے ٹانگیں کمزور ہو گئیں اور اس پر یہ وقت بھی آیا کہ پانی طلب کرنے پر نہ مل سکا اور کہ قید یا جرمانہ کا حکم ہو جانے سے وہ حوالات میں گویا ہو چکا اور ہتھکڑی بھی گویا پڑ گئی) مگر جو شخص ڈسچارج کیا گیا اس کی نیک چلنی کی چمک نے ان تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا (افسوس نہ تو مرزا جی ڈسچارج کئے گئے اور نہ ان کی نیک چلنی کی چمک نے ان کو تمام ذلتوں سے محفوظ رکھا)۔ انتہی ملخصاً

تو پھر جب خود مرزا جی لکھ چکے ہیں کہ بریت وہی ہوتی ہے جو فرد جرم سے پہلے ہو تو پھر مرزائی اب کیوں مرزا جی کے اس مقررہ اصول کی مخالفت کرتے ہیں۔

جو خود تریاق میں لکھ چکے مرزا صراحت سے
کہ بعد از فرد کچھ عزت نہیں ہرگز بریت سے

تو کیا حاصل اپیلوں سے جو جرمانہ ہوا واپس
کہ مرزا جی سزا بھی پا چکے پہلے عدالت سے
ملی جو ذلتیں مرزا کو کیا کم تھیں سزا اس کو
سزا تو ہو چکی تھی جو مقدر ہوئی قدرت سے
نہ مرزا جی کو بھولے گا زمانہ وہ کبھی ہر گز
بچائی جان بے چارہ نے مر مر کر مصیبت سے

۹۔ بہت بڑی بات جو ان مقدمات میں ظاہر ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ مرزا جی اور ان کی وہ جماعت جن کو خدا کی برگزیدہ جماعت کا خطاب دیا جاتا ہے اور جن کے منہ پر صداقت صداقت کا کلمہ ہر وقت جاری رہتا ہے کہاں تک اپنے دعوی صداقت میں سچے ہیں۔ مرزا جی اپنی متعدد تصانیف کے ذریعہ دنیا کے سامنے یہ دعوی زور سے کر چکے ہیں کہ عمر بھر میں کسی معاملہ دنیوی میں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے مان لینا چاہیے کہ وہ اپنے روحانی دعاوی میں بھی سچے ہیں۔ لیکن ان مقدمات نے بہت بڑا جو راز کھولا وہ مرزا جی کی صداقت کی قلعی کھولنا ہے۔ مرزا جی نے اپنے حلفی بیانات میں جو عدالت میں انہوں نے لکھائے بہت سے جھوٹ بولے ہیں جن کی ہم مکمل فہرست اس روئداد کے اخیر پر ہدیہ ناظرین کرینگے۔ اور ساتھ ہی انکے بعض ارکان نے جو کچھ اپنے بیانات میں غلط بیانیاں کی ہیں ان کی بھی فہرست دیں گے تا کہ پبلک اس امر سے پورا فائدہ اٹھائے کہ جو شخص عدالت میں حلفی بیانات میں جھوٹ بولے وہ کبھی بھی خدا کا راست باز بندہ یا ولی امام نبی وغیرہ نہیں ہو سکتا ہے ۔ ہم ان بیانات کا جھوٹا ہونا مرزا جی کے اپنے ہی دوسرے بیانات یا تصنیفات سے اور ان کے اپنے حواریوں کے بیانات سے ثابت کرینگے تا کہ سوچنے والوں کو مرزا جی کے ادعائے مسیحیت مہدویت نبوت وغیرہ کے صدق و کذب کا معیار مل جاوے ایسے مقدمات میں جرمانہ کا ہونا یا نہ ہونا یا معاف ہو جانا کوئی بڑی باتیں نہیں ہیں ایسے واقعات ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں سب سے اہم بات ایسے مواقع پر صدق و کذب کا پرکھنا ہوتا ہے جو ان مقدمات میں ظاہر ہو چکا ہے۔ اور انشاء اللہ عنقریب وہ فہرست ہدیہ ناظرین ہوگی اور اس سے ہمارا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ پبلک کو فائدہ پہنچے۔ اور وہ مرزا کے معاملہ میں غور کرنے کے وقت اس فہرست سے استفادہ حاصل کریں۔

} اب ہم روئداد مقدمہ کو لکھنا شروع کرتے ہیں چونکہ اس مقدمہ میں بیانات مستغیث و گواہاں فریقین مکرر سہ کرر جرح ہونیکے باعث اس قدر طویل ہوئے ہیں کہ ایک ایک بیان قریباً بیس

تمیں ورق پر نقل ہوا ہے اس لئے ان بیانات کی نقل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہمارا مقصود مرزا قادیانی (مدعی نبوت) اوران کے حواریوں کے کارناموں کا دکھلانا ہے جو مقدمہ ہذا سے ظہور میں آئے ، اس لئے ہم واقعات مقدمہ دکھلانے کے لئے نقل استغاثہ کے علاوہ لالہ آتما رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کے فیصلہ لکھ دینے پر اکتفا کرینگے جنہوں نے تمام واقعات کو اپنے فیصلہ میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے اور عدالت اپیل نے بھی اس تفصیل کا حوالہ اپنے فیصلہ میں دیا ہے اور سوائے تنسیخ حکم سزا اور چند ایک امور کے باقی امور مندرجہ فیصلہ عدالت ماتحت سے اتفاق کیا ہے اور ان کا غذات کی نقول درج ہوں گی جو مرزا صاحب کی ذات کے متعلق ہیں مثلاً ان کے عذرات بیماری اور سرٹیفیکیٹ پیش کردہ کی نقول اور ان درخواستوں کی نقلیں جو انتقال مقدمہ کے متعلق گذریں اور نقل حکم عدالت جس کے ذریعہ سے درخواستیں نامنظور ہوئیں وغیرہ۔ نیز مرزا صاحب کے ان بیانات کی نقل جو بمقدمہ اڈیٹر الحکم و مقدمہ ...تعزیرات ہند، شہادت ڈیفنس ہوا، بھی یہاں درج کی جائیں گی کیونکہ فہرست صداقت قادیانی میں جو اخیر میں لکھی جائیگی ان بیانات سے بھی حوالے دیئے جائیں گے، اوران بیانات کی نقول درج کریں گے جو مرزا صاحب کے حواریوں مثلاً مولوی نورالدین بھیروی وغیرہ کے ہوئے۔

قبل اس کے کہ اس مقدمہ کے متعلقہ بیانات لکھے جاویں مرزا قادیانی اور مولوی نور الدین بھیروی کے بیانات جو ایک دوسرے مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس کے متعلق ہیں درج کئے جاتے ہیں اگرچہ ظاہراً ان بیانات کا تعلق ان مقدمات سے نہیں ہے لیکن چونکہ ان بیانات کا اخیر میں ریویو کے وقت ان کے بیانات سے مقابلہ کرنا ہے جو ۱۴۷ والے مقدمات میں ہوئے ہیں اس واسطے ان کو پہلے درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے۔

بیان قادیانی متعلقہ عذرداری انکم ٹیکس

نقل بیان مرزا غلام احمد بمقدمہ عذرداری ٹیکس اجلاسی ایف ٹی ڈکسن ڈپٹی کمشنر گورداسپور۔ روبروئے منشی تاج الدین تحصیلدار بٹالہ۔ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء۔ فیصلہ ۱۷ستمبر؟ ۱۸۹۸ء... نمبر بستہ قادیان۔ نمبر مقدمہ ۵۵

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان مرزا غلام احمد: مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضیٰ ذات مغل ساکن قادیان عمر ۶۰ سال تخمیناً پیشہ زمین داری باقرار صالح۔

میرے تین گاؤں تعلقہ داری کے ہیں۔ بنسی۔ ننگل۔ دکھارا۔ ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً ... آنے ہوتی ہے اس کے علاوہ میری اراضی قریباً ۸۰ گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی ہے جس کی آمدنی تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے (خیال گذرتا ہے کہ واقعی آپ ایک اچھے زمین دار ہوں گے کہ تین گاؤں کی تعلقہ داری رکھتے ہیں لیکن جو اس کے ساتھ یہ پڑھا کہ ان کی آمدنی سالانہ تخمیناً ... ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہوگیا کہ ایک ادنی زمین دار کی سی آمدنی بھی نہیں ہے۔ شک تھا کہ اس تعلقہ داری کے علاوہ کوئی اور معقول حصہ جائداد بھی ہوگا لیکن وہ شک بھی رفع ہوگیا جب یہ پڑھا کہ علاوہ میری اراضی قریباً اسی (۸۰) گھماؤں غیر موروثی ہے اور کچھ موروثی جس کی آمدنی مل ملا کر تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ ہوتی ہے۔ مرزا صاحب کے اس بیان پڑھنے سے ان کی ریاست اور زمین داری کی آمدنی کی قلعی کھل گئی۔ کرم الدین)۔ میرا باغ بھی ہے۔ اس کی آمدنی مختلف ہوتی ہے چنانچہ کسی سال میں .. سو کسی سال میں تین سو کسی میں چار سو، حد درجہ پانچ سو روپیہ سالانہ ہے۔ (یہاں خیال گذرا کہ باغوں کے مالک بھی ہیں تو آمدنی تین سو روپیہ کچھ بڑی بات نہیں لیکن آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ ان باغات کی ملکیت تو آپ کی زوجہ محترمہ کے نام منتقل ہو چکی ہے۔ کرم الدین) ان آمدنیوں کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں۔ کم ہے۔ میرا کوئی گھر ایسا نہیں جس کا مجھے کرایہ آتا ہو۔ اس گاؤں میں یا کسی اور جگہ اگر میرا اسکونتی مکان کرایہ پر دیا جائے تو تخمیناً دو روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی ہو۔ میرا نقد روپیہ اس قسم کا کوئی نہیں ہے جس کی مجھے آمدنی ہو بنک وغیرہ میں کوئی روپیہ نہیں ہے۔ میری زوجہ کے زیورات قریباً چار ہزار روپیہ کے ہوں گے لیکن وہ میری ملکیت نہیں ہیں۔ میں نے اپنا باغ اپنی زوجہ کے پاس رہن کر دیا ہے ابھی تک رجسٹری ہوئی ہے داخل خارج نہیں ہوا لیکن قبضہ باغ کا دے دیا ہوا ہے اس کے عوض چار ہزار کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد میں نے وصول پایا ہے (اگر آپ سچے رسول ہوتے تو عورت کی اس زیور طلبی پر فوراً وہ ڈانٹ بتاتے جو ہمارے سید و مولا سچے نبی ﷺ نے فرمائی تھی ان كنتن تردن الحيوة الدنيا و زينتها فتعالين امتعكن و اسرحكن سراحاً جميلا۔ کرم الدین) یہ زر رہن ابھی تک میں نے کہیں لگایا نہیں ہے، میرے پاس پڑا ہے۔ تخمیناً دو ہزار کا زیور میری زوجہ کا

ان کی والدہ نے دیا تھا، باقی کا دو ہزار کا زیور ۱۴ سال میں میں نے اپنی زمینداری کی آمدنی سے ڈالا ہوا تھا۔ یہ دو ہزار کا زیور بھی میں اپنی زوجہ کی ملکیت کر چکا تھا۔ (بیوی بھی آپ کی اچھی ہم درد۔ خاوند ایسا جوامامت نبوت بلکہ خدائی کا دعویدار اور گھر والوں کے نزدیک ایسا بے اعتبار کہ بیوی قرضہ تب دیتی ہے کہ جائیداد پہلے رجسٹری کرا لی جاتی ہے۔ کرم الدین) میرے مریدوں سے مجھے تخمیناً پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی مجھے اس سال میں ہوئی جس کی بابت انکم ٹیکس لگائی ہوئی ہے اور اوسط سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے تخمینہ میں نے یادداشت سے لکھوایا ہے تحریری یادداشت میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس میں سے میں اپنے ذاتی خرچ میں کچھ بھی نہیں لاتا اور نہ مجھے ضرورت ہے (مگر یہ عقدہ حل نہیں ہوا کہ ۵ ہزار روپیہ کی مرزا جی کو کون سی ضرورت پڑی تھی جس کے عوض اپنی جدی میراث اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ وہ روپیہ کن ضروریات دنیویہ یا دینیہ میں خرچ ہوا ہے۔ اور بے شک آپ کی جانثاری تو قابل داد ہے کہ اپنی عمر بھر کی کمائی بیوی صاحبہ کے زیورات کی نذر کر دی البتہ ان کی سرد مہری پر افسوس ہے کہ آپکو قرضہ دیتے وقت ساری جائداد ہی سنبھال لی۔ کرم الدین) میرا اپنا ذاتی خرچ تو سات آٹھ روپیہ ماہوار میں ہوسکتا ہے، (شائد وہ افواہ غلط ہوگی کہ سال بھر میں ہزاروں کا عنبر ہی اڑ جاتا ہے۔ کرم الدین) یہ روپیہ مختلف مدوں میں خرچ ہوتا ہے جس میں سے بڑی مد لنگر خانہ ہے۔ لنگر خانہ میں جو آٹا خرچ ہوتا ہے اس کا حساب موضع تھیہ موضع نندوال اور بٹالہ ساہو کاران اور مالکان گھوراٹ سے دریافت ہوسکتا ہے موضع ریہہ میں مہر سنگھ اور متاب سنگھ اور ٹہل سنگھ سے اور اس کے حصہ دار ٹھیکہ داران سے اور موضع یاروال میں ٹھیکہ دار کا نام یاد نہیں۔ وہاں سے اور قصبہ بٹالہ میں ویر بھان دار ولد گنڈا مل سے لیتے رہے ہیں۔ جس سال کی بابت انکم ٹیکس تشخیص ہوا ہے اس سال میں آٹا بٹالہ میں بیر بھان دار ولد گنڈا مل باتیہ سے اور دہاریوال میں متاب سنگھ وٹہل سنگھ ٹھیکہ داران گھوراٹ سکنائے امرتسر لیا گیا ہے۔ حساب آمد آٹا کا ان کے پاس ہے ہمارے پاس مفصل نہیں ہے۔ البتہ دیر بھان کی زبانی اتنا درج ہے کہ اس سال دیر بھان سے تخمیناً چار سو کا آٹا آیا ہے۔ دہاریوال کے آٹا کا کوئی حساب معلوم نہیں ہے یہ وہاں سے دریافت ہوسکتا ہے۔ اس سال آٹا علاوہ مندرجہ بالا کے گندم لگان کھتری آڑھتی ساکن قادیان سے ...من بحساب ساڑھے سولہ سیر فی روپیہ کی تخمیناً... ایک سوستاسٹھ

روپیہ کی خریدی۔اسی سال میں دھنپت آڑھتی سکنہ قادیان سے گندم تخمیناً تین سو روپیہ کی خریدی۔ میں نے خرچ آٹا وغیرہ یعنی گوشت مصالح روغن زرد چاول چائے دودھ تیل ...مصری کھنڈہ آٹے میں نقل کر کے داخل کیا ہوا ہے وہ تخمیناً لکھا گیا ہے ملاحظہ ہوسکتا ہے۔مہمان خانہ میں جو عمارتیں مہمانوں کے اترنے کے لئے پختہ اور خام بنی ہیں ان پر تخمیناً ۱۷۶۲ روپیہ خرچ اس سال میں ہوا ہے۔ جو آمدنی مدرسہ کی مد پر آتی ہے وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اوراس کا خرچ بھی اس خرچ کے علاوہ ہے۔میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نورالدین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب وکتاب رکھتے ہیں۔اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں۔یعنی اپنی آمدنی پانچ ہزار دوسو روپیہ سالانہ ٹھہرائی ہے اس میں مدرسہ کی آمدنی درج نہیں ہے اور وہ اس لحاظ سے کہ وہ آمدنی براہ راست مولوی نورالدین کے پاس ہوکر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی وخرچ مدرسہ کا حساب وکتاب ان کے پاس ہے وہ حساب وکتاب باضابطہ ہے۔اس سال میں اکیس اشتہار مشتہر کئے گئے جن میں سے بعض کی تعداد سات سو اور بعض کی چودہ سو اور بعض کی دو ہزار ہے۔ان پر صرف ڈاک کا خرچ اس سال میں دوسو روپیہ تخمیناً ہوا ہے۔ جواب خطوط رجسٹری وغیرہ پر اس سال میں تخمیناً دوسو چالیس روپیہ خرچ ہوا ہے۔خرچ مطبع اس سال میں تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جس کا حساب کوئی نہیں ہے۔اس میں مدات ذیل ہیں: رولیا۔اسفنجیا۔ پریسمین ،سنگساز، کاپی نویس، کاغذ،؟

آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال میں ہوئی۔آمدنی فروخت کتب چارسو اٹھاسی روپیہ دس آنہ۔ چنانچہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانچ سو روپیہ کے قریب زیادہ آتا ہے یہ خرچ دوسری مدات میں سے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ مریدوں کی طرف سے مجھے اجازت ہے کہ حسب ضرورت ایک مد سے دوسری مد میں روپیہ خرچ کر لیا جاوے جو بچت ہو سال گزشتہ کی کبھی ہوتی ہے تو میں حسب ضرورت ...اس کو خرچ کر دیتا ہوں دینی ضرورت میں خرچ کیا جاتا ہے میرے ذاتی خرچ سے اس خرچ کو تعلق نہیں ہے مجھے کوئی حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں۔ میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمین داری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں

ہے۔ میں اپنی ذاتی آمدنی سے بھی مدات مذکورہ بالا میں خرچ کر دیتا ہوں۔ میری ذاتی آمدنی جس قدر مجھے باقی از منہائی خرچ بچتی ہے وہ میں کسی دینی خدمت میں خرچ کر دیتا ہوں۔ تجارت وغیرہ کسی کام میں جہاں سے آمدنی ہو خرچ نہیں کرتا۔ اور کچھ بیان نہیں کیا۔ ۱۵۔ اگست ۱۸۹۸ء۔ دستخط حاکم۔ دستخط مرزا غلام احمد بقلم خود

بیان نورالدین متعلقہ عذرداری ٹیکس:

نقل بیان حکیم نورالدین روبروئے تاج الدین تحصیل دار باختیار اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم پرگنہ بٹالہ مشمولہ مسل عدالت مال باجلاس ڈپٹی کمشنر کلکٹر ضلع گورداسپور۔ مرجوعہ ۲۰ جون ۱۸۹۸ء فیصلہ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر بستہ ..نمبر مقدمہ ۵۵۔ تعداد ٹیکس مشخصہ ...تعداد ٹیکس بوجہ فیصلہ عذرداری۔ معاف۔ تعداد ٹیکس بعد فیصلہ اپیل (اگر ہوا)

مثل عذرداری انکم ٹیکس مسمی مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی ذات مغل ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

بیان حکیم نورالدین ولد غلام رسول ذات قریشی فاروقی ساکن بھیرہ باقرار صالح

۵ سال سے میں مرزا صاحب کی خدمت میں ہوں۔ مرزا صاحب کا اپنا گذارہ باغ اور زمین سے ہے (باغ رہن ہو چکا پھر اس کی آمدنی میں مرزا صاحب کو کیا دخل؟ کرم الدین) لوگ جو باہر سے بھیجتے ہیں وہ روپیہ مرزا صاحب اپنے ذاتی خرچ میں نہیں لاتے۔ جو روپیہ مرزا صاحب کو علاوہ اپنی آمدنی کے باہر سے آتا ہے اس کو وہ پانچ مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔ اول جو مہمان باہر سے آتے ہیں ان کی مہمان نوازی پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ مہمان خاص مرزا صاحب کے پاس آتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے کل مہمان مرزا صاحب کے پاس علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ کبھی ایسے مہمان بھی آجاتے ہیں جن کا ان سے محض دوستانہ تعلق ہے وہ دین کی وجہ سے نہیں آتے۔ بعض صورتوں میں مرزا صاحب کو لوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ ان کا روپیہ مہمان نوازی میں خرچ ہو اور بعض صورتوں میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی اور مرزا صاحب خود بخود مہمان نوازی میں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ جس روپیہ کی باہر کے لوگ تخصیص نہیں کرتے اس کی نسبت مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ پانچ مدوں میں سے جس مد میں چاہیں خرچ کریں۔ مرزا

صاحب نے اول کتاب فتح اسلام اور توضیح مرام میں ان پانچ مدوں کا ذکر کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کو اپنی گرہ سے روپیہ دیا کرتا ہوں لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔ جو روپیہ میں دیتا ہوں وہ ان مدوں میں ضرور خرچ ہوتا ہے۔ دوسری مد خط وکتابت کی ہے۔ تیسری کتابوں کی۔ چوتھی قیام مدرسہ۔ پانچویں بیمار اور مساکین کیلئے۔ ان باقی ماندہ مدوں میں جو روپیہ خرچ ہوتا ہے کبھی بھیجنے والے تخصیص کراتے ہیں کبھی تخصیص نہیں کرتے مرزا کی رائے پر چھوڑ دیتے ہے۔
ان پانچ مدوں کے متعلق جس قدر روپیہ مرزا صاحب کے پاس آتا ہے وہ خیرات کا ہے لنگر خانہ میں سے مرزا صاحب خود کھانا لے کر کھا لیا کرتے ہیں کیونکہ ان کا روپیہ بھی ان مدوں میں خرچ ہوتا ہے۔ ان مدوں کے روپیہ میں سے مرزا صاحب اپنا کپڑا نہیں بناتے۔ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لئے بطور ہدیہ پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آمدنی تخمیناً سالانہ کتنی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسی آمدنی سالانہ پانچ سو روپیہ سے کم ہے یا زیادہ ہے۔ مرزا صاحب کے بال بچے ہیں تین لڑکے ایک لڑکی۔ ایک لڑکا پڑھتا اور دو چھوٹے ہیں۔ ان کے لئے مرزا صاحب کی اپنی آمدنی کافی ہے۔ مرزا صاحب کے دو لڑکے اور بھی ہیں لیکن ان سے مرزا صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ ابھی چھوٹے لڑکے کی تعلیم پر جو پڑھ رہا ہے کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ لڑکی بھی دودھ پینے والی بچی ہے۔ مرزا صاحب کے خسر پینشن یاب ہیں اور آسودہ حال ہیں نواب لوہارو کے رشتہ دار ہیں، معلوم نہیں کہ قریبی یا بعیدی۔ اس وقت مرزا صاحب کی ایک عورت ہے، مجھے معلوم نہیں کہ ان کے خسر نے کیا زیور دیا، میں ساتھ نہیں گیا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی عورت کا اس وقت کس قدر زیور ہے۔ مجھے علم نہیں کہ اس سال میں یا کبھی پہلے کوئی زیور ان کی عورت کا بنا ہو۔ مرزا صاحب بیوپار وغیرہ نہیں کرتے۔ ۵۔ اگست ۱۸۹۸ء۔ دستخط حاکم۔

(مولوی نورالدین کا یہ بیان ان کے مرشد کے بیان کے متناقض ہے۔ وہ تو صاف لکھتے ہیں مجھے کچھ حاجت نہیں کہ میں مریدوں کا روپیہ اپنے خرچ میں لاؤں، میرا خرچ میری آمدنی ذاتی سے جو صرف زمینداری سے ہوتی ہے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں ہے، کم ہے اور حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ لوگ مرزا صاحب کو ان کے اپنے خرچ کے لئے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں ان دونوں اقوال میں سے کس کا قول سچا ہے۔ کرم الدین)

استغاثہ بعدالت مجسٹریٹ جہلم

مولوی کرم الدین فرماتے ہیں کہ ناظرین کو تمہید سے اس امر کا علم ہو چکا ہے کہ بناء استغاثہ مرزا صاحب کی کتاب مواہب الرحمٰن ہے جو ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں تقسیم کی گئی تھی۔سو اس کی بنا پر استغاثہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء جہلم میں بعدالت لالہ سنسار چند ایم اے مجسٹریٹ درجہ اول جہلم دائر ہوا جس کی نقل ذیل میں ہے:

ابوالفضل مولوی محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث۔

بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سکنائے قادیان۔

جرم زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند

جناب عالی! تمہید استغاثہ یوں ہے:

۱۔مستغیث فرقہ اہل سنت والجماعۃ کا ایک مولوی ہے اور مسلمانوں میں خاص عزت اور امتیاز رکھتا ہے۔

۲۔مستغیث نے ایک استغاثہ فوجداری بعلت ازالہ حیثیت عرفی برخلاف ملزمان نمبر ا و ۲ نسبت اس ہتک وتوہین کے جوانہوں نے بذریعہ تحریرات مطبوعہ میرے بھائی و بہنوئی مولوی محمد حسن فیضی کی تھی عدالت لالہ سنسار چند مجسٹریٹ درجہ اول ضلع جہلم میں دائر کیا ہوا تھا جس کی تاریخ پیشی ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔

۳۔ملزمان کو اس بات کا مجھ سے رنج تھا۔اس واسطے ملزم نمبر ا نے اپنی مصنفہ مولفہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۲۹ پر مقدمہ مذکور کی نسبت پیش گوئی کے پیرایہ میں ایک تحریر شائع جس میں میرا صریح نام لکھ کر میری سخت تحقیر وتوہین کی گئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے۔اس نیت سے کہ اس مضمون کی اشاعت پر مستغیث کی نیک نامی اور عزت کو جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے صدمہ پہنچے اور میری وقر وآبرو کو نقصان پہنچے چنانچہ تحریر مذکور کے فقرات ذیل قابل غور ہیں:

الف: و من آیا تی ما انباء فی العلیم الحکیم فی امر رجل لئیم و بھتانہ العظیم واز جملہ نشانہائے من اینست کہ خدا مرا در بارہ معاملہ شخص لئیم و بہتان بزرگ او خبر داد۔سطر ۳ ص ۲۹۔اس فقرہ میں رجل لئیم جس کے معنی کمینہ شخص

ہے اس سے ملزم نے مراد مستغیث کو رکھا ہے اور یہ لفظ مستغیث کی نسبت سخت توہین و تحقیر کا کلمہ ہے۔اور بھتان العظیم کے لفظ سے ملزم نے میرے ذمہ یہ خلاف واقع اتہام لگایا کہ میں جھوٹے بہتان باندھنے والا ہوں اور ایسا اتہام میرے ذمے میری سخت بے عزتی کا باعث ہے کیونکہ جھوٹا بہتان باندھنا ایک اخلاقی اور شرعی جرم ہے۔

ب۔ ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین ۔ترجمہ۔ یہ بلا میرے دشمن پر پڑے گی جو کذاب (بہت ہی جھوٹا) اور اہانت کنندہ ہے ۔اس فقرہ میں مستغیث کی نسبت کذاب کا لفظ لکھا گیا ہے جس کا معنی بہت ہی جھوٹا ہے ۔اور یہ ایک سخت تحقیر کا کلمہ ہے جس سے کوئی زیادہ مزیل حیثیت عرفی اور دل آزار کلمہ نہیں ہوسکتا خصوصاً ایک مسلمان اور مولوی کی نسبت ایسا اتہام کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا ہے، اس کی نیک نامی اور عزت کو بالکل غارت کردینے والا ہے۔

ج۔ فاذا ظھر قدر اللّٰہ ... اسمہ کرم الدین ۔ترجمہ: پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدا تعالی ... کہ نام او کرم الدین است ۔ ،اس فقرہ میں تصریح ہے کہ الفاظ مذکورہ بالا کا مصداق مستغیث ہی ہے۔

۴۔کتاب مواہب الرحمٰن جس میں مستغیث کی ہتک صریح کی گئی ہے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو خاص شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے کثرت سے شائع کی گئی اور خاص احاطہ کچہری میں یہ کتاب بہت لوگوں میں ملزمان نے مفت تقسیم کی بلکہ ایک مجمع عظیم میں جس میں مستغیث موجود تھا مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کو جو ہمارے فرقہ کا ایک عالم شخص ہے ملزم نمبر ا ہمدست محمد دین کمپوڈر شفاخانہ جہلم جو اس کا مرید ہے بھیجی ،جس سے ملزم مذکور کی نیت یہ تھی کہ اس مجمع میں یہ کتاب پڑھی جانے سے مستغیث کی نیک نامی وعزت کو نقصان پہنچے گا اور عام مسلمانوں میں اس کی خفت ہوگی۔

۵۔ اس کتاب کی تحریر مذکور کی اشاعت سے میری سخت خفت اور توہین ہوئی اور میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہوا۔

۶۔ ملزم نمبر۲ نے کتاب مذکور باوجود اس امر کے علم ہونے کے کہ اس میں صریح لائیبل ہے اپنے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں جس کا وہ مالک و مینیجر ہے چھاپا ہے اور اس کو شہر جہلم میں جو حد سماعت عدالت ہذا میں ہے بھیج کر شائع کیا۔

۷۔ چونکہ ملزمان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی تشریح دفعات ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند میں ہے، اسلئے استدعا ہے کہ بعد تحقیقات ان کو سزا دی جائے اور اگر واقعات سے ملزمان کسی اور جرم کے بھی مرتکب ہوں تو اس میں بھی ان کو سزا دیجائے

عرضے۔ فدوی مولوی کرالدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء

} بعد قلم بند ہونے بیان سرسری مستغیث کے لالہ سنسار چند مجسٹریٹ نے حکیم فضل الدین ملزم کے نام وارنٹ ضمانتی، اور مرزا غلام احمد ملزم کے نام سمن (جس میں اصالتاً حاضری کا حکم لکھا گیا) جاری کیا اور تاریخ حاضری ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔ قادیان میں اس کی اطلاع پہنچنے پر مرزا جی کے وکیل خواجہ کمال الدین نے ۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو ایک تحریری درخواست من جانب مرزا غلام احمد گذرانی جس میں استدعا کی گئی کہ ملزم مذکور کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے۔ مجسٹریٹ نے بعد غور درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ تاحکم ثانی ملزم کو ذاتی حاضری سے معاف کیا جاتا ہے اس کی جانب سے اس کا وکیل پیروی کرے۔

۱۶ مارچ تاریخ سماعت مقدمہ پر فضل دین ملزم اصالتاً حاضر ہوا اور مرزا کی طرف سے اس کا وکیل پیش ہوا۔ ملزمان کی طرف سے زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری درخواست بغرض التوائے مقدمہ دی گئی کہ وہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ کرنا چاہتے ہیں عدالت نے ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء تک مہلت دی۔

۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء کو عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال گذری جو آخر کار منظور ہو کر مقدمہ سپرد عدالت لالہ چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور ہوا۔

رائے چندو لال کی عدالت سے طلبی ملزمان جہت حاضری ۱۸۔ اگست ۱۹۰۳ء کا حکم صادر ہوا اور تاریخ مذکور پر مرزا جی اور فضل دین ملزمان اصالتاً حاضر عدالت ہوئے۔ حاضر ہوتے ہی ایک تحریری درخواست مرزا کی طرف سے ان کے وکیل خواجہ کمال الدین نے پیش کی کہ ملزم کو زیر دفعہ ۲۰۵ ضابطہ فوجداری اصالتاً حاضری سے معاف فرمایا جائے اس پر وکلاء طرفین کی بحث ہوئی وکیل ملزم اس بات پر زور دیتا تھا کہ لالہ سنسار چند مجسٹریٹ جہلم نے ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کیا تھا۔ عدالت مذکور کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔ شیخ نبی بخش اور بابو مولامل وکلاء منجانب استغاثہ نے

بالتفصیل بیان کیا کہ ملزم کو اصالتاً حاضری سے معاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں جب کہ مستغیث اور اس کے گواہان ایک دور دراز ضلع جہلم سے آتے ہیں تو ملزم کو یہاں سے ۱۲ کوس (قادیان) سے آنے میں کون سی مصیبت ہے۔ اگر سنسار چند نے اس کو اس بنا پر حاضری سے مستثنیٰ کیا تھا کہ اس کو جہلم میں ایک دور جگہ ضلع گورداسپور سے آنا پڑتا ہے تو اب وہ علت موجود نہیں بلکہ اب تو ملزم کی نسبت مستغیث کو دقت ہے کہ وہ بعد مسافت طے کر کے یہاں آتا ہے۔

مجسٹریٹ نے فیصلہ کیا کہ ملزم کو حاضر رہنا پڑے گا اور اس کی درخواست نامنظور ہے ،حاضری کے لئے مچلکہ فوراً اس سے لیا جاوے۔ حسب حکم عدالت مچلکہ داخل کیا گیا اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی اور مستغیث کو حکم ہوا کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائے چنانچہ گواہان استغاثہ بادخال خرچہ طلبانہ طلب کرائے گئے۔

تاریخ مقررہ پر پھر مقدمہ پیش ہوا مرزاجی وفضل دین ملزمان معہ وکلاء خود حاضر آئے اس تاریخ کو مرزاجی نے ایک اور منصوبہ یہ سوچا کہ آج درخواست اس مضمون کی ہونی چاہیے کہ یہ مقدمہ تا انفصال دیگر مرزائی مقدمات کے ملتوی رہے۔ چنانچہ درخواست پیش کی گئی اور اس پر بھی خواجہ کمال الدین وکیل نے بڑی لمبی بحث کی کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے بڑا تعلق ہے جو حکیم فضل دین اور یعقوب علی (مرزائیوں) کی طرف سے مستغیث (کرم دین) پر دائر ہیں جب تک ان کا فیصلہ نہ ہولے یہ مقدمہ بھی ملتوی رہے۔

بعد اختتام تقریر وکیل ملزمان کے وکلاء استغاثہ نے اپنی مفصل بحث میں اس درخواست کے فضول اور بے بنیاد ہونے پر دلائل دیئے اور ثابت کیا کہ اس مقدمہ کو ان مقدمات سے کیا واسطہ ۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائیوں کے مقدمے تو چلتے رہیں اور مولوی کرم الدین ان مقدمات میں خراب ہوتے رہیں لیکن ان کا مقدمہ داخل دفتر رہے۔ عدالت نے کہا کہ مقدمہ چلے گا ملزم کی درخواست نامعقول ہے نامنظور کی جاتی ہے۔ درخواست نامنظور ہو کر حکم ہوا کہ مقدمہ ۱۷۔ اکتوبر کو پیش ہو۔ اور اس تاریخ کو گواہان استغاثہ بھی حاضر آئیں۔

(سوال یہ ہے کہ مرزاجی کے کان میں ہر وقت آسمان سے نداء وحی پہنچا کرتی ہے تو کیوں فضول درخواستیں کر کے خواہ مخواہ اپنی خفت کرائی۔ کیا اس بارہ میں پہلے الہام نہ ہوا کہ تمہاری یہ محنت رائے گال جائے ایسی عبث درخواست کر کے اپنی سبکی مت کراؤ۔ کرم الدین)۔

۱۷۔ اکتوبر کو پھر مقدمہ پیش ہوا۔ ملزمان بھی اصالتاً حاضر آئے۔ اس تاریخ کو مستغیث

کا بیان قلم بند ہوا اور مولوی برکت علی بی اے گواہ استغاثہ کی شہادت ہوئی۔ وکلاء ملزمان نے جرح محفوظ رکھی۔ چونکہ دوسرے گواہوں کی اطلاع یابی نہ ہوئی تھی، مکرر طلب ہوئے اور تاریخ پیشی ۱۲۔ ۱۳۔۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

۱۲ نومبر کی تاریخ کو فریقین کو پکار ہوئی تو مستغیث حاضر ہوا اور ملزمان میں سے صرف مرزا جی حاضر آئے، فضل دین نہ آیا۔ وکیل نے کہا کہ فضل دین سخت بیمار ہے حاضری سے اس کو آج کی تاریخ کیلئے معاف کیا جائے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ ملزم زیر ضمانت ہے اس کو ضرور حاضر ہونا پڑے گا۔ آخر عدالت نے حکم دیا کہ ملزم کو آنا پڑے گا۔ اگر یوں نہیں آسکتا تو چارپائی پر اٹھا کر لے آؤ۔ آخر حکیم فضل دین کو ان کے پیر بھائی چارپائی پر اٹھا کر لے آئے اور کمرہ عدالت کے باہر لٹایا۔ شہادت گواہان قلم بند ہونا شروع ہوئی۔ بیان گواہان قلم بند ہوئے مولوی محمد علی ایم اے وکیل، ملک تاج دین.. واصل باقی نویس جہلم، مولوی ابوالوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسر، مولوی عبدالسبحان ساکن مسانیاں، مولوی اللہ دتا ساکن سوہل۔ وکیل ملزمان نے کہا کہ وہ گواہان پر جرح محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حاکم نے کہا کہ اگر جرح کرنی ہے تو کرو ورنہ بعد فرد جرم لگنے کے جرح کا موقع ملے گا۔ اس پر وکیل نے کہا کہ آج تیار نہیں ہوں کل جرح کرونگا۔ عدالت نے حکم دیا کہ کل کا خرچہ گواہان کا آپ کو دینا پڑے گا تو کچھ لیت ولعل کی گئی آخر وکیل ملزمان نے خرچہ گواہان دوسرے روز کا دینا تسلیم کیا اور دوسرے روز پر مقدمہ ملتوی ہوا۔

} مولوی کرم الدین پر جرح

۱۳ تاریخ کو مولوی محمد کرم الدین مستغیث پر جرح شروع کی گئی جو ۱۴۔۱۵ تک جاری رہی اور ۱۶ کو ختم ہوئی۔ سوالات کی ترتیب دینے پر مرزائیوں کی ساری کمیٹی متعین تھی۔... چونکہ بیان بہت بڑا طویل ہے اس کی نقل کرنے سے سوائے طوالت کے کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم اس بیان میں سے صرف اس فہرست کو نقل کر دیتے ہیں جو کہ مرزا صاحب نے اپنے عقاید کی فہرست تحریری دے کر مولویصاحب سے ان کے بالمقابل استفسار کیا تھا.. وھو ہذا

} قادیانی: حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔

} کرم الدین: حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں۔

} قادیانی: عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے گئے اور غشی کی حالت میں زندہ ہی اتارے گئے تھے

{ کرم الدین: نہیں۔

} قادیانی: حضرت عیسیٰؑ آسمان پر معہ جسم عنصری نہیں گئے۔

{ کرم الدین: گئے۔

} قادیانی: حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نہیں اتریں گے اور نہ کسی قوم سے وہ لڑائی کریں گے

{ کرم الدین۔ آسمان سے اتریں گے اگر لڑائی کی ضرورت ہوگی تو لڑائی کریں گے اگر امن کا زمانہ ہوا تو نہیں کریں گے۔

} قادیانی۔ ایسا مہدی کوئی نہیں ہوگا جو دنیا میں آکر عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں سے جنگ کرے گا۔ اور غیر اسلامی اقوام کو قتل کر کے اسلام کو غلبہ دے گا۔

{ کرم الدین: مہدی آئیں گے اور ایسے زمانہ میں آئیں گے جب بدامنی اور فساد دنیا میں پھیلا ہوا ہوگا فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کریں گے۔

} قادیانی: اس زمانہ میں جہاد کرنا، یعنی اسلام پھیلانے کیلئے لڑائی کرنا بالکل حرام ہے۔

{ کرم الدین: اس زمانہ میں برٹش انڈیا میں جہاد کرنا حرام ہے کیونکہ زمانہ امن کا ہے۔

} قادیانی: یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح موعود آکر صلیبوں کو توڑتا اور سوروں کو مارتا پھرے گا۔

{ کرم الدین: یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔

} قادیانی: میں مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود اور امام الزمان اور مجدد وقت اور ظلی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔

{ کرم الدین: میں نہیں مانتا۔

} قادیانی: مسیح موعود اس امت کے تمام گذشتہ تمام اولیاء سے افضل ہے۔

{ کرم الدین: مرزا صاحب مسیح موعود نہیں اور نہ وہ کسی سے افضل ہے۔

} قادیانی: مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کے صفات اور فضائل جمع کر دیئے ہیں۔

{ کرم الدین۔ مرزا نہ مسیح موعود ہیں اور نہ ان میں اوصاف نبوت میں سے کوئی ہیں۔

} قادیانی: کافر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے۔

{ کرم الدین: بحث طلب ہے۔

} قادیانی: مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔

{ کرم الدین: مہدی موعود قریش کے خاندان ہی سے ہوگا۔

} قادیانی : امت محمدیہ کا مسیح اور اسرائیلی مسیح دو الگ شخص ہیں اور مسیح محمدی، اسرائیلی مسیح سے افضل ہے

{ کرم الدین: مسیح ایک ہے اور وہ اسرائیلی ہے۔

} قادیانی : حضرت عیسیٰؑ نے کوئی حقیقی مردہ زندہ نہیں کیا۔

{ کرم الدین: حضرت عیسیٰؑ نے مردہ زندہ کئے ہیں۔

} قادیانی: آنحضرت ﷺ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوا۔

{ کرم الدین: آنحضرت ﷺ کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا۔

} قادیانی: خدا کی وحی آنحضرت ﷺ کے ساتھ منقطع نہیں ہوئی۔

{ کرم الدین: منقطع ہوئی۔

مرزا غلام احمد۔ دستخط حاکم بحروف نگریزی۔ محمد کرم الدین

(عقیدہ نمبر۴، ۵، ۶ میں مرزا جی ایک گہری چال چلے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے جوابات میں حریف بڑی دشواری میں پڑے گا لیکن جوابات سن کر پھر حیرت میں رہ گئے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی سعی کیا کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کو مسلمانوں سے بدظن کریں کہ وہ ایسے مہدی و مسیح کے منتظر ہیں جو آ کر عیسائیوں اور دیگر مذاہب والوں کو تہ تیغ کر کے اسلام کو غلبہ دے گا۔ اور خود گورنمنٹ پر احسان جتلایا کرتے ہیں کہ آپ ہی ہیں جو گورنمنٹ کی خیر خواہی میں مسلمانوں کو ایسے مسیح یا مہدی کے انتظار سے روکتے ہیں اور خود ہی مہدی خود ہی مسیح ہیں یہی غرض تھی اس موقع پر تھی کہ اگر مولوی کرم الدین یہ کہیں گے کہ مہدی و مسیح وہ ہوں گے جو اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلائیں گے اور عیسائیوں اور غیر مذاہب کے لوگوں کو نیست و نابود کر دیں گے تو گورنمنٹ کو بھی بدظنی ہوگی۔ اور مجسٹریٹ کو جو کہ ہندو مذہب ہے بھی ناراضگی ہوگی لیکن ان کا منصوبہ کو خاک میں مل گیا۔ جو جواب لکھائے گئے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ غلط بات ہے جو مرزا جی گورنمنٹ اور دیگر مذاہب والوں کو کہہ کر مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ مہدی و مسیح خواہ مخواہ بے وجہ تلوار چلاتے پھریں گے اور غیر مذاہب والوں کو قتل کرتے پھریں گے ہاں گر فساد اور بدامنی کا زمانہ ہوگا تو شر مٹانے اور امن قائم کرنے کے لئے ان کو یہ کرنا پڑے گا کہ ایسے فسادیوں کو مٹا کر امن قائم کر دیں اور یہی بات ہر ایک با انصاف سلطنت کا اصول انصاف ہے مرزا جی ہمیشہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی اور خونی عیسی کے منتظر ہیں لیکن افسوس ہے کہ خونی کا لفظ کہاں سے انہوں نے لگا لیا کسی حدیث میں یہ لفظ ان کی صفتوں میں نہیں آیا اور نہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے بلکہ ان کی اوصاف تو حکم عدل احادیث میں لکھی ہیں اور یہ کہ وہ زمانہ جور و جفا کو امن و صلح سے بدل دینگے پھر مرزا جی کو کچھ تو خوف خدا کرنا چاہیے کہ وہ کیوں مسلمانوں

کے ذمہ ایک بے ہودہ تہمت لگاتے ہیں علاوہ بریں گورنمٹ پر مرزا جی ہر چند احسان شماری کریں اور مسلمانوں سے بدظن کرنے کی کوشش کریں ان کے اس قول بے اصل کی کچھ بھی وقعت ہماری جزورس اور بیدار مغز گورنمنٹ کے سامنے نہیں ہوگی گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آفت سلطنت میں پیدا کیا کرتے ہیں مسلمان تو یہ زمانہ مہدی و مسیح کا قرار ہی نہیں دیتے کیونکہ یہ امن اور انصاف اور عدل کا زمانہ ہے اور خلق خدا کو ہر طرح سے اس سلطنت کے سایہ میں امن اور آسائش حاصل ہے اور مہدی اور مسیح کے آنیکی جب ضرورت ہوگی کہ عنان سلطنت سخت ظالم اور جفا پیشہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہوگی اور روئے زمین پر کشت وخون اور فتنہ وفساد ہوگا اس وقت اس کی ضرورت ہوگی کہ الہ العالمین اپنی مخلوق کی حفاظت اور آسائش وامن گستری کیلئے کسی انصاف مجسم امام بادشاہ اسلام (مہدی و مسیح) کو مبعوث فرمائیں لیکن مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے کہ مہدی و مسیح کا زمانہ یہی ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی و مسیح بیٹھا ہوا ہے وہ کسر صلیب کے لئے مبعوث ہوا ہے کہ تا کہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام وکشف سنایا ہے کہ خدا نے اسے بتلا دیا ہے کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملے گی۔

اب خیال فرمایئے کہ یہ خیال کہاں تک خوفناک خیال ہے جب کہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیش گوئی کر دی ہے کہ بادشاہ اس کے حلقہ بگوش ہوں گے اور بادشاہت مرزائیوں کو ملے گی کیا عجب کہ ایک زمانہ میں مرزائیوں کو جو اس کی پیش گوئیاں پورا کرنے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں (جیسا کہ اپنے بیان میں وہ لکھا چکا ہے کہ اس کے مرید جان و مال اس پر قربان کئے بیٹھے ہیں) یہ جوش آجائے کہ اس پیش گوئی کو پورا کیا جائے اور وہ کوئی فتنہ وبغاوت برپا کر دیں اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاری سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے وہ دجال سمجھتے ہیں تو نصاری کو، خر دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے جب یہ خر دجال ہے تو اس کے چلانے والے (بادشاہ وقت) کو ہی یہ دجال کہتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کے برخلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیے۔

عقیدہ نمبر ۱۲ میں مرزا جی کہتے ہیں کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے حالانکہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں المهدی من عترتی من اولاد فاطمه (ابوداؤد) یعنی مہدی میرے اہل بیت بنی فاطمہ سے ہوگا۔ اب کہیے مرزا جی آپ سچے ہیں یا رسول خدا سچے۔ آپ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے ہاتھ میں اس امر کا

کیا ثبوت ہے کہ مہدی موعود قریش کے خاندان سے نہیں ہونا چاہیے۔ جن لوگوں کو اپنے صادق و مصدوق ختم المرسلین نبی برحق پر ایمان ہے وہ کبھی بھی آنحضرت ﷺ کے قول پاک کی تکذیب کر کے آپ کی یہ بات نہ مانیں گے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ سے نہ ہونا چاہیے بلکہ اولاد آلنقواء سے ہونا چاہیے۔ علاوہ اس کے مہدی موعود کی نسبت تو آنحضرت ﷺ نے یہ پتہ دیا ہے کہ وہ عرب کے بادشاہ ہوں گے لا تذھب الدّنیا حتّٰی یملک العرب رجل من اھل بیتی یوا طی اسمہ اسمی (مشکوۃ) دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک یہ نہ ہو کہ عرب کی بادشاہت اس شخص کو حاصل ہو جو میرے اہل بیت سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔ لیکن مرزا جی تو عرب کا نام سن کر کانپتے ہیں اگر آپ مہدی موعود ہیں تو آپ کو قادیان میں نہیں بیٹھ رہنا چاہیے بلکہ عرب میں تشریف لے جانا چاہیے اور عرب کی بادشاہت بھی حاصل کرنا چاہیے پھر اگر آپ عرب کی ملک گیری میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر مسلمان اس امر پر غور کریں گے کہ آپ کو مہدی کہلانے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ دوسری تعریف مہدی موعود کی آنحضرت ﷺ نے یہ بتلائی ہے یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً، ترجمہ۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و بدامنی سے پر ہوگی۔ (مرزا جی مسلمان اس مہدی کے معتقد ومنتظر ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ دنیا کو عدل وانصاف وامن سے پر کر دیں گے۔ حالانکہ آپ گورنمنٹ کو مغالطہ دے رہے ہیں کہ مسلمان خونی مہدی کے قائل ہیں کیا آپ برخلاف اس تعریف کے جو اس تعریف میں ہے مہدی کی تعریف میں خونی کہیں دکھلائیں گے) حالانکہ مرزا جی نے تو دنیا میں شور شرارت بدامنی سے نمونہ قیامت برپا کر دیا ہے پھر کس طرح مانا جائے کہ وہ مہدی موعود ہیں اس تعریف سے جو حدیث بالا میں مہدی موعود کی رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے بعثت مہدی کا زمانہ ہی وہ ہوگا جب کہ دنیا ظالم اور جفاکار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں ہوگا اور زمین پر بدامنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا اور اس وقت مہدی معہود اس فتنہ وفساد کو دور کر کے امن قائم کرینگے حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (ملک معظم قیصر ہند) کا ہاتھ ہے جس کے انصاف وعدل اور امن گستری کے مخالف وموافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ میں امن وامان سے اپنے مذہبی فرائض بجالاتے ہیں جمعہ عیدین اطمینان سے پڑھتے ہیں اور بیوت اللہ (مساجد) کو آباد کئے ہوئے ہیں یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجا آوری سے بالکل آزادی ہے پھر اگر مسلمان اس زمانہ میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیث رسول (جو اوپر ذکر ہو چکی ہے) کی تکذیب کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ مہدی کے متعلق جو عقیدہ ہم مسلمانوں کا ہے گورنمنٹ کے نزدیک قابل اطمینان ہے یا وہ عقیدہ جو آپ نے پھیلا رکھا ہے کہ مسیح ومہدی اس وقت ہندوستان میں اور خاص قادیان ضلع گورداسپور میں بیٹھا ہوا ہے مسلمان اس کے ساتھ ہولیں تاکہ کسر صلیب کا کوئی انتظام کیا جائے۔ اور دجال کا خروج بھی ہو چکا ہے وہ کون نصاری (انگریز) ہیں اور انکی ریل دجال کا گدھا ہے اور عنقریب بادشاہت

اسی مہدی کے گروہ میں آنے والی ہے اور خدا نے اس مہدی سے کہہ دیا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈ ینگے اوران بادشاہوں کی صورتیں بھی خدا نے اس مہدی کو دکھادی ہیں۔سو یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے جوقادیانی مہدی نے مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔اور لوگوں کوطرح طرح کی دھمکیاں دے کر یہ عقیدہ منوانے کی کوشش کی جارہی ہے کسی کوموت کی دھمکی دی جاتی ہے اور کسی کو سخت ذلت کی کہیں زلزلوں کے حوادث سے ڈرایا جاتا ہے اور کہیں طاعون کا تازیانہ دکھایا جاتا ہے۔ بہر حال مرزا قادیانی کا ہندوستان میں اس زمانہ امن میں ضرورت مہدی کا عقیدہ قائم کرنا ایک خوفناک عقیدہ ہے جس سے کسی آنے والے فتنہ کا سخت خوف ہے الھم ا حفظنا من الفتن و اھد نا الصّراط المستقیم ۔

عقیدہ نمبر۱۴ میں مرزا نے حضرت عیسیٰؑ ایک اولوالعزم مقتدر رسول سے افضل ہونے کا کھلے طور پر دعوی کیا ہے حالانکہ کوئی شخص غیر رسول، رسول سے افضل نہیں ہوسکتا خواہ وہ کیسا ہی عارف زاہد صاحب کمالات کیوں نہ ہو (یہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے) اور پھر ایسے رسول سے جو صاحب شریعت و کتاب ہو اور جس کے فضائل پر قرآن شاہد ہو۔اور جس کے معجزات کی ایک دنیا معترف ہو اور ادھر افضلیت کے مدعی کی یہ حالت ہو کہ اس کی منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) اغیار کے ہم آغوش ہو، اور مسیحیت کا دعویدار دیکھ دیکھ کر خون جگر کھا رہا ہو اور آسمانی عدالت میں اس کی اس قدر بھی شنوائی نہ ہو کہ وہاں سے عزرائیل (ملک الموت) ایک مسلح سپاہی کے ہاتھ ایک وارنٹ گرفتاری بھیج کر اس کے رقیب کوفوراً عالم برزخ کی جوڈیشل حوالات میں دیا جاکر اپنے برگزیدہ نبی (معاذ اللہ) کی منکوحہ اسکو واپس دلائی جائے۔مرزا جی جب تک آپ کا محمدی بیگم والا الہام پورا نہ ہو کون عقل مند ہوگا جو آپ کو رسولوں سے افضل صاحب کرامت و معجزہ تسلیم کرلے آپ سے گڑگڑا کر دعا مانگو اور رو رو کر درخواست کرو کہ آپ کی آسمانی منکوحہ جلدتر بموجب الہام آپ کو عطا ہو ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ آپ اپنے ایام زندگی کو بسر کرکے آنجہاں چل دیں اور آپ کی دلی آرزو آپ کے ساتھ ہی خاک میں مل جائے۔ کرم الدین)

شہادت گواہان

قاضی غلام محمد جہلمی کی شہادت

مستغیث پر جرح ہونے کے بعد آئندہ تاریخ پیشی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء قرار پائی تھی اس تاریخ پر گواہان استغاثہ بھی حاضر آئے اور مرزا جی بھی معہ اپنے حواری کے اصالتاً حاضر تھے۔مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال کی شہادت شروع ہوئی۔اثناء شہادت گواہ موصوف عدالت نے مناسب

سمجھا کہ مرزا غلام احمد ملزم سے کچھ استفسار کیا جائے چنانچہ مرزا صاحب سے کہا گیا کہ آپ سے استفسار ہوتا ہے آپ سامنے ہوکر لکھائیں، مرزا جی ادھر ادھر جھانکنے لگے۔آپ کے وکیل نے کہا میں مشورہ نہیں دیتا کہ میرا موکل بیان لکھائے۔مجسٹریٹ نے کہا ہم ضرور پوچھیں گے، کیوں مرزا جی جواب دو گے یا نہیں۔مرزا جی کے اعضاء پر کچھ رعشہ سا آ گیا اور مجسٹریٹ کا رعب کچھ ایسا چھایا کہ آپ کو وکیل کے مشورے کے خلاف عدالت کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی اور آپ کا بیان قلم کیا گیا جس کی نقل حسب ذیل ہے:

سوال: کیا مواہب الرحمٰن آپ کی تصنیف ہے؟

جواب۔میری تصنیف ہے۔

سوال: یہ الفاظ لئیم کذاب بہتان عظیم مندرجہ صفحہ ۱۲۹ کلمات تحقیر ہیں کہ نہیں؟

جواب: جو شخص ان الفاظ کا مصداق نہ ہو اس کی نسبت تحقیر کے کلمات ہیں۔

سوال۔صفحہ ۱۲۹ کا مضمون مستغیث کی نسبت ہے یا کیا؟

جواب: ہاں مستغیث کی نسبت ہے۔

سوال۔کیا آپ مستغیث کو ان الفاظ کا مصداق سمجھتے تھے؟

جواب۔ہاں سمجھتا تھا۔

سوال: کیا آپ نے یہ کتاب جہلم میں تقسیم کی؟

جواب۔جہلم میں یہ کتاب تقسیم ہوئی تھی جو میرے سامنے میرے آدمیوں نے شائع کی تھی مفصل بیان میں تحریری بذریعہ وکیل دینا چاہتا ہوں جو بعد میں دیا جائے گا

سوال: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں الفاظ لئیم وغیرہ آئے ہیں کس تاریخ کو آپ نے لکھا، اگر ٹھیک تاریخ یاد نہیں ہے تو قریباً اس صفحہ کی تحریر کی تاریخ کون سی ہے۔

جواب: ۱۲، ۱۳، ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو یہ صفحہ میں نے لکھا تھا۔مختلف صفحوں کا مضمون مختلف تاریخوں پر لکھتا رہا ہوں جیسا کہ مضمون بنتا گیا ویسا لکھتا گیا۔تاریخوں کی کوئی یادداشت میرے پاس نہیں ہے مگر زبانی یادداشت سے مجھ کو یہ تاریخیں یاد ہیں۔

سوال: کیا آپ نے اس کتاب کا کوئی مضمون ۶۔اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے بھی لکھا تھا؟

جواب: میں اس کو اچھی طرح بیان نہیں کرسکتا یعنی مجھ کو یہ یاد نہیں ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ لکھا ہو یا نہ

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۳ء۔العبد مرزا غلام احمد۔میں خود پڑھ کر دستخط کیئے۔دستخط حاکم

منصف برکت علی کی شہادت

ملزم کا بیان لکھے جانے کے بعد پھر مولوی غلام محمد کی شہادت ختم ہو کر جرح ہوئی۔ دوسرے روز ۱۶ دسمبر کو مولوی برکت علی منصف بٹالہ کی شہادت شروع ہوئی چونکہ مولوی صاحب ایک بڑے فاضل اور لائق مشہور شخص ہیں آپ کی شہادت سننے کیلئے بہت سے لوگ اہل کاران وغیرہ جمع ہو گئے اور کمرہ عدالت میں ایک خاصہ ہجوم ہو گیا۔ مرزا جی کے وکلاء نے بہت کچھ سوالات جرح لکھ رکھے تھے اور ان کا خیال تھا کہ زبردست جرح سے فاضل گواہ کی شہادت میں سقم پیدا کر دیں گے اور اگرچہ منصف صاحب کی قابلیت علم انگریزی میں تو مسلّم تھی لیکن کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی لیاقت عربی علوم میں کیسی ہے اور اس شہادت میں سوال عربی علم ادب کے متعلق ہونے تھے اور الفاظ استغاثہ کردہ جو عربی تھے ان کی تشریح لغت گرامر اور علم ادب کی رو سے ہونی تھی اس لئے مرزائی سمجھے ہوئے تھے کہ گواہ سوالات جرح کے جواب میں چکر کھا جائیگا لیکن جس وقت خواجہ کمال الدین وکیل ملزم نے گواہ مذکور پر جرح کرنی شروع کی تو اس قابلیت ولیاقت سے فاضل گواہ نے جواب دینے شروع کئے کہ تمام عربی دان فضلاء جو کمرہ عدالت میں موجود تھے سن کر حیرت زدہ ہو گئے آپ نے الفاظ استغاثہ کردہ کی تشریح بموجب علم صرف ونحو کے جس وقت بیان کی تو وکیل جرح کنندہ کو ساری جرح بھول گئی۔ اور کچھ پیش نہ جا سکی آخر تھک کر رہ گئے اور جرح ختم کر دی،

منصف کی گواہی مستغیث کی اعلیٰ حیثیت اور الفاظ استغاثہ کردہ کے سخت مزیل حیثیت الفاظ ہونے اور ان سے مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی ہونے کے متعلق تھی۔ منصف کی شہادت سے عدالت معلوم ہو گیا کہ واقعی الفاظ بنائے استغاثہ سخت سنگین ہیں اور مستغیث کی حیثیت کا ازالہ کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اثنا جرح میں وکیل ملزمان نے ایک چھپی ہوئی عربی تحریر منصف صاحب کے سامنے رکھی کہ آپ اس کا ترجمہ کریں۔ منصف صاحب اس کا ترجمہ کرنے پر تیار ہو گئے لیکن عدالت نے یہ سوال فضول سمجھ کر رد کر دیا کہ اس کا ترجمہ کرانے کی گواہ سے کچھ ضرورت نہیں۔ اس وقت مستغیث نے ایک عربی نظم ہاتھ میں لے کر مرزا سے درخواست کی کہ اگر معیار لیاقت عربی تحریروں کے ترجمہ کرنے پر ہے تو آپ جو عربیت میں فاضل وقت ہونے کے مدعی ہیں اس نظم کا ترجمہ کر دیں۔ میں آپ کا اس وقت مرید بنتا ہوں اور مقدمات چھوڑتا ہوں۔ مرزا صاحب نے سر نیچے کر دیا اور زبان تک نہ کھولی کہ لاؤ ہم ترجمہ کرتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی شہادت

۱۷ دسمبر کو مرزا صاحب کے مشہور مقابل (فاتح قادیان) مولوی ابوالوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسری کی شہادت پر جرح تھی اور اس تاریخ کو بہت سے مرزائی دور دور سے آئے ہوئے تھے اور علاوہ ان کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے تھے کیونکہ مرزائیوں میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ دیکھو تو مولوی ثناء اللہ صاحب اب ہمارے قابو آیا ہے جرح سے اس کی ہوش مار دیں گے اور تمام مسائل متنازعہ وفات مسیح وغیرہ سب اسی شہادت میں صاف کرالئے جائیں گے۔

مولوی صاحب پر جرح شروع ہوئی اور بہت سی جماعت مرزائی مولویوں کی امداد کے لئے پاس بٹھائی گئی جن میں مولوی محمد احسن امروہی بھی تھے۔ متفقہ امداد سے سوالات مرتب ہوتے اور فاضل گواہ کے پیش کئے جاتے لیکن جواب سننے پر مرزائیوں کو غشی آجاتی تھی۔ مولوی فاضل گواہ نے بھی مرزائی جماعت کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ ۱۷ سے شروع ہو کر ۱۹ دسمبر تک جرح ہوتی رہی لیکن مرزائیوں کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر غیر متعلق سوالات کا سلسلہ چھیڑنا چاہا تو عدالت نے فضول سمجھ کر جرح سے روک دیا اور حیات و وفات مسیح کی بحث وغیرہ کا منصوبہ دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

الغرض شہادت استغاثہ ختم ہو چکی اور آئندہ پیشی کی تاریخ ۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء بغرض سماعت بحث فریقین مقرر ہوئی۔

درخواست انتقال مقدمہ

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو بحث فریقین سننے کیلئے کمرہ عدالت میں جم غفیر شرفاء شہر گورداسپور اور اہل کاران وغیرہ مردمان کا جمع ہو گیا اور پہلے استغاثہ کی طرف سے بحث شروع ہوئی۔ ۱۱ بجے سے بحث منجانب استغاثہ شروع ہو گئی چنانچہ پہلے بابو مولامل وکیل نے قانونی بحث سے کی بعد ازاں خود مولوی محمد کرم الدین مستغیث نے واقعات کی بحث کی.. مرزا جی بھی اصالتاً حاضر تھے اور بحث سن رہے تھے.. دوسرے روز مرزا جی عدالت میں نہ آئے اور انکے وکیل نے بیماری کا سرٹیفکیٹ پیش کیا اور ساتھ ہی فضل دین کی طرف سے وکیل نے درخواست دی کہ زیر دفعہ ۵۲۶ ضابطہ فوجداری مقدمہ کو ملتوی کیا جائے کیونکہ ملزم عدالت ہذا سے مقدمہ انتقال کرانیکی درخواست عدالت عالیہ میں کرنا چاہتا ہے۔ وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ اس مرحلہ پر اب التواء نہیں ہوسکتا مگر مجسٹریٹ

نے ان کی درخواست کو سن کر حسب ذیل حکم کے ذریعہ ۱۴ فروری ۱۹۰۴ء تک مقدمہ ملتوی کیا:

حکم نسبت درخواست التوائے مقدمہ

آج یہ درخواست وکیل ملزم فضل الدین نے پیش کی شہادت استغاثہ ختم ہو چکی تھی اور بحث وکیل مستغیث اس امر کی بھی ختم ہو چکی ہے آیا ملزمان پر فرد جرم مرتب ہووے یا نہ اور ملزمان کی طرف سے آپ بحث ہونی تھی کہ فرد جرم مرتب کی جائے یا نہ کی جائے کہ وکیل ملزم نے یہ درخواست دی کہ ہم مقدمہ انتقال کرانا چاہتے ہیں مہلت مل جاوے۔ فریق ثانی اس درخواست پر اعتراض کرتا ہے کہ مہلت نہیں ہو سکتی مگر دفعہ.. میں حکم ہے کہ ایسی درخواست کی صورت میں التواء لازمی طور پر کر دینا چاہیے اس لئے حکم ہوا کہ مقدمہ ۴ فروری کو پیش ہووے۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۰۴، دستخط حاکم۔

} اس کے بعد ۴ فروری ۱۹۰۴ء کو عدالت ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں درخواست انتقال مقدمہ کی گئی جو کہ بذریعہ مسٹر اورئیل گذری جس کی نقل درج ذیل ہے:

جناب عالی! وجوہات درخواست حسب ذیل ہیں:

۱۔ جب کہ مجسٹریٹ نے بروئے فیصلہ خود بمقدمہ دغا برخلاف مستغیث یہ قرار دے دیا تھا کہ مستغیث ہی ان خطوط کا لکھنے والا ہے جن میں مبینہ دستخطی نوٹ محمد حسین فیضی متوفی کا ذکر ہے اور نیز وہ ان چٹھیوں کا بھی لکھنے والا تھا جو اس کے مضمون سراج الاخبار میں شائع ہوئیں مجسٹریٹ کو مقدمہ ہذا شروع ہی میں خارج کر دینا چاہیے تھا۔

۲۔ یہ کہ برخلاف اس کے ماتحت عدالت نے غیر معمولی جلدی کے ساتھ مقدمہ شروع کیا اور اپنا مصمم ارادہ ملزمان پر فرد جرم لگانے اور مجرم قرار دینے کا ظاہر کیا۔

۳۔ یہ کہ تمام دوران مقدمہ میں مجسٹریٹ نے استغاثہ کی طرف رعایت ظاہر کی مثلاً:

الف: مستغاث علیہ مرزا غلام احمد کو اصالتاً حاضری کے لئے مجبور کرنا جب کہ حاضری معاف ہو چکی تھی اور مقدمہ خفیف سے خفیف تھا اور ان کی اصالتاً حاضری بالکل غیر ضروری تھی۔

ب: کئی مواقع پر مرزا غلام احمد کا استفسار لیا گیا باوجودیکہ وکیل نے اعتراض کیا کہ اس استفسار کی غرض استغاثہ کی شہادت کی کمی کو پورا کرنا تھا۔

ج: مستغاث علیہ حکیم فضل دین کو عدالت سے باہر رہنے کا حکم دینا جب کہ فضل دین کی

صحت خطرناک حالت میں تھی۔

د: ثناء اللہ گواہ کی جرح کو پورا کرنے کی اجازت نہ دینا اور مقدمہ کو جلد ختم کرنے میں بڑی بے صبری ظاہر کرنا۔

ھ: مستغاث علیھم کے تحریری بیان لینے سے ایک طرح انکار کرنا جب کہ اس کے تحریری بیان میں یہ دکھایا گیا تھا کہ ان کے برخلاف کوئی جرم نہیں۔

و: الفاظ استغاثہ کردہ کے ایسے معانی کے ثبوت کرنیکی اجازت دینا جو استغاثہ میں نہیں ہے باوجودیکہ زبانی حکم کے ذریعہ اس کے برخلاف خود فیصلہ عدالت نے کر دیا تھا۔

ز: مستغاث علیھم کو شہادت استغاثہ کی جرح کیلئے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ دار کرنا۔

۴۔ یہ کہ متعلقہ مقدمہ دغا میں برخلاف مستغیث کے مجسٹریٹ نے جن مبینہ بیانات شہادت استغاثہ و بیان مرزا غلام احمد پر ملزم کو بری کیا وہ بیانات مسل میں نہیں۔

لہذا سائلان کو سخت خطرہ ہے کہ ان کا مقدمہ بے رو رعایت بعدالت مجسٹریٹ ہو سکے لہذا درخواست ہے کہ مقدمہ عدالت حضور میں انتقال ہو۔

عرضے: فضل دین حکیم سائل ۴ فروری ۱۹۰۴ء

اس درخواست کے گذرنے پر ڈپٹی کمشنر نے مستغیث کے نام نوٹس جاری کیا اور تاریخ پیشی مقدمہ ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء قرار پائی۔ اس تاریخ کو مقدمہ بمقام علیوال (جہاں موصوف دورہ پر تھے) پیش ہوا۔ علاوہ خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی وکلاء کے مسٹر اورٹیل بیرسٹرایٹ لاء بھی آ گئے تھے اور ادھر سے مستغیث اور ان کے وکیل بابو مولا مل بھی پہنچ گئے تھے۔۔قریب گیارہ بجے مقدمہ بلایا گیا اور ڈپٹی کمشنر نے ایک گھنٹہ تک وکلاء فریقین کی تقریریں سن لیں۔ ملزمان کی طرف سے مسٹر اورٹیل نے بڑی بحث کی کہ رائے چندولال کی عدالت سے مقدمہ ضرور انتقال ہونا چاہیے۔ دوسری طرف سے بابو مولا مل وکیل مستغیث نے ثابت کیا کہ انتقال مقدمہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اور انتقال مقدمہ کی صورت میں مستغیث کو سخت تکلیف ہوگی جو کہ دور دراز ضلع سے آتا ہے اور ملزمان نے اس کو تکلیف میں ڈالنے کے واسطے ہی انتقال مقدمات کی درخواستیں کی ہیں۔

بعد سماعت بحث ہر دو فریق کے ڈپٹی کمشنر نے مرزائیوں کی درخواست کو نامنظور کیا اور حکم دیا کہ اسی عدالت میں مقدمات سماعت ہوں اس وقت مرزائیوں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی ۔ ذیل میں ڈپٹی کمشنر کے فیصلہ کی نقل کی درج کی جاتی ہے:

فیصلہ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

بحث وکلائے فریقین سنی گئی۔ کرم دین کا وکیل انتقال مقدمہ کی بابت اس وجہ پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ مقدمات ایک مجسٹریٹ نے ایک حد تک سماعت کئے ہوئے ہیں میرا موکل جو جہلم سے آتا ہے اس کو دوبارہ گواہوں کے بلانے سے بلا وجہ سخت حرج اور تکلیف ہوگی۔ یہ درست ہے۔

کیا کوئی وجوہات ہیں جن سے فرض کیا جائے کہ مجسٹریٹ نے پہلے ہی سے اس مقدمہ کا فیصلہ سوچ لیا ہوا ہے؟ میں ایسا خیال نہیں کرتا۔ اس نے ان مقدمات کو بہت کچھ سن لیا ہے لیکن ہنوز ان مقدمات میں حکم نہیں لگایا۔ تینوں مقدمے ایک ہی حد تک پہنچے ہوئے ہیں یعنی استغاثہ کی شہادتیں ختم ہوگئی ہیں صرف وکلاء کی بحث کا انتظار ہے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ اس حد پر یہ کہا جا سکے کہ مجسٹریٹ فرد لگانا چاہتا ہے یا نہیں۔

یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس نے فیصلہ میں بہت دیر لگائی ہے اس واسطے یہ وجوہات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مرزائی جماعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ مگر میں یہ بات نہیں دیکھتا۔ یہ توقف طویل بحث اور جرح فریقین کے باعث سے ہوئی ہے اور بیماری کی وجہ سے التواء کی درخواستیں کرنیکے باعث اور آخر کار انتقال کی یہ درخواستیں دینے پر۔

میں نہیں دیکھتا کہ ایک طرف کو دوسری کی نسبت زیادہ الزام دوں۔ مقدمات کی کیفیت کی بابت مجھے کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ ان کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرسکتا ہوں۔ جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ ان مقدمات کے انتقال کی بابت ہے۔

میں نہیں دیکھتا کہ مجسٹریٹ نے مرزا غلام احمد یا فضل دین کی بابت کوئی کمی کی ہو۔ مرزا عدالت کی حاضری سے جب تک کہ اس کی حاضری ضروری نہ ہو، معاف کیا گیا ہے اور پھر دوسرے فریق کی درخواست پر اس کو بلایا گیا ہے جب تک کہ ڈاکٹر کے سرٹی فیکیٹ سے نہیں دکھایا گیا کہ بوجہ بیماری حاضری سے معذور ہے ۔ حکیم فضل دین نے درخواست کی ہے کہ وہ بیمار ہے۔ اس کو باہر لیٹنے کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ عدالت میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اسے یہ اجازت دی گئی۔ مجسٹریٹ نے ان دونوں جنٹل مینوں کی بابت ہر ایک رعایت کی ہے۔

لیکن ان مقدمات کے انتقال کرنے سے انکار کرنے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مجھے انصافاً یہ معلوم ہوا ہے کہ تمام مقدمات اسی مجسٹریٹ کو فیصل کرنے چاہییں اور خاص کر جب کہ اس نے ان مقدمات کو اس قدرسن لیا ہے۔ان مقدمات میں سے جو جہلم میں دائر کیا گیا تھا چیف کورٹ کے حکم سے اس ضلع میں تبدیل کیا گیا ہے اور ججوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کا ایک ہی جج فیصلہ کرے۔ اور مجھے اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ مجسٹریٹ نے کوئی تعصب کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر اور زیادہ اس امر کو مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمات یہی مجسٹریٹ فیصلہ کرے اور ان کا فیصلہ جہاں تک ممکن ہو جلدی کیا جائے۔

مذکورہ بالا دلائل سے انتقال کی درخواستیں تینوں مقدمات کی بابت نامنظور ہیں

دستخط: ڈپٹی کمشنر گورداسپور۔علیوال ۔۱۲ فروری ۱۹۰۴۔

فرد جرم بنام مرزا قادیانی بعدالت چندولال

جب ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے درخواست انتقال نامنظور ہو کر عدالت رائے چندولال میں مسلیں واپس آئیں تو عدالت موصوف نے ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کر کے فریقین کو نوٹس روانہ کئے کہ تاریخ معہود پر عدالت میں آ کر پیروی مقدمہ کریں۔

تاریخ مذکور سے ایک روز پہلے مرزا صاحب گورداسپور پہنچ گئے۔لیکن یہاں پہنچ کر پھر ایسی لاچاری ہوئی کہ کچہری تک جانا محال ہو گیا ... چنانچہ عدالت میں ان کے وکیل نے سرٹیفکیٹ پیش کیا کہ مرزا جی ایک سخت بیماری قلب میں مبتلاء ہیں، سو اس واسطے حاضری عدالت سے معذور ہیں۔مجبوراً عدالت نے ایک ماہ تک مرزا جی کو حاضری سے معاف کیا اور وکیل نے ان کی طرف سے پیروی کرنے کا ذکر کیا۔ اتنے میں لاہور سے مسٹر اوریئل صاحب کا تار آیا کہ انہوں نے چیف کورٹ میں منجانب ملزمان درخواست انتقال مقدمات داخل کر دی اس واسطے عدالت نے کاروائی مقدمہ کو ملتوی رکھا اور ۲۳ فروری تاریخ مقرر کی۔ ادھر چیف کورٹ نے بھی درخواست انتقال مقدمات کو نامنظور کیا اور ۲۳ فروی کو مرزائی جماعت پھر اسی عدالت میں حاضر ہوئی۔ عدالت نے ۸ مارچ تاریخ پیشی مقدمہ مقرر کی۔ اس تاریخ پر مقدمہ پیش ہوا۔خواجہ کمال الدین وکیل ملزمان نے تردید استغاثہ میں تقریر کی اور استغاثہ کی طرف سے ۱۸ ورق کی تحریری بحث مستغیث نے جواب میں ۱۰

مارچ کو داخل کر دی۔ مجسٹریٹ نے بعد غور وفکر کے فرد قرار داد جرم دونوں ملزمان پر مرتکب کر کے سنا دی اور فضل دین ملزم کا جواب بھی لیا گیا۔ مرزا جی کو جواب کے لئے ۱۴ مارچ کے واسطے طلب کیا گیا اس فرد جرم کے لگنے سے مرزائیوں پر سخت اداسی کا عالم طاری ہو گیا کیونکہ مرزا جی اپنی تصانیف میں لکھ چکے تھے کہ فرد جرم لگنے سے پہلے چھوٹ جانے کو ہی بریت کہتے ہیں بعد فرد جرم لگنے کے چھوٹ جانا داخل بریت نہیں۔ ذیل میں فرد قرار داد جرم کی نقل درج کی جاتی ہے:

میں لالہ چندولعل مجسٹریٹ اس تحریر کی رو سے تم، مرزا غلام احمد ملزم، پر حسب تفصیل ذیل الزام قائم کرتا ہوں کہ تم نے کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کر کے شائع کی جس میں صفحہ ۱۲۹ میں مستغیث کی نسبت الفاظ لئیم بہتان عظیم اور کذاب استعمال کئے جو اس کی توہین کرتے ہیں۔ اور یہ کہ تم نے ۱۷ ماہ جنوری ۱۹۰۳ء کو یا اس کے قریب موقعہ جہلم میں شائع کئے لہذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جن کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ میں مقرر ہے اور جو میری سماعت کے لائق ہے۔ اور میں اس تحریر کے ذریعہ حکم دیتا ہوں کہ تمہاری تجویز بر بنائے الزام مذکور عدالت موصوفہ کے (یا ہمارے) روبرو عمل میں آئے۔

عدالت مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء۔ مہر عدالت۔

دستخط رائے چندولعل مجسٹریٹ درجہ اول بحروف انگریزی

نوٹ۔ ملزم عدالت کی اجازت سے غیر حاضر ہے اس کو واسطے جواب کے بتقرر ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو طلب کیا جاوے۔ دستخط حاکم

۱۴ مارچ کو بھی مرزا صاحب عدالت میں پیش نہ ہوئے اور بیماری کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا وکلاء استغاثہ نے اعتراض کیا کہ یہ روزمرہ کے عذرات بیماری محض مقدمہ کو تعویق میں ڈالنے کے لئے ہیں۔ بحث ومباحثہ کے بعد سول سرجن سے شہادت لئے جانے کا فیصلہ ہوا چنانچہ کپتان مور سول سرجن گورداسپور کی شہادت حسب ذیل گذری:

میں نے بمقام قادیان مرزا غلام احمد کا ملاحظہ کر کے ۱۳ مارچ والا سرٹیفکیٹ دیا تھا جو کچھ سرٹیفکیٹ میں لکھا تھا اس پر میری رائے اب تک قائم ہے میری رائے میں مرزا غلام احمد اب بھی گورداسپور تک سفر کرنے کے ناقابل ہے گورداسپور تک سفر کرنا اس کی صحت کے لئے خطرناک ہے۔

جرح: اس سے قبل دو دفعہ میں اس کا ملاحظہ کیا تھا گورداسپور میں ہی دیکھا تھا۔ جب میں نے پہلی دفعہ اس کو دیکھا تھا اس کو دو ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے جب دوسری دفعہ اس کو ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء کو دیکھا اس کو اس وقت پرانی کھانسی کی تیزی کا دورہ تھا۔ میں نے سرٹیفکیٹ میں بیماری کا نام نہیں لکھا جس میں اب مبتلا ہے۔ اس کی عام جسمانی صحت کی حالت سے میری یہ رائے ہے کہ وہ عدالت میں آنے کے قابل نہیں۔ خطرناک کہنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ سردی یا کمزوری کے باعث ممکن ہے کہ وہ مر جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جگہ صحیح وسلامت حاضر ہو سکے۔

۱۵۔ مارچ۔ دستخط حاکم۔ دستخط کپتان مور۔ سول سرجن گورداسپور

سول سرجن کی اس شہادت پر عدالت کو تاریخ بدلنی پڑی چنانچہ ۲۔ اپریل تک مقدمہ کی تاریخ ایزاد کی گئی۔

(اگر مرزا جی کو خدا کی طرف سے تسلی مل چکی تھی کہ خدا ان کے ساتھ ہے اور کوئی شخص ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اور کہ اس مقدمہ میں آخر انہوں نے بچ جانا ہے تو پھر یہ حیلہ بازیاں اور عذر سازیاں کیوں ہوئیں سینکڑوں روپے ڈاکٹروں کی فیس پر لگائے۔ سول سرجن کو ڈبل سفر خرچ اور فیس دے کر بلانا اور پھر اخیر تک سرٹیفکیٹ پیش ہوتے رہنا یہ ہرگز ایسے شخص سے نہ ہونا چاہیے تھا۔ فی الجملہ مرزا جی کا مرض دور نہ ہوا جب تک کہ آپ کو یہ خبر نہ پہنچی کہ رائے چندولال یہاں سے تبدیل ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ رائے آتما رام آ گئے ہیں۔

اگرچہ مرزا جی نے خود کسی جگہ نہیں لکھا لیکن مرزائی عموماً کہتے ہیں کہ رائے چندولال کی تبدیلی مرزا جی کی بددعا کی وجہ سے ہوئی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رائے چندولال تنزل ہو کر گورداسپور سے تبدیل ہوئے۔ سو واضح ہو کہ موصوف کی تبدیلی بموجب ان کی اپنی درخواست کے ہوئی تھی مرزا جی کی دعا یا بددعا کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اور پھر اسی تنخواہ پر وہ گورداسپور سے ملتان کو تبدیل ہوئے اور وہاں ان کو اختیارات جج عدالت خفیفہ بھی عطا ہوئے۔

مرزا جی کی دعا نے ان کو فائدہ کیا بخشا کہ جس بات کا ان کو اس حاکم سے خوف تھا وہی سلوک ان سے دوسرے حاکم نے بھی کیا۔ یعنی آخر کار فرد جرم کی تکمیل کی اور پھر سزا بھی دے دی۔ ہاں مرزا جی کی کرامات کے ہم بھی قائل ہو جاتے اگر رائے چندولعل کی تبدیلی پر کوئی مرزا جی کا مخلص مرید یہاں آ جاتا اور وہ آتے ہی مرزا جی کو مصیبت مقدمہ سے مخلصی بخش کر ان کو رخصت کر دیتا۔ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہوا کہ جو آرام و آسائش مرزا جی کو پہلے حاکم کے وقت حاصل تھے دوسرے حاکم نے وہ سب سلب کر دیئے پہلے آپ مزے سے کرسی پر بیٹھے ٹھنڈے شربت اور دودھ نوش کرتے تھے، دوسرے حاکم نے کٹہرا پر کھڑا رہنے کا حکم دے دیا، پانی تک پینے کی اجازت نہ دی۔ کرم الدین)

آتمارام کی عدالت میں پیشی

نئے حاکم کے اجلاس میں ۸ مئی ۱۹۰۴ء کو مقدمہ پیش ہوا۔ مرزا جی بھی حاضر آئے چونکہ وکلاء ملزمان نے درخواست کی تھی کہ کاروائی از سرنو شروع ہو اس لئے عدالت نے دوبارہ شہادت لینی شروع کی۔ اور مرزا جی ملزموں کے کٹہرے میں معہ اپنے حواری فضل دین کے کھڑے کئے گئے مولوی محمد علی گواہ استغاثہ کی شہادت شروع ہوئی ۱۱ بجے سے شروع ہو کر ۴ بجے تک مقدمہ پیش رہا اور اتنا عرصہ مرزا جی پاؤں پر کھڑے رہے۔

رائے آتمارام صاحب نے یہ قاعدہ کرلیا کہ مقدمہ روز پیش ہوا کرے۔ مرزا جی روزانہ احاطہ عدالت میں حاضر باش رہتے۔ ایک درخت جامن کے نیچے برلب سڑک ڈیرہ ڈال رکھا تھا دن بھر وہاں پڑے رہتے اور مقدمہ پیش ہو کر پھر حکم ہو جاتا کہ کل حاضر ہو۔ اسی طرح روزانہ حاضری فریقین ہوتی رہی اور شہادت گواہاں ذیل منجانب استغاثہ اگست ۱۹۰۴ء تک ختم ہوئی۔ مولوی محمد علی ایم اے وکیل۔ مولوی ثناء اللہ فاضل امرتسری، مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم، مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال۔

ہر چند مرزا صاحب اور ان کے حواری امیدوار تھے کہ مقدمہ اسی مرحلہ پر خارج ہو جائیگا چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء میں حسب ذیل الہامات بھی اسی امید پر شائع کر دیئے گئے تھے۔
ا۔ مبارک سومبارک۔ ۲۔ میں تجھے ایک معجزہ دکھاؤنگا۔

لیکن آخر کار پردہ غیب سے جو بات ظہور میں آئی اس نے ان کی سب امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ یعنی لالہ آتمارام مجسٹریٹ کی عدالت سے ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء کو فرد جرم کی تکمیل ہوگئی اور فرد جرم سنا کر مرزا جی سے شہادت صفائی وغیرہ طلب کی گئی اور پوچھا گیا کہ کیا آپ گواہان استغاثہ کو بھی طلب کرانا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مرزا صاحب نے کچھ دن اور مقدمہ کو طوالت دینے کی خاطر اور مستغیث کو تنگ کرنے کی غرض سے گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کرنیکی درخواست کر دی۔ باوجودیکہ جرح وغیرہ میں کچھ کسر نہ رہ گئی تھی چونکہ قانوناً فرد جرم کے بعد ملزمان کا حق ہوتا ہے کہ گواہان استغاثہ کو طلب کرائیں اس لئے عدالت نے بموجب ان کی درخواست کے بعض گواہان استغاثہ کو دوبارہ طلب کیا اور حسب ذیل گواہوں پر دوبارہ جرح کی گئی مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد جی، مولوی برکت علی منصف بٹالہ مولوی محمد علی ایم اے وکیل۔ گواہان استغاثہ پر جرح مکرر کا مرحلہ بھی

طے ہو چکا تو اب مرزا صاحب کے گواہان صفائی کی نوبت پہنچی۔ ملزمان کی طرف سے ایک لمبی چوڑی فہرست داخل کی گئی جس میں ۲۴ گواہان دور دراز فاصلہ سے بلوانے کی استدعا تھی۔ گواہوں میں کئی سیشن جج اور اعلیٰ عہدہ دار بھی درج کئے گئے تھے اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی لکھا گیا تھا.. حاکم نے تمام دور دراز فاصلہ کے گواہوں کو چھوڑ دیا اور پیر صاحب کو بھی ترک کیا گیا، صرف گیارہ گواہ جو قریب فاصلہ کے تھے اور جن کے آنے میں زیادہ دقت نظر نہ آتی تھی بلانا منظور کیا۔..

۱۰ ستمبر سے شہادت گواہان صفائی شروع ہوگئی جن اصحاب کی شہادت قلم بند ہوئی ان میں سے حسب ذیل اصحاب کے نام ہمیں یاد ہیں:

ڈاکٹر محمد دین لاہوری۔ بخشی رام لبھایا مالک اخبار دوست ہند بھیرہ، چوہدری نصر اللہ خان پلیڈر سیالکوٹ، مولوی غلام حسن سب رجسٹرار پشاور، شیخ علی احمد پلیڈر گورداسپور، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، مولوی فیروز دین ڈسکوی، سید محمد شاہ پلیڈر، منشی احمد دن اپیل نویس گوجرانوالہ ڈاکٹر محمد حسین، محمد علی خان مالیر کوٹلہ، مفتی محمد صادق بھیروی، حکیم نورالدین بھیروی، شیخ نور احمد وکیل، منشی عزیز الدین پنشنر تحصیل دار، میاں حسین بخش پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔

۱۹ ستمبر تک شہادت گواہان صفائی ختم ہوگئی۔ صفائی اس امر کے متعلق تھی کہ الفاظ استغاثہ سنگین نہیں خفیف ہیں، کہ مستغیث کی نسبت ملزمان کو ایسا کہنے کا حق تھا۔..

مولوی فیروز الدین ڈسکوی کی شہادت کے وقت یہ عجیب لطف ہوا کہ جو معانی آپ نے شہادت میں حسب مدعا ملزمان لکھائے ان کے برخلاف ان ہی کی مصنفہ کتاب لغات فیروزی سے فاضل مستغیث نے معنی دکھا کر ان کی تردید کی اور مجسٹریٹ نے مولوی فیروز دین سے پوچھا کہ آپ کے یہ معنی درست ہیں جو اب لکھائے ہیں یا وہ جو کہ لغات فیروزی میں ہیں۔ اس وقت مولوی کچھ دیر تو سکوت میں رہا آخر بتایا کہ یہ صحیح ہیں جو میں نے اب لکھائے ہیں (اپنی کتاب کے لکھے ہوئے کو شہادت کی خاطر اپنے منہ سے غلط کہنا پڑا۔ کرم الدین)۔ ایسا ہی بعض دیگر گواہوں کی شہادت میں عجیب لطیفے ہوتے رہے چونکہ گواہوں کے بیانات بہت ہی طویل ہوئے ہیں ان کے نقل کرنے سے طوالت ہوتی ہے اس لئے باقی گواہوں کے بیانات کو چھوڑ دیا جاتا ہے ہاں حکیم نورالدین کا بیان ضرور لکھنے کے قابل ہے اور اسکے پڑھنے سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی اٹھائیں گے اس لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بیانات مولوی نورالدین :

نورالدین ولد غلام رسول قریشی عمر ۶۵ سال پیشہ طبابت سکنہ قادیان

بجواب وکیل ملزمان

میں بارہ سال سے قادیان میں رہتا ہوں۔ اس سے پیشتر بھوپال و جموں میں نوکر تھا۔ جموں میں میری تنخواہ ماہور ۶۰۰ روپیہ تھی یعنی ... سے ...تک ہوگئی ۔ (مولوی صاحب نے اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۱۴۷ تعزیرات ہند لکھایا تھا اپنی تنخواہ ۵۷۵ روپیہ لکھائی تھی ۔ اب چھ سو روپیہ لکھاتے ہیں ۔ اس بیان میں حکیم الامۃ کے جھوٹوں کا یہ نمبرا کہنا چاہیے) عربی کی معلومات میری اس حد تک ہیں جس کا نام ندارد (ہر ایک انسان کی معلومات کی کوئی حد ہوتی ہے لا یحیطون بشیء من علمه صرف الہ العالمین کی صفت ہے ۔مولوی صاحب کی عربی معلوم جن کا نام ندارد کی نسبت کیوں نہ کہا جائے کہ ان کا وجود ہی نہیں) مکہ مدینہ یمن وغیرہ میں تعلیم پائی۔ تدریس کرتا ہوں ہر ایک قسم کے علوم جو عربی ہیں پڑھاتا ہوں۔ کذاب کے معنی جھوٹا بروزن فعال، مضال بھی مبالغہ کا وزن ہے۔ اگر ایک فعل ایک وقت کے بعد دوسرے وقت کیا جائے تو اس کے لئے فعال آتا ہے۔ اگر عادت کے طور پر کیا جائے تو اس کے لئے مفعال آتا ہے (بروئے شرح حماسہ تبریزی).. بہتان کے معنی بے جا الزام کے ہیں۔ لئیم کے معنی بخیل و غیر کریم کے ہیں ۔اسلام نے لئیم کے لفظ کو محدود معنوں میں استعمال کیا۔ کریم کے معنی خلاف تقوی ہے غیر شقی جھوٹ بولنا بہتان لگانا خلاف تقوی ہیں لئیم صفت مشبہ ہے۔ صفت مشبہ اس صفت مشتق کو کہتے ہیں جس کو اسم فاعل کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہو۔ صفت مشبہ اور اسم فاعل میں یہ فرق ہے، اول فاعل کے وزن پر آتا ہے سہ حرفی لفظوں میں جو فاعل کے وزن پر نہ ہو وہ صفت مشبہ ہوتا ہے۔ دوسرا صفت مشبہ میں زمانہ حال میں وہ معنی موجود ہو ماضی (۳) واستقبال میں ہوں یا نہ ہوں (کتب صرف اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ اسم فاعل میں حدوث ہوتا ہے اور صفت مشبہ میں ثبوت پھر اس کے الٹ یہ کہنا کہ صفت مشبہ کا اطلاق زمانہ حال کی رو سے ہوتا ہے ماضی واستقبال میں وصف ہو یا نہ ہو مکہ مدینہ یمن وغیرہ کی تعلیم کی رو سے نہیں بلکہ قادیانی درس گاہ کی تعلیم کا فیضان ہے۔ کرم الدین)۔ سراج الاخبار میں نے پہلے پڑھا ہے غالباً دو؟ سال ہوئے (مولوی نور

الدین اپنے اس بیان میں جو بمقدمہ ۷۴۰ لکھا یا مضمون سراج الاخبار کا صرف مرزا صاحب کی مجلس میں ذکر ہونا بیان کرتے ہیں اور کہ ان کو یاد تک نہیں کہ اخبار مرزا جی کی مجلس میں پڑھا بھی یا نہیں۔ اب آپ لکھاتے ہیں کہ انہوں نے خود پڑھا تھا۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۲۔ کرم الدین)

کاتب مضمون کا چال وچلن مجھے بہت ناپسند ہوا اور افسوس ہوا۔ بہ لحاظ الفاظ کے اور کیا بہ لحاظ کارروائی کے وہ الفاظ کذاب لئیم بہتان باندھنے والا کا مصداق بھی میری رائے میں ہے (الحکم ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۴۔۵ دکھائے گئے) دو سال سے زائد عرصہ ہوا میں نے یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے (مولوی نورالدین پہلے بیان میں لکھاتے ہیں کہ میں نے اس وقت خط کو نہیں دیکھا اس خط کا مضمون جو پڑھا گیا تھا یہی ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے،۔ اب آپ اس کے برخلاف فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خطوط قادیان میں پڑھے تھے تھے یہ ہے جھوٹ نمبر ۳۔ کرم الدین) تاریخ سننے خطوط کی معلوم نہیں نہ یہ کہ کتنے دن بعد پہنچنے کے ۶، و ۱۳، اکتوبر کے سراج الاخبار پہنچنے کے بعد اکثر ذکر آتا تھا۔ میں نے یہ کتاب مواہب الرحمٰن پڑھی ہے مثل عربی خوانوں کے جو اس کتاب کو سمجھ سکتے ہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے

۱۔ ایک لئیم اور بہتان والا آدمی کے متعلق۔

۲۔ وہ تیری آبروریزی کا ارادہ کرتا ہے۔

۳۔ اخیر وہ تیر انشانہ بنے گا۔

۴۔ آخر میں نجات ہوگی۔

یہ واقعات بالکل الگ الگ ہیں اس کو پڑھ کر یقین نہیں ہوسکتا کہ کس کی بابت یہ بیان ہے۔ کرم دین کے نام سے بھی یقین نہیں ہوتا اگر واقعات اور اخباروں کو مدنظر رکھا جاوے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا پتہ لگتا ہے بعد آخری سطر صفحہ ۱۲۹ کے یہ پتہ لگتا ہے کہ کرم دین نے سلب امن کا ارادہ کیا ہے اور اس ارادہ کے بعد اس نے استغاثہ کی تجویز کی اور وکلاء کے لئے کچھ مال رکھا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا ہے۔

واقعات کے لحاظ سے میں نے یہ سمجھا کہ لئیم اور بہتان باندھنے والا خطوط اور سراج الاخبار سے پیدا ہوتا ہے اور آبروریزی کا ارادہ انہی خطوط و اخباروں کا نتیجہ ہے آخر وہ نشانہ بنا ہے اس مقدمہ سے جو اس پر کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب جہلم گئے تھے۔ آخر

نجات مقدمہ کے بعد دی گئی۔ قضیہ سے مراد وہ معاملہ ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۲۹ پر ہے اور نیز خطوط واخبار انباء کے معنی خبر دینا ہے نبا واحد ہے پھر کہا ہے کہ ضمیر واحد ہے انباء جمع ہے اس لفظ سے کم از کم تین پیشگوئیاں ہوسکتی ہیں۔ کسی محاورہ میں دو بھی آسکتے ہیں بعض انباء ظاہر ہوچکی ہیں صفحہ ۱۲۹ پر مقدمہ کے متعلق پیشگوئیاں یہ ہیں۔ ۱۔ آبرو ریزی مقدمہ کے ذریعہ۔ ۲۔ کرم دین کا مدعا علیہ ہونا۔ ۳، مرزا کا اس محکمہ میں حاضر کیا جانا۔ صفحہ ۱۳۰ پر قضیہ جس کا ترجمہ مقدمہ ہے وہ اس پیشگوئی کے متعلق ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے یعنی ۶ پیشگوئیاں لفظ ثم کے معنی پھر کے ہیں۔ ف کے معنی پس کے ہیں۔

بجواب مستغیث: میں نے پیشتر مستغیث کے مخالف کی طرف سے گواہی دی تھی اس کا پورا علم نہیں ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہوگیا (جس مقدمہ کی نسبت خود بدولت گواہ ہوں اور آپ کا ہم وطن مخلص بھائی فضل دین بھیروی مستغیث ہو اور جس کی نسبت فتح ونصرت کے الہامات روز دائری مقدمہ سے برس رہے ہوں اور جس میں مرزا صاحب آپ نے مرشد نے ۴۔۵ گھنٹہ کھڑے ہوکر شہادت دی ہو اس کے خارج ہونے کی نسبت آپ کو پورا علم نہ ہو، کیوں حضرت اس کو سفید جھوٹ سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے۔ اس مقدمہ کے خارج ہونے پر قادیان میں کئی روز سوگ رہا ہوگا اور آپ خود لکھا چکے ہے کہ مرزا جی کی مجلس میں روزانہ آپ کی حاضری ہوتی ہے پھر یہ کس طرح سچ مان لیا جائے کہ آپ کو اس کے خارج ہونے کا پورا علم نہیں ہوا۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۴۔ کرم الدین) جموں میں مجھے حکم دیا گیا تھا کہ چلے جاؤ شاید تین دن کے اندر۔ میں نے عربی کا کوئی امتحان نہیں دیا۔ میرے وقت میں کوئی امتحان نہ تھے۔ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ عادی جھوٹے کو کذاب کہتے ہیں ایسے شخص کو مکذاب بولیں گے۔ ابن خلقان (خلکان ؟) نے کہا ہے میں نے ابن خلقان میں بھی دیکھا ہے میرے نزدیک دو دفعہ جھوٹ بولنے سے کذاب ہو جاتا ہے۔ کتاب تبریزی میں اس کا ترجمہ وقتاً بعد وقتٍ جھوٹ بولے۔ کاذب کا لفظ وسیع ہے اور کذاب کا خصوصیت رکھتا ہے۔ کاذب تھوڑا یا بہت بولنے والے کو کہیں گے خواہ جھوٹ بولے یا ایک یا دو سے زیادہ۔ کذاب دو دفعہ جھوٹ بولنا ضرور ہے جو شخص سو دفعہ جھوٹ بولے وہ بھی کاذب ہے اور کذاب بھی ہے (بہت اچھا! لیکن قبلہ یہ تو فرمایئے کہ آپ کے بیان حلفی میں اگر دو سے زیادہ جھوٹ ثابت ہوں جیسا کہ اوپر کی گنتی سے واضح ہے اور آئندہ بھی آئیں گے تو پھر آپ کو کذاب کا خطاب دے دینا بموجب آپ کے اس فتوی کے نادرست تو

نہیں ۔کرم الدین) کریم رحیم خدا کی صفات ہیں ۔ یہ لفظ صفت مشبہ ہیں ۔ خدا کو کریم بلحاظ حال کہا جاتا ہے (مولوی نورالدین نے ایسا کہنے کی جرأت کیوں کی ہے؟ ایک جاہل سے جاہل شخص بھی جانتا ہے کہ خدا تعالی زمانہ حال ہی میں کریم نہیں بلکہ پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا جیسا کہ اس کی ذات ابدی ازلی ہے ویسا ہی اس کی صفات بھی ازلی ابدی ہیں ۔ پھر اس سے بڑھ کر کیا جھوٹ ہوگا کہ خدا تعالی کو صرف بلحاظ زمانہ حال کریم کہا جائے جس کا صاف معنی یہ ہے کہ پہلے کریم نہیں تھا اور آئندہ بھی نہیں ہوگا کیوں حضرت یہ مکہ مدینہ کی تعلیم کا اثر ہے یا درس گاہ قادیان کا ۔آپ جیسے فاضل وقت کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا نہایت ہی سخت افسوس کے قابل ہے آپ کو یہ مجبوری صرف اس لئے پیش آئی کہ صفت مشبہ کی نسبت آپ نے الٹا قاعدہ ایجاد کیا کہ اس کا اطلاق موصوف پر بلحاظ زمانہ حال کے ہوتا ہے اسلئے آپ یہ کلمہ کفر کہنے پر مجبور ہو گئے کہ خدا کو بھی کریم بلحاظ زمانہ حال کے کہا جاتا ہے اس کے خلاف اگر کہتے کہ خدا تعالی ہر زمانہ میں کریم ہے تو قاعدہ مخترعہ ٹوٹتا تھا اور مولوی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ خواہ راستی کا خون ہو ایمان کو نقصان پہنچے لیکن قاعدہ موضوعہ نہ ٹوٹے ایسا کلمہ کہنے کی جرأت کی ہے مرزائیو! انصاف سے کہنا کیا اب بھی مولوی صاحب سے اس قول میں متفق ہوں گے کہ خدا تعالی صرف بلحاظ زمانہ حال کے ہی کریم ہے ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۵ ۔کرم الدین) صرف لفظ کریم سے دوام نہیں نکلتا۔ یوسف کو پیغمبر صاحب نے اپنی حدیث میں کریم بلحاظ حال کے کہا ہے قبل و بعد کا تعلق نہیں (حضرت یوسفؑ ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ سے کئی صدیاں پہلے فوت ہو چکے تھے پھر اب ان کو کریم بلحاظ زمانہ حال کس طرح کہتے تھے ۔مگر مولوی صاحب کیا کرتے ،قاعدہ کو تو قائم رکھنا تھا گو دنیا آپ کی ایسی باتوں پر کیوں نہ ہنسے ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۶ ۔کرم الدین) ۔ پیغمبر صاحب کے وقت میں یوسف موجود تھے (اجی حضرت آپ ہوش میں تو ہیں، کیا فرمارہے ہیں ۔ یوسفؑ تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود نہ تھے بلکہ ان کو فوت ہوئے ایک عرصہ گذر چکا تھا ۔آپ کی تبحر علمی کا تو سارا پردہ ہی فاش ہوگیا۔ یوسفؑ کا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود ہونے کا ادعا تو بہت بڑا جھوٹ ہے ۔ جھوٹ نمبر ۷ ۔کرم الدین)۔ کذاب، لئیم ،بہتان بڑے سخت توہین کے کلمات ہیں ۔ میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں ۔تاریخ پہنچنے سراج الاخبار کی قادیان میں یاد نہیں ۔ میں نے اخبار سنا اور پڑھا تھا (حالانکہ آپ پہلے بیان بمقدمہ دفعہ ۱۴۷ صرف اخبار کے مضمون کا ذکر سننا لکھا چکے ہیں ۔اب اخبار سنا اور پڑھا تھا ،کہنا اس کے متناقض ہے ۔جھوٹ نمبر ۸ ۔کرم الدین) خطوط میں نے دیکھے تھے (یہ قول آپ کا

آپ کے بیان مذکورہ سابق کے خلاف ہے ۔ جھوٹ نمبر ۹۔ کرم الدین) تاریخ یاد نہیں ۔ خطوط اخبار سے پہلے دیکھے تھے تعداد خطوط یاد نہیں ۔ کرم دین وہ لکھا ہے جس کے ہاتھ پر تقدیر خدا کی ظاہر ہوئی ۔ وہ تقدیر وہ ہے جس کا ذکر پہلی سطروں میں ہے یعنی جو خواب کے ذریعہ سے مرزا صاحب کو ظاہر ہوئی ۔ امور متذکرہ خواب میں عدالت میں پکڑے ہوئے جانا شامل ہے اس کا ظہور بھی اسی کرم دین کے ہاتھ پر ہوا ۔ عدالت میں پکڑے ہوئے جانا بذریعہ استغاثہ کے ہوتا ہے ۔ اب پتہ لگ گیا ہے کہ کرم دین وہ ہے جس نے استغاثہ مرزا صاحب پر کیا ہے اور اس میں مرزا صاحب عدالت میں گئے ۔ آگ میں جلانا اور دن کو رات کرنا متعلق ارادہ ہیں جو ارادہ متعلق مقدمہ و خطوط و اخبار کے ہے معلوم کرنے کے وقت بھی آدمی جمع کئے جاتے ہیں واقعات کے لحاظ سے استغاثہ سطر ۲ ص ۱۳۰ سے مراد استغاثہ کی ہے جو جہلم میں کیا گیا تھا بوقت تصنیف کتاب اس مواہب الرحمٰن کے وہ استغاثہ دائر تھا ۔ نشانہ بننے سے مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی بات آنیوالی ہے اور وہ آبروریزی کے بعد یہ معنی نہیں ہیں کہ نشانہ بن گیا ۔ ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو واقعات کی رو سے کرم دین نشانہ بن چکا تھا یعنی اس کے اوپر بھی ایک مقدمہ کیا گیا تھا ۔ مرزا صاحب کو نجات ہوئی کرم الدین کو بھی غرض کا نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی صفحہ ۱۲۹ پر ذالک اشارہ واحد ہے اس کی تعیین خواب میں نہیں ہوئی ۔ واقعات نے تصریح نہیں کی کہ کیا ہیں واقعات کے قرائن نے بتلایا کہ شہاب الدین، پیر صاحب اور اڈیٹر سراج الاخبار یہ تین مددگار ہیں ۔ ارادہ توہین کا ہوا بذریعہ خطوط اخبار اور مقدمہ بمقام جہلم کتاب سے کسی مددگار کا پتہ نہیں لگتا وکیل مددگار نہیں ہوا کرتے (یہاں ایک امر کا انکار کیا گیا ہے ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ وکیل موکل کا مددگار رہوتا ۔ یہ ہے جھوٹ نمبر ۱۰ ۔ کرم الدین) اگر کوئی ساری عمر میں تین جھوٹ بولے تو اس کو کذاب کہیں گے ۔

بجواب وکیل ملزمان :

یوسف کو کریم بلحاظ حال کے سمجھ کر کہا گیا عربی میں ظہور کے معنی مشاہدہ کے نیچے آ جاتا کرم دین کا تعین واقعات کی رو سے میں نے کہا ہے متعلق عدالت میں حاضر ہونے کے جس غرض کے لئے کرم دین نشانہ بنا تھا اس سے نجات نہیں ہوئی اس سے مراد یہ ہے خطوط اور مضمون اخبار کرم دین کا قرار دیا گیا ۔ العبد نور الدین ۔ دستخط حاکم

بجواب عدالت:

جب کوئی عربی لفظ اردو میں استعمال کیا جاوے تو کبھی اس کے معنی میں فرق پڑے گا اور کبھی نہیں۔ یہ ہر لفظ کی نسبت ایسا نہیں ہے۔ میں مرزا صاحب کا مرید ہوں قریباً ۲۰ سال سے۔ اردو قواعد دانوں نے عربی کی اصلاحیں کی ہیں اور بہت کچھ عربی کے مطابق کرنے کی کوشش کی ہے۔ العبد نورالدین۔ دستخط حاکم

} اب ہم مولوی نورالدین بھیروی کا وہ حلفی بیان درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ استغاثہ عدالت میں دیا:

بیان مولوی نورالدین گواہ استغاثہ مقدمہ ۴۱۷ تعزیرات ہند۔

مرجوعہ: ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

حکیم فضل دین ولد کرم دین سکنہ موضع قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغیث۔

بیان گواہ استغاثہ باقرار صالح: نورالدین ولد غلام رسول قوم قریشی سکنہ قادیان عمر.. پیشہ طبابت قریباً بارہ سال سے میں قادیان میں مقیم ہوں اس سے پہلے بھیرہ ضلع شاہ پور میں تھا وہاں میرا اصلی وطن تھا۔ پہلے میں جموں میں ملازم تھا۔ خاندان شاہی کا طبیب تھا۔ پندرہ سال میں شاہی طبیب رہا تخمیناً ہزار روپیہ ماہوار میری آمدنی تھی تنخواہ سرکاری ۵۷۵ روپئے تھی۔ اس سے پہلے ریاست بھوپال میں ملازم تھا۔ وہاں بھی خاص بیگم صاحبہ کا طبیب تھا۔ جب سے میں قادیان میں رہتا ہوں بہت سی ریاستوں نے مجھ کو ملازمت کے لئے کہا۔ منجملہ ان کے بہاولپور کی ریاست ہے وہ مجھے بطور تنخواہ کے ۵۰۰ روپیہ ماہوار اور بہت سی زمین دینا چاہتی تھی۔ میں نے منظور نہیں کیا صرف اس وجہ سے کہ میں مرزا صاحب کے پاس رہنا چاہتا تھا۔ ملزم کرم دین سے میں واقف ہوں۔ مدتوں پہلے جب میں جموں میں تھا اور الگ ہونے والا تھا کرم دین ملزم میرے پاس تشریف لائے تھے۔ میرے پاس کچھ دن رہے طبابت پڑھنے کے واسطے یاد پڑتا ہے آئے تھے۔ جب میں قادیان میں آیا تو گاہے گاہے وہ مجھ کو خط لکھا کرتے تھے۔ میں خطوط کی جو ان کی طرف سے آئے تعداد نہیں بتا سکتا۔ ان کی طرف سے جو خطوط آتے تھے بمقابلہ اپنے خطوط کے جو میں ان کو لکھتا تھا لمبے ہوتے تھے۔ یہ اخبار میں نے

دیکھا الحکم ہے یہ اخبار قادیان سے نکلتا ہے۔ جو کچھ اس اخبار میں میری نسبت لکھا ہے وہ بہت صحیح ہے (یہ اخبار ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء ہے) میں کرم دین کے دستخط پہچان سکتا ہوں۔ پی نمبر ۴ مولوی کرم دین کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پی نمبر ۹ پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ کا معہ لفافہ مولوی کرم دین کے دستخطی ہیں۔ پی نمبر ۱۴ کا بھی مولوی کرم دین کے دستخطی ہے پی نمبر ۴، اور پی نمبر ۱۴ ایک ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ جو خط موضع بھین سے قادیان میں آیا ہوا ہے مجلس میں پڑھا گیا، یہ مولوی کرم دین کی طرف سے تھا۔ مولوی عبدالکریم نے پڑھا تھا میں نے اس خط کو نہیں دیکھا۔ اس خط کا جو مضمون پڑھا گیا تھا یہی ہے جو پی نمبر ۴ میں ہے اور جس کو میں نے اب پڑھا ہے اس خط کے مضمون پر عمل درآمد۔ اس خط کو یقینی سمجھا گیا۔ اس وقت مرزا صاحب نے کہا کہ کسی کو جانا چاہیے (...مستغیث کا بھی یہی بیان ہے کہ مرزا صاحب نے کہا کہ ان کے مریدوں میں سے کوئی ایسا ہے جو مولوی کرم دین کے پاس جائے۔ مرزا صاحب کی اس خواہش کی تعمیل میں میں نے اپنی خدمات پیش کیں.. مرزا جی نے اپنے بیان مورخہ ۱۶۔ اگست میں اس کے برخلاف یوں لکھایا کہ اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں نے کوئی آدمی نہیں بھیجا مگر مشورہ ... کہ حکیم فضل دین نے کہا اس کاروائی میں میرا فائدہ ہے میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جائیں۔، فرمائیے ہر سہ اصحاب میں سے کس کا قول مانا جائے۔ کرم الدین) تب حکیم فضل دین ایک ہمارے بھائی ہیں جو مقدمہ میں مستغیث ہے انہوں نے کہا اس خدمت کو میں اپنے ذمے لیتا ہوں پھر وہ چلے گئے۔ اس سے پہلے حکیم فضل دین کا ارادہ قادیان کو چھوڑنے کا نہ تھا۔ جس طرح سے میں اپنا رہنا وہاں ضروری سمجھتا ہوں اس طرح اس کا وہاں رہنا ضروری ہے۔ حکیم فضل دین قادیان میں مستقل رہتے ہیں مطبع ضیاء الاسلام کا مالک حکیم فضل دین ہے۔ اس مطبع کے نفع نقصان سے اور کسی کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ ایک کتاب نزول المسیح اس مطبع میں چھپی تھی کن ایام میں چھپی معلوم نہیں۔

سرقہ تصنیف میں اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کا کلام جو مشہور نہ ہو اور اس کا کلام بھی مشہور نہ ہو ایسی جماعت میں پیش کیا جائے جو اس پیش کرنے والے کی نسبت خیال کر سکیں کہ اسی متکلم کا کلام ہے اس نے کسی اور سے نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی کلام اس متکلم کے سوا کسی اور شخص کا مشہور کلام ہو اور وہ متکلم بھی مشہور ہو تو پھر اس کلام کو اپنی کلام کے

اندر لانا سرقہ نہیں ہوسکتا متکلم کا ذکر کرنا خوبی نہیں ہے (مولانا سرقہ کی یہ نرالی تعریف ہے۔ ہم نے تو بیان و معانی کی ساری کتابیں چھان ماریں آپ کی یہ تعریف اور شہرت و عدم شہرت کی قیود کہیں نہیں ملتیں آپ نے مطول ،اکبر، مرشدی کا نام لیا تھا سو مطول میں تو یہ تعریف ہرگز نہیں۔ مرشدی کی سمجھ نہیں آئی کہ اس کا معنی آپ کے مرشد مرزا صاحب ہیں یا کسی کتاب کا نام ہے۔ اکبر کوئی کتاب معانی کی دنیا میں نہیں ہے آپ پر فرض ہے کہ مرشدی اور اکبر اگر کوئی کتابیں ہیں اور ان میں سرقہ کی یہ من گھڑت تعریف ہے تو دکھائیں اور اپنے ذمہ سے یہ غلط بیانی کا دھبہ اٹھائیں۔ کرم الدین)

ملزم کے مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ٦۔ اکتوبر میں جو فقرات عربی اور فارسی کے درج کئے گئے ہیں ان کو سرقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ فقرے مشہور ہیں اور ان کے متکلم مشہور ہیں۔ میں نے سیف چشتیائی پی آر نمبر ..اور اعجاز المسیح پی نمبر .. کے نوٹوں کا مقابلہ کیا ان نوٹوں کی نقل سیف چشتیائی میں قریباً برابر ہے۔ سیف چشتیائی کے چھپنے سے پہلے وہ مضمون جو نوٹوں میں ہے میں نے قطعاً کہیں نہیں دیکھا۔

سوال: اعجاز المسیح کے نوٹ اگر سیف چشتیائی کے نہ ہوں اور یہ فرض کیا جائے کہ ان کے لکھنے والا مصنف چشتیائی نہیں ہے تو یہ سرقہ ہے کہ اقتباس۔

جواب: سرقہ ہے کیونکہ وہ کلام مشہور نہیں۔

بجواب جرح: میں نے اپنے وطن کی سکونت بالکل ترک کر دی ہے اور فضل دین صاحب نے بھی جو مستغیث ہیں ترک کر دی ہے۔ میں نے اپنی مذہبی اصلاح کے لئے بہت ضرورت سمجھی کہ یہاں قادیان میں رہوں، وطن میں وہ اصلاح نہیں ہوسکتی تھی۔

سوال وکیل ملزم: یہاں کیا اصلاح ہوتی ہے۔ وکیل مستغیث اعتراض کرتے ہیں۔

فیصلہ حاکم۔ یہ سوال بہت مبہم ہے اسکا جواب طول طویل بحث ہے اسلئے نامنظور۔

نور الدین: دنیا کے رشتہ داروں سے میں مرزا صاحب کو بڑھ کر سمجھتا ہوں مرزا صاحب کے پاس دو دفعہ میں حاضر ہوتا ہوں ان کے ساتھ چار نمازوں میں بھی شریک ہوتا ہوں ان میں سے دو دفعہ زیادہ حاضر ہونے کا موقعہ ملتا ہے ان دو وقتوں میں اس (فضل دین) کو بھی وہاں دیکھتا ہوں۔ میری شادی ثانی میں مرزا صاحب شریک تھے۔ مجھ کو اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے تحریک کر کے یہ شادی کری تھی۔ مرزا صاحب کا مرید ہوں اور مستغیث بھی ان کا مرید ہے۔ میں مرزا صاحب کے احکام کی

تعمیل خدائی حکموں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حکموں اور اپنی جسمانی (پھر مرزا جی کا وہ قول درست نہ نکلا جو ازالہ اوہام، فتح اسلام وغیرہ میں آپ کی نسبت درج فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا مال و جان وعزت مرزا صاحب پر قربان کر دی ہوئی جسمانی ضروریات کو آپ نے اپنے رسول، مرزا، کے حکام پر مقدم رکھا تو پھر آپ کا ایمان ان سے صدیقی اور فاروقی ایمان کے رتبہ کو تو نہ پہنچا۔ کرم الدین) سخت ضرورتوں کی ماتحت پسند کرتا ہوں اگر ماتحت نہ ہوں تو تعمیل سمجھتا ہوں ۔ مرزا صاحب نے مجھ کو کوئی خطاب عطا نہیں کئے۔ حکیم امت خطاب میرا نہیں ہے مرزا صاحب کو جو لوگ برا کہتے ہیں ان کو میں اچھا نہیں کہتا، ایسے مسلمان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ سلام علیک گو ان سے کرتا ہوں (سلام علیک کرنے میں آپ مرزا جی کے نافرمان ہیں ان کا حکم تو ہے کہ مخالفوں سے نہ سلام لو نہ دو۔ دیکھو الحکم) ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کو برا کہتا ہے میں مرزا کی ہدایت کے مطابق پڑھوں گا یعنی اگر مرزا صاحب فرماویں گے تو پڑھوں گا ورنہ نہیں پڑھوں گا۔ مرزا کے الہام اور پیشگوئیوں کو میں سچا سمجھتا ہوں اور ان کو یعنی الہام اور پیش گوئیوں کو من جانب اللہ سمجھتا ہوں ۔ میں شام کے وقت اور ظہر کے وقت ضرور مرزا صاحب کے پاس جاتا ہوں۔

خطوں کا قاعدہ یہ ہے۔ خط کئی قسم کے آتے ہیں بعض خطوں کا جواب مرزا صاحب گھر کے اندر دیتے ہیں اور ہمیں اس کی اطلاع کبھی نہیں ہوتی۔ اکثر خطوط مولوی عبدالکریم کے سپرد کرتے ہیں جن کو پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں ۔ جو خط مرزا صاحب کے نام خطوط ہوتے ہیں سب ان کو ملتے ہیں، بعض خطوں کو بغیر پڑھنے کے اور بعض پڑھ کر مولوی عبدالکریم کے سپرد کر دیتے ہیں وہ جواب لکھتے ہیں ان کی اطلاع مجھ کو نہیں ہوتی بعض بعض خطوط کا مجلس میں ذکر آتا ہے جو ذکر مرزا صاحب یا مولوی عبدالکریم کرتے ہیں بعض وقت زبانی ذکر ہوتا ہے اور بعض وقت خط پڑھا بھی جاتا ہے یہ خط اکثر ظہر کے وقت پڑھے جاتے ہیں بعض خطوط کا تذکرہ شام کو بھی آتا ہے قادیان میں میں دو کام کرتا ہوں ایک طبابت کا دوسرا درس و تدریس کا۔ میری طبابت کی فیس سالانہ پانچ چھ سو روپئہ کے قریب ہوتی ہے یہ سال گزشتہ کی آمدنی بتائی ہے محرم سے لے کے محرم تک ایک سال سمجھتا ہوں مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا مدرسہ کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا چندہ میرے نام کبھی نہیں آتا

(۴ ناظرین مولوی صاحب کا بیان بغور پڑھیں پھر بیان مرزا عذر داری انکم ٹیکس بھی پڑھیں جس میں مرزا جی مدرسہ کی آمدنی کی نسبت لکھاتے ہیں، میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نورالدین کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب کتاب رکھتے ہیں بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین کے نام ارسال کریں۔ آمدنی براہ راست مولوی نورالدین کے سپرد ہو کر ان کو پہنچتی ہے اس آمدنی اور مدرسہ کا خرچ حساب کتاب ان کے پاس ہے وہ حساب کتاب باضابطہ ہے اور یہاں مولانا نورالدین فرماتے ہیں: مدرسہ کا کام مرزا صاحب میرے ذمہ نہیں ڈالا ہوا۔ مدرسہ کام جب سے مدرسہ ہوا ہے میرے سپرد نہیں ہوا چندہ میرے نام نہیں آتا۔ کوئی تطبیق کی صورت ہو سکتی ہے تو کیجئے۔ کرم الدین) ایک شخص محمد رضوی کبھی کبھی میری معرفت چندہ بھیجتا ہے۔ مرزا صاحب کو جو چندے آتے ہیں ان کا مجھ کو کچھ علم نہیں ہے (بے شک آپ کو علم نہ ہوگا لیکن مولانا آپ نے اپنے بیان متعلقہ عذر داری انکم ٹیکس میں تو چندوں کی نسبت اپنا پورا علم لکھایا ہے اور پانچ مدوں کا ذکر کر کے اقسام چندہ کی تفصیل بھی بتائی ہے اور یہاں بالکل بے علمی۔ کیا وہ بات نہیں لکیلا یعلم بعد علمٍ شیئا... مولوی صاحب آپ کی کون سی بات سچی ہے۔ کرم الدین)

خط جو مجلس میں پڑھے جاتے ہیں ان کے مطالب بعض یاد رہ سکتے ہیں اور رہ جاتے ہیں اور ان آدمیوں کے نام بھی یاد رہ جاتے ہیں۔ مجھ کو اس طرح سے کوئی خط یاد نہیں ہے کہ اس دن جس دن کرم دین کا خط مجلس میں پڑھا گیا یا اس سے آٹھ دن پہلے یا آٹھ دن بعد ایسے خطوط تاریخوں کے ساتھ کسی شخص کا خط مجلس میں پڑھا گیا ہو۔ میں جنوری ۱۹۰۳ء یا فروری ۱۹۰۳ء میں جو خط مجلس میں پڑھے گئے انکے مضمون تاریخوں کے ساتھ قید لگا کر نہیں بتا سکتا۔

اپریل اور مئی گذشتہ میں ہمارے دوست عبدالرحمان کا خط آیا اور مجلس میں اس کا ذکر کیا گیا۔ اپریل میں آیا، یا مئی میں آیا، یہ نہیں کہہ سکتا۔ ایک خط اور ایک بار ان ہی گذشتہ مہینوں میں ڈاکٹر اسماعیل اور ان کے خسر کی بیماری کے متعلق آئے تھے اور مجلس میں ان کا ذکر آیا تھا۔ کل خط کتنے آئے تھے مجھ کو یاد نہیں۔ جو لڑکے میرے پاس جموں میں پڑھتے رہے ان میں سے بہتوں کے نام یاد ہیں اور بہتوں کے یاد نہیں ہیں۔ جو ہمیشہ میرے پاس رہتے تھے آٹھ دس لڑکے تھے کبھی کوئی چلا بھی جاتا تھا اور کبھی نیا آ بھی جاتا تھا۔ آٹھ دس وہ تھے جو ہمارے یہاں پرورش پاتے تھے، باقی بھی میرے یہاں کھانا

کھاتے، ایسے پانچ چار طالب علم رہتے تھے۔ ان دنوں کے طالب علموں کے نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں ہیں جو اس وقت جب کرم دین میرے پاس آئے میرے پاس تھے۔ یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کتنی مدت میرے پاس پڑھتے رہے۔ کرم دین نے کوئی کتاب شروع نہیں کی تھی مہینے سے کم کرم دین میرے پاس ٹھہرے تھے۔ کچھ دن وہ ٹھہرے تھے جن کی تعداد مجھ کو یاد نہیں ہے۔ میرے سامنے کرم دین نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا۔ اس کے بعد کرم دین پھر مجھ کو کبھی نہیں ملا۔ مجھ کو تاریخ یاد نہیں کہ آخری خط کرم دین کا میرے پاس کب آیا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کتنی مدت ہوئی کہ ان کا خط آخری آیا۔ مجھ کو کرم دین کے خطوں کی تعداد یاد نہیں ہے جو میرے پاس ان کے آئے۔ ان طالب علموں میں سے جو میرے پاس پڑھتے تھے بعضوں کے خط میرے پاس آئے۔ غلام محمد جو گلگت میں رہتا ہے اور ایک غلام محمد جو پشاور میں رہتا ہے، ان دو کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کے خطوط میرے پاس اب تک آتے ہیں، اور کسی کا یاد نہیں ہے۔ جو مریضوں کے خط بھی میرے پاس آویں اور ان کو نسخے بھیجوں ان کے نام بھی یاد نہیں رکھتا کیونکہ ضروری نہیں سمجھتا۔ اگر چاہوں تو یاد رکھ سکتا ہوں۔ بہت سے ایسے آدمی ہیں جن کے خط میرے پاس آئے ہوں اور بعد میں سلسلہ بند کیا گیا ہو، تو پھر اگر ان کا لکھا ہوا میرے سامنے آوے تو میں اس کو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں اور پہچان سکتا ہوں۔

سوال: جو خط آپ کے پاس آتے ہیں ان کی دوائر، شکلیں، کششیں وغیرہ اپنے دماغ میں جما لیتے ہو۔

جواب۔ قرائن مجموعی ہیئت اور مضامین مجمل طور پر میرے دماغ میں جم جاتی ہے جن کو مکرر دیکھنے سے یقین کرتا ہوں کہ اس پہلے آدمی کا خط ہے۔ سطروں کلمات کی بندش، عبارت کا فرما، اور حروف کی صفائی یا ان کا بالکل بدخط ہونا، یا خوش خط ہونا، ذہن میں رہ جاتے ہیں۔ بعض بعض آدمیوں کے دوائر اور کششیں بھی یاد رہ جاتی ہیں اور بعض کے نہیں رہتے۔ جس کے ساتھ کوئی خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے انکے یاد رہ جاتے ہیں۔ خطوں کے ملانے کا مجھ کو موقع ہوا ہے۔ میرے چند دوستوں نے میری طرز پر لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن میں ان کے خطوں کو تمیز کرسکتا ہوں۔ خطوں کی پہچان کے لئے ایک دفعہ میں سیالکوٹ میں مبصر کے طور پر ایک سیشن جج کے روبرو بلایا گیا تھا۔ بخشی رام

بسا یا مدعی تھا اور وکٹوریہ پیپر کا اڈیٹر مدعا علیہ تھا۔کئی ہزار روپیہ کا مقدمہ تھا، یاد نہیں کئی سال ہوئے۔نتیجہ اس کا وہی ہوا جو میں نے بتایا تھا۔جن خطوں کا اس مقدمہ میں مقابلہ کرنا تھا میں نے دیکھے ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے جاتے تھے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ میرے سامنے ہی لکھتے۔ جو طالب علم میرے پاس پڑھتے تھے ان کے خطوں کی مجموعی ہیئت بھی یاد ہے۔سامنے آجاویں تو پہچان لوں، ان کا نام بھی نہ لکھا ہوا ہووے تو بھی پہچان لوں، بعض کو پہچان لوں۔ خط اے نمبر ۷ (ایک چٹھی ہے منجانب مولوی نورالدین بنام کرم الدین) کی حیثیت مجموعی کو میں نے دیکھا، میں نے پہچانا نہیں کہ کس کا ہے۔اس خط کے نیچے میری دستخطی کچھ لکھا ہوا ہے۔اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے ص ا کے حاشیہ پر جو تحریر ہے میں نہیں پہچان سکتا کس کا ہے۔اے نمبر ۳ (مولوی صاحب پہلے اپنے بیان میں لکھا چکے ہیں کہ یہ نمبر ۴ سے ۱۴ تک سب دستخطی مولوی کرم دین ہیں اب سوائے پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ پی نمبر ۱۳ باقی کے دیکھنے سے بھی انکار فرماتے ہیں۔ کرم الدین) سے پی نمبر ۱۰ تک میں نے پہلے نہیں دیکھے۔اخیر کے تین خط پی نمبر ۱۱ پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ دیکھے تھے پی نمبر ۱۴ و پی نمبر ۱۵ میں نے پہلے عدالت میں نہیں دیکھے۔ میں نے پی نمبر ۱۱، پی نمبر ۱۲ اور پی نمبر ۱۳ کا میلان خط کیا ہے ان کے مضمون کی بندش کلموں کی پیوستگی علی العموم مخصوص ہوتی ہے، بعض مل جاتے یعنی بعضے خط مل جاتے ہیں۔ای نمبر ۸، اور ای نمبر ۹ دونوں کارڈ شائد مولوی عبدالکریم کے ہوں (اے نمبر ۸، ایک کارڈ ہے من جانب قاضی فضل احمد اڈیٹر اخبار چودھویں صدی بنام مولوی کرم الدین۔اور اے نمبر ۹، ایک کارڈ ہے من جانب غلام حسین بنام مولوی کرم دین) جو قادیان میں رہتا ہے کیوں کہ مجھ کو ان کے خط کی ہیئت مجموعی سے خیال آتا ہے کہ یہ کارڈ ان کے ہوں۔ مجھے ان کے بہت دفعہ خط دیکھنے کا موقع ملا ہے ان کے خط کی ہیئت مجموعی سے مجھے آگاہی ہے۔اے نمبر ۱۰ کارڈ یقیناً مولوی فضل دین مستغیث کا ہے (اے نمبر ۱۰، ایک کارڈ ہے جس کے نیچے خاکسار نورالدین لکھا ہے بنام مولوی کرم الدین، اور اے نمبر ۱۱، خادم حسین کا لکھا ہوا ہے بنام مولوی کرم دین)۔اے نمبر ۱۱ مولوی فضل دین کا معلوم ہوتا ہے مگر میں ٹھیک نہیں کہہ سکتا۔ای نمبر ۸، ای نمبر ۹، ای نمبر ۱۰، ای نمبر ۱۱، ان چاروں کارڈوں کے صرف پتے دکھائے گئے ہیں۔نزول المسیح اے نمبر ۱ پیش کردہ ملزم اور نزول المسیح پیش کردہ مستغیث ان دونوں کا خط ایک ہے ٹائٹل پیج سے

بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے مگر صفحہ ۸۰ دونوں کا جو میں نے مقابلہ کیا وہ ایک معلوم نہیں ہوتا۔ نیز اس صفحہ پر ایک ہی فٹ نوٹ دیا ہوا ہے دوسرے میں نہیں ہے۔ دونوں کا پیوں کا کا تب صفحہ ۴۰ میں ایک ہی معلوم ہوتا ہے صفحہ ۸۰، اور ۹۷ کے کا تب دونوں کا پیوں کے الگ الگ ہیں۔

(اب وقت تنگ ہو گیا ہے۔خزانہ کے کام کا وقت ہے کل پیش ہو ووے۔دستخط حاکم۔۲۴ جون ۱۹۰۳ء)

اگر کوئی کتاب پہلے تھوڑی تعداد میں چھاپنی منظور ہو اور چھپنی شروع ہو جاوے اور پھر زیادہ تعداد کی چھاپنی منظور ہو تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کاتبوں اور حرفوں میں فرق پڑ جاوے گا یا نہیں۔ قادیان میں میرے خیال میں شائد تین چار مطبع ہیں سوائے ضیاء الاسلام کے ایک الحکم کا مطبع ہے جس کا نام مجھ کو معلوم نہیں۔ سب سے پہلے ضیاء الاسلام جاری ہوا، ان کے جاری ہونے کی ترتیب مجھ کو معلوم نہیں کیونکہ ایسی باتوں سے مجھ کو دلچسپی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ الحکم کا مطبع الحکم کے ساتھ جاری ہوا کہ کب؟ البدر کا مطبع البدر کے بعد جاری ہوا۔ مرزا صاحب کو کام کی جب کثرت ہوتی ہے تو شیخ نور احمد کو تلاش کرتے ہیں، اس واسطے اس نے ایک کل چھاپہ کی رکھ چھوڑی ہے۔ حضرت (مرزا) صاحب اس کو کئی دفعہ بلاتے تھے۔ حضرت صاحب کی کتابیں مستغیث حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتی ہیں۔ اور ان کے اشتہار بھی حکیم فضل دین کے مطبع میں چھپتے ہیں۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ اجرت کے بارہ میں ان کا آپس میں کیا معاملہ ہے۔ حضرت (مرزا) صاحب کا اپنا مطبع کوئی نہیں ہے (مرزا صاحب اپنے بیان متعلقہ انکم ٹیکس میں مطبع کی آمدنی وخرچ کا حساب بالتفصیل لکھا چکے ہیں اور ملازمان پریس کی فہرست معہ تنخواہ وغیرہ کے مفصل لکھا چکے ہیں اور باوجود اس کے بقول مولوی نور الدین، حضرت مرزا صاحب خود بدولت مالک مطبع بھی نہیں ہیں۔ پھر رولیہ اسفنجیا وغیرہ کا ذکر کیوں؟ حالانکہ حکیم فضل دین کے مطبع کا تو بقول اس کے کوئی رولیہ، اسفنجیا ہے ہی نہیں)۔

جموں میں جتنی دیر رہا اس کی سند یا تحریر میرے پاس کوئی نہیں۔ جموں کے حاکم اعلیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا تھا کہ ریاست سے چلے جاؤ۔ جب مستغیث قادیان سے چکوال کی طرف گیا معلوم نہیں کتنے دن بعد آیا۔ جو باتیں عام جماعت مرزا صاحب کے متعلق

ہوتی ہیں ان کا ذکر زیادہ تر مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتا ہے۔ اور کچھ ظہر کی نماز کے وقت، مستغیث نے واپسی پر مرزا صاحب سے اپنی واپسی کا تذکرہ کس وقت کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ پہلا خط جب پڑھا گیا مجھے اچھی طرح یاد ہے بلکہ دو دفعہ اس کا ذکر آیا ظہر اور مغرب کے وقت جن بہت سے آدمیوں نے اس خط کی بابت اٹھے تو میں نے بھی جانا، اس وقت ۷۰، ۸۰، ۹۰ کے درمیان تعداد حاضرین کی ہوگی۔ خط کا ذکر پہلی دفعہ ظہر کے وقت ہوا۔ جب پہلی دفعہ میں سنا خبر نہیں ہے کہ حکیم فضل دین صاحب کے جانے کا اول دفعہ ذکر ظہر کے وقت آیا یا مغرب کے، پھر کہا اول دفعہ ان کے جانے کا ذکر ظہر کے وقت ہوا تھا پھر مغرب اور عشا کے درمیان۔ حکیم فضل دین کے جانے کا حکم مرزا صاحب نے کس وقت دیا، یہ مجھ کو اس وقت یاد نہیں ہے۔ حکیم فضل دین جو کچھ وہاں سے لائے عدالت میں آنے سے پہلے چھوٹی مسجد میں ظہر کے وقت دیکھا میں نے منگوا کر الگ دیکھے تھے۔ اعجاز المسیح کو میں نے اس وقت دیکھا تھا اور کچھ نہیں دیکھا تھا۔ الحکم کو جو میرے مضمون کے متعلق ہو یا اس مضمون کو جو مرزا صاحب نے فرمایا ہو اور میں اس وقت موجود نہ ہوں تو میں اس مضمون کو پڑھ لیتا ہوں۔ سارا اخبار پڑھنے کی مجھ کو عادت نہیں ہے۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کا الحکم میں نے پڑھا تھا کہ نہیں مجھ کو یاد نہیں۔ جمعہ کے مضمون کی کاپیاں الحکم دکھلا لیتا تھا چھپنے سے پہلے جو لفظ الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں حکیم الامت کا لفظ جو میری نسبت لکھا ہوا ہے میں نے نہیں کاٹا، یہ خطاب مرزا صاحب کا دیا ہوا نہیں ہے۔ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے سراج الاخبار میں جو مضمون کرم دین کا چھپا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے کہ مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا گیا کہ نہیں۔ مرزا کی مجلس میں اس مضمون کا ذکر آیا اور آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ یہ لوگ تقوی سے کام نہیں لیتے۔ جو مضمون الحکم میں مرزا صاحب کے موافق یا مخالف ہو اس کے پڑھنے کا میں عادی نہیں ہوں اور نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ جو نوٹس کرم دین نے مرزا صاحب کو اگر دیا ہو اس کا ذکر میرے سامنے مجلس میں کبھی نہیں آیا۔ مجھ کو یاد نہیں کہ جہلم کے مقدمات کا مجلس میں بھی کبھی ذکر آیا کہ نہیں۔ (کاہے کو ذکر ہونا تھا، جہلم کے مقدمات کون سی اتنی بڑی بات تھی لیکن حضرت مسیح کے سر پر تو اس وقت قیامت برپا تھی اور دن رات ایک ہو گئے تھے جیسا کہ مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے یجعل نہارنا ... الظلم۔ ادھر حواری ہیں کہ ان کو خبر تک

بھی نہیں ۔کرم الدین)۔

ان مقدمات کا جو اس وقت دائر ہیں ،مرزا صاحب کی مجلس میں میرے سامنے کبھی ذکر نہیں آیا۔ یہ مجھ کو یاد نہیں کہ خواجہ کمال الدین کو مشورہ کے لئے بلایا ہو۔حکیم فضل دین جب کبھی سفر میں جاتے ہیں تو مجھ کو کبھی خبر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی اور جب وہ لکھنؤ کے سفر کو گئے تھے تو مجھ کو خبر نہیں تھی اور نہ وہ مجھ کو کہہ کر گئے تھے۔ جب وہ جہلم گئے تھے تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ وہاں کی کوئی فرمائش ہو تو لاؤں ۔ایک بیوی ان کی قادیان میں رہتی ہے۔کئی مہینے ہوئے کہ ان کی دو بیویاں یہاں تھیں، سال کے اندر کی بات ہے کہ ان کی دو بیویاں یہاں تھیں ۔معلوم نہیں ان کی دوسری بیوی آج کل کہاں ہے۔

سرقہ کی تعریف جو میں نے کی ہے وہ مرشدی اور دیگر کتابوں میں پائی جاتی ہے جیسے مطول، اکبر، مختصر المعانی ایک چھوٹی کتاب ہے مگر بہت مختصر ہے جو تعریف سرقہ کی میں نے سنائی تھی وہ نثر کیلئے عام طور پر ہے اور نظم میں بھی آتی ہے۔ ہر قسم کی نثر میں بھی آتی ہے مختصر معانی میں عام سرقہ کی تعریف اسجگہ نہیں لکھی جو مجھ کو وکیل ملزم نے دکھائی ہے اعجاز المسیح پی نمبر ۶ ،اور سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کا آپس میں مقابلہ کیا۔یعنی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۱۸۷ تک اور پی نمبر ۵؟ کے صفحہ ۷۰ سے ۸۰ تک اکثر مقام بعینہٖ ہیں یعنی جیسے سیف چشتیائی میں ہیں ویسے ہی اعجاز المسیح میں۔کہیں کہیں تھوڑی سی عبارت سیف چشتیائی میں زیادہ ہے اور کہیں کہیں اعجاز المسیح کے حاشیوں میں زیادہ ہے۔یعنی کہیں کہیں بہت خفیف کم وبیشی ہے۔لفظوں کی کم وبیشی ہے وہ بھی بہت کم، اعجاز المسیح کے صفحہ ایک کے نوٹ سیف چشتیائی میں نہیں ہیں۔

سوال: سیف چشتیائی پی نمبر ۵ کے صفحہ ۷۳ سے ۷۶ کے اخیر تک جو عبارت ہے وہ اعجاز المسیح کے نوٹوں میں کہیں ہے؟

جواب: یہ عبارت اعجاز المسیح پی نمبر ۶ کے حاشیہ پر نہیں ہے۔ (پھر تو مضمون بلکہ ورقوں کا فرق نکل آیا آپ تو لفظوں کی کم وبیشی اور وہ بھی بہت کم فرماتے تھے۔کرم الدین)

سوال: نزول المسیح کے صفحہ ۷۲ کے حاشیہ پر جو نوٹ ہے آٹھ سطروں کا وہ آپ پڑھ کر اور نیز الحکم ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۳ پر جو نوٹ قبل از خطوط کے تیسرے کالم میں درج ہے اس کو پڑھ کر بتایئے کہ دونوں ایک ہیں کہ ہیں۔

جواب: دونوں ایک ہیں نزول المسیح ابھی شائع نہیں ہوئی اور الحکم شائع ہوچکی ہے پس جس جماعت میں نزول المسیح جائے گی جس میں الحکم پہلے خوب طرح شہرت پا چکی ہے اس لئے سرقہ نہیں ہے۔

سوال: مشہور اور شہرت سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن کا کوئی کلمہ ان لوگوں کے سامنے جو قرآن جانتے ہیں اور حدیث کا کوئی فقرہ جو حدیث جانتے ہیں شعراء کا کلام ان لوگوں میں جو اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں اور ادیب لوگوں کے فقرے اور کسی زبان کی ضرب المثلیں ان لوگوں میں جو اس زبان کی ضرب المثلوں اور کلمات سے واقف ہوں اور اسی طرح کسی حکیم کا فقرہ ان لوگوں میں جو حکماء کے فقروں سے آگاہ ہوں بلا اس کے کہ مصنف کا نام بھی وہ مشہور ہوتا ہے اسی طرح سے کوئی کلام جب کسی قوم میں شہرت پا جاوے وہ کلام مشہور کہلاتا ہے ایک فقرہ کی نسبت دو نقطہ چینیوں کو یا شارحین کو ممکن ہے کہ توارد ہو جائے۔

اعجاز المسیح کو میں معجزہ مانتا ہوں، وہ علی العموم مرزا صاحب کا کلام ہے کہیں کہیں فقرہ خاص کوئی الہام کا بھی ہوگا۔ جو شرائط مرزا صاحب نے معجزہ کے واسطے بیان کی ہوں ان شرائط کی پابندی سے وہ سارا کام نہیں ہوسکتا معجز نما کلاموں میں بھی دوسرے مصنفوں کی عبارات اور فقرات داخل ہو جاتے ہیں۔

جرح ختم ہوئی۔ ۲۵ جون ۱۹۰۳ء۔ دستخط حاکم

گواہ نے کل اظہار پڑھ کر ہر ایک صفحہ پر اپنی العبد کی اور صفحہ ۵۵، اور صفحہ ۵۶ پر پنسل کے نوٹ کر دیئے اور ریڈر کے سامنے نوٹ کئے گئے جن کے مواجہہ میں گواہ نے اظہار پڑھا۔ دستخط حاکم

الحاصل۔ شہادت گواہان صفائی ملزمان ختم ہونے پر عدالت نے حکم دیا کہ ۲۰ ستمبر کو بحث سنی جائیگی۔ چنانچہ ۲۰ ستمبر کو ۲ بجے سے کمال الدین وکیل ملزمان نے بحث شروع کی اور ۴ بجے ختم کی ۲۱ ستمبر کو ۹ بجے صبح سے شروع ہو کر ایک بجے تک مولوی کرم الدین مستغیث نے واقعات کی بحث کی.. مولوی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر بابو مولامل پلیڈر نے قانونی بحث تائید استغاثہ میں بہت پرزور کی۔ عدالت نے حکم دیا کہ یکم اکتوبر کو حکم سنایا جائے گا۔ لیکن یکم اکتوبر کو چونکہ فیصلہ مکمل نہ ہو چکا تھا اس لئے عدالت نے ۸۔ اکتوبر حکم سنانے کے لئے مقرر کی۔

۸۔اکتوبر کو خلق خدا دور دور سے آخری فیصلہ سننے کے لئے آ گئی ۔مجسٹریٹ نے ایک گارد پولیس منگوائی جنہوں نے سویرے ہی کمرہ عدالت کے اردگرد گھومنا شروع کر دیا۔سب نے وردی پہنی ہوئی تھی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لی ہوئی تھیں ۔مرزا جی معہ اپنی جماعت کے ۸ بجے کے قریب احاطہ عدالت میں آ پہنچے ۔مرزا جی کی حالت قابل دید تھی بار بار پیشاب کا دورہ ہوتا۔اور چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی تھی ۔آخر تین بجے کے قریب فریقین کو بلایا گیا۔مرزا جی کو پیش ہوتے ہی مجسٹریٹ نے حکم سنایا کہ مرزا غلام احمد پانچ سو روپیہ جرمانہ دے یا پانچ ماہ قید محض میں رہے۔ ہر طرف غل مچ گیا کہ مرزا صاحب سزایاب ہو گئے ۔اور ایسی نرالی سزا ملی کی کسی الہام کی بھی تصدیق نہ ہو۔مرزا جی نے ایک یہ الہام شائع کر رکھا تھا کہ انّک لانت یوسف۔لیکن چونکہ جرمانہ کی سزا ہوئی اس لئے مشابہت یوسفی بھی نہ ہو سکی کسی نبی کو آج تک سزائے جرمانہ ہوئی ہے؟

مرزا جی اخبار عام میں

مولوی کرم الدین لکھتے ہیں کہ مجسٹریٹ کا فیصلہ لکھنے سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا جی کے اس بیان کی نقل درج کر دیں جو بمقدمہ اڈیٹر الحکم انہوں نے بحیثیت گواہ ڈیفنس لکھایا کیونکہ اس بیان کا ذکر اس فہرست میں ہوتا ہے جس کا اخیر میں لکھا جانے کا وعدہ ہم کر چکے ہیں لیکن اس بیان کی نقل کرنے سے پہلے مرزا صاحب کی وہ چٹھی جو انہوں نے اخبار عام میں شائع کرائی تھی نقل کی جاتی ہے کیونکہ بیان میں اس چٹھی کا حوالہ موجود ہے۔اس چٹھی میں مرزا جی نے بہت سے ایسے جھوٹ لکھے ہیں جن کی تکذیب ان کے مریدان باصفا کی تحریرات بلکہ ان کے بیان مصدقہ عدالت سے بھی ہوتی ہے ۔اس چٹھی کے لکھنے کی ضرورت آپ کو اس لئے عائد ہوئی کہ سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء میں ایک مختصر مضمون حسب ذیل شائع ہوا تھا:

۱۷۔جنوری کو جہلم میں اس معرکہ کے مقدمہ کی پیشی تھی جس میں مولوی کرم الدین مستغیث اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ مستغاث علیہ تھے ۔مرزا صاحب کی جماعت ۱۶ کو ۲ بجے کی گاڑی سے پہنچ گئے ہوئے تھی اس مقدمہ کو سننے کے لئے بے حد خلق خدا جہلم میں جمع ہو گئی تھی بازاروں اور سڑکوں پر آدمی ہی آدمی نظر آتا تھا مولوی محمد کرم الدین معہ اپنے معزز گواہان کے ۱۰ بجے بگھی کی سواری میں بھمراہی چوہدری غلام قادر خان سب رجسٹرار جہلم وراجہ محمد خان رئیس سنگھوٹی کچہری کی طرف روانہ ہوئے خلق خدا

شہر سے شروع ہو کر کچہری تک دورویہ صف بستہ مولوی صاحب موصوف کے دیدار کے لئے کھڑی تھی سب لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔

اس مضمون کی نقل اخبار عام مطبوعہ ۲۷ جنوری میں شائع ہوئی اور مرزا جی اس میں اپنے فریق مقابل مولوی کرم دین کا ذکر پڑھ کر مارحسد سے ایسے جل بھن گئے کہ اڈیٹر اخبار عام کے نام اپنی دستخطی ایک چٹھی لکھی کہ آپ نے یہ جھوٹ شائع کیا ہے کہ جہلم میں لوگ مقدمہ سننے کیلئے جمع ہوئے تھے اور کرم دین کے دیدار کو بھی آتے تھے بلکہ یہ سب لوگ تو میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے وغیرہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مقدمہ جہلم کی غلط فہمی: اڈیٹر صاحب بعد ماوجب، آج آپ کے پرچہ اخبار عام مورخہ ۲۷ جنوری میں وہ خبر پڑھ کر جو جہلم کے اخبار سے آپ نے لکھی ہے سخت افسوس ہوا۔ ہم نے آپ کے اخبار کا خریدنا اس خیال سے منظور کیا تھا کہ اس میں سچائی کی پابندی ہوگی مگر آج کے اخبار میں جس قدر صریح جھوٹ کو آپ نے شائع کیا ہے شائد دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہو یا نہ ہو، اخبار نویس کا فرض ہے کہ گو بعد منقولات کچھ درج کرے تاہم جہاں تک ممکن ہو اس کی تحقیق کرلے کیونکہ ہر ایک روایت قابل اعتبار نہیں، خاص کر اس زمانہ میں جب کہ اکثر لوگ دہریہ طبع ہو گئے ہیں ہر ایک راست پسند کا فرض ہے کہ بے تحقیق خلاف واقعہ لکھ کر اپنے اخبار کی عزت پر بٹہ نہ لگاویں۔

اب میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ حال واقعی یہ ہے کہ کرم الدین جس کو جہلم کے خودغرض اخبار نے اس قدر اوپر چڑھا دیا ہے ایک معمولی آدمی ہے، نہ گورنمنٹ میں اس کو کرسی ملتی ہے (فرمایئے حضرت کیا آپ کو بھی گورنمنٹ سے کرسی ملتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر آپ نے اس وقت حاکم سے کیوں استدعا نہ کی جب گورداسپور میں لالہ آتما رام کے اجلاس میں دن بھر کھڑے رہنے سے آپ کی ٹانگیں خشک ہو جاتی تھیں۔ کرم الدین) اور نہ قوم نے اس کو اپنا امام یا سردار مانا ہوا ہے، محض عام لوگوں میں سے ایک شخص ہے ہاں اپنے گاؤں میں مولوی کر کے مشہور ہے جس طرح امرتسر لاہور وغیرہ میں بہت سے لوگ مولوی کر کے پکارے جاتے ہیں۔ ہر ایک مسجد کے ملا یا واعظ کو لوگ مولوی کہہ دیا کرتے ہیں مگر بقول جہلم کے اخبار کے گویا ہزارہا مخلوق کرم الدین کے دیدار اور زیارت کے لئے اور مقدمہ کے تماشہ کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ یہ ایک بینظیر جھوٹ ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام

لوگ جو تخمیناً تیس ہزار یا چونتیس ہزار ہوں گے (یہ ایک سفید جھوٹ ہے جو مرزا جی کے قلم سے نکلا ہے جس کو عقل بھی باور نہیں کر سکتی۔ بھلا جہلم کے محدود احاطہ کچہری میں ۳۰ یا ۳۴ ہزار آدمی کس طرح سما سکتے ہیں اور پھر طرفہ یہ کہ مرزا جی اپنے بیان میں جو آگے آئیگا اپنے منہ سے اسکی تردید کرتے ہیں چنانچہ وہاں لکھاتے ہیں کہ میری دانست میں دس ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ اگر مرزا جی کا حلفی بیان سچا ہے تو آپ کے قلم نے ۲۴ ہزار کا جھوٹ لکھا ہے۔ کیا اتنے بڑے جھوٹ لکھنے والا بھی امام مجدد مہدی مسیح کہلانے کے قابل ہوسکتا ہے۔ یہ ہے مسیح الزمان کا جھوٹ نمبرا) یہ سب میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے۔ جب لاہور سے آگے میرا گذر ہوا (یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب محض آپ کے دیکھنے کیلئے آئے تھے کیا آپ نے ایک ایک کو بلا کر پوچھ لیا تھا، ان کے دل کا حال خدا کو معلوم ہے، بلا کسی ثبوت کے آپ کا یہ لکھنا کہ یہ سب محض میرے دیکھنے کیلئے آئے تھے جھوٹ صریح ہے۔ جھوٹ نمبر۲) تو صدہا لوگ میں نے ہر ایک سٹیشن پر جمع پائے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ جہلم کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے چالیس ہزار کے قریب لوگ میرے راہ گذر اسٹیشنوں پر جمع ہوئے ہوں گے (کیا وجہ کہ لاہور سے آگے گذر کر صدہا لوگ ہر ایک سٹیشن پر آپ کو دیکھنے کو جمع ہوئے اور لاہور سے ورے کوئی بھی سلامی نہ ہوا۔ کرم الدین)۔ اور پھر جہلم میں سردار ہری سنگھ صاحب کی کوٹھی میں اترا تو قریب سات سو کے میرے ساتھ میرے مخلص دوست تھے تب جہلم اور گجرات اور دوسرے اضلاع سے اس قدر مخلوق میرے دیکھنے کے لئے جمع ہوئی کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا وہ بیان کرتے ہیں کہ چوبیس ہزار یا تیس ہزار (یہ وہی پہلا جھوٹ آپ کے قلم سے نکلا ہے اس لئے اس کا نمبر بھی مکرر شمار میں آنا چاہیے۔ جھوٹ نمبر۴) کے قریب لوگ ہوں گے۔ جب میں کچہری میں جاتا تھا اور جب کوٹھی آتا تھا تو وہ لوگ ساتھ ہوتے تھے۔ چنانچہ حکام نے اس کثرت کو دیکھ کر دس یا پندرہ کانسٹیبل اس خدمت پر مقرر کر دیئے تھے کہ کوئی امر مکروہ واقع نہ ہو اور خاص جہلم کے تحصیلدار غلام حیدر خان اس خدمت میں سرگرم رہے اور دیوی سنگھ ڈپٹی انسپکٹر بھی اس خدمت پر لگے ہوئے تھے ان لوگوں میں سے قریب باراں سو آدمی بیعت میں داخل ہوئے یعنی میرے مرید ہوئے (جہلم میں بارہ سو مردمان کا داخل بیعت ہونا بھی ڈبل جھوٹ ہے جس کی تردید مرزا جی کے اپنے مخلص مرید کرتے ہیں اخبار الحکم مطبوعہ ۲۱؟ جنوری میں لکھا ہے کہ تمام سفر جہلم میں جس قدر زن و مرد نے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ان کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ اور رسالہ ریویو آف

ریلی جنز مطبوعہ ۲۰ فروری کے صفحہ ۸۰ پر بیعت کنندگان جہلم کی تعداد ۶ سو درج ہے۔ اب ان شاہدان عادل کی شہادت سے ثابت ہوا کہ مرزا جی کا بیعت کنندگان کی تعداد باراں سو بتانا ایک سفید جھوٹ ہے ۔جھوٹ نمبر ۵) **اور باقی کل مریدین کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے** (یہ بھی صریح جھوٹ ہے جو لوگ اس روز دور دراز سے مقدمہ کا تماشا دیکھنے آئے تھے ان میں بجز معدودے چند اشخاص کے جو مرزا جی کے مرید ہوں گے باقی کل آپکے عقیدہ کے مخالف لوگ تھے پھر آپ کا یہ کہنا کہ باقی کل مریدوں کی طرح تھے اور نذریں دیتے تھے اور نماز پیچھے پڑھتے تھے کیسا صریح جھوٹ ہے۔ اور باقی بعض یا اکثر کی قید ہوتی تو بھی کچھ صداقت کا احتمال ہوتا باقی کل کی قید تو ضرور ہی اس جملہ کو جھوٹا بنا دیتی ہے اجی حضرت یہ تو بتایئے کہ وہ تیس چونتیس ہزار خلقت کس میدان میں جمع ہو کے آپ کے پیچھے نماز پڑھ سکتی تھی اس میدان کا بھی پتہ بتا دیا ہوتا۔ جھوٹ نمبر ۶) **آخر جب مقدمہ پیش ہوا تو میں اپنے وکیلوں کے ساتھ گیا۔ اس وقت میں نے ایک شخص سیاہ لنگی سر پر** (جناب والا اس روز آپ کے مخالف مولوی نے نہ سیاہ بلکہ سفید لنگی سر پر باندھی ہوئی تھی، کرم الدین) **حاکم عدالت کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا معلوم ہوا کہ وہی کرم دین ہے مگر تعجب ہے کہ حاکم نے مجھے دیکھتے ہی کرسی دی** (ہائے کرسی ہائے کرسی ! آپ کا یہ غرور بھی آخر خدا نے توڑ دیا۔ مرزا جی سچ بتاؤ لالہ آتما رام مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کتنے کتنے گھنٹے آپ کو کھڑا رہنا پڑا، منشی سنسار چند نے تو نہ صرف آپ کو بلکہ تمام حاضرین کمرہ کے لئے کرسیاں بچھوا دیں تھیں جن پر ہر کہ و مہ بیٹھے ہوئے تھے۔ کرم الدین) **لیکن وہ شخص جو بقول اخبار جہلم اس قدر معزز تھا کہ ہزارہا آدمی اس کو سجدہ کرتے تھے اس کو قریباً چار گھنٹہ تک حاکم نے اپنے سامنے کھڑا رکھا** (یہ بھی سفید جھوٹ ہے مولوی کرم دین بھی کرسی پر بیٹھے رہے۔ صرف بیان لکھانے کے وقت کھڑے ہوئے تھے جس پر چار منٹ بھی نہ خرچ ہوئے تھے۔ ۴ گھنٹہ کھڑا رہنا ایسا جھوٹ ہے جس کی تصدیق کوئی شخص بھی نہ کرے گا۔ جھوٹ نمبر ۷) **اور آخر دونوں مقدمے اس کے خارج کر دیئے۔ اور پھر غلام حیدر خان نے حاکم عدالت کو دو ہزار آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کے لئے موجود تھے** (اس کی تردید منشی غلام حیدر صاحب نے اپنے حلفی بیان میں جو انہوں نے بمقدمہ اڈیٹر الحکم لکھایا صاف طور پر کر دی اس لئے ہم ایک معزز گواہ، جس کو مرزائیوں نے پیش کیا ہے، کے مقابلہ میں مرزا جی کی اس تحریر کو سچا نہیں سمجھ سکتے اور نیز اس لئے بھی کہ مرزا جی نے خود اپنے حلفی بیان میں لکھایا ہے کہ مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے، جھوٹ نمبر ۸)

جب میں واپس کوٹھی میں آیا وہ سب میرے ساتھ تھے گویا میری کوٹھی کے اردگرد ایک لشکر اترا ہوا تھا۔ اور سردار ہری سنگھ نے سات سو آدمی کی دعوت سے جو نہایت پر تکلف دعوت تھی ثواب کا بڑا حصہ لیا (یہ بھی بالکل جھوٹ ہے سردار ہری سنگھ اس روز جہلم میں ہی نہ تھے جیسا کہ منشی غلام حیدر نے اپنے بیان میں لکھایا ہے کوئی دعوت سردار صاحب نے نہیں کی بلکہ تین دن جہلم میں ٹھہرے تھے، تینوں دن ان کے مریدوں نے ہی دعوت کی۔ چنانچہ اڈیٹر الحکم نے اپنے اشتہار میں صاف کہا ہے: مختصراً ہم اپنی جہلم کی جماعت کی مہمان نوازی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے تین دن تک ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی روزانہ دعوت کا فیاضی سے انتظام کیا۔ جھوٹ نمبر ۹) یہ واقعات ہیں جن کو عمداً چھپایا گیا ہے۔

آپ پر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ آپ نے فراست سے کام نہیں لیا۔ اگر کرم دین اس قدر شہرت کا آدمی تھا تو آپ کو ایک مدت سے اس کا حال معلوم ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس کو ہزارہا انسان سجدہ کرتے ہوں وہ چھپ نہیں سکتا۔ اخبار جہلم نے بڑا گندہ جھوٹ بولا ہے اور واقعات کو عمداً چھپایا ہے۔ (اخبار جہلم کو جھوٹ کہنے والے صرف مرزا جی ہیں جس پر اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں لیکن مرزا جی کے جھوٹ جس قدر اس چٹھی میں ہیں اس کا جھوٹ ہونا ان کے اپنے بیان یا مخلص حواریوں کی تحریرات وغیرہ سے ظاہر ہے پھر آپ خود انصاف کریں کہ گندہ جھوٹ بولنے والا اخبار جہلم ہے یا حضرت مسیح الزمان۔ کرم الدین)۔ آپ کو چاہیے کہ اس جھوٹی نقل کا کچھ تدارک کریں میرے نزدیک اس طرح پر پورے یقین تک پہنچ سکتے ہیں کہ آپ بلاتوقف جہلم چلے جائیں (بے شک جن فرضی واقعات کے لکھنے کی آپ نے جرأت کی اخبار جہلم ان کی گھڑت سے معذور تھا۔ کرم الدین) اور غلام حیدر خان اور ڈپٹی انسپکٹر دیوی سنگھ اور منشی سنسار چند ایم اے مجسٹریٹ جن کے پاس مقدمہ تھا اور ڈپٹی کمشنر ضلع اور تمام پولیس کے سپاہیوں اور شہر کے معزز رئیسوں اور بازار کے معزز مہاجنوں سے دریافت فرماویں (افسوس کہ اڈیٹر اخبار عام نے امام الزمان کے حکم کی تعمیل نہ فرمائی ورنہ جہلم آکر دریافت کرنے سے ان کو معلوم ہو جاتا کہ بے نظیر جھوٹ وہ ہے جو اخبار عام نے سراج الاخبار سے نقل کیا ہے یا وہ چٹھی جو حضور نے اخبار عام میں شائع کرائی ہے۔ کرم الدین) کہ اس قدر مخلوقات کس کیلئے جمع ہوئی تھی تب آپ پر اصل حقیقت کھل جائے گی اور میں آپ کو اگر جہلم جائیں آمد و رفت کا کرایہ اپنی گرہ سے دونگا۔ انٹرمیڈیٹ کے حساب سے جو کرایہ ہوگا آپ کو

بھیج دونگا اور اگر آپ پوری تحقیقات کے بعد اس خبر کو رد نہیں کریں گے تو پھر آپ کے اخبار سے ہمیں دست کش ہونا پڑے۔

آپ کو واضح ہو کہ اڈیٹر اخبار جہلم اس گروہ میں سے ہے جو مجھ سے سخت دشمنی رکھتا ہے۔ ...میری جماعت میں سے اس پر ایک نالش فوجداری کر رکھی ہے اسلئے قابل شرم جھوٹ اس نے شائع کیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس روز کرم دین نے جہلم میں نالش کی اس دن اس کی زیارت کے لئے کوئی نہ آیا اور پھر جس دن بذریعہ وارنٹ وہ جہلم میں ہی پکڑا گیا اس دن بھی ایک آدمی نے بھی اس کو سجدہ نہ کیا لیکن جس دن میں جہلم میں پہنچا تب ہزار ہا آدمی اس کو سجدہ کرنے کے لئے موجود ہو گئے حالانکہ وہ جہلم کے ضلع کا باشندہ ہے اور اکثر ضلع میں رہتا ہے۔ اب میں ختم کرتا ہوں اور منتظر رہوں گا کہ آپ اس جھوٹ کا دفعیہ کس پختہ طریق سے کرتے ہیں۔

آپ کا ہمدرد خیر خواہ مرزا غلام احمد ۲۸ جنوری ۱۹۰۳ء

بیان مرزا قادیانی بمقدمہ یعقوب علی

یعقوب علی تراب بنام مولوی کرم الدین و مولوی فقیر محمد مالک سراج الاخبار

مرزا غلام احمد ولد مرزا غلام مرتضی مغل عمر ۶۵ سال پیشہ زمینداری (آپ اپنی کتاب اعجاز احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہونے کے وقت آپ کی عمر اس کی عمر کے برابر تھی اور اس کی عمر اس وقت ۶۴ سال تھی تو پھر نہایت تعجب ہے کہ اس وقت سے قریباً ۱۲ سال کے بعد آپ کی عمر ۶۵ سال ہے۔ گویا ۱۲ سال میں آپ کی عمر میں صرف اک سال کا اضافہ ہوا۔ اعجاز احمدی کی تحریر جھوٹ ہے یا یہ بیان جھوٹ۔ جھوٹ نمبر ۱۰)

بجواب کرم الدین

میں مستغیث (یعقوب علی) کو دس یا گیارہ سال سے جانتا ہوں وہ میرا مرید ہے اور الحکم اخبار مستغیث کی ہے۔ اس کے اپنے پریس سے نکلتا ہے اس پریس کا نام معلوم نہیں (مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پریس کا نام معلوم نہیں ہے یہ کہاں تک سچ ہوسکتا ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ انوار احمدیہ پریس جس میں الحکم چھپتا ہے اس سے مرزا صاحب لاعلم ہوں کیونکہ اس میں آپ کی متعدد تصانیف شائع ہوئیں اور اخبار الحکم جس میں آپ کے دربار صبح و شام کی کیفیت روزانہ چھپتی ہے اس

پریس سے ہفتہ وار نکلتا ہے یہ لاعلمی صرف اس لئے ظاہر کی گئی ہے کہ آپ اخبار اور پریس سے بالکل بے تعلق ثابت ہوں۔ جھوٹ نمبر ۱۱)

(الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء دکھایا گیا) یہ اخبار مطبع انوار احمدیہ سے نکلتا ہے (پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا جب آپ جانتے تھے کہ جرح کنندہ نے زبردستی بھی کہلا لینا ہے) یہ مطبع میرے نام پر منسوب ہے بحثیت مسیح ومہدی میرا لقب حکم بھی ہے۔ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں (ذرا غور فرمائیے کس ہیر پھیر کے ساتھ سوال کا جواب دیتے ہیں بجائے اس کے صاف طور پر کہہ دیتے کہ اخبار میرے لقب حکم پر نامزد ہوا ہے۔ آپ جواب لکھاتے ہیں کہ کس طرز سے کہ نام اخبار میں وہی لفظ ہیں۔ اس جواب سے آپ کی علمی لیاقت کی بھی قلعی کھلتی ہے۔ حکم ایک لفظ ہے نہ بہت الفاظ۔ پھر آپ کا فرمانا کہ نام اخبار میں وہی الفاظ ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو مفرد اور جمع کی تمیز بھی نہیں)

(روئداد جلسہ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء اے نمبر ۱۲ مقدمہ دفعہ ۴۲۰ کا صفحہ ۳ دکھایا گیا) اس کے سطر ۱۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اخبار جاری کرنے کی تجویز ہوئی تھی، نیز مطبع کے صفحہ ۲۰ سے ظاہر ہے کہ مطبع کے لئے چندہ جمع ہوا تھا۔ صفحہ... سے ظاہر ہے ایک پرچہ اخبار بھی شائع ہوا کرے گا۔ اس تجویز کے بعد پہلے الحکم قادیان سے جاری ہوا (اس سے تو صاف ثابت ہے کہ چندہ کر کے آپ نے ہی یہ اخبار جاری کیا حالانکہ آپ فرماتے ہیں کہ الحکم اخبار مستغیث کا ہے اور اس کے اپنے پریس سے نکلتا ہے۔ کرم الدین) اور بعدہ البدر۔ یاد نہیں کتنا عرصہ بعد الحکم کے البدر جاری ہوا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرتا ہے۔

عدالت کا نوٹ: پہلے گواہ نے کہا تھا کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا۔

(عدالت کا یہ نوٹ مرزا صاحب کی صداقت کے لئے ایک ایسا تمغہ ہے جو قیامت تک آپ کی سچائی کو ظاہر کرتا رہے گا آپ خود فرما چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے دیکھو بیان مرزا بمقدمہ فضل دین۔ اب عدالت نے آپ کی نسبت صاف نوٹ کیا ہے کہ آپ ایسے راست باز ہیں کہ عدالت کے سامنے سر اجلاس پہلے یہ کہہ کر کہ شاید آج سے دو سال پیشتر البدر جاری ہوا تھا پھر اس سے صاف مکر گئے اور کہا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ البدر کو جاری ہوئے کتنا عرصہ گذرا ہے۔ جھوٹ نمبر ۱۲)

معلوم نہیں الحکم کا مطبع کبھی میرے مکان میں رہا ہو (یہ معلوم نہیں، بھی راستی کا خون کرنے کی غرض سے کہا گیا ہے بھلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے مکان میں کوئی کارخانہ جاری رہا ہو اور اس کو علم تک نہ ہو کہ اس کے مکان میں کارخانہ رہا ہے یا نہیں۔ الحکم کا مطبع پہلے مرزا صاحب کے مکان ہی میں قائم

ہوا اور ایک عرصہ رہا اور اسی لئے جرح کنندہ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ کارخانہ درحقیقت آپ ہی کا ہے یہ سوال اٹھایا تھا جس کا جواب بالکل غلط دیا گیا۔جھوٹ نمبر ۱۴)۔

کسی پریس واقع قادیان سے میرا ذاتی تعلق نہیں ہے (حالانکہ آپ کے اس بیان کی رو سے جو آپ نے بمقدمہ انکم ٹیکس شیخ تاج الدین تحصیل دار کے سامنے لکھایا تھا صاف ثابت ہے کہ مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان آپ ہی کا مطبع ہے چنانچہ آپ نے اس کی آمد و خرچ کی وہاں تفصیل بھی بتا دی ہے پھر اگر آپ کا وہ بیان درست ہے تو آپ کا یہ فرمانا کہ کسی پریس واقع قادیان سے آپ کا تعلق نہیں ہے صاف جھوٹ ہے۔جھوٹ نمبر ۱۵)۔

الحکم سے میرا کسی طرح کا تعلق نہیں ہے میں الحکم میں الہامات شائع نہیں کراتا، عام طور پر یہ لوگ شائع کر دیتے ہیں شاذونادر کوئی مضمون میں کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں (یہاں تو آپکا مطلب یہ ہے کہ الحکم سے مجھے اس قدر بے تعلقی ہے کہ میں اس میں کوئی الہام بھی خود شائع نہیں کراتا لوگ ہی شائع کر دیتے ہیں لیکن جب جرح کنندہ کے ہاتھ میں کتاب مواہب الرحمٰن دیکھی تو آپ کو وہ فقرہ یاد آ گیا ثمّ اشعت کلّما رأیت فی جریدۃ یسمی الحکم ۔ الخ ،تو پھر کہہ دیا کہ شاذونادر کوئی مضمون کبھی کبھی شائع کر دیتا ہوں۔کرم الدین)

(مواہب الرحمٰن ص ۱۲۹ دکھایا گیا) سطرے میں درج ہے کہ میں نے شائع کیا جو مجھ پر خواب آئی اور مجھے الہام ہوا۔اس کے ظہور سے پہلے اخبار الحکم میں۔

میں اخبار نویسی کو معزز اور راست بازی کا پیشہ سمجھتا ہوں (لیکن آپ اپنی کتاب الہدی میں اس کے برخلاف تحریر فرما چکے ہیں۔کرم الدین)۔**کسی اڈیٹر کی نسبت جس نے کوئی اور خلاف واقعہ نہیں لکھا یہ کہنا کہ اس نے جھوٹ لکھا ہے اس سے اس کی توہین ہوتی ہے۔اور اگر خلاف واقعہ لکھا ہے تو یہ کہنا کہ اس نے خلاف واقعہ لکھا ہے اس کی کوئی توہین نہیں۔**

جو اڈیٹر سچے واقعات لکھتا ہے اور دوسرا جھوٹے واقعات لکھتا ہے دونوں کی حیثیت میں فرق ہوگا۔اول الذکر قابل عزت ہوگا آخر الذکر قابل عزت نہیں ہے۔جو اڈیٹر جھوٹے واقعات عمداً لکھنے میں شہرت پا چکا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ تو نے جھوٹے واقعات لکھے ہیں اس کی توہین نہیں ہوتی۔

مقدمہ غالباً میرے مشورہ سے دائر ہوا ہوگا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے (مشورہ دینے کی نسبت غالباً کی قید لگانا اور کہنا گو اچھی طرح یاد نہیں ہے، بھی بالکل غلط ہے ساری خلقت جانتی ہے کہ

مقدمہ آپ نے دائر کرایا اور وکیل وکلاء سب آپ کے حکم سے پیروی کے لئے گئے۔ پھر آپ کیوں صاف نہیں فرماتے یقیناً میرے مشورہ سے مقدمہ دائر ہوا۔ جھوٹ نمبر ۱۶) ۔ دینی امور میں میرے مشورہ سے کام کرتے ہیں خانگی امور میں اپنی مرضی سے کام کرتے ہیں۔ میں نے اس مقدمہ کے لئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا، لیکن جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دے دیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہے (آپکا یہ کہنا کہ اس مقدمہ کیلئے کوئی چندہ اپنی طرف سے نہیں دیا، شاید مان لیا جائے کیونکہ آپ اپنی جیب سے ایک پائی بھی خرچ کرنیوالے نہیں، لیکن آپ کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ جو چندہ سلسلہ میں وصول ہوتا ہے اس میں سے کسی نے دے دیا ہو تو مجھے خبر نہیں، کیونکہ یہ امر محال ہے کہ جو چندہ وصول ہو وہ آپ کی بے اجازت دیا جائے اور آپ کو اس کی خبر نہ ہو۔ جھوٹ نمبر ۱۷) اس امید پر کہ مستغیث میرا مرید ہے میں نے لکھا ہے کہ وہ مقدمہ داخل کرانے کی بابت میرا کہنا مان لے گا۔

اشتہار ۱۴ جون ۱۹۰۴ء مدخلہ ملزم میری طرف سے ہے۔ اس نے میرے اوپر جہلم میں مقدمہ کیا تھا۔ اس میں مستغیث حال بھی ملزم تھا میں نے سنا تھا کہ غلام حیدر تحصیل دار واسطے انتظام کے بحکم ڈپٹی کمشنر آیا تھا۔ میری دانست میں دس ہزار (حالانکہ چٹھی میں آپ تیس پینتیس ہزار آدمی شائع کر چکے ہیں۔ کرم الدین) آدمی جمع ہوئے تھے کئی سو آدمی مرد و عورت جہلم میں میرے مرید ہو گئے تھے، غلام حیدر مرید نہیں ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ غلام حیدر نے عدالت کو میرے مرید دکھائے تھے یا نہیں

(اخبار عام ۲ فروری ۱۹۰۳ء دکھایا گیا) اس کے صفحہ ۴۔۵ پر مضمون مقدمہ جہلم ... میں یہ لکھا ہے کہ پھر تحصیل دار غلام حیدر نے حاکم عدالت کو وہ ... ہزار ہا آدمی دکھلائے جو میرے دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۳۰ ہزار کے آدمی ہوں گے (اب جب چٹھی دکھائی گئی اور آپ کی آنکھ کھلی تو آپ گویا تطبیق اس طرح دینا چاہتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ قریباً ۳۰ ہزار آدمی ہوں گے حالانکہ وہاں بڑے وثوق سے کہا گیا کہ جن لوگوں نے بہت غور کر کے اندازہ لگایا کہتے تھے کہ تیس پینتیس ہزار ہوں گے جب آپ اپنے بیان میں دس ہزار کی تعداد بتاتے ہیں تو پھر لوگوں کے غلط اندازہ کے تیس پینتیس ہزار کو اخبار عام میں آپ نے کیوں شائع کرایا اور صحیح اندازہ سے اس کو کیوں تعبیر کیا)

اس وقت میرے مرید دو لاکھ سے زیادہ ہوں گے تحفہ غزنویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں (دکھایا گیا

) اس کے صفحہ ۱۷ پر درج ہے کہ ۳۰ ہزار آدمی کی جماعت اب میرے ساتھ ہے یہ کتاب میری تصنیف ہے ... (تحفۃ الندوہ مطبوعہ اکتوبر ... صفحہ .. دکھایا گیا) جس میں لکھا ہے کہ تعداد مریدان ایک لاکھ سے زیادہ ہے ۔ مختلف مقامات میں یہ کتاب بھی میری ہے ۔ نیز تحفہ گولڑویہ مواہب الرحمٰن صفحہ .. دکھایا گیا ۔ اس میں لکھا ہے کہ جماعت ہماری ان تین برسوں میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے ۔ یہ کتاب ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء کی ہے اور میری تصنیف ہے ۔ الحکم ۲۴ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ دکھایا گیا ۔ اس میں بروئے مردم شماری کے کاغذات کے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری جماعت تین سو تیرہ ہیں یا ایک لاکھ کے قریب ہے میں نے کاغذات نہیں دیکھے میں نے اندازاً کہا ہے ۔ الحکم ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱ دکھایا گیا اس میں لکھا ہے کہ ۷ فی صدی بھی الحکم لینے والے ہوں تو دولاکھ کی جماعت میں الحکم کی اشاعت بیس ہزار ہونی چاہیے ۔ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ دکھایا گیا اس میں تعداد ہماری جماعت کی قریباً تین لاکھ لکھی ہے الحکم مذکور دکھایا گیا اس میں بطور تقریر میری کے لکھی ہے ۔ ایک اقدامی اظہار دکھایا گیا جس میں تعداد مریدان دولاکھ سے زیادہ لکھی ہے ۔ ۱۴ جون ۱۹۰۴ء ی تصنیف میری ہے میرے پاس کوئی رجسٹر مریداں نہیں لیکن مولوی عبدالکریم نے ایک ایسا رجسٹر چند ماہ سے بنوایا تھا شائد ۱۰ ماہ سے بنوایا ہے ۔ مریدان آمدہ سے تعداد معلوم ہوتی ہے

(تعداد مریدین کی نسبت مرزا جی اور ان کے مریدوں کے بیانات میں عجیب گڑبڑ ہے ۔ ۱۹۰۰ء میں جب منشی تاج الدین تحصیل دار انکم ٹیکس کے مقدمہ کی تحقیقات کیلئے قادیان گئے ان کے سامنے تعداد مریدان ۳۱۸ بتائی، چنانچہ انہوں نے اپنی رپورٹ میں تعداد مریدان مرزا ۳۱۸ لکھی ۔ تحفہ غزنویہ میں تیس ہزار لکھی ہے ۔ تحفۃ الندوہ مطبوعہ ۶ ، اکتوبر ۱۹۰۲ء میں تعداد مریداں ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ۔ اب اگر تحفہ غزنویہ کی تحریر سچ ہے تو تحفہ الندوہ کی تحریر صریح جھوٹ ہے کیونکہ دونوں کتابیں ایک ہی سنہ اور ایک ہی ماہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں طبع ہوئی ہیں ۔ پھر مواہب الرحمٰن میں جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں تصنیف اور طبع ہوئی اس میں بھی وہی تعداد ایک لاکھ سے زاید بتائی گئی ۔ پھر الحکم ۱۸ مئی ۱۹۰۳ء میں دولاکھ کی تعداد بتائی گئی ۔ گویا تین ماہ میں ایک لاکھ کی تعداد بڑھ گئی لیکن یہ عجیب تماشا ہے کہ الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء میں مرزا جی کی جو تقریر چھپی ہے اس میں تعداد مریدان مرزا تین لاکھ بتائی گئی ہے مگر ۶ جولائی ۱۹۰۴ء جس روز مرزا جی کا یہ بیان حلفی ہوا آپ تعداد مریدان دولاکھ بتاتے ہیں ۔ اب اگر یہ بیان

درست ہے تو اس سے ایک سال پہلے الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء میں تین لاکھ تعداد بتانا ایک بے نظیر جھوٹ ہے اور بایں ہمہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ تعداد کس بنا پر آپ بتاتے ہیں کیا آپکے پاس کوئی رجسٹر ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کوئی رجسٹر نہیں ۔، اب اس موقع پر اکاذیب کے نمبر بے تعداد ہو جاتے ہیں لیکن ہم رعایتاً نمبر اس جھوٹ کا لگاتے ہیں جو تحفہ غزنویہ اور تحفہ ندوہ کے تعارض سے پیدا ہوا دوسرا وہ جو مرزا صاحب کے بیان حال اور الحکم ۱۰ جولائی والی تحریر سے سخت تعارض ظاہر ہوتا ہے اور تیسرا نمبر وہ شمار کرتے ہیں جو آپ کے اس بیان کہ میرے پاس کوئی رجسٹر مریدان نہیں ،اور پھر باوجود عدم ثبوت کے تعداد بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے آپ کے جھوٹوں کی تعداد کا آخری نمبر ۲۰ ہو گیا۔

اور مولوی عبدالکریم اپنے اس بیان میں جو اس نے بمقدمہ فضل دین ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو لکھایا آپ کے اس بیان کو جھوٹا ثابت کرتا ہے چنانچہ اس نے عدالت سے لکھا دیا کہ مرزا صاحب کے مریدوں کا ایک رجسٹر ہے جو اور صاحب کے سپرد ہے ملاحظہ ہو کیفیت مقدمہ اولی ۔ تو اب اگر عبدالکریم سچا ہے تو مرزا جی اس بیان میں ۳ جھوٹ بولے ہیں ۔ پہلا کہتے ہیں کہ میرے پاس مریدوں کا کوئی رجسٹر نہیں ۔ دوسرا یہ کہتے ہیں کہ مولوی عبدالکریم نے رجسٹر بنا لیا ہے ۔تیسرا یہ کہ وہ چند ماہ سے رجسٹر بنا ہے حالانکہ مولوی عبدالکریم کا بیان آپ کے اس بیان سے پہلے ایک سال لکھا گیا تھا اور اس وقت وہ رجسٹر کا موجود ہونا اور دوسرے کے سپرد ہونا بیان کر چکا ہے ۔اب آپ کے جھوٹوں کا نمبر ۲۳ تک پہنچ گیا ہے)

مسمی شہاب الدین موضع بھین میں میری مریدی ظاہر کرتا ہے ..میں نے صرف سنا ہے کہ شہاب الدین مریدی کے خط بنام مولوی عبدالکریم بھیجتا رہا ہے۔ شہاب الدین قادیان میں ہرگز نہیں آیا۔ نہ اس نے مجھے مریدی کا خط لکھا ہے (جب اس نے آپ کے نام مریدی کا کوئی خط نہیں لکھا تو پھر آپ کا الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۲ء میں اس کا بیعت کنندگان میں شائع کرانا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے اور چونکہ اڈیٹر الحکم کی یہ جرأت نہیں کہ بغیر اجازت آپ کے وہ کسی کا نام مریدوں میں شائع کرے اس لئے یہ جھوٹ بھی آپ کی طرف منسوب ہو گا۔ جھوٹ نمبر ۲۴) اس میں چند نام سکنہ بھین کے درج ہیں جن کو میں نہیں جانتا (جن آدمیوں کے نام الحکم ۷ امئی ۱۹۰۳ء میں لکھے ہیں اور ان کی سکونت بھین لکھی گئی ان ناموں کے کوئی آدمی بھین میں ہرگز نہیں ہیں ۔ اگر مرزا جی یا اس کا کوئی مرید ثابت کر دیوے کہ بھین میں ان ناموں کے کوئی آدمی ہیں تو ہم ان کو پانچ سو روپیہ انعام دینے کا موکد وعدہ کرتے ہیں ۔ یہ جھوٹ صریح جو الحکم میں شائع ہوا یہ بھی آپ ہی کی

طرف منسوب ہوگا جھوٹ نمبر۲۵) ۔دستخط حاکم ۔۶ جولائی ۱۹۰۴ء

الحکم ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱ کالم اول پر جس خط کا ذکر ہے معلوم نہیں کہ یہ خط میرے نام آیا تھا یا مولوی عبدالکریم کے نام۔

(عدالتی نوٹ: پہلے کہا تھا کہ یہ خط مجھے پہنچا تھا)۔

(عدالت کا یہ نوٹ دوسرا تمغہ صداقت ہے کہ آپ ایسے راست باز ہیں کہ عدالت میں پہلے کچھ کہتے ہیں اور پھر برخلاف اس کے کچھ اور کہہ کر اپنی راست بیانی کا ثبوت دیتے ہیں ۔جھوٹ نمبر۲۶) مجھے یاد نہیں کہ یہ میں نے کہا یا نہیں کہ اس کو کہہ دو کہ تمہاری دھمکی تم پر ہی پڑے گی یا دوسرے مولویوں پر، جو دوسرے مولویوں پر پڑا ہے وہی تم پر پڑے گا۔

الحکم ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ پر جو واقعہ درج ہے مجھے یاد نہیں کہ صحیح ہے یا نہیں ۔میں سراج الاخبار کا خریدار نہیں ہوں ۔۶ ،اور ۱۳ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار کے پرچے یعقوب علی کے نام پہنچے تھے اور میرے روبروئے پڑھے گئے تھے ۔اس کی وجہ یہ تھی چونکہ پہلے کرم دین نے ایک خط میرے نام لکھا تھا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کا تھا کہ پیر مہر علی شاہ نے جو کتاب سیف چشتیائی بنائی ہے وہ مولوی محمد حسن بھین کے نوٹ چرا کر بنائی گئی ہے اب ۶ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کا مضمون جو کرم دین نے شائع کیا ایسا ہی ۱۳ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کا اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ وہ خطوط جعلی ہیں میری طرف سے نہیں ہیں جب کرم دین کے نام سے وہ مضمون تھا تو یقین کیوں نہ ہوتا مجھے کوئی نظیر یاد نہیں کہ ایک اخبار کا ایک شخص نامہ نگار بھی ہو اور ہفتہ وار اخبار بھی پہنچتی ہو پھر دوسرا شخص اسکے نام پر مضمون چھپائے اور وہ اس حال تک خاموش رہے۔

کتاب حقیقت المہدی میری بنائی ہوئی ہے صفحہ ۵ ،اس کا میں نے دیکھ لیا ہے،عبارت ذیل اس میں درج ہے:

اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی لاہوری اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیئے ایسا کرنے والا محمد حسین تھا۔

نزول المسیح صفحہ ۶۷ پر عبارت ذیل حاشیہ پر درج ہے:

میں نے بھی اسی قدر مضمون لکھا تھا کہ مجھے آج ۲۶ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا۔

اس خط کا لفافہ مولوی عبدالکریم کے نام تھا مجھے یاد نہیں کہ یہ خط مولوی عبدالکریم نے مجھے دیا یا نہیں پڑھا گیا تھا۔

نزول المسیح صفحہ ۲۷ پر درج ہے کہ شہاب الدین کچھ ارادت رکھتا ہے (حالانکہ آپ اپنے بیان حلفی میں برخلاف اس کے کہہ چکے ہیں کہ وہ آپ کا مرید نہیں۔ نزول المسیح والی تحریر کو جھوٹ کہیں یا بیان کو، دونوں تو سچے نہیں ہو سکتے۔ جھوٹ نمبر ۲۷) اس لئے پیر مہر علی کے سرقہ کے برآمد کرانے کے لئے کوشش کی۔ اس خط کے علاوہ میرے نام اور کوئی خط نہیں آیا مجھے یاد نہیں ہے ملزم کرم دین کا خط میرے نام آیا تھا اور اس کا لفافہ میرے نام تھا۔ وہ خط پڑھ کر میں نے مولوی عبدالکریم کو دے دیا۔ سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۶ کالم اول میں راقم مضمون لکھتا ہے کہ الحکم کا پرچہ اڈیٹر نے اس کے پاس نہیں بھیجا، اس بات سے نتیجہ نکالتا ہے کہ جھوٹے اور فرضی خط میرے اور میرے شاگرد میاں شہاب الدین کے نام سے اس اخبار میں درج کئے ہیں۔

اسی اخبار کے صفحہ ۸ سطر ۳ میں لفظ ،اور، کا کلمہ ابتدائے کے واسطے ہے عطف کے واسطے نہیں پچھلے فقرہ کے ساتھ اور کسی بعد کے فقرہ کا تعلق ہے (ساری دنیا جانتی ہے کہ اور کا کلمہ عطف کے واسطے آتا ہے لیکن امام الزمان اس سے انکار کرتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ اگر حرف عطف مانیں تو مستغیث کے استغاثہ میں سقم آتا ہے۔ کرم الدین)۔

میں نہیں جانتا کہ ،اور، کس قسم کا ہے۔ اگر ،اور، کا کلمہ عطف کا ہو تو اس کے مابعد کا جملہ معطوف اور یہ جملہ معطوف علیہ ہوگا۔ ہر حال میں معطوف تابع معطوف علیہ کا نہیں ہوتا (یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کا تابع ہوتا ہے لیکن مرزا جی کی علمیت پر ہزار افسوس ہے کہ آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ معطوف تابع معطوف علیہ کا ہوتا ہے۔ کرم الدین)۔

سطر تین میں، اور، کے لفظ کے مابعد کا جملہ پہلے جملہ کا تابع نہیں مابعد والے زیادہ بیان ہے ماقبل میں کم جھوٹ اور افترا کلام کے مفہوم سے تعلق رکھتا ہے جو نہیں الفاظ سے نکالا جاتا ہے۔

اخبار سراج الاخبار ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ میں یہ شعر

کچھ جھوٹے خطوط گھڑ کے خود ہی یہ بات ہے ملک میں اڑائی
پہنچے ہیں خطوط مجھ کو بھین سے فیضی کی ہے ہتک جن میں پائی

میں ان خطوط کا ذکر ہے جن سے فیضی کی ہتک پائی گئی ۔ان دو شعروں میں انہیں دو خطوط کا گھڑ نا لکھا ہے ۔صفحہ ۵ میں جو اشعار ہیں ان میں صرف انہیں خطوط کا ذکر ہے جن میں فیضی کی ہتک پائی جاتی ہے ((اگر چہ آپ کا یہ کہنا مستغیث کے لئے مفید مطلب نہ تھا اور آپ ایسا کبھی کہنے والے نہ تھے لیکن مولوی صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کسی طرح راستی کی طرف جھکنے والے نہیں تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ ان اشعار کی آپ ترکیب بتائیں تب مرزا جی نے سمجھا کہ ترکیب تو ہو سکے گی نہیں اور مفت کی پردہ دری ہو گی چلو اس کے اس کے مفید مطلب بات کہہ کر جان چھڑالو تب آپ یہ بیان کرنے پر مجبور ہو گئے) ۔

سوال : جو خط شہاب الدین کا ۱۳ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار صفحہ ۶ پر چھپا ہوا ہے کہ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ کسی فتنہ باز نے محض شرارت سے یہ چالبازی کی تھی۔ خداوند کریم کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں اس قسم کی عادت سے بیزار ہوں۔ میں نے کوئی خط نہیں لکھا جس میں یہ لکھا گیا ہو کہ مولوی صاحب مرحوم کی موت ایسی ہوئی تو اس عبارت میں راقم خط اس خط کو چالبازی قرار دیتا ہے اور اس کے لکھنے سے انکار کرتا ہے جو الحکم میں فیضی کی ہتک کے متعلق چھپا یا نہیں ۔

وکیل استغاثہ اس سوال کی نسبت اعتراض کرتا ہے مگر جو حوالہ پیش کیا گیا ہے اس کی تائید میں وہ اس کی قطعی ممانعت نہیں کرتا اس لئے سوال پوچھنے کی اجازت دی گئی حوالہ جلد ۶ ص ۲۳...

جواب ۔ اس خط میں شہاب الدین اس بات سے انکار کرتا ہے کہ کوئی خط میرا بھیجا گیا ہو، جو الحکم میں درج کیا گیا جس میں مولوی محمد حسن کی ہتک لکھی گئی ہو یاد نہیں کہ جس وقت مضمون نظم سنایا گیا تھا اس وقت خط بھی سنایا گیا کہ نہیں میں نے شہاب الدین کو ملزم گردانے جانے کا مشورہ نہیں دیا۔ دستخط حاکم

نوٹ ۔اب پانچ بج گئے ہیں اس لئے پرسوں یہ مقدمہ پیش ہو۔ ۱۸ جولائی ۱۹۰۴ء
دستخط حاکم

نوٹ ۔ ہماری آنکھوں میں درد ہے اس لئے بمواجہ اور سماعت خود مسل خواں سے بیان تحریر کرایا۔ دستخط حاکم ۲۰ جولائی ۱۹۰۴ء

فریقین حاضر۔مولوی کمال الدین ومنشی محمد علی وکلاء استغاثہ

گواہ صفائی نمبر۱ باقرار صالح مرزا غلام احمد۔

میں نے کرم دین ملزم کو کبھی لکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے پہلے کوئی خط وکتابت ملزم کے ساتھ میری نہیں ہوئی۔ میں ملزم کے خط پہچان نہیں سکتا۔

بیان مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین روبروئے رائے چندولال میں نے سن لیا، وہ بیان میرا ہے اور درست ہے۔

اے نمبر۳ میں نے پڑھ لیا ہے اس میں پہلا خط میرے نام ہے اور دوسرا عبدالکریم کے نام۔ میں نے کوئی خط مشمولہ خط اول ہاتھ سے نہیں لکھا۔ لکھوا دیا تھا مولوی عبدالکریم نے لکھا۔ اس واسطے میں نے کہا ہے کہ میرا قاعدہ ہے کہ انہیں سے یعنی مولوی عبدالکریم سے ہر ایک خط لکھوا دیا کرتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پہلے کوئی خط مولوی عبدالکریم سے لکھوایا ہو اگر لکھا ہوگا تو میری اجازت سے لکھا ہوگا۔ مجھے یاد نہیں کہ کوئی خط میرے نام آیا کہ نہیں۔ کارڈ پی نمبر۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم دین کے خط میں مجھ کو ملا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کو لکھا ہے۔

(عدالتی نوٹ: پہلے یہ کہا تھا کہ یہ کارڈ پی نمبر۵ پیر مہر علی شاہ کے خط میں پہنچا) (یہ تیسرا تمغہ عدالت کی طرف سے آپ کو عطا ہوا ہے۔ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جب عدالت آپ کو تین تمغے صداقت کے بخشتی ہے تو پھر پبلک کو حق ہے کہ وہ حق الیقین سے سمجھ لے کہ آپ کو جھوٹ کہنے میں تامل نہیں ہے حتی کہ سرا جلاس عدالت بھی آپ اس عادت سے باز نہ آئے۔ جھوٹ نمبر ۲۸۔ کرم الدین)

نزول المسیح ص ۶۸ سطرے پر یہ عبارت درج ہے اور بلکہ اس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیج دیا تھا۔ اس فقرہ میں، اس نے، سے مراد شہاب الدین ہے اس کارڈ سے مراد پی نمبر۵ ہے۔ (نزول المسیح میں آپ لکھ چکے ہیں کہ وہ کارڈ، اس نے، شہاب الدین نے، خود بھیجا تھا اور بیان میں فرماتے ہیں کہ مولوی کرم دین نے بھیجا ہوا تھا۔ یا آپ کی نزول المسیح والی تحریر جھوٹ ہے یا یہ بیان جھوٹا ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ آپ کے جھوٹوں میں ایزاد کریں۔ جھوٹ نمبر ۲۹۔ کرم الدین)

ضلع جہلم میں میرے مرید ہیں۔ مجھے زبانی یاد نہیں کہ تحصیل چکوال میں میرے مرید ہیں یا نہیں۔

کتاب ضمیمہ رسالہ انجام آتھم میری کتاب ہے یعنی میری تصنیف ہے۔ مضمون اس کا درست۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء میں جو مضمون عبدالعزیز نمبردار بٹالہ کی طرف سے ہے یہ عبدالعزیز میرا مرید تھا پھر برگشتہ ہوگیا جو اس کی طرف سے مضمون ہے وہ میری توہین ہے۔ عبدالعزیز کا دوسرا نام

نبی بخش ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۳ پر فہرست مریدان میں ص ۶۷ پر وہی منشی چوہدری نبی بخش معہ اہل بیت بٹالہ درج ہے۔ تھوڑے دنوں سے اس نبی بخش نے پھر توبہ نامہ شائع کیا تھا۔ اب اس وقت باہر آیا ہوا ہے۔ (منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو بمنزلہ اصحاب بدر قرار دیا ہے اس بدری صحابی نے جو پوست کنندہ حالات مرزا جی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی کچھ قلعی کھلتی ہے اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰۔۱۱ پر ہے باختصار ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ پرچہ شامل مسل ہو چکا ہے:

مکرمی اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ السلام علیکم۔ الحکم کے اڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کے لئے زور دیا ہے چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اس لئے ان کو قلم بند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں آپ براہ مہربانی انکو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تا کہ اڈیٹر الحکم اور اسکے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔ اول، اپنے راسخ الاعتقاد ہو چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خان مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اسکا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے۔ اس کی تصدیق اڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے کہ اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی، تو مرزا صاحب جو ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ان کی ہر بات وحی تصور کی جاتی ہے خدا تعالی سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم۔ میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جب

تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ.. صبح ہوا خوری کو نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا۔ان دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی اور مرید مقرر نہ ہوا۔اس ریوڑ میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

سوم، مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی ہوتی تھی، جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ایسے پر خطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں ان کی حفاظت کا کام میری ہی ذمہ ہوتا تھا۔ان سب باتوں کا علم اڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالی کا ذرا بھی خوف ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا ۔ پھر جناب مرزا صاحب، خدا ان کی عمر دراز کرے،موجود ہیں۔

چہارم۔ میں ان کے ۳۱۳،اصحاب میں سے ہوں جن کی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ان ۳۱۳، کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے اڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم۔مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنا لیا۔اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔اڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم۔ جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آ کر کئی روز ڈیرہ کیا اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا۔اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدان کے لئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں اترتا۔خواجہ کمال الدین، مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر آرام کرتی رہیں جس وقت اڈیٹر صاحب نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم ۔مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کر دیا تھا۔اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گذاریاں جتلاؤں خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے۔اس قدر بیان صرف اڈیٹر الحکم کے خیال کے مٹانے کو ضروری تھا۔کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔گیند سے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت مہدی کا جواب لکھ کر دوصد روپیہ پائیں۔

اب رہا باغ کا معاملہ،سو اس کا علم اڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا۔اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا۔ جب تک باغ میرے سپرد رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتیں اور جاتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہیں۔اڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نظر کئے ہوں گے۔اڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا،تاکہ ان کو اور ان کی ہم جولیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔علاوہ اسکے آموں کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے اڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کر سکتے ہیں۔میں نے مرزا صاحب کے باغ پر صدہا روپئے لگا کر برباد کر دیئے اور اپنی نمبرداری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔کیا اڈیٹر صاحب کو اس قدر واقعات کے بعد خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو۔

اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا،سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقاید مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعوی پیغمبری کا ہے،اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں۔کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ہاں مرزا صاحب ....نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں،کعبہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری نہیں سمجھتے،یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ اور حکیم نورالدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا

ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ نہ زکوۃ کبھی مرزا صاحب نے دی حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے۔ اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے ذرا تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن اس بات کو میں بہت مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین اور محمد احسن امروہی جیسے فاضلوں کو امامت کی اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء شخص کو امام بنایا جائے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب اڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص ... ہو وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثوں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے ایزاد لگاتے ہیں۔ ایک ورق ابتدائے حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے ایک ورق اڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔ خاکسار مولوی عبدالعزیز نمبردار و رئیس بٹالہ ضلع گورداسپور)

نوٹ۔ فقیر محمد ملزم نے کوئی سوال نہیں کیا۔

بجواب وکیل استغاثہ خواجہ کمال الدین:

پی نمبر ۴ وہی خط ہے جو ڈاک میں میرے نام آیا اور مجھے ملا تھا۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جعل میں نے نہیں کیا۔ اس میں یہ لکھا ہے پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کر دیا جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بنا لی ہے، لفافہ اس کا میرے پاس نہیں۔

خط پی نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم نے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ مولوی عبدالکریم کی طرف سے دیا جس میں پیر گولڑوی کی سیف چشتیائی کا ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین ..کو ؟ خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی اور آخر میں یہ لکھا ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد السلام علیکم مضمون واحد ہے۔ نمبر ... میں درج ہے دوسرے خط میں گولڑوی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مولوی کرم دین صاحب کو روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو

پیر مہر علی شاہ سے براہ راست میری خط و کتابت نہیں۔ جو دو لاکھ سے زیادہ میں نے مرید لکھائے ہیں ان میں سے بہت تھوڑے یعنی دوسو یا تین سو سے کم ایسے مرید ہوں گے جن کو پوری طرح سے میں شناخت کر سکتا ہوں (یک نہ شد دو شد جب آپ دوسو یا تین سو سے کم مریدوں کو پوری طرح شناخت کرتے ہیں تو پھر ضمیمہ انجام آتھم میں تین سو سے زائد مریدوں کے نام لکھ لکھ کر ان کو اصحاب بدر کی مثل قرار دینا آپ کا بے بنیاد اور رجماً بالغیب ہوا۔ اور پھر ان ہزار ہا مریدوں کو جو آپ سے بیعت کئے جاتے ہیں اور چندوں پر چندہ لائے جاتے ہیں بیعت فسخ کر دینا چاہیے۔ کرم الدین)۔

کتاب تحفہ گولڑویہ میں نے ۱۹۰۰ء میں لکھنی شروع کی اور اکثر حصہ اس سن میں چھپ گیا یاد نہیں کس ماہ میں۔ کتاب واقعات ضمیمہ مطبوعہ نومبر ۱۹۰۰ء کا مولف منشی محمد صادق میرا مرید ہے اشتہار جو صفحہ ۵۱۔۵۲ پر درج ہے وہ میں نے دیا ہے۔ انہی دنوں میں یعنی ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء میں اس میں یہ درج ہے، میں نے پیر مہر علی شاہ کیلئے بطور تحفہ. (آسمانی ؟).. تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے تحفہ گولڑویہ رکھا ہے اخبار الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۵ کالم ۳ پر فقرہ درج ذیل ہے، امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام کے رسالہ تحفہ گولڑویہ نے ہمیشہ کیلئے پورا کر دیا ہے۔ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۵ پر تمیں ہزار آدمی کا ذکر ہے۔ الحکم .. ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۱۰ کالم ۲ پر ذیل کی عبارت ہے:

حضرت اقدس وغیرہ وغیرہ اور تحفہ گولڑویہ کی تصنیف کے کام میں مصروف ہیں۔ تحفہ مذکور ۶۴ صفحہ تک پریس میں جا چکا ہے۔ الحکم مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۴ میں درج ہے تحفہ گولڑویہ عنقریب تیار ہوا چاہتا ہے۔ اب خاتمہ لکھا جا رہا ہے امید کی جاتی ہے کہ ۱۵ نومبر تک ختم ہو کر شائع ہوگا۔

الحکم ۱۶ دسمبر ۱۹۰۰ء ص ۶ کالم ۳ پر درج ہے:

تحفہ گولڑویہ کا کام آج کل چند روز کے لئے ملتوی ہے۔

اس کے بعد بند پڑا رہا اور پھر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ تحفہ غزنویہ بھی ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔

الحکم ۱۶ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۶ کالم اول میں لکھا ہے عبد الحق غزنوی کے اشتہار کی حقیقت کھولنے کے لئے حضرت اقدس نے تحفہ غزنویہ نام ایک رسالہ چھاپنا شروع فرمایا ہے۔

الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۱۰ کالم ۲ میں لکھا ہے:

تحفہ غزنویہ عبد الحق غزنوی امرتسری کے جواب میں لکھا گیا ایک بے نظیر رسالہ ہوگا۔

اس رسالے کا بھی بہت بڑا حصہ طبع ہو چکا ہے۔

تریاق القلوب میری تصنیف ہے۔ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا اسکے صفحہ ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفحہ ۱۸۹۹ء میں لکھا گیا۔

الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء ص ۳ کالم ۳ پر ایک مضمون شروع ہوتا ہے جس کا عنوان یہ ہے: ۱۸۹۹ء پر ایک نظر۔ اس کے نیچے ص ۴ پر ایک عنوان ہے تصنیفات وتالیفات اس میں یہ درج ہے۔: ایسا ہی کتاب تریاق القلوب وغیرہ وغیرہ چھپنی شروع ہوئی ہے۔

میرے مریدوں کی تعداد ۱۸۹۸ء میں بڑھنی شروع ہوئی اور کثرت خاص کر ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء میں ہوئی اور اعلان مریدوں کی بیعت میں داخل کرنیکا ۱۸۸۷ء میں کیا تھا۔ کتاب براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے جس کو قریباً ۲۲ یا ۲۳ سال کا عرصہ ہو گیا دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ حملوں سے مراد طاعون کا زمانہ ہے۔

الحکم جلد ۱ نمبر ۱ مورخہ ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء اول مرتبہ امرتسر سے شائع ہوا اس کا ساتواں دستور العمل یہ ہے: جو خط وکتابت وترسیل زر ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر و پروپرائیٹر الحکم کے نام ہونا چاہئے۔ اوران کی دستخطی رسید وغیرہ مصدقہ ہوگی۔

البدر نمبر ۱ جلد ۱۔ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔

پیسہ اخبار ہمیشہ میری مخالفت کرتا ہے۔

ضمیمہ شحنہ ہند میں بھی میری مخالفت ہوتی ہے۔

جعفر زٹلی ہمیشہ کا مخالف ہے۔

ان اخباروں میں جو الحکم کی مخالفت ہوتی ہے وہ میری مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۱ء ص ۳ کالم ۲، ۳ میں جو اعلان نسبت خارج ہونے نبی بخش نمبردار بٹالہ کا ہے وہ درست ہے۔ پیسہ اخبار مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۰۱ء میں نبی بخش المعروف عبدالعزیز نے میری مخالفت میں لکھا ہے۔

الحکم ۱۳ ستمبر ۱۸۹۸ء ص ۱۳ کالم ۳ پر جلی قلم سے

جو اخبار الحکم کے متعلق ہر قسم کی خط وکتابت خواہ وہ ترسیل زر کے متعلق ہو یا کسی قسم کی شکایت پر مبنی ہو خواہ کسی اصلاح کاری کے لئے ہو، وہ خاکسار اڈیٹر کے نام آنی چاہیے

۔حضرت اقدس کے نام مطلق نہ کیونکہ حضرت اقدس کو بحیثیت مالک یا مینیجر ہونے کے اخبار سے تعلق نہیں ہے۔

بجواب کرم دین ملزم:

پی نمبر۴ کو میں مضمون کے لحاظ سے شناخت کرتا ہوں کہ یہ وہی خط ہے جو کرم دین نے میرے نام بھیجا اور جو نزول المسیح کے صفحہ ۷۵ پر درج ہے۔ لفافہ اس خط کا ضائع ہوگیا یہ خط ۲۱ جولائی ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا تھا اور ۲۵ و ۲۶ جولائی ۱۹۰۴ء کو پہنچا ہوگا۔

جتنے پرچے الحکم پیش ہوئے ہیں وہ میرے سامنے طبع نہیں ہوئے۔ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار سے کم تھی (یہ کہتے ہوئے شاید آپ کو شرم آتی ہے کہ کل تعداد مریدان ۳۱۸ تھی جیسا کہ منشی تاج الدین تحصیل دار نے بعد کامل تحقیقات کے اپنی رپورٹ میں ظاہر کیا اور جیسا کہ تھوڑی دیر آگے چل کر آپ کو اپنے منہ سے قائل ہونا پڑے گا اور نیز آپ کا مخلص حواری اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز رسالہ مذکور ج ۲ نمبر۱ بابت جنوری ۱۹۰۲ء کے ص ۳۸ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۹۹ء میں اس فرقہ کی تعداد صرف چند سو تک تھی) اور پھر ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب ہوئی (کیا کوئی صاحب عقل تسلیم کرسکتا ہے کہ ایک مدت دراز کی کوشش کے بعد ۱۸۹۸ء تک تو تعداد بیان بمشکل ۳۱۸ کو پہنچی لیکن ۱۸۹۹ء میں صرف چند ماہ کے بعد دس ہزار کے قریب پہنچ گئی حالانکہ ۳۱۳ کی تعداد اخیر ۱۸۹۸ء یعنی ماہ ستمبر میں ثابت ہوئی تھی دیکھو رپورٹ تحصیل دار موصوف۔ جھوٹ نمبر۳۰۔ کرم الدین) اور ۱۹۰۰ء میں تیس ہزار کے قریب ہوگئی۔ کتاب ضرورۃ الامام میں عبارت ذیل درج ہے۔

اس فرقہ میں حسب فہرست منسلکہ ہذا تعداد تین سو اٹھارہ آدمی ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف ہے۔ یہ نقل رپورٹ منشی تاج الدین تحصیل دار پرگنہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا مقدمہ عذرداری انکم ٹیکس تاریخ فیصلہ ۱۷ستمبر ۱۸۹۸ء ہے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۳۲ سطر ۸ پر میرے مریدوں کی تعداد آٹھ ہزار لکھی ہے۔ (آپ اپنے پہلے بیان میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ۱۸۹۸ء سے پہلے تعداد مریدان ایک ہزار سے بھی کم تھی پھر ۲۴ جنوری ۱۸۹۷ کو ضمیمہ انجام آتھم میں تعداد مریدان آٹھ ہزار لکھنا غلط ہے۔ جھوٹ نمبر ۳۱) ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو یہ تعداد درج ہوئی مجھے ذاتی علم ہے نسبت تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کے لکھے جانے اور اکثر حصہ چھپ جانیکے جو ۱۹۰۰ء میں واقعہ ہوا، طاعون کا حملہ قریب چھ سال سے شروع ہوا ہے۔

مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۲۰ سطر ۳ کا ترجمہ ذیل ہے:

باوجود اس کے کہ وہ جماعت ابتدائی دنوں میں ۳۰۰ کے قریب تھی (کیا لطف جو غیر پردہ کھولے، جادو سو جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ آپ کی یہ تحریر تو ثابت کرتی ہے کہ واقعی ۱۸۹۷ء، اور ۱۸۹۸ء، و ۱۸۹۹ء میں تعداد مریدین

۳۰۰ کے قریب تھی کیونکہ ترقی تو بقول آپ کے ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے کے سال ابتدائی دنوں میں شمار ہیں حالانکہ آپ تو اپنے حلفی بیان میں ابھی کہہ رہے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں دس ہزار کے قریب تھی اور پھر ۱۹۰۰ء میں ۳۰ ہزار ہوگئی۔ کرم الدین)۔ اس سے اوپر یہ درج ہے کہ ہماری جماعت انہیں سالوں (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۰۱ء، ۱۹۰۲ء)، میں ایک لاکھ سے اوپر بڑھ گئی ہے (یہ بھی محض جھوٹ ہے رپورٹ مردم شماری میں تعداد فرقہ احمدیہ کل ۱۳۱ سو درج ہے۔ دیکھو رپورٹ سرکاری ص ۱۴۳ پیراگراف ۳۹۔ اور سرکاری تحقیق کے مقابلہ میں تعداد مریدان کے متعلق مرزا جی کے سخت متناقض اور اٹکل پچو اقوال کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ کرم الدین) یہ کتاب ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ دستخط حاکم۔

یہ بیان گواہ نے پڑھ لیا اور پڑھ کر درست تسلیم کیا اور دستخط کر دیئے۔ دستخط حاکم۔

(اب اپنے منہ سے قائل ہونا پڑا کہ ترقی ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے تو پھر ۱۸۹۹ء یا ۱۸۹۸ء کی تعداد بیان کردہ تعداد کے جھوٹا ہونے کے تو آپ خود ہی قائل ہوگئے۔۔ حضرات مرزا جی کی راست بازی کا اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ مریدوں کی تعداد بتانے میں جس قدر جھوٹ سے آپ نے کام لیا اور اپنے بیان میں ان کو اپنے جھوٹوں کو تسلیم کرنا پڑا۔ پھر ایسا ہی سمجھئے کہ ان کے دعاوی بھی سارے کے سارے جھوٹے ہیں جب ایک امر میں ایک شخص کا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو اس کی راست بازی مشتبہ ہو جاتی ہے کجا یہ کہ جھوٹوں کے نمبر ۳۰ سے بڑھ جائیں۔ یہ تو صرف ایک چٹھی اور ایک بیان سے جو بمقدمہ یعقوب علی ہوا ہے دکھائے گئے ہیں، جو آپ کا دوسرا بیان بمقدمہ فضل دین ہوا ہے اس میں ۸۰ سے بھی زائد جھوٹ ثابت ہوتے ہیں کیا یہی صداقت تھی جس پر ہمیشہ مرزا جی فخر کرتے ہیں اور بڑے زور سے اپنی تصانیف میں دعوی کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بھر کبھی کوئی جھوٹ نہیں کہا۔ ۱۳۱ جھوٹ تو آپ کے تفصیل سے اوپر ثابت ہو چکے ہیں۔ کرم الدین)۔

} اب ہم حضرت جی کا وہ حلفی بیان درج کرتے ہیں جو آپ نے بمقدمہ ۱۴۱۷ تعزیرات ہند بحیثیت گواہ صفائی عدالت میں دیا تھا۔

بیان مرزا قادیانی گواہ صفائی

حکیم فضل دین ساکن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ مستغیث۔

بنام محمد کرم الدین ساکن بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ ملزم۔

جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند۔

بیان گواہ صفائی باقرار صالح

(چونکہ گواہ ملزم کا مخالف گواہ ہے اس لئے اس کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ سوالات بہ شکل جرح کرے)

مرزا غلام احمد: میں مولوی کرم دین کو اس وقت سے جانتا ہوں اور دیکھا ہے جب مقدمہ جہلم میں کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے مولوی کرم دین کا ایک خط میرے نام آیا تھا اس وقت معلوم ہوا تھا کہ کرم دین ہے مگر میں خط سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اس کا خط ہے میں نے کوئی ایسا طریقہ نہیں نکالا جس سے معلوم ہو سکے کہ خط کے لکھنے والا وہی ہے جس کا وہ لکھا ہوا ہے۔ یہ الہام انی مھین من اراد اھا نتک کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا، یعنی ان مقدمات سے کئی سال پہلے ہوا تھا۔ یہ پیش گوئی من قام للجواب و تنمّر۔ فسوف یری انه تندم و تدمر فیضی کی نسبت نہیں ہے (مرزا صاحب اخباروں اور تصنیفوں میں شور مچا چکے ہیں کہ فیضی ہماری دعا کا نشانہ ہو کر مر گیا۔ اب عدالت میں اس کی تسلیم سے چوکتے ہیں۔ کرم الدین) یہ اس شخص کی نست ہے جو اعجاز المسیح کا جواب لکھے۔

پہلا الہام عام ہے کہ جو شخص ہماری واقعی اہانت کرے اس کی نسبت وہ خاص الہام ہے یعنی اس شخص سے نفس الامر میں ایک فعل اہانت کا صادر ہووے۔ فعل میں اہانت بذریعہ تحریر بھی داخل ہے۔ خط پی نمبر ۴ کے مضمون سے ان الہامات کا کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ اس خط میں کوئی اہانت نہیں ہے اور نہ مقابلہ ہے اس خط میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے جو ان الہامات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ اس خط کے مضمون کی تصدیق کے واسطے میں نے کوئی آدمی نہیں بھیجا (فضل دین مستغیث اور حکیم نور الدین گواہ مرشد جی کے بیان کی تکذیب میں صاف لکھاتے ہیں کہ مرزا جی کے حکم کی تعمیل کے لئے فضل دین بھین گیا۔ دیکھو بیان مستغیث و بیان مولوی نور الدین گواہ۔ لیکن مرزا جی فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں بھیجا۔ کوئی بتائے ان میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟) مگر مشورہ کے طور پر مجھ سے حکیم فضل دین نے کہا کہ اس کاروائی میں میرا فائدہ ہے کیونکہ اس کتاب نزول المسیح میں زیادہ قوت پیدا ہو جاتی ہے میں نے ان کو کہا کہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ جانیں کتاب نزول المسیح کا مصنف میں ہی ہوں اور اس کی تصنیف میں اپنے طور سے اپنی طرف سے کرتا تھا مگر اگر کوئی امر نیا پیش آوے جو میری کتاب کو زیادہ مفید بنا سکتا ہوں میں اس کو بھی لیتا ہوں۔

سوال: اس کتاب میں آپ نے دیگر سے اس طور سے مدد لی ہے جیسا آپ نے اوپر بیان کیا ہے؟

جواب۔ میں نے جب کرم دین کا خط آیا تھا تو اس خیال سے کہ اس کا خط صحیح ہوگا، وہ تذکرہ نزول المسیح میں کیا تھا (سوال تو یہ ہے کہ نزول المسیح میں آپ نے دوسروں سے مدد لی ہے یا نہیں؟ لیکن مرزا جی اس کا جواب لا و نعم سے نہیں دیتے کچھ اور ہی راگ گانا شروع کیا۔ جواب کیوں دیں تصنیف کی قلعی کھلتی ہے اور جو الزام سرقہ

کا دوسروں پر لگاتے ہیں خود ملزم بنتے ہیں)

مگر جب سراج الاخبار (عدالتی نوٹ: خود بخود)

(کورٹ کا خود بخود والا نوٹ قابل غور ہے، بے پوچھے مطلب کی باتیں ہانکی جاتی ہیں لیکن سائل کے سوال پر التفات نہیں ہوتی۔ کرم الدین) میں نے اس کے برخلاف لکھا تو وہ میرا خیال قائم نہ رہا۔ بعض باتیں میرے حافظہ سے فرو ہو جاتی ہیں۔ میں ان کو بتلا نہیں سکتا۔ فرو ہو جانے کی وجہ استغراق روحانی اور ضعف دماغ ہے۔

سوال: دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے یا نہیں؟ بہ متعلق مولوی محمد حسن اور پیر مہر علی شاہ؟

جواب: پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونیکے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں مگر سراج الاخبار شائع ہونیکے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے کے متعلق ہے نفس پیش گوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں (جب آپ کو اپنے الہام کی غلطی پر یقین ہو لیا تو پھر مواہب الرحمٰن میں یہ الہام ۱۴ جنوری کو شائع کرنا آپ کی دیانت پر حرف لاتا ہے۔ کرم الدین)۔

سوال: ان دو پیش گوئیوں کا مصداق اور معیار آپ کی رائے ہے یا کوئی اور چیز بھی ہے۔

جواب: چونکہ یہ دونوں پیش گوئیاں مجمل ہیں اس لئے محض رائے سے خیال کیا گیا کہ ان کا مصداق اور معیار صرف رائے قرار دی گئی۔

سوال۔ کس کی رائے؟

جواب: یہ میری رائے تھی کرم الدین کی تحریک سے اس وقت تک جب تک اس کا بیان مخالف سراج الاخبار میں شائع نہیں ہوا تھا۔

سوال: جو مضمون نزول المسیح کے حاشیہ صفحہ ۶۷ سے لے کر ۸۱ تک ہے یہ آپ نے کس بنا پر لکھا۔ خطوں کی بنا پر یا کسی اور بنا پر۔

جواب: کرم دین کے خط اور شہاب الدین کے خط کی بنا پر لکھا اور ایک کارڈ کی بنا پر جو کرم دین کے خط میں ملفوف تھا جس کی نسبت یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کارڈ پیر مہر علی کا ہے۔ مجھ کو یاد نہیں ہے کہ اعجاز المسیح کے حاشیہ کے نوٹوں کی نقلیں مجھ کو مل چکی تھیں کہ نہیں مگر مجھ کو ان کی نسبت خبر مل چکی تھی۔ صفحہ ۷۰ کی عبارت خطوں کی بنا پر ہے۔ خطوں پر یقین کر کے ایسا لکھا گیا۔ ان سے استنباط کیا گیا (پہلے آپ لکھا چکے ہیں کہ میں خط سے نتیجہ نہیں نکالتا تھا کہ وہ اسی کا خط ہے، اب خطوں پر یقین ظاہر کرتے ہیں۔ کرم الدین)

سوال: وہ کون سے خطوط ہیں؟

جواب: پی نمبر۳، اور پی نمبر۴ خطوط سے استنباط کیا تھا۔

سوال: ۶۔ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ نے کب پڑھا؟

جواب: میرے پاس سراج الاخبار نہیں آتی ہے کچھ دیر کر کے آئی ہو گی اور پھر مجھ کو اطلاع ہوئی ہوگی۔ الحکم میں نہیں پڑھا کرتا (فضل دین اور عبدالکریم سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کا دو تین دن کے بعد مرزا صاحب کی مجلس میں پڑھا جانا بیان کرتے ہیں۔ کرم الدین)۔

سوال: تحفہ ندوہ ان واقعات کے بعد یعنی واقعات مندرجہ سراج الاخبار مطبوعہ ۶۔ اکتوبر۱۹۰۲ء آپ نے لکھا کہ کیا؟

جواب: تحفہ ندوہ میں نے ۶۔ اکتوبر کو لکھا، ساتھ ہی چھپ گیا (یہاں مرزا جی کتاب تحفہ ندوہ کی تصنیف لکھائی چھپائی اشاعت سب کی تاریخ ۶۔ اکتوبر بیان کرتے ہیں لیکن تحفہ ندوہ پکار کر کہتی ہے کہ میرا مصنف مقدمہ بنانے کیلئے جھوٹ لکھ رہا ہے۔ میری تصنیف تو ۲۔ اکتوبر کو شروع ہوئی اور ۶۔ اکتوبر کو ختم۔ ملاحظہ ہو تحفۃ الندوہ مطبوعہ ضیاء الاسلام صفحہ ا شروع سطر میں لکھا ہے:

آج ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار مجھے ملا.. الخ۔

پھر صفحہ ۸ پر لکھا ہے۔ المولف مرزا غلام احمد۔ ۴۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔

اور اخیر صفحہ پر لکھا ہے۔ المولف مرزا غلام احمد قادیانی ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔،

اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ ۵ ورق کی کتاب ۲۔ اکتوبر سے شروع ہو کر ۶۔ اکتوبر تک پانچ دنوں میں صرف تصنیف ہوئی، اور پھر کاتب کی لکھائی اور چھپائی کیلئے بھی چند دن درکار ہوں گے۔ لیکن بایں ہمہ مرزا صاحب اپنے حلفی بیان میں صرف ایک دن کی ساری کاروائی بیان فرماتے ہیں۔ بتائیں کہ مرزا کے حلفی بیان کی تکذیب کریں یا انکی تحریرات مندرجہ تحفہ ندوہ کی۔ دونوں صورتوں میں مرزا جی کی صداقت پر حرف آتا ہے۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ تحفہ ندوہ جیسی ۵ ورقہ کتاب پر مرزا جی کے پانچ دن صرف ہو گئے تو پھر وہ ساری شیخیاں کہ چند دنوں میں کئی سو اشعار لکھے جاتے ہیں سب فرضی دعوے ہیں۔ کرم الدین)

سوال: اس کتاب تحفہ ندوہ کی اشاعت ۶۔ اکتوبر کے سراج الاخبار کے مضمون کی اطلاع ہونے کے بعد ہوئی یا پہلے؟

جواب: ۶۔ اکتوبر کو کتاب تحفہ ندوہ شائع ہوئی۔ مواہب الرحمٰن جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس سے پہلے لکھی گئی۔ تاریخ لکھنے کی یاد نہیں کیونکہ بشریت ساتھ ہے (یہاں تو آپ کی غرض سراج الاخبار ۶۔

اکتوبر سے تجاہل ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ مواہب الرحمٰن تو جنوری میں چھپی لیکن اس کے لکھنے کی تاریخ یاد نہیں یعنی ممکن ہے کہ سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی اطلاع سے پہلے کی لکھی ہو۔ لیکن جب بمقدمہ لائبل کیس آپ کا استفسار بحیثیت ملزم ہوا تو پھر اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ کی تحریر جس کی بنا پر آپ پر استغاثہ دائر ہے سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی اطلاع کے بعد کی ثابت کی جائے تو وہاں آپ نے لکھایا کہ یہ تحریر ۱۲، ۱۳، یا ۱۴ کی لکھی ہوئی ہے۔ کیا ایسے ہیر پھیر کرنا راست بازی کا تقاضا ہے۔ کرم الدین) مجھ کو اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ کب یہ کتاب چھپی، میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کب لکھی گئی اور کب شروع ہوئی، البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب جہلم گیا تھا تو اس وقت یہ کتاب ساتھ گئی تھی، یعنی چھپی ہوئی تھی۔ صفحہ ۱۲۹ مواہب الرحمٰن میں نے دیکھا۔ اس میں کرم الدین کا حوالہ ہے، مقدمہ کا ذکر نہیں ہے مگر اگلے صفحہ ۱۳۰ پر استغاثہ کا ذکر ہے جو کرم الدین کی طرف سے ہے۔

سوال: ابھی آپ نے فرمایا کہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے اخبار سراج الاخبار جہلم کا مضمون معلوم ہونے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری رائے یا میرا اجتہاد درباره صداقت والہامات کے غلط ہے، تو کتاب مواہب الرحمٰن کے اندراج صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ کا کیا جواب ہے۔

جواب: مجھے معلوم نہیں کہ سراج الاخبار میرے پاس کب پہنچا۔ اور کب اس کے مضمون سے مجھ کو اطلاع ہوئی۔ ماسوا اس کے جیسا کہ میں نے پہلے خطوط پر یقین کر لیا تھا ایسا ہی سراج الاخبار پر ایک خیالی یقین تھا (واہ حضرت! واہ خیالی یقین کی قسم خیالی ہی ایجاد فرمائی۔ ہم تو سنا کرتے تھے کہ جہاں یقین آ جائے وہاں خیال و وہم کی گنجائش ندارد.. لیکن چودھویں صدی کے بناوٹی مسیح نے جہاں دنیا کو اور نئے شگوفے سنائے یہ بھی خوب ہی نئی گھڑت سنائی) اگرچہ وہ خیال غالب نہ ہوا مگر عدالت کے ذریعہ اس کا تصفیہ کرانا ضروری تھا اسلئے قطعی طور پر مجھے انکار نہیں ہوا، کہ شائد خطوط مرسلہ کرم الدین حقیقت میں سچے، اور اس سے بھی انکار نہیں تھا کہ شاید مضمون سراج الاخبار سچا ہو۔

سوال: یقین اور خیالی یقین کے کیا معنی ہیں۔

جواب: یقین تین قسم کا ہوتا ہے اول علم الیقین جیسے ایک جگہ دھواں اٹھتے دیکھیں تو خیال ہو گا کہ یہاں آگ ہو گی۔ اس کو خیالی یقین کہتے ہیں۔ دوسری قسم عین الیقین جب ہم آگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ تیسری قسم حق الیقین وہ یہ کہ آگ میں اپنا ہاتھ ڈال کر دیکھ لیں کہ جلانے والی شئے ہے۔ پس عین الیقین عدالت کے ذریعہ سے میسر آتے ہیں (بہت اچھا کیا ایک ملہم من اللہ مدعی رسالت بھی کسی دنیوی عدالت کا محتاج ہے باوجودیکہ دعوی یہ ہے کہ آپ خود بدولت دنیا میں حکم عدل ہو کر آئے ہیں۔ مرزا جی سچ

فرمائیے گا شرعی امور کے فیصلہ کیلئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کون سی عدالت میں رجوع فرمائیے گا حالانکہ خدا تعالیٰ کا تو امر ہے فان تنا زعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول، اور ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ .. الخ ۔ مرزا جی یہاں تو آپ عدالت کو حق الیقین کا ہادی مانتے ہیں لیکن تصنیفات سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آپ کا مخلص حواری مولوی عبدالکریم اپنی کتاب سیرۃ المسیح کے دیباچے میں عدالتوں اور اس کے متعلقین کی نسبت یوں رقم طراز ہے:

> کچہریاں مقدمہ بازی نے تقوی دیانت امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب اخلاق فاضلہ کا خون کر دیا ہے۔ اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ و پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں اپیل نویس اور عرضی نویس عموماً وکلاء اور بیرسٹر مختار مقدمات کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے ہر ایک مکان میں مقدمہ بازی کے لئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں، اور دین اور کار دین مہمل چھوڑا گیا ہے۔
>
> حکام اور سر برآوردہ لوگوں کا میلان النا س علی دین ملوکھم چونکہ حکام محض فسادی اور دنیا دوں کے کیڑے ہیں، اور خدا اور معاد سے ان کو ذرا بھی تعلق نہیں اس لئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے۔ لاجرم اکثر افرار رعایا کے سراسر کلاب الدنیا ہو گئے ہیں۔

جائے غور ہے کہ دوسروں کو مقدمہ بازی سے منع کیا جاتا ہے اور حکام سے بدظن کیا جاتا ہے اور جب اپنی مقدمہ بازی کی نوبت آتی ہے تو اسکو جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عدالتوں کے ذریعے حق الیقین کی تلاش ہوتی ہے۔ کرم الدین)

کرم الدین کے جب خط آئے تھے ان کو میں نے خیالی یقین سے یقین کیا تھا (یہ کیسا پر لطف جملہ ہے خیالی یقین سے یقین کرنا۔ کرم الدین)

سوال: جب ۶۔ اکتوبر کا سراج الاخبار آپ کو معلوم ہوا تو خطوں اور اخبار کی نسبت وزن کرنے یعنی مقابلہ کرنے میں آپ کا کیا خیال یعنی کیسا یقین پیدا ہوا یعنی مقابلتاً ان دونوں میں سے کون سچ ہے اور کون جھوٹ۔

جواب: اگر چہ ہم سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد قطعی فیصلہ نہیں کر چکے بلکہ صرف کشمکش میں تھے لیکن یہ ترجیح سراج الاخبار میں پائی گئی کہ جو خطوط مجھے بھیجے گئے تھے وہ ایک خفیہ کارروائی تھی جس کی نسبت کرم الدین نے بار بار تاکید کی تھی کہ اس کو ظاہر نہ کرنا۔ لیکن سراج الاخبار میں کھلے طور پر شائع کیا کہ میں نے ان کو دھوکہ دیا، اس لئے ہمیں سراج الاخبار کے مضمون کو مجبوراً ترجیح دینی پڑی ۔ مجھ کچھ یاد نہیں ہے کہ در بار شام؟. مندرجہ الحکم مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کوئی ذکر نسبت مضمون

مولوی کرم دین کا ہوا کہ نہیں کیونکہ صدہا باتیں ہوتی ہیں (آپ کا کمزور حافظہ اس موقعہ پر آپ کی یاد سے ایک بہت بڑا واقعہ زائل کرتا ہے جو کہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں شائع ہو چکا ہے کہ خواجہ کمال الدین کا ایک لطیف مضمون سراج الاخبار ۶۔ اکتوبر کی تردید میں شام کے دربار میں حضرت جی کو سنایا گیا اور آپ نے ازبس پسند فرمایا۔ تعجب ہے کہ ایسا واقعہ مسیح الزمان کے حافظہ سے ایسا زائل ہو جاتا ہے کہ باوجود یاددہانی کے بھی یاد نہیں آتا۔ اور الحکم کے لکھے ہوئے پر بھی بے اعتباری ہے تو خیر مرزاجی درباریوں خصوصاً اڈیٹر الحکم سے باادب پوچھا جاتا ہے کہ انصاف سے بتائیں کہ مرزا کا، یاد نہیں ہے، کا عذر آپ کے نزدیک بھی ٹھیک ہے۔ کرم الدین) الحکم میں دربار شام کی بابت کئی غلطیاں ہو جاتی ہیں کچھ ناسمجھی سے سہو ہو جاتا ہے کہ ایک تقریر پوری یاد نہ رہے ادھوری لکھ دی۔ مجھے یاد نہیں کہ الحکم میں کبھی خلاف واقعہ دربار شام کی بابت لکھا ہووے اگر درستی کرنا ضروری سمجھوں تو درستی کر دوں اگر ضروری نہ سمجھوں تو نہ۔

سوال: الحکم مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۰ پر جو مضمون نسبت وفات محمد حسن و پردہ دری پیر گولڑوی چھپا ہے جو کچھ اس میں آپ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا سچ ہے۔

جواب: مجھ کو یاد نہیں ہے۔ تحفہ گولڑویہ میری تصنیف ہے یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پیر مہر علی شاہ کے مقابلہ پر لکھی ہے۔ یہ کتاب سیف چشتیائی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔

سوال: جن لوگوں کا ذکر صفحہ ۴۸ لغایت ۵۰ اس کتاب میں لکھا ہے آپ ہی اس کا مصداق ہیں۔

جواب: خدا کے فضل اور رحمت سے میں اس کا مصداق ہوں۔

سوال: ان روحانی طاقتوں کو کام میں لا کر جس سے جھوٹے اور سچے ہیرے شناخت کئے گئے آپ نے کرم الدین کے دونوں خطوں کو پرکھا۔ یعنی پی نمبر ۴، اور مضمون مندرجہ سراج الاخبار جہلم اور نیز نوٹ ہائے مندرجہ حاشیہ اعجاز المسیح۔

جواب: میں نہ ان صفحات میں اور نہ کسی اور جگہ کبھی دعوی نہیں کیا کہ میں عالم الغیب ہوں (افسوس سوال کا جواب ہرگز نہیں دیا گیا۔ کرم الدین)

سوال: صفحہ ۲۹ پی نمبر ا سطر؟ سے جو مضمون چلتا ہے وہ آپ نے اپنی نسبت لکھا ہے۔

جواب: میں اس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں۔ صفحہ ۸۹ پر بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنی نسبت لکھا ہے۔

سوال: بہ لحاظ اندراج صفحات ۲۹، ۳۰، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۸۹ تحفہ گولڑویہ آپ نے کرم دین کے خطوں کو اور محمد حسن کی تحریر کو پرکھا؟

جواب: ایسی عام طاقت کا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا (یہاں بھی سوال کا جواب نہ دیا۔ کرم الدین)

سوال: جو طاقت چند پیسوں کے کھوٹے ہیروں پر برتی گئی تھی اور جس سے وہ ہیرے شناخت کیے گئے تھے وہ عام تھی یا خاص؟

جواب: وہ خاص طاقت تھی کبھی انسان دھوکہ کھا لیتا ہے، اور اپنی فراست سے ایک بات کی تہ تک پہنچ جاتا ہے۔...

سوال: آپ نے اپنے رسالہ دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ صفحہ ۶ بہ سطر ۸؟ تمام دنیا کو چیلنج کیا ہے یا نہیں؟

اگر تم کو میری بات میں یا میری اخبار غیب میں جو خدا کی طرف سے مجھ کو پہنچتی ہیں شک ہو تو میرے ساتھ مقابلہ کر لو۔

جواب: میں نے چیلنج کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک بات میں عالم الغیب ہوں۔ مقابلہ کے وقت میں ضرور خدا مجھ کو غلبہ دے گا۔

سوال: یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ پیر مہر علی شاہ بجائے اس کے مجھ پر الزام سرقہ لگاتا ہے خود تمام و کمال کا سارق بن گیا۔ یہاں آپ نے کسی اطلاع پر لکھا تھا یا خود ہی فیصلہ نوٹوں کا کیا تھا؟

جواب: میں نے میاں کرم دین کی اطلاع پر لکھا تھا مجھے نوٹوں کے مقابلہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا اور نہ مجھے فرصت تھی (کسی خط میں ہرگز یہ درج نہیں کہ پیر صاحب ساری کتابوں کے سارق ہیں۔ اگر ہے تو بتایئے۔ کرم الدین)

میں نے اعجاز المسیح میں کئی جگہ پیر مہر علی شاہ کو چیلنج کیا ہوگا کہ وہ اس کا جواب لکھیں میں نے صفحہ ۲۲؟ ۱۹ میں یہ چیلنج کیا ہے۔

مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۵ء سے جاری ہوا۔ میں نے جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اس کا مالک تھا۔ ۱۸۹۵ء سے لے کر آج تک وہی مالک ہے۔ اس کے نفع اور نقصان کا وہ ہی ذمہ دار ہے (پھر عبدالکریم کیوں اپنے بیان میں لکھاتے ہیں کہ پہلے یہ مطبع مرزا صاحب کا تھا حالانکہ وہ ثقہ حواری ہیں۔ کرم الدین)۔ صرف یہ بات ہے چونکہ وہ مرید ہے اس لئے بغیر نفع لینے کے میری کتابیں اصل لاگت پر چھاپ دیا کرتا ہے۔ اشتہارات مفت چھاپ دیتا ہے۔ ابتداء سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ کسی مطبع کے ساتھ قادیان میں سوائے چھپائی کے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ اجنبی پریسوں میں نفع بھی دینا پڑتا ہے۔ ۱۸۹۲ء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ لوگ مطبع کے لئے چندہ دیں تاکہ مطبع تیار

کیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی آیا تھا مگر وہ بات ملتوی رہی وہ روپیہ کسی اور جگہ خرچ کیا گیا۔ جو بیان میرا روبرو تحصیل دار صاحب بٹالہ بمقدمہ عذرداری انکم ٹیکس (آر نمبر ۱۶) پڑھا اس میں جو مطبع کا ذکر ہے اس سے مراد ہی یہ ہے کہ جو مطبع میں کتابیں چھپوائی جاتی ہیں (ناظرین مرزا صاحب کا بیان متعلق انکم ٹیکس غور سے پڑھیں خصوصاً جہاں مطبع کا حساب کتاب دکھایا ہے، اور پھر اس بیان کا مقابلہ کریں۔ کرم الدین)۔ مطبع عربی لفظ ہے جس کے معنی چھپوائی ہے (مطبع کے معنی چھپوائی کرنا بھی خوب ہے ناظرین اللہ انصاف کیجئے گا آج تک کسی لغت میں آپ نے بھی یہ نرالا معنی سنا، یا اس لفظ کو اس معنی سے کہیں کسی نے استعمال کیا۔ مرزا جی تناقض بیانات کو رفع کرنے کے لئے غضب کی چالاکی کیا چاہتے ہیں۔ اچھا یہ بھی سہی مطبع کا معنی چھپوائی ہی لیجئے لیکن اس بیان میں تو آپ نے رولیا، اسفنجیا، سنگ ساز، کاپی نویس، پریس مین وغیرہ کی تنخواہوں کی میزان بھی لگائی ہوئی ہے، اس کی کیا تاویل فرمائیں گے۔ کرم الدین) اور جائے طبع بھی ہے۔ لفظ مطبع جو اس بیان میں آتا ہے اس سے مراد چھپوائی ہے اور آمدنی مطبع سے مراد کتابوں کی فروخت کی آمدنی ہے۔ آمدنی مطبع سے مراد آمدنی فروخت کتب سے ہے۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو دفتر میں کتابیں تھیں ان کی فروخت میرے کسی آدمی کے ذریعہ ہوتی تھی۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد پھر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ تمام کتابیں حکیم فضل دین کے سپرد کر دیں اور ان کو یہ فہمائش کی کہ میں ان کتابوں کی قیمت آپ سے نہیں چاہتا تم ان کتابوں کی وقتاً فوقتاً فروخت کر کے اپنے مطبع کو جو ہمارے سلسلہ کی خدمت کرتا ہے ترقی دو۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے میری کتابیں مطبع ضیاء الاسلام میں چھپتی تھیں اور میری لاگت سے چھپتی تھیں۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے مطبع ضیاء الاسلام میں جہاں تک میرا خیال اور علم ہے میری ہی کتابیں چھاپتے تھے شاید کوئی اور کتاب بھی چھاپتے ہوں اور اس کا مجھ کو علم نہیں ہے۔ مختلف آدمیوں کی معرفت میری کتابیں فروخت ہوتی تھیں میں ان کے نام نہیں بتا سکتا۔ خریداران اکثر حکیم فضل الدین کو کتاب کے واسطے لکھ دیتے تھے اور بعض مجھ کو لکھ دیتے تھے۔ کتابوں کی چھپوائی پر مریدوں کی آمدنی سے خرچ ہوتی تھی۔ نزول المسیح کی چھپوائی کے واسطے سید ناصر نے صرف ان کتابوں کی چھپوائی کے لئے جو میری طرف سے چھپتی تھیں پانچ سو روپیہ یا کم و بیش دیا تھا (غلط ہے۔ الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۲ء میں چھپ چکا ہے کہ سارا خرچ اس رسالہ کا سید ناصر نے دیا۔ کرم الدین) کچھ اور روپیہ بھی اس پر لگایا تھا۔ یہ روپیہ بھی آیا تھا میں یہ تخمینہ نہیں کر سکتا کہ اگر ۲۹۰۰ جلد تیار ہو جاتی تو اس پر کیا لاگت آتی۔ میری نیت یہ تھی کہ نزول المسیح مفت شائع کروں مگر اگر متمول آدمی قیمت دے دیں تو میں لے لیتا ہوں اور اشاعت پر ہی خرچ کرتا ہوں۔ کبھی کوئی روپیہ بچ گیا تو دوسری کتاب کی اشاعت پر خرچ ہو جاتا ہے۔ مجھ کو تاریخ یاد

نہیں کہ نزول المسیح کب چھپنی شروع ہوئی۔ مجھ کو علم نہیں ہے کہ جو مضمون میں نے سرقہ شدہ نوٹوں پر لکھا ہے وہ فضل دین کے کسی خط کے آنے پر لکھا ہے، یا ان کے خود آنے کے بعد۔ میں اور مسودہ تیار کرتا ہوں اور کاتب کو جو میرے پاس ہوتا ہے دے دیتا ہوں اور وہ کبھی ادر کا ادر لکھا جاتا ہے کبھی باقی رہ گیا تو اس کے ساتھ ادر دے دیا۔ نزول المسیح کے چند صفحات میں بھی مجھے اس لئے درستی کرنی پڑی کہ ایک صفحہ میں میں نے پیر مہر علی صاحب کے بیان کو اپنے لفظوں میں لکھا تھا۔ پھر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ انہی کے لفظ حرف بحرف شائع کئے جائیں تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔ اور ساتھ ہی یہ غلطی معلوم ہوئی کہ ایک جگہ لکھا گیا تھا کہ میاں کرم الدین کو ...روپے دیئے گئے، مگر دراصل چھ روپئے دیئے گئے تھے۔ اس غلطی کی اصلاح بھی ضروری تھی۔ ایک دو سطر میں کچھ الفاظ مجھے سخت معلوم ہوئے ان کی تبدیلی بھی ضروری معلوم ہوئی۔ اس لئے دو یا تین صفحے جتنے تھے مجھے بدل دینے پڑے۔ میں ہر ایک کتاب چھپنے کے وقت نظر ثانی کر لیا کرتا ہوں بعض وقت کاپی کو دیکھ کر بعض وقت پروف کو دیکھ کر اور بعض وقت چھپ چکے کاغذ کو دیکھ کر بدلنا پڑتا ہے۔

سوال: کاپی پروف اور چھپنے کیبعد آپ تینوں حالتوں میں کتاب کو دیکھتے ہیں یا کہ ایک حالت میں

جواب: بعض وقت تینوں دیکھتا ہوں کیونکہ بعض وقت کاپی سے غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ بعض وقت پروف سے اور بعض وقت چھپی ہوئی کتاب سے۔ غرضیکہ تینوں حالتوں میں دیکھنا پڑتا ہے۔ حکیم فضل دین سے معلوم ہوا تھا کہ کرم دین نے اول ...کا مطالبہ کیا تھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ صرف چھ روپئے دیئے گئے۔ (حکیم فضل دین ایک ہی شخص ہے جو کبھی ... بتاتا ہے اور کبھی چھ روپئے۔ اسکے کس قول کا اعتبار کیجئے گا۔ کرم الدین)

شہاب الدین کا سب سے پہلا خط جو اس بارہ پہنچا ہے میرے پاس نہیں مولوی عبدالکریم کی تحویل میں خط رہتے ہیں۔ میں نہیں بیان کر سکتا کہ اس عرصہ میں حکیم فضل دین بھین کو گئے اور وہاں سے واپس آئے مجھ کو کوئی الہام کہ نہیں ہوا۔ نوٹوں کے ایک دو صفحے دیکھے تھے مقابلہ نہیں کیا۔ مولوی محمد حسن کے خط سے میں واقف نہیں ہوں۔ میں نے اس نالش کرنے کا مشورہ دیا تھا (حواری تو اس راز کو اپنے بیانات میں مخفی کرتے رہے لیکن مرزا جی نے بھانڈا پھوڑ دیا، اور مان لیا ہے کہ میرے ہی مشورہ سے یہ نالش ہوئی ہے۔ کرم الدین) اس مقدمہ کا خرچ مستغیث کرتا ہے۔ غالباً اس مقدمہ کے خرچ کے واسطے اس آمدنی سے دیا ہوگا جو خود ان لوگوں کے ایک چندہ کی آمدنی ہے (ادھر غالباً، ترجیح کا حکم، کی قید اور ادھر، دیا ہوگا، کلمہ شک، عجیب جملہ ہے۔ افسوس راست گوئی بہت مشکل ہے) میں نے ایک پیسہ نہیں دیا (ہاں یہ مان لیں

گے آپ کی ذات کا ہے کو پیسہ دے گی ۔ آپ پیسے لینے والے ہیں، نہ دینے والے۔ کرم الدین) میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ کچھ روپیہ اس مقدمہ کے واسطے دیا ہے کہ نہیں (غالباً کہہ کر پھر وثوق اڑ گیا مسیح الزمان کا بیان عجیب مزے کا ہے کوئی بات بھی ٹھکانے کی نہیں ہوتی ۔ کرم الدین)۔ مقدمات کے خرچ کے واسطے کوئی چندہ نہیں آتا (اس کی تصدیق کے لئے مرزائی صاحبان ہی منصف بن کر فرمائیں کیا آپ لوگوں نے مقدمات کے خرچ کے واسطے چندہ نہیں دیا، حالانکہ شیخ رحمت اللہ اپنے بیان میں مقدمہ کے لئے چندہ دینا تسلیم کر گئے ہیں۔ کرم الدین)۔ مجھے اختیار ہے کہ اور چندوں میں سے مقدمہ کے خرچ کے واسطے دوں یا نہ دوں ۔ چندوں کی آمدنی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے ۔ جو لوگ بیعت کرتے ہیں وہ جان و مال قربان کرتے ہیں ۔ تھوڑے عرصہ سے مولوی عبدالکریم نے ایک رجسٹر آمدنی چندہ کا بنایا ہے ۔ یہ نہیں کہہ سکتا کب سے میرے پاس چندہ کی کوئی یادداشت نہیں ہے اور نہ میں لایا ہوں عبدالکریم والی کتاب عبدالکریم لایا ہے میں نہیں لایا۔

جرح ۔ وکیل مستغیث جرح نہیں کرتے ۔

۱۹ ۔ اگست ۱۹۰۳ء ۔ دستخط رائے چندولعل مجسٹریٹ درجہ اول ۔ العبد مرزا غلام احمد

فیصلہ: بعدالت لالہ آتمارام مہتہ

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول ضلع گورداسپور

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدرالدین قوم آوان ساکن موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مستغیث ۔ بنام مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور مستغاث علیھم ۔ جرم زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲

یہ مقدمہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں دائر کیا گیا تھا اور اس ضلع میں بموجب حکم چیف کورٹ ۲۹ ؟ جون ۱۹۰۳ء کو منتقل ہوا ۔ اس مقدمہ میں ایک غیر معمولی عرصہ تک طول کھینچا کسی قدر تو مجسٹریٹوں کی تبدیلیوں کی وجہ سے طوالت ہوئی اور زیادہ تر فریقین کی طوالت کے باعث ۔

یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۱ پر ہے اور زیر دفعہ ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند ملزم نمبر ۲ پر ۔

فریقین مسلمان ہیں اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے شمشیر بکف ہیں ۔ مستغیث اس فرقہ

سے ہے جس کا سر پرست پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک مشہور آدمی ہے۔ یہ فرقہ اپنے پرانے مذہبی اعتقادات کا پورا معتقد ہے۔

ملزم نمبرا، ایک نئے فرقہ کا جس کا نام احمدی یا مرزائی ہے بانی اور مذہبی پیشوا ہے اور اس کے بہت سے مرید ہیں۔ اس کا دعوی ہے کہ میں پیغمبر مسیح موعود ہوں اور خدا تعالی سے مجھے مکالمہ حاصل ہے اور مجھے الہام یا وحی اس کی طرف سے اترتی ہے۔ اپنے اس دعوی کی تائید میں وہ وقتاً فوقتاً پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔

ملزم نمبر۲ ملزم نمبرا کے خاص مریدوں میں سے ہے نیز مطبع ضیاء الاسلام واقعہ قادیان ضلع گورداسپور کا مالک ہے۔

دوسرا فریق ملزم نمبرا، اور اسکے معاونین کے دعاوی کی تردید کرتا رہتا ہے

۱۹۰۱ء میں ملزم نمبرا یعنی مرزا غلام احمد نے ایک کتاب عربی زبان میں جس کا نام اعجاز المسیح (مسیح کا معجزہ) ہے طبع کی ہے۔ اس میں اس نے کل دنیا کو مخاطب کیا کہ اس کی فصاحت کے برابر کوئی شخص کتاب لکھ دے اور ساتھ ہی بطور پیش گوئی کے یہ دھمکی دی ہے کہ جو شخص ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کرے گا وہ زندہ نہیں رہے گا۔ مگر اس کے مقابلہ میں پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ نے ایک کتاب مسمی بہ سیف چشتیائی (چشتی کی تلوار) تالیف کی اور شائع کی۔

اس کی تردید میں مرزا غلام احمد ملزم نمبرا نے ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام نزول المسیح (مسیح کا اترنا) رکھا۔

۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد ملزم نے ایک اور کتاب شائع کی جس کا نام مواہب الرحمٰن ہے جو ملزم نمبر۲ کے مطبع واقع قادیان میں چھپی۔ یہ کتاب مقدمہ کی اصل بناء ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہے اور بین السطور فارسی میں ترجمہ کیا ہوا ہے۔ مضمون بنا استغاثہ صفحہ ۱۲۹ پر درج ہے اور ذیل کا اقتباس جو لیا گیا ہے مضمون بنا استغاثہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس میں ملزم اس طرح لکھتا ہے:

میری نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ خداوند تعالی نے مجھے ایک لئیم آدمی اور اس کے بہتان عظیم سے اطلاع دی اور مجھے الہام کیا کہ مذکورہ بالا آدمی میری عزت کو نقصان پہنچائے گا اور مجھے خوش خبری بھی دی گئی تھی کہ وہ بدی میرے دشمن پر پڑے گی جو کہ

الکذا ب المہین ہے۔
لئیم اور بہتان عظیم کے الفاظ اس عربی کتاب کی پانچویں اور آٹھویں سطر میں ہیں۔
بیان کیا گیا ہے کہ یہ مستغیث کی ازالہ حیثیت عرفی کرتے ہیں، اور ملزم نے مستغیث کی
عزت کو نقصان پہنچانے کی نیت سے چھاپے ہیں۔
ملزم نمبر ا نے اقرار کیا ہے کہ وہ اس کتاب کا مصنف ہے اور یہ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو
چھاپی گئی اور ۱۷ جنوری کو جہلم میں تقسیم کی گئی۔ اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ الفاظ زیر بحث
مستغیث کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں اور یہ کہ الفاظ بنفسہ مزیل حیثیت ہیں۔
ملزم نمبر۲ تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتاب اس کے مطبع میں اور اس کے زیر اہتمام چھاپی گئی ہے
اور اس نے اس کی جلدیں فروخت کیں۔
فرد قرارداد جرم برخلاف ملزمان زیر دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۲ تعزیرات ہند مرتب کی گئی
۔ ہر دو ملزم ارتکاب جرم سے انکاری ہیں اور وہ حسب ذیل صفائی پیش کرتے ہیں:
الف ۔ یہ کہ مستغیث نے اپنے آپ کو جھوٹا اور دھوکہ باز، جعل ساز، بہتان گو وغیرہ
سراج الاخبار کے مضمونوں میں جو اس نے ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء؟ کو اخبار مذکور میں
دیئے مشہور کرنے سے اپنی تمام عزت ضائع کر دی ہے۔ اور یہ کہ جب اس کی کوئی
عزت باقی نہیں رہی تو مستغیث کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ کہتا کہ عوام میں اس کی عزت کم ہو
گئی ہے کیونکہ کوئی عزت باقی نہ رہی تھی جو کم ہوتی۔
ب ۔ بفرض محال اگر مستغیث کی کچھ عزت ہے بھی جس کا ازالہ ہوسکتا تھا تاہم زیر
مستثنیات نمبرا، ۳، ۶، ۹ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ملزم کا یہ کام درست و حق بجانب ہے۔
ج ۔ الفاظ زیر بحث ان الفاظ کے جواب میں کہے گئے ہیں جو مستغیث نے خود سراج
الاخبار میں استعمال کئے ہیں۔
آئندہ واقعات کے انکشاف اور مقدمہ کو آسان کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک
مختصر بیان ان واقعات کا لکھا جاوے جو فریقین کے درمیان واقعہ ہوئے۔
نزول المسیح کی تالیف کے اثناء میں مرزا اور اس کے دو مریدوں کو بھین سے چند خطوط
پہنچے جو مستغیث کی جائے سکونت ہے۔ جو خطوط ایک دوسرے مقدمے کی مسل میں
شامل ہیں (فضل دین بنام کرم دین جرم زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند) اور جو بظاہر ثابت ہوا ہے

کہ بعض تو اسی مستغیث کے لکھے ہوئے تھے اور کچھ مستغیث کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے (دیکھو فیصلہ عدالت ہذا بمقدمہ یعقوب علی بنام کرم دین وفقیر محمد)۔ یہ خطوط حقیقت میں ایک بڑی حکمت عملی پر مبنی تھے جو مرزا کی پیش گوئیوں اور الہاموں کے دعاوی کو آزمانے کے لئے برتی گئی۔ گو بظاہر ان سے یہ غرض معلوم ہوتی تھی کہ پیر مہر علی کی تصنیف سیف چشتیائی کے علمی سرقہ کے ظاہر کرنے میں معاون ہوں۔ یہ خطوط مرزا نے اس وجہ سے اپنی کتاب نزول المسیح میں شائع کئے (عدالت کا یہ نوٹ قابل غور ہے مرزا جی کا مقدمہ بازی کا سوانگ کھڑا کرنے سے اصل منصوبہ یہ تھا کہ پیر مہر علی کی نسبت یہ اقدام ثابت ہو جائے کہ آپ نے کتاب سیف چشتیائی میں مضامین فیضی کا سرقہ کیا ہے مقدمہ بازی کی ساری تکالیف برداشت کرنے اور اخراجات کثیر کا زیر بار ہونے کو مرزائی پارٹی نے اسی غرض کے لئے گوارا کیا تھا اور عدالت سے اسی امر کا فیصلہ کرانا مطلوب تھا۔ اور اس امر کے ثبوت میں وہ خطوط شامل مسل کرائے گئے تھے، جو مولوی کرم دین کی طرف منسوب کئے جاتے تھے لیکن ہمیں سخت افسوس ہوا کہ مرزا جی اور ان کی امت نے اس مدعا میں سخت ناکامی حاصل کی۔ عدالت نے یہ فیصلہ تو دیا کہ خطوط کرم الدین کے لکھے ہوئے ہیں گو عدالت کا ایسا قرار دینا بھی محض قیاسات پر مبنی تھا، لیکن ساتھ ہی اس امر کا فیصلہ بھی فرما دیا کہ ان خطوط میں یہ لکھا جانا کہ پیر صاحب نے فیضی کے کسی مضمون کو سیف چشتیائی میں نقل کیا ہے محض مرزا کے الہام اور پیش گوئیوں کے امتحان کی غرض سے تھا اس کے الہام اس کو اصلیت کا بھی کچھ پتہ دیتے ہیں یا نہیں۔ اب مرزائی دوست خود ہی اس امر کا فیصلہ کریں کہ ان کے پیر و مرشد اس مقدمہ بازی میں جیتے یا ہارے۔ فیصلہ عدالت سے پیر صاحب کا سرقہ ثابت نہ ہوا۔ اور مرزا جی طرح طرح کے مصائب میں دو سال تک مارے مارے پھرے۔ آخر عدالت نے پیر صاحب کو اتہام سرقہ سے پاک قرار دیا۔ اور خطوط میں سرقہ کی شکایت محض بغرض امتحان قرار دی۔ عدالت اپیل نے بھی اس کی کوئی تردید نہیں بلکہ اپنے فیصلہ میں واقعات کی نسبت تفصیل فیصلہ ماتحت ہی کو صحیح سمجھ کر اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا۔ اور مرزا جی اپنے حلفی بیان میں مان چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اب ان کو بروئے فیصلہ عدالت قائل ہونا چاہیے کہ پیر صاحب کی نسبت اتہام سرقہ لگانے میں وہ جھوٹے تھے۔ کرم الدین) اور یعقوب علی نے جو مرزا کا مرید ہے اور اڈیٹر بھی ہے اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء میں کاتبوں کے نام پر شائع کر دیئے۔ اس اخبار میں ایک مضمون بھی تھا جس میں محمد حسن فیضی کی وفات پر جو مستغیث کا بہنوئی اور

تایا زاد بھائی ہے رنجدہ لفظوں میں نکتہ چینی کی گئی تھی ۔ اس کے بعد سراج الاخبار جہلم میں ۶ ، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دو مضمون مستغیث کی دستخطی چھاپے گئے ۔ایک نثر میں تھا دوسرا نظم میں جو ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم کی تردید میں تھی ۔انہوں نے فریقین کے درمیان مقدمات کرادیئے ۔

اس کے تھوڑا ہی عرصہ پہلے یعنی ۱۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کو بمقام جہلم ان دو مخالف فریقوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ایک مذہبی مباحثہ ہوا۔اس مباحثہ میں ایک طرف مستغیث اور ایک اور آدمی تھا اور دوسری طرف مبارک علی اور ایک اور آدمی تھا۔معلوم ہوتا تھا کہ اس علمی جھگڑہ میں آخر الذکر کو شکست ہوئی (مرزا جی نے مقدمہ بازی کر کے عدالت سے اس امر کا بھی ناطق فیصلہ کرالیا کہ مباحثہ جہلم میں مرزائی جماعت شکست یاب ہوئی ۔ اور مرزا صاحب حلفاً اقرار کر چکے ہیں کہ حق الیقین عدالت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔کرم دین) ۔اس شکست نے جلتی آگ پر اور لکڑیاں ڈالیں۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے ملزم نمبر۲ یا یعقوب علی اڈیٹر الحکم کے نام ایک گم نام کارڈ بھیجا جس میں ان کو دھمکی دی کہ میں تم کو اس مضمون کی وجہ سے جو تم نے اپنے اخبار میں لکھا ہے عدالت میں کھینچونگا۔۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو فضل دین نے جو ملزم نمبر۲ ہے ایک استغاثہ بنام مستغیث زیر دفعہ ۴۱۷۔۴۲۰ تعزیرات ہند گورداسپور میں دائر کیا۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو استغاثے زیر دفعہ ۵۰۰ ، ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند بنام موجودہ مستغیث وفقیر محمد جو کہ اڈیٹر و مالک سراج الاخبار جہلم ہے دائر کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات جہلم میں پیش ہوئے جہاں کہ ملزم نمبر ا نے کتاب مواہب الرحمٰن کی اشاعت کی ۔

اس سے پہلے کہ ان عذرات پر جو صفائی کی طرف سے پیش ہوئے ہیں بحث کی جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ کے معنی صاف کئے جائیں ۔تمام الفاظ جو استغاثہ کردہ ہیں وہ برے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اس بات کو فریقین مانتے ہیں ۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ کس درجہ کی برائی کو وہ پہنچتے ہیں ۔ مستغیث تو ان کے معنوں کی تعبیر مبالغہ آمیز طرز میں کرتا ہے اور ملزم ان کے معمولی معنی بیان کرتا ہے۔ مثلاً لئیم کا لفظ ایک فریق بیان کرتا ہے کہ اس کے معنی کمینہ اور پیدائشی کمینہ کے ہیں دوسرا فریق اس کے معنی صرف کمینہ کرتا ہے۔

بہتان عظیم کے معنی بڑا اور حیران کرنے والا جھوٹ ہے، اور ایک بڑا بہتان لگانے والا یا افتراء کرنے والا ہے،

اور کذاب المہین کے معنی ایک بڑا اور عادی جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے۔ اور جھوٹا اور اہانت کرنے والا ہے۔

دونوں طرف سے سندات پیش ہوئی ہیں جو ہر ایک فریق کے معنی کی تائید کرتے ہیں۔ ہم ان الفاظ کو سخت معنوں میں لینے کی طرف مائل ہیں۔ اور یہ صرف دیسی عربی سندات کی بنا پر ہی نہیں (ڈکشنریاں اور قواعد کی کتابیں جن کا حوالہ مستغیث نے دیا ہے) بلکہ ان معنوں کی بنیاد پر بھی جن میں خود کتاب کے مصنف نے ان الفاظ کو اور جگہ بھی استعمال کیا ہے۔ اور نیز مصنف کے دل کی اس حالت کی بنیاد پر بھی جس وقت مصنف اس کتاب کو لکھ رہا تھا۔ لفظ لئیم ایک بڑی حقارت کا لفظ ہے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس میں تمام برائیاں مستقل طور پر پائی جاتی ہوں اور یہ لفظ ملزم نمبر ایک نے مصر کے فرعون کی بابت استعمال کیا ہے جس نے اپنے آپ کو خدا مشتہر کیا۔ اور شیطان اور گدھے کی نسبت بھی۔ بہتان عظیم بلحاظ اپنے ماخذ کے اس آدمی کو کہتے ہیں جو جھوٹے اور سخت قسم کے الزام لگانے کا عادی ہو۔ کذاب کا لفظ مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ بڑے یا عادی جھوٹے کے معنی ظاہر کرتا ہے۔ المہین کے معنی اہانت کنندہ یعنی توہین کرنیوالا ہے۔

مضمون صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ مصنف نے جب ان دونوں صفحوں کو لکھا اس وقت سخت رنج وغصہ اور کینہ میں مبتلا تھا جیسا کہ آگے چل کر بتلایا جائے گا۔ فریقین میں اس وقت سخت دشمنی تھی اور کوشش کرتے تھے کہ ایک دوسرے کا گلا کاٹ ڈالیں۔ ایسے حالات میں یہ امید نہیں ہوسکتی کہ مصنف اعتدال اور صفائی کو برتتا۔

اب صفائی کے عذرات وغیرہ اس امر کے فرض کر لینے پر مبنی ہیں کہ سراج الاخبار کے ۶ ،اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین اور صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ مواہب الرحمٰن کے متن کو باہم تعلق ہے۔ دراصل یہ عذر اٹھایا گیا ہے کہ الفاظ استغاثہ کردہ جو مواہب الرحمٰن میں ہیں ان الفاظ پر مبنی ہیں جو کہ مستغیث نے اپنے مضمونوں میں لکھا کہ ملزم نمبر ۱، اور اسکی جماعت پر حملے کئے ہیں، لیکن واقعہ میں یہ بات نہیں ہے۔ ذیل کے دلائل ان عذرات کی تردید کرتے ہیں:

اول : ذرا سا بھی حوالہ صریحاً یا کنایۃً قریبی یا بعیدی ان مضامین کی طرف نہیں ہے جو سراج الاخبار ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ہیں، یا ان کے مدعا کی طرف۔

دوم : مضامین کے سخت معنوں کے لحاظ سے اور بنظر اس مدعا کے جو اپنی جماعت کو بچانے کے لئے یا اپنے چال چلن کو ان الزاموں سے پاک کرنے کے لئے ضروری تھی یہ بہت غیر اغلب ہے اگر غیر ممکن نہ ہو کہ مصنف بالکل کوئی اشارہ صریحاً یا معناً ان کی طرف یا ان خطوط کی طرف نہ کرنا جو الحکم میں شائع ہوئے۔

سوم : اس کتاب (مواہب الرحمٰن) کے صفحہ ۱۲۶۔ ۱۲۷ پر مصنف نے محمد حسن کی موت کو بطور پیش گوئی بیان کیا ہے۔ لیکن ایسا بیان ممکن نہیں ہے کہ وہ لکھتا اگر سراج الاخبار کا مضمون اس کے دل میں ہوتا کیونکہ سراج الاخبار کے مضامین میں اس بیان کی تردید کر دی گئی تھی۔ دیکھو ملزم کا بیان جو اس نے ۲۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو دیا ہے جو اس مقدمہ کی مسل میں شامل ہے جو زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند ہے۔

چہارم : ملزم کو اس بات کا یقین نہ تھا کہ خطوط کے مضمون جو الحکم میں چھپے تھے اور وہ مضامین جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں درست ہیں اپنے دل کی ایسی حالت میں مصنف ممکن نہ تھا ایسے خیالات ظاہر کرنے کی جرأت کرتا جو اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ میں ہیں جیسا کہ اس نے ظاہر کئے ہیں۔

پنجم : ملزم نمبر ا سراج الاخبار کے مضمونوں کی بنا پر کس طرح الزام لگا سکتا تھا جب کہ ان مضمونوں کے مصنف کا قرار دینا زیر بحث تھا اور یہ امر عدالت نے فیصلہ کرنا تھا جو ابھی عدالت نے نہ کیا تھا۔

ششم : سراج الاخبار کے مضمون ماہ اکتوبر کے آغاز میں لکھے گئے۔ وہ صفحات جن میں مزیل حیثیت عبارت ہے قریباً چار ماہ کے بعد نکلے اگر یہ صفحے ان مضامین کے جواب میں لکھے گئے تھے تو یہ ضروری تھا کہ اس سے بہت پہلے لکھے جاتے۔

ہفتم۔ اب کتاب پر غور کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ یہ ملزم کے بیان کی تردید کرتی ہے۔ صفحہ ۱۲۹۔ ۱۳۰ کے متن سے اس امر کی کافی شہادت ہے کہ یہ سراج الاخبار کے خطوط کے جواب میں نہیں لکھے گئے کیونکہ اس عبارت میں ان کی بابت کوئی ذرہ بھی اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ ان مقدمات کی طرف اشارہ ہے جو مستغیث نے جہلم میں دائر

کئے ۔سطر ۶ صفحہ ۱۲۹ میں مقدمات کا صاف حوالہ ہے (عربی یا فارسی) جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ میں (ملزم نمبر ا) ایک عدالت میں گرفتار ہو کر حاضر ہوں گا کیونکہ ملزم کے نام وارنٹ جاری ہوا تھا۔اور ..صفحہ ۱۳۰ میں مستغیث نے جو مقدمہ دائر کیا تھا اس کا صاف ذکر ہے اور مستغیث کا نام صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں لکھ دیا ہے اور ۱۲۹ کی سطر ۵ میں ان تین وکلاء کا حوالہ دیا ہے جو مستغیث نے کئے تھے اور سطر ۲ صفحہ ۱۳۰ میں بھی ذکر ہے اور صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۴ میں مقدمات دائر کرنے کی غرض منجانب مستغیث لکھی ہے اور اس صفحہ کی سطر ۵ میں وکلاء کرنے کی غرض مندرج ہے ۔اور استغاثوں کی فتح یابی سے جو نتائج ہونے ممکن تھے ان کی طرف اشارہ صفحہ ۱۲۹ کی اخیر سطر میں اور صفحہ ۱۳۰ کی پہلی سطر میں ہے ۔مقدمہ کا نتیجہ (یعنی اپنی آخری فتح) صفحہ ۱۲۹ سطر ۷ میں بیان کی گئی ہے کیونکہ مقدمے فارغ ہو چکے تھے صفحہ ۱۲۹ کی سطر ۱۰ میں استغاثہ دائر کرنے کا وقت ایک سال بعد اس پیش گوئی کے بیان کیا گیا ہے ۔ یہ پیش گوئی ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع کی گئی اور یہ مقدمات ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے گئے ۔صفحہ ۱۳۰ کی سطر ۷ میں مصنف بڑی خوشی سے شائع کرتا ہے کہ وہ جیلخانہ میں نہیں جائے گا اور نہ ہی کالے پانی کو بھیجا جائے گا اور آخری سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث کی اس حرکت سے اس کو غصہ آ گیا تھا۔

ہشتم: ایک اور امر بھی ہے جو میرے نتیجہ کی تائید کرتا ہے مستغیث نے اپنے مقدمات جہلم میں ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو دائر کئے اور ملزم نمبر ا نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۲۹، ۱۳۰ جنوری، ۱۲، ۱۳ یا ۱۴، ۱۹۰۳ء کو تالیف کی اور یہ کتاب ۱۴ تاریخ کو شائع کی اور ۱۷ ماہ مذکور کو جہلم میں تقسیم کی ،یعنی اس دن جب کہ مقدمات کی پیشی تھی۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان مقدمات اور اس کتاب میں باہمی تعلق ہے ۔مستغیث کے مقدمات بر خلاف ملزم دائر تھے۔ملزم وارنٹ کے ذریعہ گرفتار ہو کر عدالت میں حاضر ہوا اور یہ توہین ، تکلیف ، تردد ، بے عزتی ، ذلت وغیرہ کے موجبات تھے ۔ ان سب امور کی شکایت کی گئی ہے۔

نہم : مستغیث کے استغاثہ جات جہلم کے جواب میں ملزم مضحکہ خیز اور سفلہ جرأت کرتا ہے کہ کتاب کے ان صفحات اور سراج الاخبار ۶ ، اور ۱۳ ، اکتوبر ۱۹۰۲ء کے درمیان تعلق ثابت کیا جائے اور اس غرض کیلئے دھینگا زوری کی دوراز قیاس تاویلات پیش کرتا ہے

جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گواہوں کے بیانات کے اختلاف سے بہت قابل ذلت ناکامی کا منہ ملزم نے دیکھا مواہب الرحمٰن کی مزیل حیثیت عبارت اور سراج الاخبار کے مضامین یا خطوط میں مطلقاً تعلق نہ ہونیکی وجہ سے صفائی کا پہلا عذر بالکل خاک میں مل جاتا ہے۔

اب دوسرے عذر کی بابت ذکر ہوتا ہے جن میں مستثنیات پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ وہ ایک ،تین ، چھ ،نو ، ہیں۔

الف ۔ان تمام مستثنیات پر اعتبار کرنے سے یہ فرض کرنا پڑتا ہے کہ ملزم کا فعل سراج الاخبار جہلم کے مضامین کی بنیاد پر ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ۔لیکن صفائی سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

ب ۔ پہلے استثنا کی بابت یہ ضرورت ہے کہ وہ عبارت جس میں الزام لگایا گیا ہے وہ سچی ہونی چاہیے ۔اور اس سے پبلک کا فائدہ ہو۔اس امر کو صفائی سے ملزم ثابت نہیں کرسکا ۔جہلم کے اخبار کے علاوہ کوئی دوسرا امر نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ مستغیث کسی ایسی حرکت کا مرتکب ہوا جس کی رو سے بطور شریف اور راست باز آدمی کے اب عزت نہیں رہی اور وہ ان خطابات کا مستحق ہو گیا ہے جو اس پر لگائے گئے ہیں ۔اور یہ خیال کرنا ایک امر محال ہے کہ ایسی مزیل حیثیت اشاعت سے کون سا پبلک کا فائدہ نکلا ہے

ج۔ سراج الاخبار کے علاوہ کوئی دیگر حوالہ نہیں دیا گیا جس کی وجہ سے عوام کو مستغیث کی نسبت رائے لگانے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔

د۔ پہلے استغاثہ کے علاوہ دیگر مستثنیات میں نیک نیتی ایک بڑی ضروری جزو ہے۔ ذیل کے واقعات سے نیک نیتی کا نہ ہونا اور بدنیتی کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مستغیث کی ملزم کے ساتھ دوستی تھی اور اس نے اس کو چند خطوط مدد کا وعدہ کرتے ہوئے لکھے لیکن اس کا ..وعدہ الٹا نکلا۔ ۲۶ ۔اگست ۱۹۰۲ء کو مستغیث اور ملزم کے مریدوں کے درمیان ایک مذہبی مباحثہ جہلم میں واقعہ ہو گیا جس میں آخر الذکر غالباً شکست یاب ہوئے۔ ۷ استمبر ۱۹۰۲ء کو الحکم میں جو ملزم کا ایک آرگن ہے اس میں چند خطوط مستغیث کی طرف سے چھپے نیز ایک مضمون رنجدہ الفاظ میں جس میں رشتہ دار مستغیث مسمی فیضی کی موت کا ذکر تھا نکلا ۔ملزم نمبر ا نے یہ خطوط نزول المسیح میں مستغیث کے نام پر چھاپ دیئے ۔ یہ سب کچھ مستغیث کی ہدایت کے برخلاف کیا گیا

کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا نام ظاہر کیا جاوے۔

اکتوبر ۱۹۰۲ء میں مستغیث نے دو مضمون سراج الاخبار جہلم میں الحکم کی تردید میں دیئے یہ مضامین مرزا اور اس کی جماعت کو بڑے ناپسند اور رنجدہ ثابت ہوئے۔ مستغیث نے ایک گمنام کارڈ بھی قادیان میں بھیجا کہ جس میں ملزم کو عدالت میں کھینچنے کی دھمکی دی۔ اس کے بعد ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو ملزم نمبر ۲ نے ایک مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند دائر کیا ۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو مستغیث نے دو مقدمہ جہلم میں زیر دفعہ ۵۰۰ ، ۵۰۱ تعزیرات ہند ملزم اور دیگران پر عائد کئے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء کو یعقوب علی اڈیٹر الحکم نے ایک مقدمہ مستغیث اور فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار پر دائر کیا۔

فریقین کے درمیان مقدمہ بازی کی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی جبکہ مواہب الرحمٰن تالیف کی گئی اور دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث کے مقدمات کی پیشی مقرر ہوگئی۔ اور ملزم کو بذریعہ وارنٹ حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ وہ مستغیث کی ان حرکات پر نہایت مایوس اور آزردہ ہوئے جس کو انہوں نے اپنی غلطی سے بڑا مفید اور معاون اور دوست خیال کیا تھا لیکن آخر کار اس کو خوف ناک دشمن بھیس بدلے ہوئے پایا۔ یہ سب باتیں مصنف کے دل میں کھٹک رہی تھیں جب کہ اس نے یہ مزیل حیثیت مضمون لکھا اور چھاپا ، وہ جلدی جو مصنف نے تالیف کی تکمیل میں ۱۴ جنوری کو دکھائی ، اس غرض کے واسطے کہ وہ ۱۷ جنوری کو جہلم میں لوگوں کے ان گروہوں کے درمیان تقسیم کرے جو ان مقدمات کو دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ اس سے اس کی اصل منشاء کا پتہ ملتا ہے جس نے اس کو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔

مذکورہ بالا مقدمات کے بعد اور مقدمہ بازی بڑھی ۔ ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو مستغیث نے یہ مقدمہ دائر کیا۔ اور جون ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۲ ، ایک اور استغاثہ زیر دفعہ ... تعزیرات ہند مستغیث کے برخلاف دائر کیا۔ ملزم کے دل کی حالت اس امر سے معلوم کی جاسکتی ہے کہ اس نے مستغیث کے وکلاء کو ٹٹوؤں سے اور انکے محنتانہ کو گھاس سے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۰ میں نسبت دی ہے ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو دوڑ رہے تھے نیک نیتی کہاں تھی؟

باقی تمام مقدمہ ڈسمس ہو چکے ہیں یہ ملزم کا کام تھا کہ نیک نیتی ثابت کرتا۔ قانون میں

نیک نیتی کے معنی مناسب احتیاط وتوجہ لکھے ہیں لیکن نیک نیتی کی بابت کوئی کوشش نہیں کی گئی سوائے سراج الاخبار کے حوالہ کے جو کہ یہی رنج دینے کی وجہ تھی ۔فریقین کے باہمی تعلقات کی کشیدگی کے لحاظ سے اس امر کی توقع کرنا غیر ممکن اور دوراز قیاس تھا۔

تحت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ملزم نمبر ا سراج الاخبار کے مضمونوں کو سچا سمجھتا تھا کیونکہ دیر تک مستغیث نے اس کی تردید نہیں کی اور یہ کہ اسی یقین پر مستغیث کے بارے میں اس نے مزیل حیثیت الفاظ کو استعمال کیا ۔ یہ حجت بالکل غلط ہے ملزم نمبر ا کے اپنے بیان سے جو اس نے ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو جو کہ مقدمہ ۴۲۰ تعزیرات ہند کی مسل میں ہے ،اس کی تردید ہوتی ہے ۔اس بیان میں اس نے تسلیم کرلیا ہے کہ سراج الاخبار ۶ ۔۱۳ ، اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مضامین شائع ہونے کے بعد اس کو معلوم ہوا کہ میرا وہ اعتبار اور یقین غلط تھا۔ پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک سمجھ دار آدمی مزیل حیثیت عبارت اس اعتبار سے لکھے جو کہ چاہ ماہ پہلے ہی غلط ثابت ہو چکا ہو۔ پھر وہ آدمی کس طرح نیک نیتی کا دعوی کرسکتا ہے جس نے انہیں الفاظ پر جو ایر (زیر؟) استغاثہ ہیں اکتفا کر کے اپنی دشمنی کو صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے ۔ اور تین جگہوں میں کہتا ہے کہ وہ میرا سخت دشمن ہے اور اس کے علاوہ صفحہ ۱۳۰ مواہب الرحمٰن میں اور الفاظ بھی جو مزیل حیثیت ہیں استعمال کرتا ہے ۔ مثلاً شریر، جاہل، غبی، شقی ۔

ملزم نمبر ا ، اسی صفحہ کی اخیر سطر میں تسلیم کرتا ہے کہ مستغیث نے مجھے غصہ دلا یا ۔ علاوہ ازیں ملزم نمبر ا نے شہادت کے اثنا میں مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ تعزیرات ہند میں بیان کیا کہ میں مستغیث کو صرف اس وقت سے جانتا ہوں کہ جب کہ اس کو کمرہ عدالت میں دیکھا ۔ یہ موقعہ پہلی دفعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ہوا۔اس بیان سے پایا جاتا ہے کہ ملزم مستغیث سے اس تاریخ سے پہلے کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ سے اس کو کیونکر معلوم ہوا کہ مستغیث لئیم، بہتان عظیم، الکذاب المہین تھا۔ البتہ نبوت اور وحی کی طاقت سے وہ اس بات کا دعوی کر سکتا تھا لیکن ایسا بیان تک نہیں کیا گیا، ثابت کرنا تو کجا رہا۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ باہم دشمنی ہے اور ملزم کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی مستثنیات کے مفاد سے محروم ہوتا ہے۔

صفائی کا تیسرا عذر بھی پہلے عذر کے ساتھ خاک میں مل جاتا ہے۔حسب تجویز بالا علاوہ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ الفاظ زیر استغاثہ سراج الاخبار کے جواب میں لکھے گئے ہیں کیونکہ یہ الفاظ وہاں واقع ہی نہیں ہیں۔ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مستغیث اپنے علاقہ میں ایک معزز آدمی ہے اور یہ کہ مولوی صاحب عربی علم وادب اور علوم دینیہ کا فاضل ہے اور جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک اور حکام اس کی عزت کرتے ہیں، ایک مذہبی کتاب میں جو مسلمانوں کے استعمال کے واسطے چھاپی گئی ہے اس کو ایک ایسے آدمی کے طور پر ظاہر کرنا جو پیدائشی کمینہ ہو، بڑا ہی عادی جھوٹا ہو، بڑا بہتان لگانے والا ہو، یہ ایک سخت قسم کا الزام ہے جس سے اس پر ہمیشہ کے لئے دھبہ لگتا ہے کہ وہ کمینہ بدچلن آدمی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاں الفاظ مزیل حیثیت استعمال کئے گئے ہیں اور جن سے ظاہرا جرم قائم ہوسکتا ہے تو ان کا چھاپنا ہی ظاہر کرتا ہے کہ باہم دشمنی تھی جو اصول استثناء نمبر۴ میں قائم کیا گیا ہے وہ مقدمہ ہذا کے متعلق نہیں بلکہ ایسے موقع پر عاید ہوسکتا ہے جہاں کہ الفاظ کے معنوں میں شک ہو(جلد ۹۔ الہ آباد صفحہ ۴۲۰ تعزیرات ہند نیلسن ص ۵۰۸ ،لیکن اس مقدمہ میں الفاظ استغاثہ کردہ کے معنوں کی بابت کوئی شبہ نہیں۔ دفعہ ۴۹۹ کے بموجب صریح مزیل حیثیت ہیں ،اور یہ کہ جلدی یا غصہ میں لکھے گئے ہیں ملزمان اس کے بالکل جواب دہ ہیں پھر ضابطہ فوجداری کے صفحہ ۶۷۲، اور ۶۷۳ میں لکھا ہے کہ جب کوئی آدمی کوئی تحریر چھاپے جو کہ درست نہ ہو جیسا کہ اس مقدمہ میں ہے تو قانون یہ خیال کرے گا کہ اس نے دشمنی سے ایسا کیا ہے اور یہ جرم ہوگا۔ یہ غیر ضروری ہے کہ اس بارہ میں زیادہ ثبوت نیت کا دیا جائے۔تعزیرات ہند کے بموجب یہ خیال کیا جاوے گا کہ اس نے نقصان پہنچانے کے ارادہ سے یا جان بوجھ کر یا اس بات کا یقین کر کے کہ یہ مستغیث کی عزت کو ضرور نقصان پہنچائے گا، ایسا کیا۔

میں نیلسن صاحب اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۸۷۶ پر بیان کرتا ہے کہ:

ہر ایک آدمی قیاس کیا گیا ہے کہ اپنے قدرتی اور معمولی کاموں کے نتیجہ کا ذمہ دار ہوتا اگر تشہیر کا میلان مستغیث کو نقصان دہ ہو تو قانون خیال کرے گا کہ ملزم نے اس کے چھاپنے سے ارادہ کیا ہے کہ اس سے مستغیث کو نقصان پہنچے۔

پھر یہی مصنف صفحہ ۹۰۱ پر لکھتا ہے کہ:

کسی کی ذاتیات اور پرائیویٹ رائے رفاہ عام میں داخل نہیں ۔ پبلک میں ثابت شدہ افعال پر رائے زنی کرنا ، یا سرکاری ملازم کی کاروائی پر سختی سے نکتہ چینی کرنا، ایک اور بات ہے ۔اور بدچلنی کے افعال کا اسے مجرم بیان کرنا ایک دوسری شئے ہے ۔

پھر رتن لعل رام چند داس اپنے قانون میں جواس نے نیلسن پر لکھا ہے اس کے صفحہ ۲۰۴ میں ذیل کے فقروں میں یہی لکھتا ہے کہ:

کوئی اشارہ کمینگی یا شریر منشاء کا یا نا معقول یا بدچلن کا بغیر کسی بنیاد کے نہیں ہونا چاہیے ۔ یہ کوئی صفائی نہیں کہ ملزم ایمانداری سے سچے طور پر یقین کرتا تھا کہ یہ الزام سچا ہے ۔ ایک نکتہ چین کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ مصنف کی رائے یا خیالات پر نکتہ چینی کرے لیکن اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کے چال چلن پر ہتک آمیز ریمارک کرے۔

لعل چند اپنی تعزیرات ہند میں اس طور پر ذیل کی سطور میں لکھتا ہے:

کسی آدمی کے افعال اچھے ہوں یا برے، اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں جب تک کہ وہ اس پر وارد ہوں، کسی کو حق نہیں کہ ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرے ۔ ہر ایک آدمی قانونی حق رکھتا ہے کہ جو کچھ اس کے متعلق ہے اسی کے متعلق ہے، خواہ وہ رویئے ہوں یا خیالات ہوں خواہ اخلاقی افعال ہوں ۔

آجر، اپنے لائبل اور سلینڈر میں صفحہ ۵۶ پر لکھتا ہے:

اگر کوئی آدمی مستغیث کے ذاتیات پر بلا ضرورت حملہ کرے تو وہ جواب نہیں ہوسکتا، کونٹر چارج ہو جاتا ہے ۔اور اگر مزیل حیثیت ہو تو لائبل ہو جاتا ہے ۔ایک اخبار میں تشہیر کرنے کی طرز سے نیک نیتی کا سوال پیدا ہوسکتا ہے اور ملزم کو ان مستثنیات کے مفاد سے محروم کرسکتا۔ ذیل کے اقتباس میں بیان کیا گیا ہے۔

نیلسن اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۵۹۱ میں لکھتا ہے:

ایک سچا الزام یا جھوٹا الزام لگایا جاوے یا چھاپ دیا جاوے جو پبلک کے فائدہ کے واسطے ہو تو وہ بھی بوجہ طرز تشہیر اور اخبارات لکھنے والے کو مفاد مستثنیات سے محروم کرسکتا ہے اس صورت میں کہ جب کہ یہ تشہیر مفاد عام کے لئے ہو یعنی یہ کہ عوام الناس کے ایک طبقہ کے مفاد کے لئے تو بھی مستثنیات اول کی رعایت کالعدم ہو جاتی ہے۔

اگر واقعات مذکورہ کو متعلقین کی نسبت زیادہ وسیع دائرہ ناظرین تک وہ واقعات پہنچائے

جائیں ایسے رو یہ سے یہ تجویز قرار پا سکتی ہے کہ بیان مذکورعوام الناس کے فائدہ کے لئے نہ تھا، جن کے روبرو بیان مذکور پیش کرنا مطلوب تھا۔

لال چند اپنی تعزیرات ہند کے صفحہ ۶۳۶ میں اسی رائے کی تائید کرتا ہے جو حسب ذیل الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے:

مثلاً اگر کوئی شخص اپنے حقوق کی حفاظت کیلئے کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی کسی اخبار میں چھپوائے جیسا کہ مقدمات مدراس میں ہوا ہے، تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بیان مذکور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے نیک نیتی سے مشتہر کیا گیا تھا جس سے کہ مستغیث کی حیثیت کو نقصان پہنچانا بے احتیاطی یا لا پرواہی سے نہ از روئے کینہ کے لکھا گیا گیا تھا۔

مقدمات مدراس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو طرز تشہیر کی اختیار کی گئی ہے وہ غیر ضروری ہے اور اپنی رعایت قانونی سے بڑھ کر قدم مارا ہے اس لئے ملزم محفوظ نہیں۔ دیکھو مدراس جلد ۵ ص ۲۱۴ و جلد ۶ ص ۳۸۱۔

اس رائے کی تائید جلد ۱۹ بمبئی صفحہ ۷۰۳ سے ہوتی ہے جہاں کہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ تشہیر سے مفاد عامہ منظور نہ تھا کیونکہ اخبار میں تشہیر کی گئی تھی۔

مقدمہ ہذا میں جملہ ضروری اجزاء جرم ازالہ حیثیت عرفی موجود ہیں۔ اتہامات سخت قسم کے لگا کر مستغیث کے چال چلن پر مشتہر بایں ارادہ کئے گئے ہیں کہ اس کی حیثیت عرفی کو نقصان پہنچے، کھلے کھلے طور پر وہ بیانات مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم وطنوں کی نگاہ میں مستغیث کی قدر و منزلت کو ان سے نقصان پہنچتا ہے۔ یہ الزامات بے بنیاد ہیں اور از راہ کینہ لگائے گئے ہیں اور ایک مذہبی کتاب میں جو عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے ہے مشتہر کئے گئے ہیں۔ نیک نیتی ان میں بالکل نام کو نہیں۔

القصہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء کو ملزم نمبر ۱ نے ایک کتاب مواہب الرحمٰن تصنیف کی اور اسے مشتہر کیا۔ ملزم نمبر ۲ نے اسے چھاپ کر فروخت کیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو کتاب مذکور بمقام جہلم تقسیم کی گئی جہاں کہ مستغیث نے ملزمان کے برخلاف مقدمات کئے ہوئے تھے اور ان کی سماعت ہو رہی تھی۔ ملزمان بذریعہ وارنٹ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ اس کتاب میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کو سادہ معنوں میں اگر لیا جاوے تو بھی مزیل حیثیت عرفی ہیں کیونکہ سخت قسم کے اتہام چال چلن مستغیث پر ان میں لگائے گئے ہیں

۔ بروئے رعایات تشریح ومستثنیات دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند جو صفائی پیش کی گئی ہے وہ بالکل ناکام رہتی ہے بموجب سند کتاب آجر در بارہ لائیبل صفحہ ۵ ؟ ایسے الفاظ قابل مواخذہ ہوا کرتے ہیں ۔ اگر وہ الفاظ جھوٹے اور مزیل حیثیت ہوں خواہ سہواً یا اتفاقیہ طور پر ان کی تشہیر ہو جائے یا خواہ نیک نیتی کے ساتھ ان کو سچا سمجھ کر ان کی تشہیر کی جاوے صفحہ ۱۸۴ کتاب مذکور میں مندرج ہے کہ اگر کسی شخص کو ایک خط بدیں اختیار ملے کہ اس کی تشہیر کی جائے تو تشہیر کنندہ بری الذمہ نہ ہوگا ۔ اگر اسے کسی اخبار میں مشتہر کرے جب کہ الفاظ لائبل والے اس میں ہوں ۔ پس ثابت ہوا کہ ملزم نمبر ا مجرم زیر دفعہ ۵۰۰ ، اور ملزم نمبر ۲ زیر دفعہ ۵۰۱، ۵۰۲ تعزیرات ہند ہے ۔ اور ان کو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے ۔

اب فیصلہ کرنا نسبت سزا کے رہا ۔ مدعا سزا کا صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اس کو آئندہ کے لئے ایسے جرم سے روکنے کا منشاء ہوتا ہے ۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوسکتا ۔ خفیف رقم جرمانہ کی موثر اور رکاوٹ پیدا کرنے والی نہ ہوگی اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا ۔ ہر روز اسے بیشمار چندہ پیرؤوں سے آتا ہے جو ملزم کے لئے ہر قسم کے ایثار کرنے کو تیار ہیں ۔ ان حالات میں تھوڑا سا جرمانہ کرنے سے ایک خاص گروہ کو جو بے گناہوں کا ہے سزا ہوگی ۔ دراصل اصلی مجرمان پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑے گا ۔

ملزم نمبر ایک کی عمر اور حیثیت کا خیال کر کے ہم اس کے ساتھ رعایت برتیں گے ۔ ملزم نمبر ایک اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا ۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس نے ملزم کو ہمچو قسم تحریرات سے باز رہنے کے لئے فہمائش کی تھی ۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہمچو قسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہے گا ۔

نظر بر حالات ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبر ایک پر ہونی چاہیے اور ملزم نمبر دو پر اس سے کچھ کم ۔

لہذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر ایک ۵۰۰ روپیہ جرمانہ دے اور ملزم نمبر دو ، ۳۰۰ روپیہ ۔ ورنہ اول

الذکر چھ ماہ اور آخر الذکر دو ماہ قید محض میں رہیں۔

حکم سنایا گیا۔ ۸۔اکتوبر ۱۹۰۴ء۔ دستخط حاکم عدالت

} مرزا صاحب نے عدالت مسٹر ہری سیشن جج قسمت امرتسر ۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو اپیل داخل کیا۔ اور اپیل میں علاوہ دیگر عذرات کے اپنی کبر سنی اور واجب الرحم حالت جتا کر ان مصائب کا جو دوران مقدمہ میں آپ کو نصیب ہوئیں شکوہ کیا اور اس بات کا رونا روئے کہ مجسٹریٹ نے دوران مقدمہ میں ان کے بڑھاپے پر کوئی رحم نہیں کیا اور طرح طرح کی صعوبات میں مبتلا رکھ کر آخر کار ایک سنگین سزا بھی دے دی۔

اپیل کی آخری پیشی ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو قرار پائی۔ سیشن جج نے مستغیث کو بھی نوٹس دے دیا تھا۔ چنانچہ مستغیث اصالتاً اور ملزمان کی طرف سے مسٹر بیچی ایڈوکیٹ وخواجہ کمال الدین پیش ہوئے۔ جانبین کی بحث سننے کے بعد سیشن جج نے اپیل ملزمان کو منظور کیا اور واپسی جرمانہ کا حکم دیا۔

معاونین دوران مقدمہ

تازیانہ عبرت میں مولوی کرم الدین صاحب نے ان بزرگوں کا ذکر بھی کیا ہے جنہوں نے دوران مقدمات ان سے تعاون کیا۔ ہم اس تحریر کو ملخصاً نقل کئے دیتے ہیں کہ اس تحریر سے تحریک ختم نبوت نبوت کے اس دور کے چند کارکنوں کا تعارف ہوتا ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

ہم ان مخلص احباب واعوان اور مہربانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس نازک وقت میں محض اخوت اسلامی سے ہم سے ہمدردی کی اور حتی الوسع قلبی جانی مالی معاونت سے دریغ نہ فرمایا جزا ھم اللہ خیر الجزاء۔ چونکہ فریق مخالف کے جانباز مرید اس موقعہ پر روپئوں کا مینہ برسا رہے تھے اور ہر طرف سے ہزاروں کی تعداد میں دھڑا دھڑ درہم و دینار آ رہے تھے اس لئے ہم اپنی اکیلی مالی طاقت سے ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے تھے لیکن پھر بھی ہم نے کسی صاحب کے سامنے دست سوال دراز ہرگز نہ کیا اور جو کچھ اپنے پاس تھا اس کو بے دریغ خرچ کرتے رہے لیکن خدائے کریم نے بعض ہمدردان اسلام کے دلوں میں تحریک پیدا کر دی وہ بدوں ہمارے کہنے کے ہماری مدد کرنے لگے اور جس طرح سے ہو سکا انہوں نے ہماری معاونت کی۔

سلطان راجہ جہانداد خان سی ایس آئی کے نام نامی سے اسلامی دنیا عموماً واقف ہے اور

جو بلحاظ حسبی نسبی فضائل کے مستغنی عن التعریف والتوصیف ہیں آپ دنیوی اقتدار کی رو سے ممتاز ہونے کے علاوہ علمی کمالات میں بھی اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں خصوصاً علم عربی میں آپ کو پوری مہارت حاصل ہے۔ قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے لگیں تو سننے والے کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں مسلمان رؤساء میں سے میں نے علوم عربیہ کا ایسا کوئی فاضل پنجاب میں نہیں دیکھا یہی باعث ہے کہ آپ اہل علم کی قدر کرتے ہیں اور علماء دین کی تعظیم فرماتے ہیں اوائل میں جب مرزا نے اپنی چند کتابیں تائید اسلام میں شائع کیں اور اپنا دعویٰ صرف ملہمیت مجددیت تک محدود رکھا تو راجہ صاحب کو مرزا جی سے حسن ظن تھا اور انہوں نے ان کو بہت کچھ مالی امداد بخشی تھی۔ مرزا جی بھی اس زمانہ میں آپ کے مداح تھے اور اپنی چند تصانیف میں ان کو ملہم من اللہ مانتے رہے۔ لیکن راجہ صاحب نے جب مرزا جی کا دعویٰ رسالت و نبوت ان کی بعض مصنفات میں کھلے طور سے لکھا ہوا دیکھا تو فوراً کہہ اٹھے انا بریء منه و من معتقدا ته۔ اس وقت سے آپ مرزا جی کے دعاوی سے سخت متنفر ہیں۔ جناب ممدوح کو ہمارے خاندان سے خاص محبت وشفقت ہے اور ہم پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتے ہیں میرے بھائی محمد حسن فیضی سے آپ کو خاص محبت تھی اور مرحوم کے کئی ایک عربی فارسی قصائد میں آپ کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ اس مرحوم کے بیٹے فیض الحسن دارالعلوم نعمانیہ میں تعلیم پاتے ہیں راجہ صاحب کی طرف سے وقتاً فوقتاً ان کو بھی کافی مدد پہنچتی رہتی ہے۔

ممدوح الصدر کی طرف سے ہمیں سب سے بڑھ کر مقدمات کے اثنا میں مالی مدد پہنچتی رہی اور نیز آپ کے قابل قدر مشوروں سے ہم مستفید ہوتے رہے۔ ہم صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کافی الفاظ نہیں پاتے۔

(یہ راجہ صاحب جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ابتداء میں قادیانیت کے ہمدرد تھے۔ ان کی وفات پر قادیانیوں نے بھی اظہار افسوس کیا تھا جیسا کہ انہوں نے لکھا:

راجہ جہان داد خان چیف آف گکھڑ ۱۸ نومبر عید کے دن رات کو دس بجے اس جہان فانی سے رخصت ہوئے انا للله و انا الیه راجعون۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ صاحب کی موت عارضہ قلب کے باعث یکایک واقع ہوئی۔ کچھ شک نہیں کہ راجہ صاحب کی وفات ہندو پنجاب کے مسلمانوں کی مادی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے ایک سخت صدمہ ہے اور ان کی جوانا مرگی پر واقعی قلق ہوتا ہے۔ راجہ صاحب وہی بزرگ ہیں جو سلسلہ عالیہ کے لئے ایک نشان تھے جو چودھویں صدی والا بزرگ کے نام سے ہماری جماعت میں مشہور ہیں۔

انہوں نے براہ راست مرزا صاحب کی قبولیت دعا کی اطلاع پاکر اپنے جرم کا اقرار کر کے مرزا صاحب کے حضور نہایت تذلل اور انکسار کے ساتھ عفو تقصیر چاہی اور حضرت نے نہایت فراخ دلی سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ بعض گردوپیش کی صحبتوں نے انہیں خدا کے راست باز برگزیدہ کی صحبت سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا لیکن وہ الحکم ہمیشہ پڑھتے رہے جس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دل چسپی رکھتے تھے مگر دنیا کے تعلقات کے لمبے سلسلے نے انہیں پورے طور پر مستفیض ہونے کا موقع نہ دیا بہرحال اب جب کہ وہ اس غدار دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کا معاملہ اللہ تعالی سے ہے اللہ تعالی ان پر اپنا فضل کرے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین۔ اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۶ء ص ۶۔ بہاء)

جن دیگر مسلمان بھائیوں نے اس موقعہ پر اسلامی ہمدردی کی رو سے ہماری مالی اعانت کی اس میں مسلمانان جہلم، لاہور اور مسلمانان گورداسپور کا نمبر اول ہے۔ بالخصوص مسلمانان گورداسپور کی مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا اور ہم باوجود مسافرت کے گورداسپور میں وطن سے زیادہ بآرام رہے۔ ابتداء میں جب مقدمات جہلم سے منتقل ہو کر گورداسپور میں گئے تو ہمارے دلوں کو سخت تشویش تھی کہ اس قدر دور دراز مسافرت پر جانا ایک سخت مصیبت ہے، اور ہمارے فریق مخالف کو ہر طرح سے وہاں امن و آرام حاصل ہوگا۔ لیکن گورداسپوریوں نے ہم سے وہ حسن سلوک کیا کہ ہم کو گھر سے بڑھ کر وہاں آرام و راحت معلوم ہوتی تھی اور مرزائی پارٹی کو وہاں اس قدر تکالیف کی شکایت تھی کہ الحکم کو اخبار میں لکھنا پڑا کہ مکان تک ان کو وقت سے کرایہ پر نہ ملا۔ جناب میر احمد شاہ وکیل بٹالہ، شیخ نبی بخش وکیل گورداسپور نے اسلامی اخوت کا وہ نمونہ دکھایا کہ مدۃ العمر ہمیں یاد رہے گا۔ صاحب مقدم الذکر اپنے خرچ پر گورداسپور میں جاتے رہے اور بلا فیس وغیرہ پیروی کرتے رہے۔ ایسا ہی صاحب موخر الذکر اپنے سب مقدمے چھوڑ کر بلا فیس ہمارے مقدمات میں کئی کئی دن اجلاس عدالت میں گذارتے رہے۔ الغرض ان دونوں حضرات نے قانون پیشہ اصحاب کے زمرہ میں داخل ہو مروت و احسان کا اعلی نمونہ دکھایا باوجودیکہ ہم سے کسی قسم کا سابقہ تعارف نہ تھا کسی قسم کے طمع اور فائدہ کی توقع نہ تھی لیکن ہمیں غریب الوطن سمجھ کر صرف للہی ہمدردی دکھائی ہم ان کی عنایات کا کسی طرح سے بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتے جزا ھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک اور صاحب لالہ مولامل وکیل نے بھی ہماری بہت مدد کی اور صرف برائے نام فیس

پر پیروی مقدمات میں انہوں نے کمال سرگرمی دکھائی خدا ان کو خوش رکھے۔

ایک صاحب خواجہ عبدالرحمٰن ایجنٹ شیخ علی احمد وکیل نے جو کچھ ہم سے ہم دردی کی اس کا شکریہ ہم سے ادا نہیں ہوسکتا۔ ہماری جماعت کے جس قدر اشخاص ہوتے تھے سب کے لئے کھانا پکانے کی تکلیف آپ کے ذمہ تھی اور چار پائیاں بستر وغیرہ کا سارا انتظام ان کے سپرد تھا اور بھی کئی تکالیف ان کے ذمہ تھیں لیکن اس جوانمرد نے اس کام کو اس خوبی سے اخیر تک نبھا ہا کہ باید وشاید جزاہ اللہ خیراً۔خواجہ صاحب کا ایک فرزند رشید خواجہ عبدالحی جو اس وقت سکول میں تعلیم پاتا تھا اب تکمیل علوم عربیہ کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں شیخ التفسیر ہے ہم عزیز خواجہ کی ترقی اور ترقی مراتب کے لئے دست بدعا ہیں اللھم زد فزد

اور دو صاحبان مولوی اللہ دتا وعلی محمد خیاط سوہل ضلع گورداسپور کی ہمدردی کے بھی ہم مشکور ہیں جتنا عرصہ مقدمہ رہا آپ اپنا سب کام چھوڑ کر وہاں ہی رہے اور حتی الوسع ہمارے ممدو معاون بنے رہے (اے خدا تو ان کو جزائے خیر عطا فرما)

ایک مولوی صاحب مولوی عبدالسبحان صاحب ساکن گلیانہ ضلع گجرات جو مسانیاں تحصیل بٹالہ میں معلم سادات کرام تھے۔سب کاروبار چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہے اور اخیر تک رفاقت کو نبھایا جزاہ اللہ۔

دوران مقدمہ میں چند مخلص ہم وطن گورداسپور میں میرے رفیق و ہمدم رہے ان میں مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال،مولوی محمد حسن قاضی تحصیل جہلم بطور گواہان استغاثہ اور مولوی پیر منور شاہ ساکن نلہ پیراں تحصیل جہلم و مولوی حکیم غلام محی الدین ساکن دیالی (سرگدھن) بطور گواہان صفائی طلب کرائے گئے تھے۔

پیر مہر علی شاہ کی خاص توجہ ہمارے شامل حال تھی اور آپ ہی کی دعا برکت سے ہمارے جملہ مراحل کامیابی سے طے ہوتے رہے۔

ایک دوسرے اہل کمال مولوی فتح محمد ساکن جنڈی ضلع گورداسپور تھے۔آپ فی الواقعہ ایک خدا رسیدہ اہل باطن کامل بزرگ تھے۔آپ کو ہمارے حال پر خاص توجہ تھی اور ہمیشہ دعا فرماتے آپ کی طرف سے ہمیں مالی امداد بھی معقول ملتی رہی۔

جن دنوں چیف کورٹ لاہور میں درخواست ہائے انتقال مقدمات جانبین سے گذری ہوئی تھیں مرزائیوں کی درخواست تھی کہ مقدمات گورداسپور میں ہوں اور ہماری درخواست تھی کہ جہلم

میں اتفاقاً انارکلی میں مجھے مجذوب فقیر مل گئے جن کے بدن کے کپڑے میلے کچیلے پھٹے پرانے اور سر کے بال بکھرے ہوئے تھے مجھ سے پوچھنے لگے کہ جوان تم کون ہو کہاں کے رہنے والے ہو یہاں کیا کام ہے چونکہ میں متفکر تھا دوسرے روز چیف کورٹ میں پیشی تھی کچھ سادہ جواب دے کر ٹالنا چاہا کہ فقیر میں جہلم کا رہنے والا ہوں یہاں کچھ اپنا کام ہے۔فرمانے لگے کام ہے ہم سے چھپاتے ہو۔تمہارا قادیانی سے مقدمہ ہے چیف کورٹ میں تمہاری درخواستیں ہیں تم چاہتے ہو کہ مقدمہ جہلم میں ہو وہ چاہتے ہیں گورداسپور میں ہو۔تمہاری درخواست نامنظور ہوگی اور مقدمات گورداسپور میں ہوں گے خدا کو منظور ہے کہ مفتری علی اللہ کو اس کے گھر میں ذلیل کیا جائے۔یادرکھو آخر کار تم فتح یاب ہو گے اس کو ذلت کے بعد ذلت ہوگی اس وقت تمام اہل اللہ تمہارے لئے دست بدعا ہیں یہ تمہارا اور مرزا کا مقابلہ نہیں بلکہ یہ اسلام و کفر کا مقابلہ ہے۔..تائید الٰہی تمہارے شامل حال رہے گی تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔مخالف طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوگا۔

(تازیانہ عبرت ملخصاً ومختصراً آغاز تا ص ۲۰۱)

قادیانی جہلمی مقدمات

بروایت قادیان

مولوی کرم الدین وغیرہ کے ساتھ قادیانیوں کی جومقدمہ بازی ہوئی اس کی کاروائی وقتاً فوقتاً قادیانی اخبارات الحکم والبدر میں بھی شائع ہوتی رہی۔ ذیل میں اس سلسلہ مقدمات میں قادیانی روایات قادیانی اخبارات سے نقل کی جاتی ہیں۔

} اڈیٹر اخبار الحکم قادیان، شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

ہمارا پہلا مقدمہ: ناظرین کو معلوم ہے کہ سیف چشتیائی کے متعلق ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء کے الحکم میں بعض خطوط کی بنا پر جو مولوی کرالدین ساکن بھیں اور ان کے شاگرد میاں شہاب الدین کی طرف سے قادیان پہنچے تھے ایک مضمون لکھا گیا تھا اس پر فریق مخالف میں بہت کچھ کھلبلی مچی اور مولوی کرم الدین نے اپنی بریت وصفائی کیلئے سراج الاخبار جہلم میں ایک مضمون شائع کردیا جس کا منشا اور مفہوم یہ تھا کہ مولوی مذکور نے ان خطوط کے بھیجنے کے متعلق جس قدر کاروائی کی ہے وہ ایک فریب اور دھوکہ تھا۔ اس پر حکیم فضل الدین مالک ومہتمم ضیاء الاسلام قادیان نے اپنے قانونی حقوق سے فائدہ اٹھاکر بذریعہ عدالت چارہ جوئی کی اور مولوی کرم الدین پر زیر دفعہ ۴۱۷۔ ایک نالش کردی جس میں وارنٹ ضمانتی مولوی موصوف کے نام جاری ہوگیا مگر صرف سراج الاخبار کے اڈیٹر پر بہ حیثیت گواہ سمن کی تعمیل ہوئی باقیوں کی تعمیل نہیں ہوئی۔ پیر مہر علی شاہ بعذر بیماری حاضر نہ ہوئے۔ انہوں نے لکھا کہ میں اس قدر بیمار ہوں کہ چارپائی سے اٹھ نہیں سکتا۔ اور مکرر سمن اور وارنٹ گواہوں اور مستغاث علیہ کے نام جاری ہوئے اور تاریخ مقدمہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی۔

مولوی فقیر محمد گواہ نے پیش ہوکر وہ اصل کاغذات حوالہ عدالت کردیئے جو اس نے اپنے اخبار میں چھاپے تھے۔

ہم پر مقدمہ: اب فریق مخالف کی کیفیت سنئے۔ ناظرین بخوبی آگاہ ہیں کہ بالمقابل نالش آج کل کے زمانہ کی ایک سنت ہوگئی جب جہلم میں یہ خبر پہنچی کہ نالش ہوئی ہے مولوی کرم الدین نے بھی دو استغاثہ زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱۔ وغیرہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اڈیٹر الحکم، حکیم فضل الدین و مولوی عبداللہ کشمیری پر دائر کر دیئے اور وارنٹ ضمانتی وہاں کی عدالت سے جاری ہو کر ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء تاریخ پہلی پیشی مقرر ہوئی۔

ہمارا دوسرا مقدمہ: سراج الاخبار جہلم میں جو خطوط مولوی کرم الدین کی طرف سے شائع ہوئے تھے وہ چونکہ اڈیٹر الحکم کی حیثیت عرفی کے مزیل تھے، الحکم کی عزت و وقعت کے لحاظ سے ہم نے قرین مصلحت سمجھا کہ عدالت سے مدد لیں، اور ان مضامین کے متعلق جو قانونی حقوق ہم نے محفوظ رکھے تھے ان سے استفادہ کرنا چاہا۔ چنانچہ گورداسپور میں مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد اڈیٹر و مالک سراج الاخبار جہلم پر اڈیٹر الحکم کی طرف سے زیر دفعہ ۵۰۰۔ ۵۰۱ وغیرہ استغاثہ دائر کیا گیا جس میں وارنٹ ضمانتی پانچ پانچ سو روپیہ مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد کے نام جاری ہوگئے ہیں اور تاریخ پیشی ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہوئی..

گورداسپور سے فارغ ہو کر خواجہ (کمال الدین) صاحب جہلم بغرض معائنہ تشریف لے گئے اور ساتھ ہی مناسب کاروائی کے بعد یہ حکم بھی لے آئے کہ مرزا صاحب کا وارنٹ بلا تعمیل واپس آجائے چنانچہ یہ روبکار قبل از تعمیل وارنٹ پہنچ گئی۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۷)

} شیخ یعقوب علی تراب نے لکھا ہے:

مولوی کرم الدین مستغاث علیہ نے دونوں مقدمات میں چیف کورٹ میں درخواست دی ہوئی تھی کہ وہ مقدمات گورداسپور سے منتقل ہو کر جہلم چلے جاویں چنانچہ چیفکورٹ میں ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۳ء تاریخ مقرر ہوئی تھی لیکن کثرت کار کی وجہ سے یہ مقدمہ اس روز پیش نہ ہو سکا اور پھر ۲۰۔ اپریل پر ملتوی ہوا لیکن اس روز بھی اسی وجہ سے پیش نہ ہوا اور ۲۱۔ اپریل کو پیش ہوا۔ ہماری طرف سے خواجہ کمال الدین اور مسٹر اورٹیل پیروکار تھے۔ مولوی کرم الدین کی طرف سے مولوی فضل الدین پلیڈر تھے جو بیمار ہونے کے باعث حاضر عدالت عالیہ نہ ہو سکے اور پھر ان کی بجائے منشی حکم چند وکیل پیش ہوئے۔ آخر

معمولی بحث کے بعد چیف کورٹ سے مولوی کرم الدین کی درخواست نامنظور اور مسترد ہوئی یعنی یہ قرار پایا کہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہوں۔

اب گورداسپور میں باقاعدہ مقدمہ شروع ہوگا۔ جو مقدمہ جہلم میں مولوی کرم الدین صاحب نے اپنی ذاتی توہین کے متعلق مرزا صاحب اور حکیم فضل الدین کے خلاف دائر کیا ہوا تھا اور جس میں بڑی شیخی کے ساتھ نا اہلوں کے جھوٹ کی نجاست اور جھوٹ بولنے کی وعید سے خوف نہ کھا کر شائع کیا تھا کہ وارنٹ نکلے ہیں، اس کے انتقال کے لئے چیف کورٹ میں درخواست دائر کر دی گئی ہے کہ یہ مقدمہ بھی گورداسپور میں ہی ہونا چاہیے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

} نقل بیان مولوی کرم دین مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء مشمولہ مثل فوجداری اجلاسی رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر با ختیار مجسٹریٹ درجہ اول صدر جہلم نمبر مقدمہ ۴۔ مرجوعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء فیصلہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء موقع جہلم

مولوی کرم الدین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث۔

بنام عبداللہ کشمیری و شیخ یعقوب علی و مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ملزمان

جرم زیر دفعہ ۵۰۰، و ۵۰۱، و ۵۰۳ تعزیرات ہند

بیان کرم الدین ولد صدر الدین ذات آوان

پیشہ زمین داری و امامت و مدرس ساکن بھین باقرار صالح

میرے دادا کا نام مہر محمد ہے۔ مہر محمد کے باپ کا نام مجھ کو ٹھیک یاد نہیں۔ محمد حسن متوفی کے باپ کا نام نور حسن تھا۔ نور حسن کے باپ کا نام اللہ نور تھا اس کے باپ کا نام مجھ کو یاد نہیں ہے مگر اس قدر معلوم ہے کہ مہر محمد کا باپ اور اللہ نور کا باپ حقیقی بھائی تھے۔ محمد حسن کے تین پسران ہیں اس کی عورت بھی ہے وہ میری حقیقی ہمشیرہ ہے۔ محمد حسن کا ایک بیٹا سولہ، سترہ سال کا ہوگا، باقی دونوں بہت چھوٹے ہیں۔ نور حسن زندہ ہے مگر ضعیف العمر اور بیمار ہے۔ محمد حسن کا کوئی بھائی نہیں ہے۔

سوال وکیل مستغیث: جواب دیا، محمد حسن کے لڑکے میرے زیر اہتمام ہیں۔ محمد حسن متوفی کا ماتم میں نے کیا ہے یعنی میں نے ہی محمد حسن کے جنازہ کے واسطے لوگوں کو بلایا

اور میں نے ہی ماتم کا خرچ کیا اور میرے پاس ہی لوگ ماتم پرسی کو آئے۔ محمد حسن کا گور وکفن مین نے ہی کیا۔ اس کی ماتم پرسی کے خط میرے پاس ہی باہر سے آئے بہت سی چٹھیات میرے پاس ان کی ماتم پرسی کی معزز اشخاص کی طرف سے موجود ہیں۔ محمد حسن کا باپ نور حسن ان پڑھ ہے۔ مولوی محمد حسن کا قائم مقام اب میں ہی بطور مولوی اس علاقہ میں ہوا ہوں مجھ کو محمد حسن کے برخلاف تحریرات سے سخت رنج ہوا ہے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء۔ دستخط مجسٹریٹ درجہ اول۔ مقابلہ شد

حکم اخیر عدالت فوجداری

اجلاسی رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر باختیار مجسٹریٹ درجہ اول

مقام صدر جہلم نمبر مقدمہ ۴ (۴۰) مرجوعہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء فیصلہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء

مولوی کرم دین ولد مولوی صدر الدین ذات آوان ساکن بھیں تحصیل چکوال مستغیث

بنام عبد اللہ کشمیری احمدی مدرس قادیان

شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم قادیان

مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور مستغاث علیھم

جرم دفعہ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲ تعزیرات ہند

تجویز عدالت: حالات اس استغاثہ اور استغاثہ نمبری (۵) کے تقریباً یکساں ہیں اس واسطے یہ حکم ان دونوں استغاثوں میں ایک مولوی کرم الدین ہے مگر ملزمان میں سے مرزا غلام احمد قادیانی و شیخ یعقوب علی دونوں ایک ہی ہیں۔ تفاوت صرف یہ ہے کہ استغاثہ نمبری ۴ میں عبد اللہ کشمیری بھی ان کے ساتھ ملزم ہے۔ مگر استغاثہ نمبری ۵ میں عبد اللہ کشمیری ملزم نہیں ہے۔ بلکہ بجائے اس کے حکیم فضل الدین ان کے ساتھ ملزم ہے جو کہ ۱۷ جنوری کو بوجہ عدم تعمیل وارنٹ حاضر نہیں ہوا۔

۲۔ مستغیث کا بیان ہے کہ مولوی محمد حسن فیضی اس کا حقیقی بہنوئی تھا کہ جواب مر گیا ہے اور مشہور و معروف عالم و فاضل تھا اس کی نسبت ملزمان نے ہتک آمیز کلمات تحریر اور شائع کئے جن کا ذکر اس نے اپنے ہر دو استغاثہ جات میں مفصل درج کیا ہے۔ پس اب ملزمان پر مواخذہ زیر دفعہ ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند کیا جاوے۔

۳۔ مستغیث کا جو بیان نسبت اس کی رشتہ داری اور تعلق ہمراہ مولوی محمد حسن فیضی متوفی لیا گیا تو اس کا یہ بیان ہے کہ وہ محمد حسن متوفی کا حقیقی سالا ہے یعنی محمد حسن متوفی کی عورت اس کی ہمشیرہ حقیقی ہے اور کہ اس کا پڑ دادا اور محمد حسن متوفی کا پڑ دادا حقیقی بھائی تھے۔ یہ بھی اس کا بیان ہے کہ محمد حسن متوفی کا باپ نور حسن ان پڑھ ہے وہ بھی اب تک زندہ ہے اور کہ اس کی عورت یعنی حقیقی ہمشیرہ مستغیث اور محمد حسن کی تین لڑکیاں جو ابھی نابالغ ہیں وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور اس کی سرپرستی میں رہتی ہیں اور کہ وہ بھی اس کی خبر گیری کرتا ہے اور کہ اس نے محمد حسن متوفی کی ماتم داری اور تجہیز و تکفین کیا تھا اور کہ اسی کے پاس لوگ اس کی ماتم پرسی کے لئے آئے تھے۔

۴۔ پس اب اس مرحلہ پر وکلا ملزمان نے یہ سوال پیدا کیا کہ بہ موجودگی بیوہ و پدر و پسران محمد حسن متوفی مستغیث کو جو محض سالا متوفی ہے یا پانچ پشت دور کا رشتہ دار اس کا ہے، کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا ہے۔ لہذا یہ استغاثہ جات خارج ہو کر ملزمان رہا ہونے چاہییں۔ چنانچہ فریقین کے وکلا کی بحث اس اہم اور اوائل اعتراض کے متعلق سماعت کی گئی اور اس پر کافی طور سے غور کیا گیا۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ہماری رائے میں بلا شبہ مستغیث کو کوئی منصب دائری استغاثہ جات ہذا کا بموجودگی بیوہ پدر پسران متوفی نہیں ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں وہ وجوہات اس کے متعلق قلمبند کرتے ہیں۔

۵۔ وکلاء ملزمان کی اول حجت یہ ہے کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جس کے تحت میں ہی استغاثہ ہذا زیر باب اکیس (۲۱) ہو سکتا ہے الفاظ مظلوم شخص Aggressed Person... سے وہ شخص سمجھے جانا چاہیے کہ جو زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری اس جرم میں راضی نامہ بھی کر سکیں کیونکہ یہ جرم قابل راضی نامہ ہے۔ پس اگر کوئی ایسا شخص استغاثہ زیر باب اکیس زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری دائر کرے کہ جو اس جرم میں راضی نامہ نہ کر سکتا ہووے تو وہ منصب دائری اس استغاثہ کا نہیں رکھتا ہے کیونکہ پھر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی تعمیل نہیں ہو سکی اور جرم قابل راضی نامہ نہیں رہ سکتا حالانکہ قانون نے اس کو قابل راضی نامہ قرار دیا ہے۔ مگر ہماری رائے میں یہ دلیل وکلاء ملزمان کی درست معلوم نہیں ہوتی ہے۔ قانون نے جرم ازالہ حیثیت عرفی زیر باب ۲۱ کو جیسا کہ دیگر جرائم کو قابل راضی نامہ زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری صرف ان حالتوں میں قرار دیا

ہے جب کہ دفعہ مذکور کی فہرست جرائم کی خانہ نمبر ۳ کی تعمیل بھی ہو سکے اگر اس خانہ کی تعمیل نہیں ہوسکتی تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ جرم قابل راضی نامہ نہیں ہے۔ مثلاً جرم زیر دفعہ ۴۹۸ تعزیرات ہند کے لئے خاوند عورت بھی دعوی کر سکتا ہے اور وہ شخص بھی کہ جس کی حفاظت میں خاوند نے اس کو چھوڑا ہوا تھا، مگر راضی نامہ صرف خاوند ہی کر سکتا ہے۔ علی ہذا القیاس اگر کسی شخص کا چالان زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند کیا گیا ہو مگر بعد میں وہ مر گیا، تو استغاثہ تو اس کی نسبت پولیس کی معرفت ہی دائر ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا راضی نامہ ایسی صورت میں نہیں ہو سکے گا۔ پس ان امور سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ ضرور نہیں کہ زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جو مظلوم شخص دعوی ازالہ حیثیت عرفی دائر کر سکتا ہو وہ وہی شخص ہو کہ جس کا ذکر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ نمبر ۳ میں کیا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اگر ایسی عبارت کو لکھا جاوے تو یہ ہوگا کہ متذکرہ بالا امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری مترادف شخص ہتک شدہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری سے ہے جیسا کہ وکلاء استغاثہ بھی منتشر اور بے سرو پا طور سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ مختلف اشخاص ہو سکتے ہیں اور اکثر دفعہ ہوتے ہیں علاوہ بریں اگر وکلاء ملزمان کی حجت اول کو صحیح اور درست مان لیا جاوے اور سوائے شخص ہتک شدہ کے اور کوئی شخص دائرہ استغاثہ کا منصب نہ رکھتا ہو تو پھر دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح (نمبر ۱) ایک فضول اور بے معنی عبارت ہو جاتی ہے کیونکہ پھر تو ایک متوفی کی توہین ہو جانے کی حالت میں کوئی بھی استغاثہ دائر نہ کر سکا کریگا۔ حالانکہ قانوناً ایسا استغاثہ دائر کیا جا سکتا ہے۔

پس وکلاء فریقین کی اس بحث سے ہمارا اتفاق نہیں ہے کہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری جو استغاثہ زیر باب اکیس تعزیرات ہند دائر کر سکتا ہے وہ وہی شخص ہونا چاہیے کہ جو دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کی جدول جرائم کے خانہ نمبر ۳ میں مندرج ہے۔ ساتھ اس کے ہم وکلاء ملزمان کی اس حجت سے بھی اتفاق نہیں کرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ مانا جاوے گا تو زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری جرائم زیر باب اکیس تعزیرات ہند کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حجت کے مطابق جب کہ ایک رشتہ دار متوفی کے دعوی

ازالہ حیثیت عرفی کا فیصلہ ہوا تو دوسرے رشتہ دار متوفی پر جدید دعوی دائر کر سکتا ہے مگر ہماری رائے میں دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کے الفاظ بالکل صاف ہیں اس میں صاف مندرج ہے کہ جب کہ ایک دفعہ عدالت مجاز کے جرم کا فیصلہ کر دیگی اور ملزم بری یا سزا ب ہو جاوے گا تو انہیں واقعات پر کبھی اس کی تحقیقات اور تجویز نہیں ہو سکے گی ۔ پس نہ ختم ہونے والی سلسلہ کا خوف وکلاء ملزمان اپنی حجت اول کو ظاہر کرنے سے بیان کرتے ہیں وہ خود الفاظ دفعہ ۴۰۳ کے مطالعہ سے قطعی جاتا رہتا ہے۔ پس ان حالات میں جو اختلافات وسقم قانون کو وکلاء ملزمان بیان کرتے ہیں کہ واقعہ ہونگے اگر الفاظ مظلوم شخص مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری اور شخص ہتک کردہ مندرجہ دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری کو مترادف نہ مانا جاوے وہ ہماری رائے میں کوئی واقعی اور دراصل وجود نہیں رکھتی ہیں۔

۶۔ البتہ اگر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری کے الفاظ مظلوم شخص کو دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ا سے علیحدہ کر کے پڑھا جاوے تو دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری کی تعبیر میں بڑی دقت پیش آتی ہے مثلاً اگر ایک شخص متوفی جس کی کہ ہتک کی گئی ہے اس کے پسران یہی ہیں اور اس کی بیوہ یہی ہے اور علاوہ انکے اس کے دوسرے رشتہ داران قریبی مثلاً بھائی چچا اور باپ بھی ہیں اور وہ سب کے سب زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (ا) تعزیرات ہند ایک ہی دفعہ مختلف استغاثہ جات ازالہ حیثیت عرفی نسبت کسی شخص کے دائر کریں جیسا کہ تشریح نمبر ا دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند مذکور کے تحت وہ کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک کا استغاثہ دائر کر دینا دوسروں کو اس کی دائری سے روک دیوے، تو پھر سوال یہ لازمی طور سے پیدا ہوگا کہ کس کے استغاثہ کی تحقیقات ہووے اور کس کو نظر انداز کیا جائے، یا اگر ان دائر کردہ استغاثہ جات میں سے کوئی شخص مثلاً بھائی متوفی ملزم سے مل جاوے اور راضی نامہ دے دیوے (کیونکہ حسب بحث وکلا استغاثہ شخص مظلوم مندرجہ دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری زیر دفعہ ۳۴۵ ضابطہ فوجداری راضی نامہ دے سکتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ ان کی بحث کے مطابق ایسی حالت میں وہی شخص ہتک شدہ ہے) اور اس میں ملزم لامحالہ بری کیا جاوے تو پھر کیا اثر دیگر استغاثہ جات دائرہ شدہ پر ایسی بریت کا پڑے گا جب کہ زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری انہیں واقعات پر کسی جرم کی تحقیقات اور تجویز اور دوبارہ نہیں ہو

سکتی اور جب کہ ایک دفعہ کوئی شخص اس سے بری یا سزا یاب ہو چکا ہے تو پھر کسی طرح سے ان دیگر استغاثہ جات کے ساتھ سلوک کیا جاوے گا یا اگر یہ مان لیا جاوے کہ وہ شخص راضی نامہ نہیں دے سکتا مگر اگر وہ دانستہ یا نادانستہ اپنے استغاثہ کو خارج ہونے دے اور ملزم کو اسی طرح بری کراوے، تو کیا اثر اس کی ایسی کاروائی سے دیگر استغاثہ جات متدائرہ پر پڑے گا کیونکہ ایسی حالت میں ایک مقابلتاً دور کا رشتہ دار اپنے فعل سے کسی متوفی ہتک شدہ کے اپنے سے زیادہ قریبی اور قدرتی رشتہ داران مثلاً بیوہ یا پسران یا باپ کو ان جائز حقوق یعنی دائری مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی سے اور اس کے متعلق انصاف حاصل کرنے سے محروم کر سکتا ہے کہ جو واقعی بڑا ظلم اور قانون فوجداری کے تحت بے قاعدگی ہوگی ۔ یا اگر متوفی کا پسر اور بیوہ جو سب سے قریب ترین رشتہ متوفیہ سے رکھتی ہوں اور جو قدرتاً استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کیلئے سب سے زیادہ اور سب سے اول مستحق ہوں مگر خواہ ملزم سے مل کر یا کسی دیگر بواعث سے وہ ایسا دعوی اور استغاثہ دائر نہ کرنا چاہتے ہوں اور نہ ان الفاظ کو جو متوفی کی نسبت تحریر کی گئی ہیں وہ ازالہ حیثیت عرفی کی حد تک پہنچی ہوئی سمجھتی ہوں تو کیا پھر ان کی موجودگی عدم دائری استغاثہ میں ایک ان کی مقابلہ سے دور کے رشتہ دار کو منصب دائری استغاثہ زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح (۱) ہوسکتا ہے بفرض اگر ان حالات کو مدنظر رکھا جاوے اور نیز جب کہ فیصلجات پنجاب ریکارڈ نمبری ۳۹، ۱۸۸۷ء و انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۴ و انڈین لاء رپورٹ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۱ و جلد ۲۵ ص ۱۵۶ و انڈین لا رپورٹ مدراس جلد ۱ ص ۳۸۳ و ضابطہ فوجداری مولفہ مسٹر آئر صاحب صفحہ ۳۴۰ وغیرہ کو دیکھا جاوے جن میں ججان ہائی کورٹ نے سوائے خاوند کو مقدمہ زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند دائر کرنے کا اختیار دینے کے محض نسبت اپنی زوجہ کے بدچلن کے ہتک آمیز الفاظ بیان کئے جانے کے، کہ بوجہ اس کے کہ قانوناً ان کی ذات کو ایک مانا گیا ہے اور کسی رشتہ دار کو حق کہ باپ کو اپنی بیٹی یا دختر کی ہتک کے واسطے یا بھائی کو اپنی ہمشیرہ کی ہتک کے واسطے یا پسر کو اپنی والدہ کی ہتک کے واسطے یا بھائی کو اپنی بھاوج کی ہتک کے واسطے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ (یا) کا جو مابین اشخاص خاندان اور دیگر قریبی رشتہ داران مندرج ہے اور اس کے یہ کبھی معنی نہیں ہوسکتے کہ جب کہ متوفی شخص کے اس قسم کے دونوں رشتہ داران موجود

ہوں تو ہر دو جدا گانہ استغاثہ جات ازالہ حیثیت عرفی کے ایک ہی وقت میں دائر کر سکتے ہیں یا کہ اشخاص خاندان اگر دعوی نہ کریں یا نہ کرنا چاہیں تو بھی دیگر قریبی رشتہ دار کر سکتے ہیں کیونکہ اگر اس ، یا ، لفظ کے یہ معنی لئے جاویں تو پھر وہی گڑ بڑ نظارہ اس جگہ پیدا ہو جاوے گا کہ جس کی تشریح فقرہ نمبر ۶ حکم ہذا میں ہم اوپر مفصل کر آئے ہیں۔

پس ان حالات میں ہماری رائے میں لفظ ، یا ، سے مراد یہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ہی معنی اس کے کل عبارت تشریح نمبر ا کے ساتھ مربوط اور پیوست ہو سکتے ہیں۔ اور یہ ہی معنی اس کے متذکرہ بالا کل اختلافات اور بے قاعدگی ہائے مندرجہ فقرہ نمبر ۶ حکم ہذا کو دور کر سکتے ہیں کہ دیگر قریبی رشتہ دار کے متوفی کے صرف اس حالت میں ازالہ حیثیت عرفی کی نالش زیر دفعہ ۴۹۹ تشریح نمبر ا کر سکتی ہیں جب کہ کوئی اشخاص اہل خاندان میں اس کے موجود نہ ہوں۔ اور جب تک کہ وہ موجود ہوں تب تک دیگر قریبی رشتہ داروں کو کوئی حق استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی دائر کرنے کا زیر دفعہ ۱۹۸ ضابطہ فوجداری نہ ہوگا۔

۹۔ اب صرف ایک امر کی نسبت تذکرہ کرنا باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا اشخاص خاندان میں یا دیگر قریبی رشتہ داروں میں کون شخص شمار ہو سکتے ہیں اور کیا ان میں مستغیث مقدمہ ہذا شامل ہو سکتا ہے۔ مگر اول اس جگہ یہ درج کرنا ضروری ہے کہ مستغیث کے دو رشتے متوفی محمد حسن فیضی سے اس کے بیان کے مطابق پائے جاتے ہیں ایک تو وہ ان کا سالا ہے۔ اور دوم وہ اس کا یک جدی ہے پانچ پشت میں ہے۔ اب ہم خیال نہیں کر سکتے کہ لفظ خاندان و رشتہ داروں قریبی کے خواہ کوئی تعبیر کی جاوے اس میں ہی کسی کے رو سے سالا خاندان اور قریبی رشتہ داروں متوفی میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ہماری رائے میں وہ مطلق ان دونوں لفظوں کی تعریف میں نہیں آ سکتا اور نہ عام بول چال اہل زبان میں اس کی نسبت ایسا اطلاق دیا جا سکتا ہے چنانچہ تعزیرات ہند اردو میں لفظ Family.. ترجمہ صرف اہل وعیال ہی کیا ہے بلکہ دو یک جدی اشخاص اہل اسلام کے درمیان بھی۔ کیونکہ اہل ہنود میں تو ایسے رشتے بہت دور کے تعلقات کو چھوڑ کر کئے جاتے ہیں اور ہمیشہ مختلف گوت اور خاندانوں میں بھی ہوتے ہیں ایسا رشتہ قائم ہونا ہی بذات خود بڑی بھاری دلیل اس بات کی ہو جاتی ہے کہ اب خونی تعلقات کا کچھ اثر باہمی طور سے ان میں نہیں مانا جاوے گا اور نہ رہے گا۔ اور کہ خواہ وہ کسی وقت

یک جدی ہی تھے مگر آئندہ کے واسطے وہ دومختلف خاندان مانے جاویں گے اور متصور ہونگے پس متوفی محمد حسن کا سالا ہونے کی حیثیت میں ہماری رائے میں مستغیث ہر دو مقدمات ہذا لفظ خاندان و دیگر رشتہ داروں قریبی متوفی کے ذیل میں نہیں آسکتا اور نہ اس کا اس سے پانچ پشت میں ملنا اس کو قریبی رشتہ داروں کی تعریف میں لاسکتا ہے۔

اب یہاں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ ہم وکلاء استغاثہ کی اس بحث کو ماننے کے واسطے تیار نہیں کہ الفاظ خاندان یا قریبی رشتہ دار مندرجہ تشریح (۱) دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کو ان لامحدود مہمل اور بسیط معنوں میں تعبیر کیا جاوے کہ جس طرح سے وہ عام لوگوں میں استعمال کئے جاتے ہیں اور کہ جس کی رو سے ایک دس باراں پشت کا یا اس سے بھی زیادہ دور کا یک جدی بعض دفعہ ایک خاندان میں سے کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ کسی زمانہ میں ایک مورث کی اولاد سے ہو چکے ہیں یا کہ جس کی رو سے ایک مشترکہ یک جدی جب تک ایک گھر میں رہے تو ایک خاندان سمجھا جاتا ہے اور جب جائیداد تقسیم کر کے علیحدہ ہو جاتا ہے تو علیحدہ خاندان میں سمجھا جاتا ہے وعلی ہذا القیاس۔ مگر ایسا کرنے سے ہم تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ کی تشریح (۱) کو بالکل مہمل بنا دیتے ہیں۔ اور اس کو ایسی وسعت دے دیتے ہیں کہ جس سے ایک شخص کے تنگ کئے جانے کا کوئی اندازہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ایسی حالت میں وہ شخص کہ جو شخص ہتک کردہ کی زندگی میں صرف ایک ہی استغاثہ ازالہ حیثیت عرفی کا اس کی جانب سے دائر کئے جانے کا مستوجب ہو سکتا تھا مگر اس کے مرجانے کی حالت میں ہزاروں نامعلوم اشخاص کے استغاثہ جات کے دائر کرنے کا مورد ہوسکتا ہے یعنی کہ جو شخص متوفی کے یک جدی ہونے کو ثابت کرا سکے مگر ہماری رائے میں قانون فوجداری مندرجہ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کی تشریح نمبر ایک کا ایسا وسیع اور مہمل مطلب نہیں ہوسکتا۔

لہذا وجوہات بالا ہماری رائے میں مستغیث کرم الدین کو ان ہر دو استغاثہ جات دائر کرنے کا کوئی منصب قانونی بموجودگی پسران بیوہ و پدر متوفی نہیں ہے خواہ وہ ان پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے اور خواہ اس کو خود زیادہ رنج ان الفاظ سے ہوا ہے کہ جو ملزمان نے متوفی محمد حسین کے بارہ میں دستاویزات متدعویہ میں درج کئے ہیں۔

۱۰۔ پس ہم ان ہر دو استغاثہ جات کو خارج کر کے داخل دفتر کرتے ہیں اور ہر سہ

ملزمان استغاثہ نمبر۴ کو اور ملزمان استغاثہ نمبر ایک و تین استغاثہ نمبر ۵ کو رہا کرتے ہیں اور ملزم نمبر۴ مندرجہ استغاثہ ۵ جو حاضر نہیں ہوا ہے اسکے برخلاف بھی اب کوئی کاروائی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں اور اس کے برخلاف استغاثہ مذکور کو زیر دفعہ ۴۰۳ ضابطہ فوجداری خارج کرتے ہیں مندرجہ بالا حکم وکلاء فریقین کو سنایا گیا۔

۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء۔ دستخط رائے سنسار چند اکسٹرا اسسٹنٹ باختیا مجسٹریٹ درجہ اول

(اخبار الحکم قادیان ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۹۔۱۰)

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ہمارے مقدمات:

مقدمات کے متعلق ۲۳۔۲۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کی تاریخیں مقرر تھیں۔ ۲۳ ستمبر کو مولوی کرم الدین کا استغاثہ جو حکیم فضل الدین کے خلاف پیش ہوا۔ حکیم فضل الدین نے ایک درخواست اپنے وکلا کی معرفت پیش کی کہ یہ مقدمہ جب تک زیر دفعہ ۴۲۰ فیصلہ نہ ہولے ملتوی رہے کیونکہ اس مقدمہ کا انحصار ایک پہلو سے انہیں واقعات اور دستاویزات پر ہے ۔ وکلاء کی بحث کے بعد مجسٹریٹ نے مقدمہ کی تاریخ ۱۷۔ اکتوبر درخواست نامنظور کر کے مقرر کر دی۔

۲۴ ستمبر کو اڈیٹر الحکم کا مقدمہ بنام مولوی کرم الدین و اڈیٹر سراج الاخبار جہلم پیش ہوا۔ ملزم نے شہادت کے موجود ہونے پر مستغیث پر بقایا جرح کرنی چاہی شہادت استغاثہ چونکہ اس تاریخ پر طلب نہیں ہوئی تھی اس لئے ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مکرر اس مقدمہ کی سماعت کے لئے مقرر ہوئی۔

مقدمہ زیر دفعہ ۴۲۰ جس میں مولوی کرم الدین کی شہادت صفائی گذرنی ہے اس کے لئے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء مقرر ہے۔ ۱۷۔ اکتوبر کے لئے مولوی کرم الدین کو کہا گیا کہ وہ اپنی شہادت استغاثہ بھی طلب کرائے۔

۲۸ ستمبر کو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریریں ہونے والی تھیں مگر ملزم کی درخواست پر وہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء پر ملتوی ہوگیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰۔ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۲۰)

{ اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

مقدمات جہلم کی کاروائی:

مولوی کرم الدین اور مولوی فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار جہلم پر ایک استغاثہ زیر دفعہ ۵۰۰۔۵۰۲ وغیرہ گورداسپور میں اڈیٹر الحکم کی طرف سے دائر تھا۔ دوسری نالش زیر دفعہ ۴۱۷ دغا کی حکیم فضل الدین کی طرف سے مولوی کرم الدین پر گورداسپور ہی میں دائر تھی۔ اولاً اس مقدمہ کے التواء کے لئے مختلف صورتیں پیش آئیں جن کا باعث فریق ثانی تھا۔ آخر فریق ثانی نے چیف کورٹ میں درخواست پیش کی کہ یہ مقدمات گورداسپور سے جہلم منتقل کئے جائیں مگر چیف کورٹ کے ججوں نے فیصلہ کر دیا کہ یہ مقدمات گورداسپور ہی میں ہوں گے منتقل نہیں ہو سکتے۔ اب یہ مقدمات گورداسپور میں ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء سے شروع ہو گئے ہیں۔

ان استغاثوں کے بالمقابل مولوی کرم الدین نے جہلم میں چار مقدمے مرزا غلام احمد، اور حکیم فضل الدین اور مولوی عبد اللہ اور خاکسار اڈیٹر الحکم کے خلاف دائر کئے تھے جو رائے سنسار چند کی عدالت سے پہلی ہی پیشی پر خارج ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ان مقدمات کی نگرانی مولوی کرم الدین نے سیشن جج جہلم کی عدالت میں کی تھی جس کے ۱۵ مئی ۱۹۰۳ء مقرر تھی۔ اس تاریخ پر حکیم فضل الدین اور خاکسار اڈیٹر الحکم اصالۃً پیش ہوئے اور خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی بطور وکیل پیش ہوئے اور مرزا صاحب کی طرف سے علاوہ وکلاء مذکور مسٹر اورئیل بیرسٹر ایٹ لاء پیروکار تھے۔ مولوی کرم الدین کی طرف سے لالہ بھگوانداس اور منشی محمد دین وکلاء جہلم موجود تھے جنہوں نے اپنے موکل کے لئے اس قسم کی تقریر کی جو رائے سنسار چند کی عدالت میں کی تھی۔ جوابی تقریر مسٹر اورئیل کی طرف سے ہوئی۔ آخر جج صاحب نے حکم دیا کہ اخیر مہینہ پر فیصلہ سنا دیا جاوے گا۔ یہاں تک مقدمات جہلم کی کاروائی ہو چکی۔

مولوی کرم الدین نے پہلے مقدمات کے خارج ہونے پر مواہب الرحمٰن کی بنا پر ایک استغاثہ مرزا قادیانی اور حکیم صاحب کے خلاف جہلم میں دائر کیا تھا اس مقدمہ کے گورداسپور منتقل کئے جانے کی درخواست ہماری طرف سے چیف کورٹ میں دائر کی گئی جس کی تاریخ پیشی ۱۰ جون مقرر ہوئی ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

} مقدمہ جہلم میں جو نگرانی مولوی کرم الدین کی طرف سے حضرت اقدس اور حکیم فضل الدین و مولوی عبداللہ و اڈیٹر الحکم کے برخلاف بعدالت سیشن جج دائر ہوئی تھی اور جس کی پیشی ۱۵ مئی کو ہوئی تھی وہ ۲۹ مئی ۱۹۰۳ء کو خارج ہوگئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

} کیا پیر گولڑوی شہادت کیلئے نہ آئے گا؟

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

راولپنڈی سے افواہاً معلوم ہوا کہ اگرچہ پیر صاحب نے اس سمن کی تعمیل کر دی ہے جو حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں ان کو گورداسپور سے ادائے شہادت کیلئے آیا تھا مگر وہ ادائے شہادت کے لئے نہ آئیں گے بلکہ طبی سرٹیفیکیٹ پیش کرنے کی تجویز ہوگی۔ ہم اس افواہ پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ پیر صاحب کی صحت اس وقت تک بہت اچھی ہے اور ابھی وہ دورہ کر کے واپس آئے ہیں جس سے ان کی صحت کی عمدہ ہونے کی شہادت ملتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ۲۲۔۲۳۔۲۴ جون تک بالکل تندرست رہیں جو لوگ ان کے ساتھ باوجود اپنے تعلقات کا اظہار کر کے بھی ایسی افواہیں اڑاتے ہیں وہ در پردہ پیر صاحب کے نادان دوست ہیں راولپنڈی کے ڈاکٹروں کی نسبت ہم کبھی یہ یقین نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نگاہ نہ رکھیں اور تندرست آدمی کو مریض کا سرٹیفیکیٹ دے دیں اور پیر صاحب کی شان سے بھی یہ امر بعید ہے کہ وہ اپنی شان پیری کو نگاہ نہ رکھیں اور کتمان شہادت کے گناہ عظیم کا خیال نہ کریں جس کیلئے قرآن شریف میں بڑے شد و مد سے اور متصوفین میں نہایت شرح و بسط سے وعید پر وعید آئی ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے لا تکتموا الشھادۃ و من یکتمھا فانّہ آثم قلبہ و اللّٰہ بما تعملون علیم۔ گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے تو بے شک گنہگار ہے دل اس کا۔ دل ہی تو اک شئے ہے جس کا تعلق رحمٰن سے ہے اور اہل تصوف و مشائخ میں اسی کے صاف اور پاک کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

پس ہم کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ پیر صاحب اس کو فراموش کر جائیں۔ ہم تو یہاں تک امید کرتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ پیر صاحب بیمار بھی ہوں تب بھی ادائے شہادۃ کی

ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ضرور حاضر ہونا اپنا فرض سمجھیں گے۔ بہرحال ہم اس افواہ کے ماننے کو تیار نہیں ہیں اور راولپنڈی کے مشہور ڈاکٹروں سے امید کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی جگہ اپنے معمول کے موافق طبی سرٹیفکیٹ کی طلب کے وقت دیانت سے کام لیں گے اور اپنی ذمہ داریوں کا خیال رکھیں گے۔

اس افواہ کو قبل از وقت شائع کرنا اسی غرض سے ہے کہ تا پیر صاحب عوام کے مشورہ سے پرہیز کریں اور لائق ڈاکٹر بھی مصنوعی بیماری کے پیش کرنے کے وقت متنبہ رہیں اور نیز حکام عالی مقام کو بھی ثانی الحال یہ تحریر کام آوے (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۳ء ص ۹)

} اڈیٹر اخبار البدر قادیان لکھتے ہیں:

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء گورداسپور

مرزا صاحب کی طبیعت عرصہ دراز سے بیمار چلی آتی ہے مگر گذشتہ ہفتہ آپ کو کھانسی نزلہ وغیرہ کی سخت تکلیف تھی۔ دم رات کو الٹ جاتا رہا اور اسی وجہ سے آپ اکثر اوقات مسجد میں تشریف نہ لا سکے لیکن تاہم جب مقدمہ کی تاریخ آئی تو آپ ۱۲۔ تاریخ کو اسی حالت میں سوار ہو کر گورداسپور تشریف لائے اور اسی حالت بیماری اور سخت تکلیف میں عدالت میں بھی گئے۔ (اخبار بدر نمبر ۴ جلد ۳۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ہمارے مقدمات

۱۳ جنوری ۱۹۰۴ء کو سب سے پہلے خواجہ کمال الدین نے مجسٹریٹ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے پچھلی پیشی پر وعدہ فرمایا تھا ۴۲۰ کا فیصلہ ..کو سنا دونگا آپ اگر وہ فیصلہ پہلے سناؤ تو تقریروں میں بہت اختصار ہو جائیگا کیونکہ اہم امور پر آپکی رائے سے فیصلہ ہو چکے گا مگر مجسٹریٹ نے کہا کہ میں فیصلہ بھول آیا ہوں ساتھ نہیں لا سکا کل سنا دونگا۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے مرزا غلام احمد کی طرف سے تحریری بیان (جس کا پہلے سرسری بیان میں اقرار تھا اور مجسٹریٹ نے بھی زبانی تسلیم کر لیا تھا کہ تحریری بیان دے دیں) جو سہولتوں کے لئے چھپوا لیا گیا تھا پیش کیا، اور اس کے ساتھ ہی ایک ایفی ڈیوٹ Affidavit بھی تھا جو حکیم فضل الدین کی طرف سے تھا۔ مجسٹریٹ نے اولاً اسے لے لیا لیکن فریق ثانی کے

وکیل کو بھی اطلاع دی کہ یہ تحریری بیان ہے اس پر اس نے عذر کیا کہ یہ نہیں لیا جا سکتا اس سوال کو غیر فیصل قرار دے کر چھوڑ دیا اور کہا کہ پہلے تقریر ہونی چاہیے چنانچہ وکیل استغاثہ اور خود کرم دین نے اپنی اپنی باری اور موقع پر تقریر کی چونکہ وقت بہت ہو چکا تھا خواجہ صاحب کی تقریر نہ ہوئی۔

اور پھر اس بیان تحریری کے متعلق عرض کیا جسکو عدالت نے لینا نامنظور کیا کہ یہ ڈیفنس نہ ہونے پر لیا جا سکتا ہے چونکہ دوران مقدمہ میں بعض امور اس قسم کے واقع ہوئے جن سے ہم کو مقدمات اس عدالت سے منتقل کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی اس لئے ۱۴ جنوری کو مقدمات کے انتقال کے لئے چیف کورٹ میں درخواست دینے کی بنا پر التواء مقدمات کی درخواست مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش کی، جس کو انہوں نے کسی قدر تامل اور غور کے بعد منظور کر لیا اور مقدمات کو ۱۴ فروری ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا۔

مقدمات کے التواء کے بعد مجسٹریٹ نے فیصلہ کے لئے فرمایا کہ وہ میں غالباً لے آیا ہوں، سنا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے فیصلہ نکالنے سے پہلے ہی زبانی فرمایا کہ، میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سراج الاخبار مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور خطوط اسی کے ہیں لیکن جرم ثابت نہیں۔، پھر فیصلہ نکال کر آپ نے سنانا شروع کیا اور کچھ حصہ سنا دیا اور فرمایا کہ ایسا ہی لکھا ہے۔ چونکہ مقدمہ ۴۲۰ فیصل ہو گیا ہے اس لئے اس مقدمہ کے متعلق ہم رائے زنی کر سکتے ہیں اور اسی لئے کسی دوسری جگہ اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۲۔۳)

}اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

ایک مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا

...اس وقت ہم صرف ایک مقدمہ کے متعلق جس کا فیصلہ ۱۴ جنوری کو رائے چندو لال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور نے سنایا، ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور اس مختصر مضمون میں کل مقدمہ کا خاکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مقدمہ وہ مقدمہ ہے جو الحکم میں مقدمہ دغا زیر دفعہ ۴۲۰ کے نام سے ظاہر کیا جاتا رہا ہے۔

ناظرین کو اس کے حالات اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعجاز المسیح جو مرزا صاحب کی عربی تصنیف ہے جو ۷۰ دن کے اندر باوجودیکہ چار جزو

کا وعدہ تھا ساڑھے بارہ جزو پر شائع ہوگئی اور ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو پیر گولڑوی کو بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی اور بالمقابل پیر صاحب کی طرف سے ان ستر دن کے اندر چار جزو اور ساڑھے بارہ جزو تو کجا ایک آدھ صفحہ بھی اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہ ہوا۔۔پیر صاحب نے اپنی اس ندامت کو دور کرنے کے لئے بڑی جد و جہد اور آخر محمد حسن فیضی کے نوٹو ں کو جو اس نے اعجاز المسیح پر لکھے تھے حاصل کر کے اعجاز المسیح کے رد میں سیف چشتیائی کا ایک حصہ مخصوص کر کے شائع کر دیا۔اور یہ الزام لگایا کہ اعجاز المسیح سرقہ ہے.. مولوی کرم دین ساکن بھیں اور شہاب الدین شاگرد مولوی کرم دین وغیرہ نے اپنے خطوط کے ذریعہ اطلاع دی کہ پیر گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی بجائے خود فیضی کا سرقہ ہے اور ان اصلی نوٹوں کے دکھانے کا وعدہ کیا جس پر فضل الدین بھین گئے اور ان نوٹوں کو چند روپئے دے کر خرید لیا۔

ان سب خطوط کی بنا پر الحکم مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون پیر گولڑوی کی اس چوری پر شائع ہوا.مولوی کرم الدین چونکہ گولڑی جماعت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اور ہم نے قرآن شریف کے احکام کے ماتحت اس کی پرواہ نہ کی اس کا نام ظاہر کر دیا جس سے برافرختہ ہوکع اس نے سراج الاخبار جہلم مورخہ ٦۔اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون طبع کرایا کہ یہ فیضی کے نوٹ نہیں ہیں اور پیر گولڑوی نے سرقہ نہیں کیا وغیرہ مرزا صاحب سے ہماری خط و کتابت نہیں وغیرہ۔آخر اس کے فیصلہ کے لئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہ تھا کہ بذریعہ عدالت فیصلہ ہو کہ آیا یہ نوٹ واقعی محمد حسن فیضی کے ہیں یا نہیں، پھر گولڑی نے ان کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یا نہیں، پیر صاحب نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے یا نہیں۔اور سیف چشتیائی کا وہ حصہ جو اعجاز المسیح کی تردید میں ہے اس طرح پر سرقہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء کو یہ استغاثہ لالہ گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا گیا۔اور ایک لمبی دوڑ کے بعد ۱۴ جنوری ۱۹۰۴ء کو پوری ۱۴ مہینے بعد اس کا فیصلہ سنایا گیا..کہ وہ خطوط جو حکیم فضل دین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے تھے وہ کرم دین یا اس کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے ہیں اور مرزا صاحب یا ان کی جماعت کے افراد کے نام ہیں اور جو مضمون سراج الاخبار ٦۔اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کرم دین کے نام سے چھپا تھا جن میں ہر دو یعنی

خطوط اور مضمون سراج الاخبار سے کرم الدین عدالت میں انکاری تھا اور کہتا تھا کہ یہ خطوط وغیرہ میرے نہیں ہیں ، وہ سب اسی کے ثابت ہوئے لیکن کرم دین پر بقول مجسٹریٹ جرم دغا زیر دفعہ ۴۲۰ ثابت نہ ہوا..

ایک مقدمہ کا خاتمہ اس طرح پر ہو گیا ہے۔ گورداسپور کی پبلک کو ان مقدمات سے اچھی دل چسپی رہی یہاں تک کہ بعض مجسٹریٹ بھی دل چسپی حالات سنتے تھے۔ خصوصاً مرزا ظفر اللہ خان صاحب کو بہت دل چسپی تھی۔ مرزا صاحب کی شہادت جب اس مقدمہ میں ہوئی تو کئی مجسٹریٹ سننے کو موجود تھے۔

اس امر کا ذکر کرنا خالی از دل چسپی نہیں ہوگا کہ گورداسپور میں ہمارے مخالف یہ کوشش بھی کی گئی کہ ہم کو کوئی مکان رہنے کیلئے نہ ملے اور اس کوشش میں بڑے بڑے آدمیوں نے حصہ لیا..   (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۵۔۶ ملخصاً)

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں :

ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور کے حضور جو درخواست بغرض انتقال مقدمہ قانوناً دی گئی تھی اور جس کی پیشی ۱۲ فروری ۱۹۰۴ء مقرر تھی ،۱۲ فروری کو بمقام علی وال درخواست پیش ہوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے درخواست مذکور کو نا منظور فرمایا اور مقدمہ بدستور لالہ چندو لال کی عدالت میں رہنے دیا گیا۔ درخواست انتقال ان امور کی بنا پر تھی جو عدالت کی بعض کاروائیوں سے ہم کو بحثیت مستغیث انصاف کی راہ میں روک نظر آتی تھی ۔ بہر حال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اپنا یہی فیصلہ دیا جس کے متعلق عدالت عالیہ چیف کورٹ میں درخواست انتقال مقدمہ دی گئی ہے جس کیلئے ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء مقرر ہے۔

مقدمہ ڈپٹی کمشنر کی عدالت سے واپس لالہ چندو لال کی عدالت میں جا کر ۱۲ فروری کو پیش ہوا مرزا غلام احمد کی طبیعت اس روز سخت ناساز ہوگئی اور آپ سول سرجن گورداسپور کے ہی سرٹی فیکیٹ کی وجہ سے اس روز واپس چلے آئے۔

۱۶ فروری کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ گذرے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ عدالت میں جانے سے پہلے گورداسپور کا اٹماسفیر Atmosphere ہماری خطرناک مخالفت کی آوازوں سے گونج رہا تھا اور مقدمات کے متعلق عجیب عجیب افواہیں اڑائی جا رہی تھیں مجسٹریٹ نے

جس اسلوب اور طریق پر آج کی کاروائی کی وہ کسی دوسرے وقت پر مفصل ہدیہ ناظرین کریں گے بہت سی ردو کد کے بعد مجسٹریٹ نے ایک ہفتہ کی مزید مہلت چیف کورٹ سے حکم لانے کے لئے دی اور ۲۳ فروری ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ حصول نقول کے متعلق ہم کو جس قدر گورداسپور کے متعلق عدالتوں میں پریشانی اٹھانی پڑی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۴)

{ ڈائری ۸ فروری ۱۹۰۴ء:

(مرزا قادیانی فرماتے ہیں) میں دیکھتا ہوں کہ یہ زمانہ اس قسم کا آ گیا ہے کہ انصاف اور دیانت سے کام نہیں لیا جاتا اور بہت تھوڑے لوگ ہیں جن کے واسطے دلائل مفید ہو سکتے ہیں ورنہ دلائل کی پرواہ ہی نہیں کی جاتی اور قلم کام نہیں دیتا۔ ہم ایک کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں مخالف اس کے جواب میں طیار ہو جاتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ دعا سے آخری فتح ہوگئی (یعنی مخالفوں کے قلم نہیں ٹوٹے اور مرزا صاحب نے اپنے قلم کے ناکام ہونے کا اعتراف کرلیا۔ بہاء) اور انبیاء کا یہی طرز رہا ہے کہ جب دلائل اور حجج کام نہیں دیتے تو ان کا آخری حربہ دعا ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا واستفتحوا و خاب کل جبار عنید یعنی جب ایسا وقت آ جاتا ہے کہ انبیاء و رسل کی بات لوگ نہیں مانتے تو پھر دعا کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکے مخالف متکبر وسرکش آخر نامراد اور ناکام ہو جاتے ہیں ایسا ہی مسیح موعود کے متعلق جو یہ آیا ہے و نفخ فی الصّور فجمعنا ھم جمعاً اس سے بھی مسیح موعود کی دعاؤں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ نزول از آسمان کے یہی معنی ہیں کہ جب کوئی امر آسمان سے پیدا ہوتا ہے تو کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اسے رد نہیں کرسکتا (مرزا صاحب نے یہاں تسلیم کیا ہے کہ ان کے مزعومہ نشانات آسمانی نہیں ہیں، اور انہوں نے قبول کرلیا کہ جن نشانات کا اب تک دعوی تھا، اگر وہ آسمانی ہوتے تو کوئی ان کا رد نہ کرسکتا۔ بہاء) آخری زمانہ میں شیطان کی ذریت بہت جمع ہو جائے گی کیونکہ وہ شیطان کا آخری جنگ ہے مگر مسیح موعود کی دعائیں اس کو ہلاک کردیں گی۔ اسی طرح نوح کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا جب حضرت نوح تبلیغ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر انہوں نے دعا کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طوفان آیا جس نے شریروں کو ہلاک کردیا اور اس طرح پر فیصلہ کردیا... یہ زمانہ

بھی نوح کے زمانہ سے مشابہ ہے خدا تعالی نے میرا نام بھی نوح رکھا اور وہی الہام جو کشتی کا نوح کو ہوا تھا یہاں بھی ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۵)

} اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی بتاتے ہیں:

مقدمات کے انتقال کی درخواست جو چیف کورٹ میں ۲۲ فروری ۱۹۰۴ء کو گذری وہ بھی نامنظور ہوئی ۲۳ کو مقدمات گورداسپور میں بعدالت چندولال پیش ہوئے۔ مرزا غلام احمد کو مسٹر اوگارسن بیرسٹر ایٹ لا، وخواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی وکلاء نے ریپریذنٹ کیا حکیم فضل الدین اور اڈیٹر الحکم کی طرف سے آخرالذکر وکلاء پیش ہوئے۔ مگر پہلے مقدمہ خاکسار اڈیٹر بنام کرم الدین پیش ہوا خواجہ صاحب نے تقریر کی کہ ملزمان پر فرد جرم لگایا جاوے اس کے بعد فریق ثانی نے اپنی بحث شروع کی اور ختم کی۔ ۲۴ فروری کو پہلے مسٹر اوگارمن؟ نے مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک درخواست مع تحریری بیان پیش کی کہ یہ بیان شامل مثل کیا جائے جو ۲۵ کو فیصلہ کے لئے رکھی گئی جس کا فیصلہ ۲۵ کو نہیں ہوا اور آخر وہ بیان مسٹر موصوف نے بطور تقریر تحریری پیش کر دیا جو شامل ہوکر وکیل مستغیث کو عدالت نے دے دیا۔

۲۴ کو خواجہ کمال الدین نے کرم الدین کے مقدمہ میں جوابی تقریر شروع کی جو ختم نہیں ہوئی۔ ۲۵ کو کرم الدین نے بذریعہ ایک درخواست کے استدعا کی کہ مجھے تقریر کیلئے موقع دیا جائے کیونکہ شیخ نبی بخش نے مولوی فقیر محمد کی طرف سے تقریر کی تھی۔ اس پر خواجہ کمال الدین نے کہا کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقیر محمد ان مضامین کو جو سراج الاخبار میں چھپے ہیں کرم الدین کے باور کرتا ہے اور شیخ نبی بخش اپنی بحث میں انکار کرتے ہیں یہ تقریر پھر اس کی طرف سے کیوں کر ہوسکتی ہے۔ مگر عدالت نے ملزم کرم الدین کو موقع دیا اور اس نے تقریر کی۔ بالآخر خواجہ کمال الدین نے شیخ نبی بخش اور کرم الدین کی تقریروں پر جوابی تقریر ۴ بجے تک کی۔ اس کے بعد مقدمہ ۸ مارچ پر ملتوی ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء ص ۲-۳)

} اڈیٹر اخبار البدر بتاتے ہیں کہ ۲۴ فروری ۱۹۰۴ء کو:

مرزا صاحب نے مقدمات کا تذکرہ کیا کہ ان کی ابتداء کیونکر ہوئی۔ کس طرح اول کرم

دین نے مولوی عبدالکریم کو بذریعہ خطوط اطلاع دی کہ مہر علی شاہ نے فیضی متوفی کی کتاب سے سرقہ کیا ہے۔اس کی اطلاع پر کتاب نزول مسیح لکھی گئی۔ پھراس نے اپنے خطوط کے برخلاف ایک مضمون سراج الاخبار میں لکھ کر سبّ وشتم کیا اوران کواپنی طرف منسوب کرنے سے انکاری ہوا۔اس طرح سے ہمارا چلتا کام بند ہوگیا۔تنگ آکر حکیم فضل دین نے دعوی کیا پھر کرم دین نے جہلم میں ہم پرایک مقدمہ کردیا وہ بڑا خطرناک مقدمہ تھااس کے متعلق میں نے اول ہی خوابات دیکھے تھے جوکہ شائع ہو چکے ہیں اور قبل از وقت اس میں کامیابی کی خبربھی خدا سے پاکر ہم نے شائع کردی تھی اس میں ہمیں کامیابی ہوئی ۔ پھرکرم دین نے خود ہم پر استغاثہ دائر کیا وہ مقدمات ابھی چل رہے ہیں۔ (بدر جلد۳ نمبر۱۰ ۸ مارچ ۱۹۰۴ء۔ص ۵)

} اڈیٹرالحکم بتاتے ہیں:

مرزا غلام احمد کی طبیعت کسی نہ کسی قدر ناساز چلی جاتی ہے اوراصل تو یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ آپ (مرزا) کے ضعف ومرض کا سارٹیفیکیٹ اپنی پیش گوئی میں دے چکے ہیں کہ وہ آنے والا موعود دوزرد رنگ کی چادروں میں آئے گا۔

(اخبارالحکم قادیان ۱۰مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

} اڈیٹرالحکم شیخ یعقوب علی بتاتے ہیں:

۸ مارچ ۱۹۰۴ء کو لالہ چندولال کی عدالت میں پھرپیش ہوئے۔ پہلے مسٹراوگارمن بیرسٹرایٹ لاء لاہور پیروکارمنجانب مرزا غلام احمد کے تار کے متعلق جوصاحب ممدوح نے لاہور سے بھیجا تھا ذکر ہوا کہ صاحب ممدوح بوجہ بیمار ہونے کے حاضرنہیں ہو سکے اس لئے مقدمہ کا التواء ہو۔مگرعدالت نے بایں وجہ کہ خواجہ کمال الدین بھی پیروکار ہیں مقدمہ کوشروع کیا اور خواجہ صاحب کوتقریر متعلقہ مقدمہ کے لئے ارشادفرمایا۔تقریر شروع کرنے سے پہلے مرزا غلام احمد کے تحریری بیان کے متعلق عرض کیا گیا جوعدالت نے پچھلی پیشی پر پڑھنے کے لئے لیا تھا اورآج اس کا فیصلہ کرنا تھا کہ وہ شامل مثل کیا جاوے یانہ۔عدالت نے اس کے متعلق فیصلہ کیا کہ وہ شامل مثل ہو۔فریق مخالف نے اعتراض کیا مگرعدالت نے فیصلہ کردیا تھا کہ وہ شامل مثل ہواس لئے شامل مثل کیا گیا۔ اس کے بعدخواجہ کمال الدین نے اپنی تقریرشروع کی۔۴ گھنٹہ تک وہ تقریر کرتے رہے

جس میں انہوں نے قانونی طور پر مستغیث کے اپنے بیانات اور گواہوں کے بیانات سے استنباط کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مقدمہ ہمارے خلاف چل نہیں سکتا۔ ۹ مارچ کو وہ اپنی اس تقریر کو ختم کر چکے اور آج شائد فریق مخالف جوابی تقریر ختم کرے۔ اس کے بعد مقدمہ ۴۱۱ برخلاف کرم الدین کے متعلق تقریر شروع ہوگی اور زاں بعد مجسٹریٹ نے ہر سہ مقدمات کا یک جائی فیصلہ سنانے کا وعدہ کیا ہے۔ ۹ کی شام تک معلوم نہیں کہ وہ کس تاریخ پر سنائیں گے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۱۶)

} اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد کی طبیت نا ساز ہے چنانچہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۴ء کو سول سرجن گورداسپور قادیان تشریف لائے اور انہوں نے آپ کی عام حالت صحت کے لحاظ سے چھ ہفتہ تک سفر کرنے کے ناقابل ہونے کا سرٹیفیکیٹ دیا۔ اس لئے آپ ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو گورداسپور حاضر نہ ہو سکے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

} اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں:

بمقدمہ اڈیٹر الحکم بنام فقیر محمد اڈیٹر سراج الاخبار جہلم و کرم الدین فرد جرم سنایا گیا۔ ۱۴ مارچ ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب کے خلاف مقدمہ تھا وہ ڈاکٹر کے سرٹیفیکیٹ پر ۱۵ مارچ کے لئے ملتوی ہوا کہ ڈاکٹر صاحب آ کر شہادت دیں کہ واقعی مرزا صاحب بیمار ہیں یا نہیں۔ خواجہ کمال الدین نے عدالت کو توجہ دلائی کہ یہ شہادت شہادت ایکٹ کے ماتحت غیر متعلق ہے اور اس کے علاوہ پیر مہر علی کے متعلق جب سرٹیفیکیٹ پیش ہوتے رہے ہیں تو عدالت نے کبھی یہ تجویز نہیں کیا کہ ڈاکٹر خود آ کر شہادت حلفی دے۔ مگر مجسٹریٹ نے اپنا فیصلہ بحال رکھا اور ۱۵ مارچ کو ڈاکٹر صاحب کی شہادت لی جنہوں نے اپنے سرٹیفیکیٹ کی تصدیق کی۔ آخر عدالت نے اس مقدمہ کو ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۴ء پر ملتوی کیا۔ مقدمہ سرقہ میں ۱۶ مارچ کو حکم سنانے کا وعدہ کیا اور ۱۶ مارچ کو مقدمہ خارج کر دیا اور کرم الدین ڈسچارج ہوا۔ اب صرف دو مقدمے باقی ہیں ایک برخلاف کرم الدین و فقیر محمد دوسرا برخلاف حکیم فضل الدین و مرزا صاحب قادیانی۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۲)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ کے حالات اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں کہ بمقدمہ خاکسار (اڈیٹر الحکم یعقوب علی) بنام کرم الدین وغیرہ ۷ جون بغرض بقایا شہادت استغاثہ مقرر ہوئی ہے جس میں حافظ محمد عبدالقدوس قدسی اور بابو غلام حیدر خان تحصیل دار پنڈ دادن خان کی شہادت ہوگی۔ اور بمقدمہ کرم الدین بنام مرزا غلام احمد وحکیم فضل الدین، مولوی ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہو رہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ کی شہادت کے بعد ابھی دو گواہ اور استغاثہ کے باقی ہیں مقدمہ عموماً ہر روز پیش ہوتا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء ص ۷)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں ۱۶ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہے جس میں مولوی محمد علی بی اے گواہ استغاثہ کرم الدین پر کرم الدین جرح کرے گا اور ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہوگی۔

مقدمہ بنام کرم الدین میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور کرم الدین اور فقیر محمد پر فرد قرار داد جرم مرتب ہو کر سنائی گئی۔ کرم الدین نے پھر شہادت استغاثہ پر جرح کرنی چاہی چنانچہ بابو غلام حید خان تحصیل دار پر مکرر جرح بھی ہو چکی۔ ۱۳ جون ۱۹۰۴ء کو حافظ عبدالقدوس پر جرح ہوگی اور اڈیٹر الحکم مستغیث پر اور ۱۸ جون ۱۹۰۴ء کیلئے مولوی عبدالکریم کو بھی مکرر جرح کیلئے بلایا گیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

۲۴ جون ۱۹۰۴ء .. عبدالقدوس قدسی پر جرح ... مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ .. شہادت من جانب استغاثہ دے چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالکریم اور اڈیٹر الحکم پر جرح کے لئے ۲۹ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی ہے۔

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت میں دو گواہ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال اور مولوی محمد جی قاضی تحصیل جہلم پیش ہونے تھے۔ مولوی غلام محمد کا سمن تعمیل نہیں ہوا اس لئے مکرر ۹ جولائی ۱۹۰۴ء کے لئے سمن جاری ہوا۔ مولوی محمد جی حاضر تھے ان کی شہادت کیلئے ۲۸ جون مقرر ہوئی۔

پیسہ اخبار میں جو مضمون کسی نے شائع کرایا ہے کہ فریقین کو بعض لوگ صلاح دیتے ہیں کہ صلح ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ بعض نیک دل اور شریف لوگوں نے یہ سلسلہ چھیڑا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ کیوں

کامیاب نہیں ہوئے اس کا جواب انشاء اللہ کسی دوسرے وقت مفصل حالات شائع ہونے پر مل سکے گا (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۴ء ص ۷)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں شہادت صفائی شروع ہے۔ مرزا غلام احمد بطور گواہ صفائی گذر رہے ہیں۔ کرم الدین کے اپنے مقدمہ میں شہادت استغاثہ میں سے مولوی غلام محمد قاضی تحصیل چکوال کی شہادت باقی ہے جو ۹ جولائی کو ہونے والی تھی پھر ۱۲ جولائی پر مقدمہ ملتوی ہو کر آخر ۱۹ جولائی پر ملتوی ہو چکا ہے۔ خاکسار اڈیٹر الحکم کا مقدمہ ۱۸ جولائی پر ملتوی ہوا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۹)

} ایک واقعہ کا اظہار

(مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں) گورداسپور کی عدالت میں ایک مقدمہ مولوی کرم دین مستغیث کی طرف سے اس راقم (مرزا قادیانی) پر دائر ہے اور ایک مقدمہ میرے ایک مرید یعنی شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم کی طرف سے مولوی مذکور پر دائر ہے۔ اصل اور جڑھ ان مقدمات کی یہ ہے کہ ماہ جولائی و اگست ۱۹۰۲ء میں کرم دین کی طرف سے خطوط میرے نام اور میرے مرید حکیم فضل دین کے نام پہنچے اور ان خطوط کے ذریعہ ہمیں اطلاع دی کہ جو کتاب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے میری کتاب اعجاز المسیح کے رد میں لکھی ہے دراصل اس میں پیر مذکور نے سارقانہ کاروائی کی ہے اور ایک شخص مسمی محمد حسن فیضی متوفی کے نوٹوں کو چرا کر اپنی کتاب میں وہ نوٹ اپنے نام درج کر دیئے ہیں اس کے ثبوت میں مولوی کرم دین نے وہ کارڈ بھی ہم کو بھیج دیا جو پیر مہر علی نے مولوی مذکور کے نام گولڑہ سے بھیجا تھا جس میں پیر مذکور نے محمد حسن کے نوٹوں کو اپنی کتاب میں درج کرانے کا اعتراف کیا ہے۔

یہ خطوط مجھے ایسے وقت ملے جب کہ میں نزول المسیح لکھ رہا تھا سو وہ خطوط میں نے نزول المسیح میں درج کئے ایسا ہی اڈیٹر الحکم اخبار نے بھی ان خطوط کی بنیاد پر ایک مضمون اپنے اخبار میں معہ نقل خطوط درج کیا اخبار الحکم کے جواب میں ایک مضمون مولوی کرم الدین کے نام سے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ایک قصیدہ مولوی مذکور

کی طرف سے سراج الاخبار مورخہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع کیا جس میں اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور جھوٹے ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا کہ مرزا غلام احمد یعنی راقم کی ملہمیت کی آزمائش کے لئے میں نے اسے دھوکہ دیا اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خام نویس طفل کے ہاتھ سے نوٹ لکھا کہ ان کو محمد حسن فیضی کے نوٹ ظاہر کئے پھر اس دھوکے کے ذریعہ چھ روپئے بھی حاصل کئے۔ اور راقم مضمون نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ سراج الاخبار کے ان مضامین میں میری نسبت سخت الزام لگائے اور یہ شائع کیا کہ گویا میں بحیثیت ایک مامور من اللہ اور مصلح ہونے کے ایک کام کر رہا ہوں۔ یہ تمام میرا مکروفریب ہے اور گویا میں اپنے دعوے میں کذاب اور مفتری ہوں۔ پس چونکہ یہ تحریر اس کی میری ایک کثیر جماعت پر جواب خدائے تعالی کے فضل سے دولاکھ سے بھی زیادہ ہے بہت ہی برا اثر ڈالتی تھی اور پبلک کی نگاہ میں مجھے جعل ساز اور فریبی اور قوم کو دھوکہ دینے والا اور سخت بدچلن قرار دیتی تھی اور اس بیجا حملہ سے ہزاروں آدمیوں کی روحانیت کا خون ہوتا تھا اسلئے میں نے اس خطرناک حملہ کا دفعیہ ضروری سمجھا۔ سو اگرچہ شرعاً وقانوناً اس وقت میرا حق تھا کہ میں اپنی بریت ثابت کرانے کے لئے ازالہ حیثیت عرفی کا مدعی ہو کر عدالت کی طرف رجوع کرتا لیکن میں نے صبر کیا اور منتظر رہا کہ مولوی کرم الدین خود اس مضمون کی تردید کرے لیکن جب تین ماہ سے زیادہ گذر گئے اور اس نے کوئی تردید نہ کی تو میں نے اس تہمت کو اپنے سے دور کرنے کے لئے اس قدر کافی سمجھا کہ اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں جو کہ کرم الدین کے مضامین کے تین ماہ بعد شائع ہوئی اس قدر اشارہ کر دوں کہ یہ شخص جو مجھ پر الزام لگانے والا ہے اور میری اہانت کرتا ہے خود ہی کذاب اور کمینہ اور بہتان کا مرتکب ہے۔ یہ الفاظ دراصل وہی تھے جن کا مصداق وہ خود اپنے آپ کو سراج الاخبار میں کنایتاً وصراحتاً ظاہر کر چکا تھا اور مان چکا تھا کہ میں نے دھوکہ دیا دغا دیا خلاف واقعہ خطوط لکھائے جعلی دستخط بنوائے جھوٹ کی تعلیم دی، وغیرہ وغیرہ۔

مناسب تھا کہ یہ شخص خاموش رہتا مگر اس نے ایسا نہ کیا اور میرے پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی اگر مولوی کرم الدین بجائے ان بے جا تہمتوں اور الزاموں کے

جو اس نے اپنے مضمون مندرجہ سراج الاخبار میں میرے پر لگائے اور خلاف واقعہ واقعات مجھ پر چسپاں کر کے مجھے جعل ساز اور دھوکہ باز ٹھہرایا میرے پر تلوار چلا کر کوئی عضو میرا کاٹ دیتا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے کہ میں پھر بھی اسے معاف کر دیتا اور کسی کے کہنے کی مجھے حاجت نہ ہوتی کہ میں اس سے صلح کر لوں اور اس کا گناہ بخش دوں ۔ لیکن اے ناظرین جو لوگ مصلح قوم بن کر خدا تعالی طرف سے آتے ہیں وہی ان مشکلات کو جانتے ہیں کہ ایسے بے جا الزام جو پبلک پر برا اثر ڈالنے والے ہیں وہ ان کے نزدیک تصفیہ کے لائق ہوتے ہیں اور جب تک وہ الزام ان کے سر پر سے پبلک کی نظر میں معدوم نہ ہو لیں تب تک وہ اس بات کو پسند نہیں کر سکتے کہ ایک گول مول مصالحت کر کے وہ اپنے داغ ہمیشہ کے لئے اپنے سر پر رکھیں ۔.... لیکن جب بعض خیر خواہان قوم نے اس بات پر زور دیا کہ فریقین میں مصالحت ہو جائے یہاں تک کہ اس ضلع اور قسمت کے بعض نیک دل اور دور اندیش اعلی افسران اور حکام نے بھی اپنی رضامندی اس پر ظاہر کی کہ میں اس مستغیث سے صلح کر لوں خود مجسٹریٹ نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ ہے اپنی شریفانہ عادت اور نیک نیتی سے صلح پر پسندیدگی ظاہر فرمائی اس موقعہ پر منشی غلام حیدر خاں تحصیل دار پنڈ دادن خان نے بھی جو بطور شہادت اس مقدمہ میں تشریف لائے تھے مصالحت کی کوشش کی ۔

ان تمام بزرگوں کی ترغیب اور دلی خواہش نے مجھے اس غور و فکر میں ڈالا کہ اب صلح کیونکر ہو۔ آخر میں نے یہ جواب دیا کہ اگر مستغیث یعنی مولوی کرم الدین خدا تعالی سے ڈر کر عدالت میں یہ اقرار کر دے کہ خطوط محولہ مقدمہ اور مضمون سراج الاخبار مورخہ ۶ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء و ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اسی کے ہیں اور ہماری جعل سازی نہیں تو پھر میں اس سے صلح کر لونگا کیونکہ پبلک کے سامنے میری بریت کے لئے یہ اقرار کافی ہوگا۔ لیکن مولوی کرم الدین نے اس بات کو نہ مانا ۔ پھر صلح کے لئے دوسری تجویز سوچی گئی کہ مولوی کرم الدین اور میری طرف سے دو پرچے علیحدہ علیحدہ لکھے جائیں ۔ میری طرف سے پرچہ میں یہ ذکر ہو کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے الفاظ کذاب بہتان ولئیم مولوی کرم الدین کے متعلق یہ یقین کر کے لکھے تھے کہ خطوط محولہ مقدمات اور مضامین مندرجہ سراج الاخبار ۶ و ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء مولوی کرم الدین کے ہیں اور میں

دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔ اسی طرح کرم الدین یہ تحریر پیش کرے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمات جو میری طرف سے ظاہر کئے گئے.. اور مضمون سراج الاخبار مندرجہ ۶ و ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء جو میرے نام پر اخبار میں شائع ہوئے ہیں میرے نہیں ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ ہر دو مسودے منشی غلام حیدر خان نے اپنے قلم سے لکھے اور ان مسودوں کو شیخ خدا بخش ڈسٹرکٹ جج کے پاس میرے وکیل خواجہ کمال الدین کے ہمراہ لے کر گئے کیونکہ شیخ صاحب موصوف نے ہمدردی قوم کے لحاظ سے بہت سا اپنا قیمتی وقت اس مصالحت کی انجام دہی ہیں خرچ کیا اور کوشش بلیغ فرمائی۔ مصالحت کرانے والوں نے مسودہ مجوزہ کو پسند فرما کر کہا کہ یہ مسودہ اب کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ البتہ اس میں لفظ لعنت ثقیل ہے اس کو کسی طرح بدل دیا جائے۔ راقم نے اس پر رضامندی ظاہر کی اور بجائے لفظ لعنت کے مسودہ کی صورت حسب ذیل تجویز کر دی کہ میں اس مقدمہ کو انصاف کے لئے خدا تعالیٰ کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں لیکن جب یہ مسودہ مولوی کرم الدین کو پیش کیا گیا تو اس نے منظور نہ کیا اور یہ عذر کیا میں قسم نہیں کھاتا حالانکہ عدالت میں بھی اس کا حلفیہ بیان ہو چکا تھا اور جب اس کے حلفیہ بیان کی مصدقہ نقل دکھلا کر اس کو کہا گیا کہ تم نے جب عدالت روبروئے رائے چندولال مجسٹریٹ حلفیہ بیان باقرار صالح دیا کہ میں نے یہ خطوط لکھے ہیں اور نہ سراج الاخبار کے مضامین میرے ہیں تو پھر وہی حلفیہ بیان اب دینا ہے اس پر مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ وہ ایک مجبوری تھی والّا بلا ضرورت اشد قسم کھانا جائز نہیں اس لئے میں قسم نہیں کھاتا۔ آخر یہ تجویز ہوا کہ بجائے خدا کی قسم کے اقرار صالح لکھا جاوے۔ اس تجویز پر ذیل کا مسودہ تجویز کیا گیا کیونکہ پہلا بیان مولوی مذکور کا باقرار صالح تھا:

میں اقرار صالح سے سچ سچ اپنے ایمان سے خدا تعالیٰ کے حضور میں بیان کرتا ہوں کہ خطوط محولہ مقدمہ جن سے میں نے انکار کیا ہے اور مضمون سراج الاخبار ۶ و ۱۳۔ اکتوبر، اور تیرہ اکتوبر ۱۹۰۲ء جس سے میں انکاری ہوں درحقیقت وہ خطوط اور وہ مضامین ہرگز ہرگز میرے نہیں ہیں اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں تو انصاف کے لئے اپنے اس معاملہ کو خدا کی عدالت کے سپرد کرتا ہوں۔

اس مسودہ پر یہ اعتراض مولوی مذکور نے کیا کہ الفاظ ، خدا کے حضور میں وغیرہ ، بھی قسم ہے، صرف لفظ اقرار صالح رکھا جائے اور معاملہ کی تصریح نہ کی جائے ۔ آخر کار بہت بحث کے بعد جو اخیری مسودہ بتاریخ ۱۱ جون پیش کیا گیا وہ حسب ذیل لکھا جاتا ہے:

میں کرم الدین باقرار صالح بیان کرتا ہوں کہ خطوط جو میرے نام سے مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم فضل دین کو پہنچے ہیں اور مضامین جو ۶ ۔ اکتوبر میرے نام پر سراج الاخبار میں شائع ہوئے وہ میرے نہیں اور اگر میرا یہ بیان خلاف واقعہ ہے تو میں بغرض انصاف اس معاملہ کو خدا تعالی کی عدالت میں سپرد کرتا ہوں ۔ ،

اس کے مقابل راقم نے مضمون ذیل منظور کیا:

میں خدا تعالی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو الفاظ کرم دین کے متعلق کذاب بہتان لئیم کے لکھے ہیں وہ یہ یقین کر کے لکھے ہیں کہ خطوط محولہ امثلہ جات کا لکھنے والا اور اخبار سراج الاخبار مورخہ ۶ ۔ اکتوبر و ۱۳ ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کا لکھنے والا مولوی کرم دین ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالی جھوٹے پر لعنت ڈالے ۔ ،

جب مسودے حسب اجازت مجسٹریٹ مولوی کرم دین کو دکھلائے گئے تو اس نے کہا کہ الفاظ خطوط اور اخبار وغیرہ کا ذکر نہ کیا جائے اور ایسا ہی خدا کی عدالت میں انصاف کے لئے سپردگی بھی نکال دی جائے اور کوئی تصریح نہ کی جائے ۔ جس کی وجہ وہ یہ بتاتا تھا کہ میرے برخلاف پیش گوئیاں کی جائیں گی ۔ سو اس کے متعلق بھی شرط مان لی گئی تھی تا کہ مصالحت ہو جائے لیکن وہ کسی پہلو پر نہ آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ مصالحت میں قطعی مایوس ہو کر مقدمہ عدالت میں شروع ہو گیا۔

مجھے اس اشتہار کو جس میں صرف سادے اور سچے واقعات لکھے ہیں اشاعت کرنے کی یہ ضرورت پیدا ہوئی کہ تا ان نیک دل اور نیک نیت عالی حکام کو واقعات سے اطلاع ہو جاوے جنہوں نے نہایت ہمدردی اور شفقت سے جو ان کو میرے خاندان سے ہے مجھے من وجہ کہلا بھیجا کہ میں مصالحت کر لوں ۔ نیز ان پر روشن ہو جائے کہ کون فریق ہم میں سے مصالحت سے کنارہ کش ہے، مجھ پر الزام خطوط کی جعل سازی کا اور دیگر ناجائز الزامات سراج الاخبار میں لگائے گئے ہیں جس کے دفعیہ کیلئے میں نے کوئی چارہ جوئی عدالت میں نہیں کی بلکہ دفعیہ میں اسی بات پر اکتفا کیا کہ کتاب میں لکھ دیا کہ میری

آبروریزی کرنے والا مجھ پر بہتان باندھتا ہے اور میرا توہین کنندہ کذاب ہے اور اس کے یہ فعل کمینوں کے ہیں جس پر میں عدالت میں کھینچا گیا۔ میں نے حکام اور اپنے بزرگان قوم کی ہم دردی کی قدر کر کے یہی پسند کیا کہ ان الزامات جعل سازی وغیرہ کی بریت اگر عدالت سے نہ ہو سکے تو پھر خدا کی عدالت سے کراؤں اور معاملہ کو طے کروں ۔البتہ گول مول مصالحت پر میں راضی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بذریعہ اشتہار ہذا میں پھر اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر فریق ثانی مذکورہ بالا بیان عدالت میں دینے کو تیار ہے تو بالمقابل میں اس قسم کا بیان دینے کو تیار ہوں کہ اسی دن ہر دو مقدمات داخل دفتر ہو سکتے ہیں۔ میں نے اپنے بیان کو ارادۃً سخت سے سخت اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ یہ اشتہار اس لئے شائع کیا گیا ہے کہ واقعات متعلقہ مصالحت جو ہوئے ہیں ان کے متعلق کوئی غلط بیانی نہ ہو۔

المشتہر۔ میرزا غلام احمد رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۴ جون ۱۹۰۴ء

(حاشیہ از مرزا صاحب: یہ امر بالکل غلط ہے کہ اسلام میں قسم کھانا منع ہے۔ تمام نیک انسان مسلمانوں میں سے ضرورتوں کے وقت قسم کھاتے آئے ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی ضرورتوں کے وقت قسم کھائی ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے بھی بارہا قسمیں کھائی ہیں۔ خود خدا تعالی نے قرآن مجید میں قسمیں کھائیں۔ آنحضرت ﷺ کی عدالت میں مجرموں کو قسمیں دلائی گئیں۔ قسموں کا قرآن شریف میں صریح ذکر ہے۔ شریعت اسلام میں جب کسی اور ثبوت کا دروازہ بند ہو یا پیچیدہ ہو تو قسم پر مدار رکھا جاتا ہے اور صحیح بخاری جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے قسم کھا کر فرمایا کہ مسیح موعود جو آنے والا ہے جو تمہارا امام ہوگا وہ تم میں سے ہی ہوگا یعنی اسی امت میں سے ہوگا آسمان سے نہیں آئے گا۔ پھر صحیح بخاری جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۰۶ میں آنحضرت ﷺ کی قسموں کا ایک باب باندھا ہے اس میں بہت سی قسمیں آنحضرت ﷺ کی لکھی ہیں جو دس سے کم نہیں۔ ایسا ہی صحیح نسائی جلد ثانی صفحہ ۱۳۸ کتاب الایمان والنذور میں صفحہ ۱۳۹ تک آنحضرت ﷺ کی قسموں کا ذکر ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے یستنبؤنک ا حق ھو۔ قل ای و ربی انہ لحق یعنی تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے؟ کہہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ یہ حق ہے۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ ہدایت ہے وا حفظوا ایما نکم یعنی جب تم قسم کھاؤ تو جھوٹ اور بدعہدی

اور بد نیتی سے اپنی قسم کو بچاؤ۔ ایسا ہی قرآن شریف میں یہ آیت بھی ہے اربع شهادات باللّٰه انه لمن الصادقين والخامسة ان لعنة اللّٰه عليه ان كان من الكاذبين ۔یعنی شخص ملزم چار قسمیں خدا کی کھائے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں قسم میں یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔اب دیکھو کہ اس جگہ نہ ایک قسم بلکہ ملزم کو پانچ قسمیں دی جاتی ہیں ہاں قرآن شریف کی رو سے لغو یا جھوٹی قسم کھانا منع ہے کیونکہ وہ خدا سے ٹھٹھا ہے اور گستاخی ہے اور ایسی قسمیں کھانا بھی منع ہے جو نیک کاموں سے محروم کرتی ہوں جیسا کہ ابوبکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ آئندہ مسطح صحابی کو صدقہ خیرات نہیں دونگا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی و لا تجعلوا اللّٰه عرضةً لا يمانكم ان تبروا و تتقوا یعنی ایسی قسمیں مت کھاؤ جو نیک کاموں سے باز رکھیں ۔ یہ وہ آیت ہے جو مولوی کرم الدین نے پڑھ کر کہا قسم کھانا درست نہیں۔

تفسیر ابوسعود مفتی روم نے زیر آیت و لا تجعلوا عرضة لا يمانكم لکھا ہے کہ عرضہ اس کو کہتے ہیں کہ جو چیز ایک بات کے کرنے سے حاجز اور مانع ہو جائے اور لکھا ہے کہ آیت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے جب کہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مسطح جو صحابی ہے بباعث شراکت اس کی حدیث افک میں کچھ خیرات نہیں دونگا۔

پس خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ ایسی قسمیں مت کھاؤ جو تمہیں نیک کاموں اور اعمال صالحہ سے روک دیں نہ یہ کہ معاملہ متنازعہ جس سے طے ہو)

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۲ و ۷)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں فرد جرم لگ جانے کے بعد قاعدہ اور قانون کے موافق ملزم کرم الدین اڈیٹر الحکم اور دوسرے گواہان استغاثہ پر مکرر جرح کر چکا ہے اور گواہان صفائی میں میں سے بھی تین گواہ گذر چکے ہیں اور صرف دو گواہ باقی ہیں جو ابھی تک حاضر نہیں ہوئے یعنی فضل الدین اڈیٹر اخبار وفادار لاہور اور محمد حفیظ ۔ابھی تک وہ گواہ حاضر نہیں ہوئے ۔اب ۲۔ اگست ۱۹۰۴ء اس غرض کے لئے مقرر ہوئی ہے کہ ان گواہوں کی حاضری کا آخری فیصلہ کیا جاوے۔

مقدمہ مرزا غلام احمد میں شہادت استغاثہ ختم ہو چکی ہے اور وہی فرد جو بابو چندو لال

سابق مجسٹریٹ نے لگایا تھا، بحال رکھا گیا۔ اس مرحلہ پر خواجہ کمال الدین نے عدالت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ عدالت کو شہادت استغاثہ پر غور کر لینی چاہیے کیونکہ ملزم کو بری کرنے کے لئے کافی مصالحہ اس میں موجود ہے اور اگر بعد غور بادی النظر میں کوئی جرم پایا جاتا ہوتو ہم شہادت صفائی پیش کرنے کو بھی تیار ہیں لیکن چونکہ ہماری حالت بہت نازک ہے اس لئے کہ ہماری مخالفت میں جھوٹ بولنا گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ پس اگر ہم اپنے فریق کے گواہ پیش کریں گے تو ان کے مرید ہونے کی وجہ سے شہادت کو کمزور کرایا جائے گا اور غیروں سے ہمیں امید نہیں کہ وہ اظہار حق کی جرأت کریں اس لئے ہم مجبور ہوں گے کہ بعض اعلیٰ عہدہ داران کو شہادت میں پیش کریں جن میں انگریز بھی ہوں جن پر کسی قسم کی طرف داری اور دھڑہ بندی کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کثیر مصارف اور وقت کے لحاظ سے جو ایسی شہادت کیلئے بکار ہے، نظر کر کے جناب اگر غور کر لیں تو بہت جلد فیصلہ ہو جاتا ہے۔ مجسٹریٹ نے فرمایا کہ میں اس امر کے لئے موقع دونگا لیکن مجھے قانون دکھایا جاوے کہ فرد جرم کے بعد ایسا ہوسکتا ہے۔ اس کیلئے ۳۔ اگست ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے ارادہ فرمایا ہے کہ جب تک مقدمہ کی پیروی ضروری ہے اس وقت تک عارضی طور پر گورداسپور ہی میں ٹھہریں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے گورداسپور میں ایک اور وسیع مکان پہلے مکان کے علاوہ لیا گیا ہے جہاں مرزا کے اہل بیت اور دوسری خادم مستورات رہیں گی۔ مہمانوں کے لئے وہی پہلا مکان اگر کافی نہ ہوا تو تجویز ہے کہ کوئی اور وسیع مکان لیا جائے ...مرزا صاحب ۱۳۔ اگست ۱۹۰۴ء کو گورداسپور تشریف لے جانے کے عازم ہیں اور جب تک اللہ چاہے گا آپ گورداسپور میں مقیم رہیں گے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی۔۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱)

} شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب ۱۳۔ اگست کو قادیان سے روانہ ہو کر براہ بٹالہ گورداسپور پہنچ گئے۔ وہ بڑا مکان جس کا ذکر صفحہ اول پر کیا گیا ہے فی الحال بعض وجوہات کی وجہ سے نہیں مل سکا اور مرزا صاحب کو اسی مکان میں، جو پہلے برلب تالاب لیا تھا، فروکش ہونا پڑا۔ مہمانوں

کی رہائش کیلئے فی الحال اس مکان کے سامنے ایک بڑا شامیانہ لگایا گیا ہے اور احاطہ کچہری میں ایک اور چھوٹا شامیانہ لگایا گیا ہے (الحکم ۳۱ جولائی ۱۰۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں:

۱۳۔اگست ۱۹۰۴ء کو ہمارے مقدمہ میں کرم الدین کے باقی ماندہ دو گواہان صفائی پیش ہونے تھے جن کے واسطے اس کو ۲۹ جولائی ۱۹۰۴ء کو دستی سمن دیئے گئے تھے مگر آج بجز اڈیٹر دہلی پنچ کے دوسرا گواہ حاضر نہیں ہوا اور نہ اس پر تعمیل سمن ہوئی۔کرم الدین نے خود بیان کیا کہ اس کا پتہ نہیں ملا۔سنا ہے کہ وہ غازی گھاٹ گیا ہوا ہے۔عدالت نے اڈیٹر دہلی پنچ کا بیان قلم بند فرمایا۔..

۱۵۔اگست کو اڈیٹر دہلی پنچ، ری ایگزامینیشن re-examination کیلئے پیش ہوا۔اسی تاریخ کو مجسٹریٹ نے کرم الدین کے دوسرے گواہ کا بھی فیصلہ کر دیا جس کے نام اس سے پہلے ہی دو تین مرتبہ سمن جاری ہو چکے تھے مگر وہ حاضر نہیں ہوا تھا،یا اس پر تعمیل سمن نہیں ہوئی تھی۔..

مجسٹریٹ نے کرم الدین سے پوچھا کہ کیا تم کوئی اور گواہ محمد حفیظ کے سوا دینا چاہتے ہو۔جس کے جواب میں کرم الدین نے کہا کہ اس وقت نہیں۔بالآخر مجسٹریٹ نے شہادت صفائی کو ختم کر دیا اور آخری تقریروں کے لئے ۲۴۔اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی۔اس تاریخ پر کرم الدین اپنی تحریری تقریر پیش کرے گا اور اس کے بعد خواجہ کمال الدین اس کا جواب تحریری پیش کریں گے۔ان تقریروں کے بعد مجسٹریٹ آخری فیصلہ ہمارے مقدمہ کا سنا دیں گے۔اس لحاظ سے ہمارا مقدمہ ختم ہو چکا ہے ضابطہ کی کل کاروائی بجز تقریریں کے ہو چکی ہے امید کی جاتی ہے کہ اس مہینے کے آخر یا ستمبر کی ابتدائی تاریخوں میں اگر کوئی امر مانع نہ ہوا تو مجسٹریٹ ہمارے مقدمہ کا آخری حکم سنا دیں گے اب انجام پر نظر ہے اور وقت دعا ہے۔

مرزا غلام احمد کے مقدمہ میں مجسٹریٹ نے شہادت استغاثہ پر مکرر جرح کرنے کیلئے ۱۵۔اگست ۱۹۰۴ء مقرر کی تھی اور اس تاریخ کیلئے ثناء اللہ امرتسری اور منشی برکت علی منصف بٹالہ بلائے گئے تھے۔ان پر ہمارے مقدمہ کے بعد جرح کی گئی۔اور باقی شہادت استغاثہ اور خود کرم الدین پر جرح کے واسطے ۱۷۔اگست ۱۹۰۴ء اور ۱۸۔اگست ۱۹۰۴ء

مقرر ہوئی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ،۱۰۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۱۵)

} اڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں:

۶ ستمبر ۱۹۰۴ء کو محمد جی کی شہادت ختم ہوئی۔ ۷ ستمبر کو شیخ علی احمد وکیل گورداسپور اور ۸ ستمبر کو منشی عزیز الدین تحصیل دار دینا نگر اور میاں حسین بخش پنشنر بٹالہ کی شہادت ہوئی۔ ..۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر محمد دین گواہ مستغیث میڈیکل پریکٹشنر لاہور حاضر عدالت ہوئے۔ خواجہ صاحب نے اول واقعات مقدمہ سے ان کو آگاہ کیا اور پھر شہادت ہوئی۔ ۱۰ ستمبر کو ڈاکٹر کی گواہی ختم ہوئی اور چودھری نصر اللہ وکیل سیالکوٹ کا بیان ہوا مگر جرح محفوظ رہی

(اخبار بدر قادیان ۲۴۔ اگست، طبع ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۷)

} فیصلہ مقدمات: ابتدائی عدالت میں

اڈیٹر اخبار بدر قادیان لکھتے ہیں:

قریباً دو سال کی لمبی دوڑ کے بعد ان مقدمات کا (جو عدالت گورداسپور میں دائر تھے) عدالت ابتدائی میں فیصلہ ہوگیا۔

مقدمہ اڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وفقیر محمد جو ۲۶۔ اگست ۱۹۰۴ء کو ختم ہو چکا تھا اس کا حکم ۸۔ ستمبر ۱۹۰۴ء کو سنا دیا گیا۔ مجسٹریٹ نے کرم الدین وفقیر محمد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارا جرم ثابت ہے اور تمہارے عذرات غلط اس لئے کرم الدین پر ۵۰ روپیہ جرمانہ بصورت عدم ادائے جرمانہ دو ماہ قید محض۔

اور فقیر محمد پر ۴۰ روپے جرمانہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ڈیڑھ ماہ قید محض۔

مرزا غلام احمد کے خلاف جو مقدمہ تھا اس میں بھی مجسٹریٹ نے اسی تاریخ کو فیصلہ سنا دیا ۔مرزا غلام احمد کے خلاف پانچ سو روپیہ اور حکیم فضل الدین کے خلاف دو سو روپیہ جرمانہ کیا جو اسی وقت دیا گیا۔...

اس وقت عدالت ابتدائی کی کاروائی ختم ہوئی اور چونکہ ابھی مقدمہ عدالت اعلی میں جانے والا ہے اس لئے اس فیصلہ پر ہم کسی قسم کے ریمارک کرنا اپنے فرض کے خلاف سمجھتے ہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۸)

(مقدمہ کا فیصلہ۔ الحکم ۱۰۔۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء میں بھی کم وبیش انہی الفاظ میں درج ہے۔ بہاء)

فیصلہ عدالت اپیل
بمقدمہ مرزا غلام احمد

مجسٹریٹ نے واقعات مقدمہ بخوبی طور پر اپنے فیصلہ میں ظاہر کئے ہیں اور ان کے مکرر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے انہوں نے مرزا غلام احمد ملزم پر اثبات جرم دفعہ ۵۰۰ و حکیم فضل دین ملزم پر زیر دفعات ۵۰۰ و ۵۰۲ تعزیرات ہند قائم کیا ہے انہوں نے علیحدہ علیحدہ اپیل نمبر ۴۲۶ و نمبر ۴۲۵ داخل کی ہیں اور ان کا فیصلہ یک جا ہوسکتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صفحات نمبر ۱۲۹۔۱۳۰ کتاب مواہب الرحمٰن کے جس کو ملزم نمبر ایک نے تصنیف کیا اور ملزم نمبر دو نے شائع کیا فی نفسہ مزیل حیثیت عرفی ہیں اور ہم اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ الفاظ لئیم اور بہتان اور کذاب جنکی بابت استغاثہ کیا گیا ہے برے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اور ان سے بڑی بھاری اخلاقی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ملزمان مستحق بریت کے تھے۔ ملزمان کا اہم عذر یہ تھا کہ مستغیث ان ملامت آمیز الفاظ کا بوجہ مضمون مندرجہ سراج الاخبار مورخہ ۶ و ۱۳۔ اکتوبر کے مستحق تھا۔

مجسٹریٹ نے یہ ثابت کرنے کیلئے بہت کوشش کی ہے کہ ہتک آمیز مضمون کا ان آرٹیکلوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اس بارہ میں ہم مجسٹریٹ کے نتیجہ کو تسلیم کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔ مستغیث نے بیان کیا ہے کہ اس کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے ملزمان کے پاس ایسی شہادت موجود ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستغیث کی کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے جس کا ازالہ ہوا، ہم کو اس شہادت کا رد کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مجسٹریٹ صاحب نے کیا ہے کیونکہ بظاہر اس سے جرم بہت خفیف ہو جاتا ہے خواہ ملزمان یہ ثابت نہ کر سکتے کہ انہوں نے یہ کاروائی نیک نیتی سے کی، یا کہ اتہام افادہ عام کے واسطے لگایا گیا تھا ہم یہاں تک بھی کہنے کو تیار ہیں کہ اگر ملزمان کو اس وقت جب کہ انہوں نے اتہام لگایا اس ثبوت کا علم نہ بھی ہوتا کہ وہ اتہام صحیح تھا اور بعد ازاں ان کو اس امر کا علم ہوا ہو، تو بھی وہ اپنے جرم کو خفیف بنانے کے واسطے اس ثبوت کو پیش

کرنے کے مجاز تھے۔

مقدمہ ہذا میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ سراج الاخبار کے مضمون کا ملزمان کی کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے کتاب مذکور کے صفحات ۱۲۹، اور ۱۳۰ پر کسی جگہ کوئی ایماء نہیں ہے مستغیث بدیں وجہ دروغ گو اور بہتان باندھنے والا اور کمینہ شخص ہے کہ اس نے فوجداری استغاثہ کیا یا وہ کرے گا، بلکہ یہ مذکور ہے کہ ایک کمینہ شخص اور بہتان باندھنے والے شخص کی بذریعہ الہام اطلاع ہوئی ہے اور کہ وہ چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر مستغیث محض نالش فوجداری کرنے کی وجہ سے کمینہ وغیرہ خیال کیا گیا ہوتا تو الفاظ مثلاً جھوٹے استغاثہ کرنے والا۔ اپنی قسم کو توڑنے والا یا جھوٹے گواہان پیش کرنے والا کی ہر ایک کو توقع ہوسکتی تھی اور جو صرف متعلق جوڈیشیل کاروائی کے سمجھے جاسکتے۔ بے شک اگر ملزمان نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہوتے تو ان کی طرف سے اپنے طریق عمل کے جواز کیلئے دیگر اقسام کی اخلاقی لغزشوں کا پیش کرنا کافی نہ ہوتا مگر چونکہ صفحات نمبر ۱۲۹، ۱۳۰ پر الفاظ محض عام معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں اس واسطے ملزمان کا پورا پورا حق ہے کہ ان الفاظ کی تشریح کے لئے وہ مضمون سراج الاخبار کی طرف توجہ دلائیں اس میں کچھ شک نہیں کہ فوجداری نالش ہونے کی وجہ سے ملزمان کو اپنا دبا ہوا غصہ مستغیث پر نکالنے کا موقع ملا تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ ملامت آمیز الفاظ آرٹیکلوں کے باقاعدہ جواب میں استعمال کئے جانے چاہیے تھے بلکہ یہی کافی ہے اگر عدالت میں گھسیٹے جانے پر ہر دو ملزمان کو اپنا غصہ نکالنے کے وقت پر اپنے حریف کو ان ہتک آمیز الفاظ سے جو کہ استعمال کئے گئے ہیں نامزد کرنے کی کافی وجہ تھی۔ ہماری دانست میں اس پر یقین کرنا ناممکن تھا کہ ملزم نمبر ایک کو مستغیث کا عمل جو کہ سخت ردوبدل سے ظاہر ہوا مدنظر نہ تھا۔ خطوط جو تین ماہ یا کچھ عرصہ پیشتر شائع کئے گئے جن سے مرزا کے دعاوی کا مضحکہ اڑایا گیا ایک نہایت ہی رنج دہ اور شدید حملہ تھے جو کبھی مستغیث کی طرف سے پہلے نہیں ہوا تھا اور چونکہ آرٹیکلوں کی تردید نہیں کی گئی ہے اور وہ مستغیث کے نام پر تھے اس لئے عوام الناس اور ہر دو ملزمان نے طبعاً مستغیث کے آرٹیکل خیال کئے۔ پس ہم مجسٹریٹ سے بالکل اختلاف کرتے ہیں اور قرار دیتے ہیں کہ ہر دو ملزمان ان الفاظ کے جواز ثابت کرنے کیلئے جو ان کی کتاب کے صفحات ۱۲۹، اور ۱۳۰ پر استعمال کئے

گئے ہیں ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے آرٹیکلوں کے حوالہ دینے کے سراسر مستحق ہیں۔
آرٹیکلوں کی بابت یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان سے ایک دانستہ منصوبہ چال بازی اور خلاف بیانی کا ظاہر ہوتا ہے جن پر بے حیائی سے ایک عام اخبار کی سطروں میں دنیا کے سامنے فخر کیا گیا ہے۔ ہم خیال نہیں کرتے کہ ان آرٹیکلوں کو نویسندہ عدالتوں سے کسی مدد حاصل کرنے کا مستحق ہو اگر ان اشخاص نے جن کا ان خطوط سے مضحکہ اڑایا گیا، رنج اور غصہ میں الفاظ لئیم (کمینہ) یا بہتان (بڑا دروغ گو) استعمال کئے ہیں ہم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح مجسٹریٹ نے یہ قرار دینے کے بعد کہ مستغیث نے ہی یہ آرٹیکل لکھے اور فی الواقعہ اسی بنا پر اس پر ایک اور مقدمہ میں اثبات جرم قائم کیا آرٹیکلوں کی طرز تحریر پر غور نہیں کی جن سے بہت ادنی درجہ کے اخلاق ظاہر ہوتے ہیں خواہ ملزمان اس وقت باقاعدہ طور پر آرٹیکلوں کا جواب دے رہے تھے یا نہ دے رہے تھے تاہم حیثیت مستغیث کا موازنہ کرنے میں آرٹیکلوں کو نظر انداز کرنا ناممکن ہے اور ہمارے خیال میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال یہاں تک درست تھا کہ ہم مستغیث کی مدد نہ کرتے اگر الفاظ مذکور کسی قدر اس سے بڑھ کر بھی ہوتے جب کہ بقول مجسٹریٹ فریقین ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے تو اس صورت میں الفاظ کی باریک کمی بیشی کے درپئے نہیں ہونا چاہیے۔
دوسرا امر یہ ہے کہ کیا مستغیث نے آرٹیکل لکھے؟ مجسٹریٹ نے قرار دیا ہے کہ اس نے لکھے تھے۔ مستغیث پر اثباۃ جرم آرٹیکل لکھنے کی بنا پر قائم کیا گیا ہے اور اس نے اب تک اثباۃ جرم کی تنسیخ کے لئے (جس کو قریباً سہ ماہ گذر چکے ہیں) کوئی کاروائی نہیں کی۔ آرٹیکلوں پر ملزم کا نام بطور نویسندہ درج ہے۔ اس نے تسلیم کیا ہے کہ میں اکثر اوقات سراج الاخبار میں نامہ نگاری کرتا رہا ہوں۔ آرٹیکل اڈیٹر نے شائع کئے تھے اور اس نے ان کو مستغیث کے آرٹیکل باور کئے تھے۔ مستغیث نے ان کی تردید کے بارہ میں یا ان کے نویسندہ ہونے سے انکار کرنے کی بابت کبھی کوئی تحریر اخبار میں نہیں بھیجی۔ اندرونی شہادت سے دلالت ہوتی ہے کہ سوائے مستغیث کے کسی اور نے ان آرٹیکلوں کو تحریر نہیں کیا۔ بے شک مرزا کا کوئی مرید ایسا کام نہیں کرسکتا، نویسندہ اپنی چالاکی پر نہایت خوش معلوم ہوتا ہے اور غالباً اس کاروائی کی عزت کسی اور کو دینا پسند نہیں کرتا۔ مستغیث

نے اس تحریر کو جو اس کی بیان کی جاتی ہے شناخت کرنے میں اس قدر ٹال مٹول کیا ہے کہ ہم اس پر کوئی اعتبار نہیں رکھ سکتے۔ وہ ۱۶ جولائی ۱۹۰۳ء کو رائے چندو لال کے روبرو یقیناً بیان نہیں کر سکا کہ آیا آرٹیکل مورخہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء اس نے لکھا تھا، اور دیگر دستاویزات کی بابت بھی یہی بیان کیا۔ سوالات جرح میں اس نے ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو تسلیم کیا تھا کہ فضل دین نے اس سے کتب مانگی تھیں اور اس نے اس کے کہنے کی تعمیل کر دی تھی اور وہ اس کے قبضہ میں تھیں۔

فی الحقیقت اس امر پر شک کرنا قریباً ناممکن ہے کہ واقعات مندرجہ آرٹیکل مورخہ ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے مستغیث کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اس واسطے ہمارا اتفاق دیگر عدالت ہائے کی رائے سے ہے کہ مستغیث ہی ۶، اور ۱۳۔ اکتوبر کے آرٹیکلوں مندرجہ سراج الاخبار کا نویسندہ ہے۔

ہمارے خیال میں اخیر پر اس میں کچھ شک نہیں ہوسکتا کہ یہ قرار دیا جائے کہ ملزمان نے نیک نیتی سے کاروائی کی۔ مرزا کے مذہبی دعاوی کا سوال ایک پبلک دلچسپی کا سوال تھا ہر ایک شخص کو مرزا کی حیثیت کا اندازہ مرزا کے اپنے خیال کے مطابق لگانا چاہیے بے شک کہ وہ اپنے آپ کو ایک طرح سے ملہم باور کرتا ہے اور اپنے مریدوں اور عوام الناس کے واسطے وہ ان اتہامات کی تردید کرنا جو خود اس کے اور اس کی مذہبی حیثیت اور اعتقادات کے برخلاف لگائے جائیں اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسے مذہبی مباحثوں میں بہت کم دلچسپی ہوتی تو بھی ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ ان اشخاص کے لئے جو ان اصولوں کے پیرو ہیں وہ بہت وقعت رکھتے ہیں۔

ہم قرار دیتے ہیں کہ ملزم نمبر ایک، جہاں تک اس معاملہ کا اس کی ذات سے تعلق تھا، اسکے جواب میں اس امر کا بالکل مستحق تھا کہ وہ مستغیث پر ایسا اتہام لگاتا جس کو ہم فی الواقعہ راست قرار دیتے ہیں اور جو کہ مستغیث کے خود اپنے عمل سے بھی ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے تاکہ عوام الناس اس امر کا اندازہ لگا سکیں کہ مستغیث کے فعل اور قول کی کیا وقعت ہونی چاہیے۔ اگر ملزم مستغیث کے سراج الاخبار کے مضامین کو تسلیم کر لیتا تو اس کی مذہبی حیثیت خطرہ میں پڑ جاتی اور اگرچہ جہلم میں مقدمات قانونی ہونے کے موقعہ پر مستغیث پر حملہ کرنے کی نسبت کوئی اور بہتر اور زیادہ تر معقول طریق مضامین کی تردید

کرنے کا ملزم کو مل سکتا تھا مگر پھر بھی ملزم کسی خاص طریقہ یا وقت یا جگہ کا پابند نہیں کیا جا سکتا اور وہ بے شک وہ علانیہ بمقام جہلم حملہ کرنے میں جس جگہ کھلے طور پر اس کا مضحکہ اڑایا گیا تھا درستی پر تھا یہ دیکھ کر عدالت ہائے نے بالاتفاق قرار دیا ہے کہ مستغیث ہی نے وہ آرٹیکل لکھے تھے۔ یہ اغلب نہیں ہے کہ فی الحقیقت ملزمان کو اس معاملہ کی بابت علم نہ ہوا ہو خواہ کبھی تھوڑے عرصہ کے واسطے کوئی شک ان کے دل میں.. پیدا بھی ہوا ہو۔

پس ہم قرار دیتے ہیں کہ ملزمان کی حفاظت استثناء نمبر ۶ دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند ہوتی ہے بہت ہی افسوس ہے کہ ایسے مقدمہ میں جو کاروائی کے ابتدائی مرحلہ پر ہی خارج کیا جانا چاہیے تھا اس قدر وقت ضائع کیا گیا ہے۔ لہذا ہر دو ملزمان مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین بری کئے جاتے ہیں اور ان کا جرمانہ واپس دیا جاوے گا۔

المرقوم ۷ جنوری ۱۹۰۵ء دستخط مسٹر اے ای ہری سیشن جج قسمت امرتسر بحروف انگریزی ۔ترجمہ صحیح ہے۔ دستخط دیوان چند مترجم محکمہ سیشن جج امرتسر بحروف انگریزی۔

(اخبار بدر قادیان یکم فروری ۱۹۰۵ء ص ۵۔۶)

} اڈیٹر البدر قادیان لکھتے ہیں:

منشی وزیر علی نے بمبئی سے ایک اخبار بنام پنچ ارسال کیا ہے جس میں کسی خباثت کے فرزند نے بنارس سے ایک آرٹیکل فتح مقدمات کے متعلق دیا ہے اور اپنی خبیث طبیعت کے تقاضہ سے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ منشی صاحب موصوف نے چاہا ہے کہ اس کا جواب دیا جائے۔ ان کو واضح ہو کہ ایسے لایعقل اور جاہل لوگوں کا جواب قرآن شریف نے اعراض سے دیا ہے چنانچہ حکم ہے و اعرض عن الجاھلین ۔ جواب ہمیشہ معقول پسند انسان کو ملتا ہے نہ کہ نقالوں ڈوموں مسخروں اور بھانڈوں کو، ان لوگوں کو مخاطب کرنا خود اپنے ہاتھ سے ان کی عزت کرنا ہے جو کہ گناہ اور ظلم عظیم ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۸ فروی ۱۹۰۵ء ص ۶)

عبارات متعلقہ مقدمات

درمواہب الرحمٰن ونزول المسیح

مقدمات مذکورہ بالا میں مرزا غلام احمد کی کتب مواہب الرحمٰن اور نزول المسیح کی چند عبارات نہ صرف مسلسل زیر بحث رہیں بلکہ بعض استغاثوں کی بنیاد بھی انہیں پر رکھی گئی تھی ۔ یہ عبارات مختصراً کئی جگہ اوپر منقول ہوئی ہیں، اپنے ناظرین کے لئے ہم ذیل میں یہ عبارات مکمل نقل کئے دیتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

و من آیاتی ما انبأنی العلیم الحکیم ۔ فی امر رجل لئیم و بھتانہ العظیم و اوحی الیّ انّہ یرید ان یتخطف عرضک ۔ ثم یجعل نفسہ غرضک و ارانی فیہ رؤیا ثلث مرات ۔ و ارانی ان العدوّ اعد لذالک ثلثۃ حماۃٍ لتوھین و اعنات ۔ و رئیت کانّی احضرت محاکمۃ کالماخوذین و رئیت انّ آخر امری نجاۃ بفضل رب العالمین ۔ و لو بعد حین ۔ و بشّرت ان البلاء یرد علی عدوی الکذاب المھین ۔ فاشعت کلما رئیت و الھمت قبل ظھورہ فی جریدۃ یسمّی الحکم ۔ و فی جریدۃ اخری یسمّی البدر ثمّ قعدت کالمنتظرین و ما مرعی ما رئیت الّا سنۃ فاذا ظھر قدر اللّٰہ علی ید عدوّ مبین اسمہ کرم الدین و انّہ ھو الذی رغب لاحراقی فی نارٍ تضرم ۔ و ضرار یعزم ۔ و اراد ان یسلب امننا و طمع فی عرضنا لنعدم کل العدم و اراد ان یجعل نھارنا اغسی من لیلۃ داجیۃ الظلم فاحمۃ اللعم فنحت من عندہ استغاثۃ ۔ و اعدّ لافراس الوکالۃ اثاثۃ و جمعت الاحزاب و شمر الثیاب ۔ لیرمی کلّھم من قوس واحد السھام۔ (مواہب الرحمٰن)

ترجمہ فارسی از مرزا صاحب

واز جملہ نشان ہائے من ایں است کہ خدا مرا در بارہء شخصے لئیم و بہتان بزرگ اوخبر داد و وحی کرد سوئے من کہ آن شخص میخواہد کہ آبروئے ترا نقصان رساند۔ باز نفس خود را نشانہ تو خواہد کرد بنمود مرا در ہمیں امر سہ بار خواب۔ وبنمود مرا کہ آں دشمن سہ کس حامیان برائے توہین ورنج دادن تو طیار کردہ است۔ و دیدم کہ گویا من در عدالتے حاضر شدم ہمچو گرفتاران و دیدم کہ آخر کار من نجات است از بری؟ او بفضل خدا تعالی۔ اگرچہ بعد از وقتے۔ و بشارت دادہ شدم کہ بلا ردّ کردہ خواہد شد بر دشمن اہانت کنندہ۔ پس شائع کردم ہرچہ دیدم و ہرچہ الہام یافتم قبل ظہور آں در اخبارے کہ نام آں الحکم است و در اخبارے دیگر کہ نام آں البدر است و نگذشت بریں مگر یک سال۔ پس ناگاہ ظاہر شد تقدیر خدائے تعالی بر دستِ دشمن صریح کہ نام او کرم دین است و او ہماں است کہ رغبت کرد برائے سوزیدن من در آتشے کہ فروختہ شد۔ و درگزند کہ قصد کردہ میشود۔ و ارادہ کرد کہ امن ما دور کند و در آبروئے ما طمع کند تا نیست و نابود شوم و ارادہ کرد کہ ما را تاریک تر از شبے کند کہ سخت بود سیاہی او و سیاہ بود موہائے او۔ پس تراشیدہ از نزد خود استغاثہ و طیار کرد برائے اسپان وکالت بسیار جائے گیاہ پس جمع شدند گروہ ہا و طیاری کردہ شد۔ تا از یک کمان تیرہا برانند۔ (مواہب الرحمٰن)

ثمّ بعد ذالک قام رجل لا یذائی اسمہ محمد حسن فیضی و کان اعدا اعدائی۔ و سبّنی و شتمنی و سعی لا فنائی و اخزائی و لعننی حتی لعنہ ربّی و رد الیہ ما عزا الی نفسی۔ فما لبث بعدہ الا قلیلاً من الایام حتی رأی وجہ الحمام۔ و کنت کتبت فی کتابی الاعجاز ملھماً من اللّٰہ الذی یجیب المضطر عند الارتماز۔ من قام للجواب و تنمّر۔ فسوف یری انہ تندم و تدمر۔ فجعل الفیضی نفسہ دریّۃ کل وحی ذکرت۔ و غرض کل الھام، الیہ اشرت حتی اسکتہ الموت من قالہ و قیلہ۔ و ردہ الی سبیلہ۔ و کذالک صار

نذ یر حسین الد هلوی درّیّۃ و حی اللّٰہ تخر ج الصدور الی القبور ۔ فانّہ کان اوّل من کفّر نی و آ ذا نی و فرّ من النّور ۔ و کا نت سنۃ وفا تہ: ما ت ضا لاً ھا ئماً (۱۳۲۰ھ)، بحسا ب الجمل (مواہب الرحمٰن)

تر جمہ فارسی : بعدازاں شخصے برائے ایذائے من بر خاست نام او محمد حسن فیضی بود و بود از سخت تر دشمنان من و مرا دشنام داد وسعی کرد از بہر ہلاکت من و رسوائی من و بر من لعنت کرد تا آنکہ خداوند من اورا لعنت کرد و ہر چہ مرا گفتہ بود سوئے او واپس گردانید پس برو صرف چند روز گزشتند کہ روئے مرگ را دید ۔ و بودم کہ نوشتہ بودم در کتاب خود اعجاز المسیح با لہام آں خدا کہ دعائے بیقراراں در وقتِ اضطراب شنود ہر کہ برائے جواب ایں کتا ب بایستد انجام او ندامت و موت حسرت خواہد بود ۔ پس فیضی نفس خود را نشانہ ہر وحی کہ ذکر کردم بساخت و نشانہ ہر الہام کہ سوئے او اشارۃ کردم خود را بگردانید ۔ تا آنکہ موت او را خاموش ساخت ۔ و سوئے راہِ او را باز گردانید ۔ و ہم چنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شد کہ تخرج الصّدور الی القبور، او اول شخصے است کہ مرزا کافر قرار داد ہ و از نور بگریخت و تاریخ وفات او بحساب جمل مات ضا لاً ہا ئماً است

(مواہب الرحمٰن ۔ ص ۱۲۶ ۔ ۱۲۷)

} مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اب ہم اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ درحقیقت پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں جس کو درحقیقت طنبور چشتیائی کہنا چاہیے اپنی طرف سے اور اپنے دماغ سے کام لے کر کچھ نہیں لکھا بلکہ اس میں تمام وکمال چوری کا سرمایہ جمع کر دیا اور چوری بھی مردہ کے مال کی جو ہر طرح قابل رحم تھا، مفصلہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں ۔

پہلے ہم صفائی بیان کیلئے لکھنا چاہتے ہیں کہ میاں شہاب الدین جن کا نام عنوان میں درج ہے یہ محمد حسن متوفی (فیضی) کے دوست ہیں اور علاوہ اس کے یہ اس بدقسمت وفات یافتہ کے ہمسایہ بھی ہیں اور اس کے اسرار سے واقف ۔ اور انہیں کی کوشش سے پیر مہر علی شاہ کے سرقہ کا مقدمہ بر آمد ہوا ۔ اور بڑی صفائی سے ثابت ہو گیا کہ اس کی کتاب سیف چشتیائی مال مسروقہ ہے اور اس

میں مہر علی کی عقل اور علم کا کچھ بھی دخل نہیں اور بجز اس کے کہ وہ اس کاروائی سے نہ صرف جرم سرقہ کا مرتکب ہوا بلکہ اس نے شیخی کو حاصل کرنے کے لئے بہت قابل شرم جھوٹ بولا اور اپنی کتاب سیف چشتیائی میں اس مردہ بدقسمت کا نام تک نہیں لیا اور بڑے زور اور دعوی سے کہا کہ اس کتاب کا میں مولف ہوں چنانچہ نقل خطوط یہ ہے

پہلے خط کی نقل: مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت اقدس جناب مرزا جی صاحب دام برکاتکم و فیوضکم۔ السلام علیکم۔ اما بعد آپ کا خط رجسٹری شدہ آیا دل غم ناک کو تازہ کیا۔ روئداد معلوم ہوئی۔ حال یہ ہے کہ محمد حسن کا مسودہ علیحدہ تو خاکسار کو نہیں دکھایا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی کتابیں اور سب کاغذات جمع کر کے مقفل کئے گئے ہیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح پر جو مذکور نے نوٹ کئے تھے وہ دیکھے ہیں۔ اور وہی نوٹ گولڑی ظالم نے کتابیں منگوا کر درج کر دیئے ہیں اپنی لیاقت سے کچھ نہیں لکھا اب محمد حسن کا والد وغیرہ تو میرے جانی دشمن بن گئے ہیں کتابیں تو بجائے خود ایک ورقہ تک نہیں دکھاتے۔ پہلے بھی دیکھنے کا ذریعہ یہ ہوا تھا کہ جب گولڑی نے کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح محمد حسن کے والد سے منگوائیں اور فارغ ہو کر واپس روانہ کیں تو چونکہ وہ حامل کتب اجنبی تھا اس لئے بھول کر میرے پاس مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن کا گھر کدھر ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا کام۔ کہنے لگا کہ مہر علی شاہ نے مجھ کو کتابیں دے کر روانہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے والد کو یہ کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح دے آ۔ پھر میں نے کتابیں لے کر دیکھیں تو صفحہ پر نوٹ لکھے ہوئے دیکھے۔ میرے پاس سیف چشتیائی بھی موجود تھی عبارت کو ملایا تو بعینہ وہ عبارت تھی۔ آپ کا حکم منظور لاکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے روبرو بے شک دیکھ لو مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے۔

دوسری مجھ سے ایک غلطی ہو گئی کہ ایک خط گولڑی کو بھی لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیئے۔ اس واسطے گولڑی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے۔ اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑی کا مرید ہے اور اس کے کہنے پر چلتا ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں

نے گولڑی کو کیوں خط لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے ۔ براہ عنایت خاکسار کو معاف فرماویں کیونکہ خالی میرا آنا مفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے ۔ فقط ۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال

} دوسرے خط کی نقل: مکرمی ومولائی جناب مولوی عبدالکریم صاحب السلام علیکم اما بعد خاکسار خیریت سے ہے آپ کی خیریت مطلوب ۔ میں آنے سے کچھ انکار نہ کرتا ۔ لاکن کتابیں نہیں دیتے جن پر نوٹ ہیں ۔ یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح ۔ سیف چشتیائی میں جتنی سخت زبانی ہے اکثر محمد حسن کی ہے اسی وجہ سے اس کی موت کا... نمونہ ہوا... اب میرے خط لکھنے سے گولڑی خود اقراری ہے چنانچہ یہ کارڈ گولڑی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو اس نے مولوی کرم الدین صاحب کو لکھا ہے ۔ غرض گولڑی نے محمد حسن کے والد کو بہت تاکید کی ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ یعنی اس راقم خاکسار کو ۔ گولڑی کارڈ میں لکھتا ہے کہ محمد حسن کی اجازت سے لکھا گیا مگر یہ اعتراف راست بازی کے تقاضا سے نہیں بلکہ اسلئے کہ یہ بھید ہم پر کھل گیا اس لئے ناچار شرمندہ ہو کر اقراری ہوا ۔ دوسرے خط میں گولڑی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ملاحظہ ہو ۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں

} مولوی کرم الدین کے خط کی نقل

مکرمنا حضرت اقدس مرزا جی مدظلہ العالی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں ۔ مجھے آپ کے کلام سے تعشق ہے میں نے کئی دفعہ عالم رؤیا میں بھی آپ کی نسبت اچھے واقعات دیکھے ہیں اکثر آپ کے مخالفین سے بھی جھگڑا کرتا ہوں اگرچہ مجھے ابھی تک جناب سے سلسلہ پیری مریدی نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں میرے خیال میں بہت احتیاط درکار ہے جب تک بالمشافہ اطمینان نہ کیا جاوے بیعت کرنا مناسب نہیں ہوتا لیکن تاہم مجھے جناب سے غائبانہ محبت ہے میں نے چار پانچ یوم کا عرصہ ہوا کہ جناب کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے مبارک باد فرمائی اور کچھ شیرینی بھی عنایت کی ہے اور اس وقت میرے دل میں دو باتیں تھیں

جن کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور اسی خواب کے عالم میں میں یہ کہتا تھا کہ آپ کے کشف کا تو میں قائل ہو گیا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

بعض باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے اس واسطے میرا خیال ابھی تک جناب کی نسبت یک رخہ نہیں گو آپ کے صلاح وتورع کا میں قائل ہوں۔ میں نے اگلے روز آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کی ابتداء میں چند اشعار فارسی اور چند اردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذابوں کی کلام میں کبھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے بھی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ان نوٹوں کا جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئی ہیں مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہ درج کتاب پائے گئے۔ یہ ایک نہایت سارقانہ کاروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا۔ اور طرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو آپ کی کلام کی نسبت وہ پکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں اس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے کیونکہ ان کا خیال آپ کے خلاف ہے اور وہ کبھی بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو بجنسہ نقل کر کے آپ کے پاس روانہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت سے یہاں آ کر خود دیکھ جائے لیکن جلدی آنے پر دیکھا جا سکے گا۔

پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کیلئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلاف مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر

دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو۔ آپ دعا فرماویں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جاوے اور مجھے سمجھ آجاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مولانا نورالدین صاحب کی خدمت میں دست بستہ السلام عرض ہے زیادہ لکھنے میں ضیق وقت مانع ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے سلام علیکم مضمون واحد ہے۔

والسلام خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھین تحصیل چکوال مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء

} دوسرا خط مولوی کرم الدین بنام حکیم فضل دین معتبر ایں عاجز

مکرم معظم بندہ جناب حکیم صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۳۱؟ جولائی کولڑکا گھر پہنچ گیا۔ اسی وقت سے کار معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی پہلے تو کتابیں دینے سے اس نے سخت انکار کیا اور کہا کہ کتابیں جعفر زٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اس نے بتاکید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچادوں۔ لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اس کو تسلیم کرایا گیا مبلغ چھ روپیہ معاوضہ پر آخر راضی ہوا۔ اور کتاب اعجاز المسیح کے نوٹوں کی نقل دوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنی قلم کے نوٹ ہیں ہمدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرماویں اور نیز اگر موجود ہوں تو چھ روپئے بھی حامل کو دے دیجئے گا تاکہ لڑکے کو دے دئے جاویں اور تاکہ دوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو ۔کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمائیں فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا آپ بالکل تسلی فرماویں انشاء اللہ تعالی ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی اس لڑکے نے کہا ہے کہ اور بھی مولوی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی ایک نوٹ ہیں جو تلاش پر مل سکتے ہیں جس وقت ہاتھ لگے تو ان کا معاوضہ علیحدہ مقرر کر کے نوٹ قلمی فیضی مرحوم بشرط ضرورت لے کر ارسال خدمت ہوں گے آپ شمس بازغہ کا نسخہ بہت جلدی منگا کر روانہ فرماویں کیونکہ لڑکا صرف ایک ماہ کی رخصت پر گھر آیا ہے

اس عرصہ کے انقضاء پر اس نے کتاب لاہور لے جانی ہے اور پھر کتاب کا ملنا متعذر ہو گا ۔ چکوال سے تلاش کریں شاید نسخہ مل جاوے تو حامل عریضہ کے ہاتھ روانہ فرماویں اور اپنا آدمی بھی ساتھ بھیج دیں تا کہ کتاب لے جاوے امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دعاء خیر فرمائیں لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے تا کہ پھر بھی مجھ سے ایسی مدد مل سکے ۔ مولوی شہاب الدین کی جانب سے السلام علیکم

والسلام خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال ۔۳۔ اگست ۱۹۰۲ء

} پیر مہر علی شاہ کے کارڈ کی نقل جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ کتاب سیف چشتیائی درحقیقت محمد حسن کا مضمون ہے :

محبی و مخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند و علیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔ اما بعد یک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسے آدم معتبر فرستادہ خواہد شد ۔ آپ کو واضح ہو کہ اس کتاب (سیف چشتیائی) میں تردید متعلق سورہ فاتحہ یعنی (اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم و مغفور کی ہے باجازت ان کے مندرج ہے چنانچہ فیما بین تحریراً و نیز مشافۃً جہلم میں قرار پا چکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضروریہ لاہور میں ان کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرا دیویں ۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ لاہور میں مجھے ملے ۔ آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا ۔ لہذا آپ سے ان کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغیر ما کی گئی آئندہ شائد آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی ہوگی ۔ والسلام ۔ (نزول المسیح ۔ حاشیہ ص ۷۲ ۔ ۷۹) ۔

قادیانی دریچے سے

عدالتی مقدمات کی کاروائی کی تلاش میں قادیانی اخبارات الحکم والبدر وغیرہ کا مطالعہ کیا گیا تو وہاں سے مزید مواد بھی حاصل ہوا جو تحریک ختم نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔ ذیل میں ان اخبارات سے چند مضامین وشذرات، نقل کر کے حسب موقع وضرورت ان پر اپنی گذارشات پیش کی جارہی ہیں۔امید ہے ناظرین پسند فرمائیں گے۔ بہاء

پیر مہر علی شاہ اور ان کی کتاب

مکتوب حکیم نورالدین بنام مہر علی شاہؒ

مولانا السید المکرّم المعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اول فتح نام آپ کے مرید سے پھر مولوی غلام محی الدین ساکن دہن، مولوی محمد علی ساکن ردال، حکیم اللہ دین... حکیم شاہنواز کے باعث مجھے جناب سے بہت ہی حسن ظن حاصل ہوا اور میں بدیں خیال کہ جناب کو اشغال وارشاد میں فرصت کہاں کہ میرے جیسے آدمیوں کے خطوط کا جواب ملے گا ارسال عرائض سے متامل رہا۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے اور ان میں مرزا جی کے حسن ظن کا تذکرہ تھا اور بھی فرحت وسرور ملا ۔قریب تھا کہ میں حاضر حضور ہوتا، اسی اثنا میں ایک کتاب شمس الہدایۃ نام مجھے رات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔صفحہ ۴۰ تک رات کو پڑھی۔ جناب نے اس میں بڑا تنزل اختیار کیا کہ بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے ۔ اور صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک نہ دی۔ سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں اور کتاب صفحہ ۴۰ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر وہ بھی لا الہ الا اللّٰہ کی توجیہہ ناپسندیدہ پر ایما،

کتاب کو دیکھ کر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے

ہیں تو جواب خط کوئی بڑی بات نہیں فا حسن کما احسن اللّٰہ الیک میری مختصر گذارش کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا۔

اول جناب نے صفحہ ۸ میں فرمایا ہے:

۱۔ تفاسیر معتبرہ ست مثل ابن جریر و ابن کثیر..

عرض ہے کہ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں۔ کہاں سے یہ تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے۔

۲۔ مثل ابن جریر سے کم سے کم پانچ چھ تفسیروں کے نام ارشاد ہوں۔

۳۔ کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر۔

۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔ ۵......

۶: انبیاء و رسل آئمہ وعترۃ، اولیاء کرام، صحابہ عظام، انواع واقسام ذنوب وخطایا سے محفوظ و معصوم نہیں، یا ہیں۔ بصورۃ اولی ان پر اعتماد کا معیار کیا ہوگا اور بصورۃ ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر۔ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے۔

۷۔ الہام وکشف رؤیا صالحہ کیا چیز ہیں اور ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔

۸۔ ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے کیا وہ جناب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۹۔ بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی اس کو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے، جس کا ذکر کتاب میں فرمایا ہے۔

۱۰۔ عقل، قانون قدرت، فطرۃ، کس حد تک مفید ہیں، یا یہ چیزیں شریعت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جاوے۔ تعارض اقوال شریعت وسنۃ اور مقابلہ فطرۃ و شرع کے وقت کون سی راہ اختیار کی جاوے۔ مختصر جواب بدون دلائل کافی ہوگا۔

۱۱۔ تفسیر بالرائے، اور متشابہات کے کیا معنی ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال میں ہے کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک ہو اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہیں۔

مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۰۰ء از قادیان (۱۷ شوال ۱۳۱۷ھ)۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء ص ۶۔۷)

} مکتوب مہر علی شاہؒ بنام حکیم نورالدین

مولانا المعظم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امابعد۔

مولوی محمد غازی صاحب کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف آج کل دولت خانہ کو تشریف لے گئے ہیں مولوی غلام محی الدین اور حکیم شاہ نواز وغیرہ احباب نے میری نسبت اپنے حسن ظن کے مطابق آپ کے سامنے بیان کیا ہوگا ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے کتاب شمس الہدایۃ کو مطبوع اور تالیف فرمایا۔ ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا۔ جس وقت مولوی صاحب واپس آئیں گے کیفیت کتب مسئولہ اور جواب سرفراز نامہ اگر اجازت ہوئی تو لکھیں گے۔ اللہ تعالی جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ زیادہ سلام نیاز علماء وفقراء مہر شاہ ۲۶ شوال ۱۳۱۷ھ (۲۷ فروری ۱۹۰۰ء)۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۰ء ص ۷)

(حکیم نورالدین اور پیر مہر علی شاہ کے ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے باہم اختلافات کے باوجود فریقین ۱۹۰۰ء کے آغاز تک ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے تھے۔ کیونکہ دونوں خطوں کا آغاز السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے ہوا ہے، اور پیر صاحب نے اپنے خط میں یہ دعا بھی فرمائی ہے کہ خدا جانبین کو صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔ بہاء)

} مولوی عبدالکریم سیالکوٹی لکھتے ہیں:

قادیان ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۰ء:.... (پیر صاحب نے) مولوی نورالدین کے استفسار کے جواب میں ان کتابوں کے مطالعہ اور پاس موجود ہونے کا ثبوت دینے سے پہلوتہی کی جن کا ان کے مطالعہ میں آنا اور پاس ہونا یا کہیں اور سے مستعار ہی لے کر معائنہ کرنا ان کی کتاب اور بیان کی وقعت کے لئے از بس ضروری تھا۔ مولوی نورالدین کے قول ثقیل سے جس نے ان کے علم کی پیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیں، اول تو انہوں نے اس پھونس کی ٹٹی میں پناہ لینی چاہی کہ اپنی طرف فقیری اور لاعلمی کو منسوب کیا، اور یہ سارا کیچڑ مولوی غازی کے سر پر جا تھوپا اور صاف اقرار کیا کہ:

مولوی غازی صاحب کتب حدیث وتفسیر اپنی معرفت سے پیدا کر کے ملاحظہ فرماتے رہے ہیں مولوی صاحب آج کل دولتخانہ کو تشریف لے گئے ہیں

میری تحصیل اور شوق دونوں نا تمام ہیں اور اور پھر اعتراف کیا:

مولوی صاحب نے اپنی سعی اور اہتمام سے شمس الہدایہ مطبوع اور تالیف فرمایا ہاں احیاناً اس بے ہیچ سے بھی اتفاق استفسار بعض مضامین ہوا۔

...مولوی نورالدین کا سوال آپ کے سر ویسا ہی قائم رہا..ان کا سوال تو یہ تھا کہ چونکہ آپ مولف و مصنف ہیں اور آپ نے تفسیر ابن جریر کا حوالہ دیا ہے اسلئے ازراہ کرم اس امر کا جواب دیں کہ تفسیر ابن جریر کو آپ نے دیکھا بھی ہے یا نہیں؟ اور کہاں سے اور کیونکر یہ تفسیر دیکھنے کو مل سکتی ہے؟ آپ نے اس بوجھ سے کندھا ہلکا کرنے کے لئے انکار کر دیا کہ میں تو ایک ناقص نا تمام آدمی ہوں کتاب کی تالیف وغیرہ کا کام غازی صاحب کے ذمہ رہا ہے اور جب لوگوں نے آپ کو پکڑا اور پردہ اٹھتا نظر آیا تو آپ نے اس کتاب کی تالیف کا فخر خود لے لیا مگر اس صورت میں بھی مولوی صاحب کا مطالبہ تو اسی طرح رہا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۰۰ء ص ۵۔۶)

پیر گولڑوی کی عہد شکنی

اڈیٹر الحکم نے اپنے اخبار میں ایک طویل تحریر شائع کی جس میں کہا گیا:

... پیر گولڑوی نے حال میں جو کتاب سیف چشتیائی شائع کی ہے اس میں اس نادان نقاب پوش فقیر نے اپنے معاہدہ کے خلاف کیا ہے جو لاہور کی شاہی مسجد کے جلسہ میں اقرار کیا تھا اور سب نے متفق ہو کر اقرار کیا تھا کہ آئندہ وہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں نہ آئیں گے اور آپ کی تحریروں پر نوٹس نہ لیں گے۔ مگر جب مرزا صاحب کی طرف سے اعجاز المسیح پیر گولڑوی کی علمی اور عملی قابلیت کے امتحان کی غرض سے شائع ہوئی اور فاضل امروہی کی کتاب شمس بازغہ نے گولڑی اور اس کے منہ زور غازی رفیق کی علمی پردہ دری کر دی تو یہ لوگ نعل در آتش ہو گئے۔ اور اپنے وعدوں کا جو خدا کے گھر میں علماء کے ایک گروہ میں کیا گیا تھا کچھ پاس نہ کر کے اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح سے ان کتابوں کا جواب لکھا جاوے .... مہر علی شاہ نے اس ندامت کو دور کرنے کی ایک تدبیر سوچی اور وہ یہ کہ اسے معلوم ہو گیا کہ مولوی محمد حسن بھیں نے اعجاز المسیح پر کچھ نوٹ لکھے ہیں اس لئے وہ اس فکر میں ہوا کہ ان نوٹوں کو حاصل کیا جاوے۔ محمد حسن کی زندگی میں تو وہ نوٹ اس کو نہ مل سکے اس کے مرنے کے بعد خدا جانے کن حیلوں اور تدابیر

سے اس کی بیوہ سے ان نوٹوں کو حاصل کرلیا اوران کو ہی ترتیب دے کر سیف چشتیائی کے نام سے ایک رسالہ چھاپ دیا ...اور یہ اعتراف کہیں نہیں کیا کہ میں نے محمد حسن کی تحریروں کو شائع کیا ہے...اب دیکھو کہ کیا یہ خدا تعالی کا زبردست نشان ہے یا نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دو چار فقروں کا سرقہ منسوب کرنے کے ساتھ ہی خود پوری کتاب کا سارق ثابت ہوگیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۱-۳ مختصراً)

(محمد حسن کے نوٹ جو بقول مرزائیوں کے سیف چشتیائی میں شامل ہیں، وہ تو اس کتاب کا صرف ایک باب ہے۔ باقی تو اس میں دوسری بحثیں ہیں، حتی کہ الہامات مرزا مصنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی طویل عبارتیں بھی اس میں باحوالہ دی گئی ہیں۔ مرزائی ان کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

اور مرزا صاحب اور اڈیٹر الحکم وغیرہ نے کتنی مرتبہ کہا کہ اب ہم آئندہ مخالفوں کو مخاطب نہیں کریں گے اوران کی کسی بات کا جواب نہیں دیں گے۔لیکن ان وعدوں کے باوجود وہ بار بار مخالفوں کی تردید میں لکھتے رہے، انہیں چیلنج دیتے رہے۔ ان کی ایسی چند عبارتیں کسی دوسری جگہ نقل کی گئی ہیں۔ بہاء)۔

} اسی سیف چشتیائی کے متعلق ایک مرتبہ قادیانیوں نے لکھا:

پیر گولڑی نے سیف چشتیائی جو کتاب طیار کی ہے اس کے ٹائٹل پیج پر دو تلواروں کی تصویر بھی دی ہے ...سیف چشتیائی کے مصنف کی غرض ان تلواروں کے بنانے سے اگر حضرت حجۃ اللہ کے خلاف قتل کا مخفی اشارہ نہیں یا جہاد کی ترغیب نہیں تو اس فضول تحریک سے کیا فائدہ تھا۔ یہ امر بہرحال گورنمنٹ کے نوٹس لینے کے قابل ہے ہم اس پر کسی قدر صراحت سے لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک گوشہ نشین نقاب پوش درویش کی تحریر پر ان تلواروں کا نشان حیرت انگیز ہے اور کسی خاص راز کی طرف ایما کرتا ہے ورنہ پیر گولڑوی کے مذاق اور مشرب کے لحاظ سے تو طنبور و چنگ کی تصویریں موزوں تھیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۲)

} اخبار الحکم کے اڈیٹر نے لکھا ہے:

موسوی مسیح بھی چودھویں صدی میں آیا تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ اس امر پر بحث کی ہے کہ مسیح ابن مریمؑ، حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے اور چونکہ رسول اللہ ﷺ مثیل موسی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً اس

لئے ضروری تھا کہ آنے والا مسیح موعود بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہو .... چونکہ مرزا کا ظہور اسی مبارک صدی پر عین وقت پر ہوا اس لئے مخالفین کو جب اور کوئی وجہ انکار کی نہ ملی تو یہی کہنا شروع کیا کہ مسیح ابن مریم، حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں نہیں آیا تھا۔ چنانچہ گولڑوی نے بھی اس مسئلہ پر اپنی تاریخ دانی کا ثبوت دیا ہے اور پردہ دری کرائی ہے وہ مانتا ہے کہ مسیح ابن مریم، حضرت موسی کے بعد سولہویں صدی میں آئے تھے۔ دروغ گورا تا بخانہ اش باید رسانید کا مضمون صحیح ثابت کرنے کے لئے مرزا نے مفتی محمد صادق کو جو عبرانی کے فاضل ہیں حکم دیا کہ وہ کسی یہودی کی تحریر اس معاملہ میں حاصل کریں چنانچہ بمبئی کے ایک یہودی فاضل نے اپنے خط میں (جو ۳ستمبر کی شام کو مفتی صاحب نے سنایا) اعتراف کیا کہ مسیح ناصری حضرت موسیٰ کے بعد ۱۲۷۲ میں پیدا ہوئے۔ اب وہ خط محفوظ ہے اور مناسب مقام پر مرزا صاحب اسے شائع کریں گے۔ اب اگر بقول عیسائیاں ۳۰ سال اس میں اور شامل کر لئے جاویں تو مسیح کی دعوت کا سال ۱۳۰۲ ہو جاتا ہے جو چودھویں صدی کا سرا ہے۔ اب دیکھیں کہ گولڑوی اس ندامت سے کیا فائدہ اٹھاتا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ستمبر ۱۹۰۲ء ص۱۲)

(آنحضرت ﷺ کی وفات ۶۳۲ء میں ہوئی، اور مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت ۱۸۹۱ء میں سامنے آیا۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۱۲۵۹ سال بعد۔ اور مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مرے یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ۱۲۷۶ سال بعد۔ گویا مرزا کی وفات کے ۲۴ سال بعد تیرھویں صدی ختم اور چودھویں صدی شروع ہوئی۔ اس طرح آپ چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود کیوں کر ہوئے۔ اور یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح عیسی بن مریمؑ، حضرت موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی یا چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے اسی طرح وہ چودھویں صدی کے سر پر آئے ہیں کیوں کہ وہ اس سے ربع صدی پہلے ہی آنجہانی ہو چکے تھے۔ یہ حساب شمسی کیلنڈر کی رو سے ہے۔

اور بتایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات ۱۴۳۸ قبل مسیح میں ہوئی، یعنی حضرت عیسیٰؑ، جناب موسیٰؑ کے بعد پندرھویں صدی میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب کو (اگر

وہ مسیح موعود ہوتے تو) آنحضرت ﷺ کے بعد پندرھویں صدی میں آنا چاہیے تھا۔لیکن وہ تو پندرھویں صدی کے شروع ہونے سے پہلے ہی عرصہ ہوا آ کر چلے بھی گئے ۔ بہاء)

} ڈائری۔ یکم ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء .. دو دھاری تلوار:

گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی کے متعلق (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ اس نے دہرا کام کیا،فیضی کی موت کا ہماری پیش گوئی کے موافق ہونا اس سے ثابت ہو گیا اور گولڑوی کی پردہ دری بھی ہوگئی ۔اگر فیضی زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اصلاح کرتا یا اس ارادہ سے باز ہی آ جاتا مگر موت نے پیش گوئی کے موافق اسے آ لیا۔اور گولڑوی اس کی کچی ہانڈی کھانے بیٹھ گیا اور نہ خیال کیا کہ اس کی ہر بات کی خود بھی تحقیق کر لے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی پردہ دری کرالی اور محمد حسن کی بھی۔(الحکم ۳۰ ۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۰)

(ناظرین کسی جگہ مرزا جی کا یہ بیان پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے فیضی کی موت کی پیش گوئی نہیں کی لیکن یہاں آپ بتا رہے ہیں کہ فیضی کی موت انکی پیشگوئی کیمطابق ہوئی ۔ بہاء)

ملہم گروہ اور قادیانی حضرات

عنوان بالا کے تحت ہم زیر نظر دور کے قادیانی اخبارات سے ان تحریروں کا انتخاب نقل کر رہے ہیں جو منشی الٰہی بخش لاہوری، منشی عبدالحق لاہوری، مولانا عبدالجبار غزنوی، حافظ محمد یوسف وغیرہ سے متعلق ہیں جنہیں قادیانی حضرات الہامی گروہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔

} مکتوب مرزا قادیانی بنام حکیم نور الدین

.... آپ کے لئے اجازت ہے کہ جب فرصت ہو اور کسی طرح کا ہرج نہ ہو تو اس رسم کے پورا کرنے کیلئے تشریف لے آویں بلکہ تقریب شادی پر جو آپ تشریف لاویں گے وہ نہایت عمدہ موقع ہے ،اور شرائط پر پابند ہونا باعتبار استطاعت کے ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ۔

میرے دوسرے خط کے جواب میں جلد مطلع فرماویں تا لدھیانہ میں اطلاع دی جائے ۔بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شائد آپ بماہ مارچ کشمیر کی طرف روانہ ہوں ۔ پس اگر یہی صورت ہو تو بماہ فروری کاروبار شادی بخیر و عافیت اہتمام پذیر ہونا چاہیے۔

منشی عبدالحق صاحب و بابوالٰہی بخش صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے۔منشی عبدالحق صاحب نے تقریر کی تھی کہ ردتکذیب کو عام پسند بنانے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ دیباچہ کتاب میں کھول کر لکھا جائے کہ ہمارا ایمان تو خدا تعالی کی قدرتوں پر ایسا قوی اور وسیع ہے کہ جس طرح اہل سنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں مگر بعض نادر طور کے جواب صرف مخاطبین کی تنگ دلی اور قلت معرفت کے لحاظ سے انکے مذاق کے موافق لکھے گئے ہیں تا انہیں معلوم ہو کہ قرآن شریف پر اعتراض کرنے کی کسی معقولی ومنقولی کو مجال نہیں۔اس عاجز کی دانست میں بھی ایسا لکھنا نہایت ضروری ہے تا عوام الناس فتنہ سے بچ جائیں۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ...فروری ۱۸۸۹ء (الحکم قادیان۔۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۱۱)

(یہ خط ان ایام کا ہے جب لدھیانہ میں حکیم صاحب کی شادی کی بات چل رہی تھی۔انہی دنوں حکیم صاحب نے مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کی تردید میں لکھی جانے والی پنڈت لیکھ رام کی کتاب تکذیب براہین احمدیہ کا جواب لکھا تھا۔ یہ زمانہ مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت سے قبل کا ہے اور منشی الٰہی بخش لاہوری اور منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ اس دور میں مرزا صاحب کے معاونین میں شمار ہوتے تھے اور ان کی خدمت میں عام طور پر حاضری دیا کرتے تھے۔تاہم اس دور میں بھی منشی عبدالحق نے حکیم نورالدین کی کتاب میں (جو قادیانیوں کی مایہ ناز کتاب ہے) میں ترمیم واضافے کا مشورہ دیا تھا جسے مرزا صاحب نے بھی صائب سمجھتے ہوئے حکیم صاحب کو ہدایت کی کہ اس پر عمل کیا جانا چاہیے۔بہاء)

} فرمایا (مرزا صاحب نے) ایک بار مجھے امرتسر جانے کا اتفاق ہوا۔بعض غزنوی مجھے ملے اور مجھے پینے کو چائے دی۔چونکہ میرے دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے میں اس سے پی نہیں سکتا، میں نے بائیں ہاتھ سے لی۔یہ لوگ آگ بگولہ ہو گئے اور مجھے کہا کہ خلاف سنت ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ وہ مجھ سے وجہ پوچھتے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۶)

(یادرہے کہ سید عبداللہ غزنویؒ کے قیام خیردی، اور امرتسر کے دوران حصول فیض کیلئے مرزا صاحب ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔سید عبداللہ کی وفات (۱۸۷۹ء) کے بعد مرزا صاحب نے مجددیت، مہدویت، مسیحیت وغیرہ کے دعوی کئے، اور ان کا خیال تھا کہ سید عبداللہؒ سے ان کی تعلق داری کی وجہ سے غزنوی حضرات ان کے دعاوی کی حمایت کریں گے۔اس لئے وہ ان سے ملاقات رکھتے تھے۔اور زیر نظر واقعہ اسے دور یعنی ۱۸۸۰ء کے عشرے کا ہے۔

تاہم غزنوی حضرات نے سید عبدالجبار غزنوی کی قیادت میں مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید بڑے موثر اور پر جوش انداز میں فرمائی، حتی کہ سید عبداللہ کے ایک شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے مرزا صاحب سے ۱۸۹۳ء میں مباہلہ بھی کیا۔

یاد رہے کہ مباہلے کے بعد مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اپنے مقابل مباہل کی زندگی میں چل بسے تھے، جب کہ انہوں نے خود ہی کہہ رکھا تھا کہ مقابل مباہل کی زندگی میں کاذب مر جایا کرتا ہے۔ بہاء)

} لاہوری ملہم پارٹی اور ہمارے حضرات

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم

کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

ہمارے محتشم ناظرین لاہوری ملہم کے نام سے الحکم کے کالموں میں مختلف نمبروں میں مرزا صاحب کے کسی مخالف کا نام پڑھ چکے ہیں اور بایں وجہ کہ انہوں نے مخالفت میں الہامی رنگ اور دعوی رکھا تھا اور رکھا ہے ناظرین کو ان کے متعلق چند ضروری امور اور کوائف کے معلوم کرنے کی بڑی آرزو ہے..

لاہوری ملہم صاحب کا نام الٰہی بخش ہے جو محکمہ نہر میں اکونٹنٹ ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا جب آپ قادیان بھی تشریف لائے تھے اور ان کی اصلاح کے لئے ضرورۃ الامام گراں قدر رسالہ کی ضرورت پڑی۔ منشی صاحب نے دعوی کیا کہ مجھے مرزا صاحب کے خلاف الہام ہوئے ہیں اس پر مرزا صاحب نے صرف اسلام کی حالت پر اور بنی نوع انسان پر رحم کر کے یہ مناسب سمجھا کہ چونکہ یہ امر ایک سخت حربہ اسلام اور نفس الہام پر ہے، ان لوگوں کے مخالف الہام جمع کر کے توجہ کی جائے تا کہ کوئی فیصلہ ناطق ہو جاوے کیونکہ اس سے لوگ دبدہا میں پڑیں گے کہ جب کہ خدا ہی کی طرف سے الہام ہوتے ہیں تو متضاد الہام کے کیا معنی۔

غرض اس بنا پر خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا جو درج اخبار ہوگا مگر لاہوری ملہم صاحب اب تک ایچا پیچی ہی میں ہیں۔ آپ کی پارٹی میں تین صاحب اور ہیں جن میں سے منشی عبدالحق پنشنر اکاؤنٹنٹ آپکے الہامات کے مفسر ہیں اور سید فتح علی شاہ خان بہادر ڈپٹی کلکٹر اور حافظ محمد یوسف ضلع دار نہر آپ کے پرانے رفیق ہیں۔ غرض یہ چار آدمیوں کی پارٹی ہے۔ سر دست اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے اور مرزا صاحب کے خطوط اور مولوی نور الدین کے باقی خطوط جب درج ہوں گے ان

کے ساتھ ساتھ مختصر طور پر ضروری کوائف بتلاتے چلیں گے۔

منشی صاحب کے طرز عمل سے ہر چند کہ پایا جاتا تھا کہ انکی مخالفت کا سلسلہ ایک خاموشی کے عالم میں رہے گا، بلکہ سنا گیا ہے کہ ملہم پارٹی منشی الٰہی بخش کے اس رسالہ کے مضمون کا جو حضرت کی مخالفت میں لکھا گیا تھا بھی ایک اعجاز سمجھتی ہیں مگر خدا تعالی کو جو مخرج ما کنتم تکتمون ہے ..آخر اس رسالے نے جو ذیل میں شائع ہوتا ہے پردہ اٹھا دیا اور یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ہمارے لاہوری ملہم اصل نام کیساتھ اخباری دنیا میں آتے ہیں اور (حکیم نورالدین کا) وہ خط یہ ہے:

برادرم منشی تاج الدین صاحب۔ السلام علیکم

پرسوں شام کیوقت ایک میرے مکرم دوست نے برسر مجلس ذکر فرمایا جسکا خلاصہ یہ تھا:

منشی تاج الدین نے ارقام فرمایا ہے ڈپٹی فتح علی شاہ سے میں نے دریافت کیا ہے کہ کیوں اب تک منشی صاحب نے اپنے الہامات درباب مرزا صاحب شائع نہیں فرمائے ۔ڈپٹی صاحب نے فرمایا کہ نورالدین نے کیا معنی اس راقم خاکسار نے منشی جی کو بمنت سماجت خط لکھا ہے کہ منشی جی ایسے الہامات کے شائع کرنے سے باز رہیں اس لئے منشی صاحب نے اشاعت الہامات مخالفہ مرزا صاحب سے اعراض کیا۔

برادرم! اس کلام کے سننے سے مجھے تعجب اور حیرت ہوئی اور میں عام اہل اسلام کی حالت پر دیر تک افسوس کرتا رہا۔ تعجب اس لئے کہ ایک ملہم من اللہ جس کو الہام الٰہی سے ثابت ہو گیا کہ فلاں شخص اللہ و رسول کا مخالف ہے تو اس مخالف اللہ و رسول کا پردہ فاش کرنے کیلئے ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے تھا کسی کے روکنے سے وہ کیونکر رک سکتا ہے۔

۲۔ جب منشی الٰہی بخش کو ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات نعوذ باللہ شیطانی ہیں اور غلط ہوتے ہیں اور ان کو پختہ طور پر معلوم ہے کہ نورالدین مرزا جی کا دل سے جان سے مال سے اور عزت و آبرو سے فدائی ہے اور پورا معتقد ہے تو مرزا کے ایسے معتقد کے خط بخلاف الہامات الٰہیہ کیوں متبع ہوئے۔

۳۔ نص صریح ہے کہ مامور من اللہ مداہن لوگوں کے کہنے پر نہیں چلا کرتے تو اگر نورالدین نے مداہنت چاہی تھی تو منشی الٰہی بخش پر واجب تھا کہ نورالدین کا وہ خط جس میں اس نے منشی جی کو روکا ہے الہامات کے ساتھ شائع کر دیتے تو کہ حسب منشاء منشی صاحب مرزا جی کے ساتھ مرزا کے ایک مرید کی بھی پردہ دری ہو جاتی اور اس سے عام

لوگ نتیجہ نکالتے کہ یہ جماعت کیسی مکار ہے۔

۴۔اگر وہ الہامات منشی جی کے منجانب اللہ ہوتے تو وہ کسی کے کہنے سے ان کی اشاعت سے کیوں رکتے کیا ان کو خبر نہیں بلّغ ما انزل الیک من ربّک فا ن لم تفعل فما بلّغت رسا لتہ کس کتاب کا حکم ہے کیا ان کو خبر نہیں کہ ودوا لو تد ھن فیدھنون کون کہتا ہے۔

۵۔مرزا صاحب نے منشی جی سے براہ راست خطوط لکھ کر تحریک کی ہے پس اس تحریک کے بالمقابل نورالدین کا پرائیویٹ خط کیوں زیادہ موثر ہوا۔

۶۔مرزا صاحب اپنے الہامات اپنی تحقیقات کی اشاعت میں کیسے دلیر ہیں، ان کے مخالفین کو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب سے زیادہ دلیر ہوتے۔کیوں؟ وہ لوگ اپنے گمان کیا یقین میں راست باز اور مرزا صاحب نعوذ باللہ مفتری ہیں۔

۷۔منشی صاحب نے وعدہ کا ایفاء نہ کیا اور نورالدین کے کہنے سے انّ العھد کا ن مسؤلا سے کیوں بے پروائی کی۔

۸۔ڈپٹی صاحب اول سید اہل بیت دوم دنیا میں معزز عہدہ پر ممتاز میرا دل نہیں پسند کرتا کہ میں مان لوں ایسا بڑا آدمی جھوٹ بولتا ہو۔جھوٹ بولنا بڑے ہی کمینوں کا کام ہے جھوٹا ذلیل ہوتا ہے پس مجھے حیرت ہے کہ یہ غیر واقعہ کلمات کہاں سے نکلے۔

۹۔ میرے نزدیک مامور من اللہ اور دوسروں میں یہ بھی ایک فرق ہے کہ مامور من اللہ ہمت نہیں ہارتے، تھکتے نہیں، ڈرتے گھبراتے نہیں، مشکلات کیوقت دلیر ہوتے ہیں۔ آخر کامیاب ہوتے ہیں دیکھو مرزا صاحب نے مخالفوں کے مقابلہ میں کیسے کیسے کام کئے ہیں، کیا ہمت ہاری ہے۔نہیں، تھکا، نہیں ڈرا ہے نہیں، کیا دلیر نہیں ہوا؟ کیا کامیاب نہیں ہوا۔

۱۰۔ تلک عشرۃ کاملہ اگر منشی صاحب اپنے الہامات اور پیش از وقت اپنی پیش گوئیاں شائع کرتے تو ان کو پتہ لگ جاتا کہ ان پیش گوئیوں کی اشاعت میں کیا کیا مشکلات آتی ہیں اور پھر ان کو یہ بھی پتہ لگ جاتا کہ جو جو اعتراض انہوں نے مرزا جی پر کئے ہیں کیا وقعت رکھتے ہیں۔مثلاً مرزا جی کے وعدہ پر، براہین احمدیہ کی اشاعت پر(کیوں التواء ہے حالانکہ مخالفوں کے لئے بار بار اشتہار دیئے گئے کہ وہ براہین کا روپیہ واپس

لے لیں اور روپیہ دیا بھی گیا) مثلاً آتھم کی پیش گوئی کہ آیا شرط پوری ہوئی جیسی الہام میں مشروط تھی یا نہ ہوئی، مثلاً بشیر احمد کے متعلق کہ وہ موعود فرزند ہے حالانکہ وہ موعود حسب الہامات بحمد اللہ موجود ہیں، مثلاً ان کا خیال کہ مسجد کا روپیہ مسجد پر خرچ ہوا یا نہیں ۔ یا معرض التواء میں ہے وغیرہ ۔

اب تک تو منشی صاحب اپنے گھر میں خاص خاص احباب کے سامنے بیان فرماتے ہیں اوران کے احباب بھی فرماتے ہیں کہ ان کی پیش گوئیاں بہ نسبت مرزا جی کے بہت مصفی اور صحیح ہیں مگر جب معاملہ پبلک میں عام طور پر مرزا جی کی طرح پیش ہو تب ظاہر ہو جائے گا کہ مامور من اللہ کون ہے؟ عند الا متحان یکرم المرء او یھان

برادرم! یاد رکھو جو باتیں الہامی طور پر ثابت ہوں ان میں اعلی وہی ہیں جو لکھی ہوئی ہم دیکھیں قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے ام عندھم الغیب فھم یکتبون نبی کریم کے مخالفوں پر بھی الزام قائم ہوا ہے کہ اگر ان کے پاس غیب ہے تو اسے لکھا ہوا پیش کریں ۔

میرے بھائی آخر میں آپ کو بڑے زور اور جوش سے نصیحت کرتا ہوں کہ آپ کامل استقلال کامل بردباری کامل حوصلہ اعلی ہمت سے کام لیکر اس وقت ڈپٹی صاحب سے دریافت فرماتے لیس الخبر کالمعائنہ ہمیں وہ خط نورالدین کا دکھاویں آپ ڈپٹی صاحب اگرچہ راست باز ہیں مگر راستی کا ثبوت دینا راست بازی کے مخالف نہیں ۔ مولی کریم بھی سچا، مولی کا رسول بھی سچا، مگر پھر بھی دونوں نے اپنی صداقت کے ثبوت دیئے ہیں ۔ پس آپ راست باز سہی ہمیں راست بازی کے ثبوت سے محروم نہ فرماویں ۔ بہرحال اب پھر کوشش کریں شائد اسی ذرہ سی بات میں حق ظاہر ہو جاوے کہ ڈپٹی صاحب اور ان کے منشی صاحب کو یہ خبر دینے والا کیسا راست باز ہے ۔ ہمیں تو ایسی خبریں ترقیات کا موجب ہیں اور انشاء اللہ بہتوں کیلئے ترقیات کا باعث ہوں گی ۔

اب آپ ہمت بلند سے کام لیں اور اس خط کو نکلوائیں جس میں نورالدین نے خوش آمد کر کے منشی جی کو روکا ہے میرے بھائی میں دلیری سے عرض کرتا ہوں کہ میرے تحریریں بچہ پن سے لے کر آج تک کبھی بھی ایسی نہیں جن کی اشاعت سے مجھے کسی نوع کا خطرہ ہو ۔ ۶ ۔ اگست ۱۸۹۹ء ۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ ۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۹ ۔ ۱۰)

(یاد رہے کہ منشی الٰہی بخش صاحب تقریباً ۱۸۹۸ء مرزا قادیانی کے معتقد رہے، ان کی مالی مدد کرتے رہے، تصنیفی سلسلے میں ان کی مدد کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حق آشکار کر دیا تو انہوں نے قادیانیت کی تردید میں تحریری خدمات انجام دیں۔ مرزا صاحب انہیں ملہم ربانی مانتے تھے اور انہوں نے پیش گوئی بھی فرمائی کہ منشی صاحب دوبارہ ان کے حلقہ عقیدت میں داخل ہو جائیں گے۔ تاہم منشی صاحب عصائے موسیٰ کی تصنیف و اشاعت کے بعد اپریل ۱۹۰۷ء میں حالت ایمان و اسلام میں فوت ہوئے اور یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کی تکذیب کا نشان بن کر آیۃ من آیات اللہ ہوئے۔

اوپر زیر نمبر ۵ حکیم صاحب نے مرزا صاحب کے خط کا حوالہ دیا ہے، جسے عصائے موسیٰ سے ہم مختصراً نقل کر رہے ہیں: مرزا صاحب حافظ محمد یوسف امرتسری کو لکھتے ہیں:

میرے پاس شیخ حامد علی.. نے یہ بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف.. نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ منشی الٰہی بخش.. کو مرزا غلام احمد کی نسبت کئی الہامات ایسے ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ منشی صاحب موصوف کو یہ خبر دیتا ہے کہ غلام احمد مسرف کذاب ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر الہام ہوئے ہیں لیکن منشی صاحب اس مصلحت سے ان الہامات کو کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع نہیں کرتے کہ مبادا مرزا غلام احمد ہم پر انگریزی عدالت میں نالش نہ کر دے۔ ہاں اگر مرزا غلام احمد یہ تحریری وعدہ لکھ دے کہ میں نالش نہیں کرونگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہفتہ عشرہ میں کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے ان الہامات کو منشی الٰہی بخش کے ہاتھ سے شائع کرا دیں گے۔ پس چونکہ یہ طریق نہایت عمدہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے کوئی فیصلہ ہو جائے اس لئے میں حضرت عزت کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ میں ایسے الہامات کے شائع کرنے سے کسی عدالت میں نالش نہیں کرونگا۔ ہاں یہ شرط ہے بلکہ نہایت ضروری شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر الہامات شائع کریں یعنی تحریر الہامات کے پہلے یہ قسم کھاویں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ جو الہامات ذیل میں لکھتا ہوں وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور اگر اس تحریر میں میری طرف سے کوئی گستاخی یا جھوٹ یا افتراء ہے تو خدا تعالیٰ اس افتراء کا مجھے پاداش دے۔ یہ لکھ کر یہ الہامات لکھ دیں۔ سو میں یہ رقعہ بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب اسی غرض سے لکھتا ہوں۔

الراقم مرزا غلام احمد بقلم خود

مکرر یہ کہ یہ بھی شرط ہے کہ منشی الٰہی بخش اپنے تکذیب تفسیق کے الہامات کو اپنے نام اور پورے پتہ عہدہ سکونت وغیرہ سے شائع کریں اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر تین ہفتہ تک انتظار کر کے

یہ رقعہ کسی اشتہار یا اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیا جائے گا۔ اس کی ایک نقل اس غرض سے رکھی گئی ہے۔ فقط۔ ۲۷۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔

اس کے جواب میں منشی صاحب نے لکھا تھا:

الٰہی بخش بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ

عرض آنکہ والا نامہ جناب وتحریر مرزا صاحب پہنچی۔ عاجز کو تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب کو تو ماشاء اللہ متانت، مستقل مزاجی، وقار اور تجربہ کاری کا بڑا دعوی ہے یا اب اس قدر تغیر ہوا کہ کچھ حد نہیں۔ سال ہا سال سے وہ عاجز سے واقف ہیں چنانچہ دور دراز تجربہ کے بعد مرزا صاحب نے رسالہ ضرورۃ الامام میں عاجز کی نسبت کئی تعریفی الفاظ بھی درج فرمائے ہیں یعنی: بے شر انسان، نیک بخت، متقی پرہیز گار؛

اور فرمایا ہے کہ ابتداء سے ہمارا ان کی نسبت نیک گمان ہے اور اخیر پر دعا فرمائی ہے کہ خدا پاک اس کے ساتھ ہو۔

یہ رائے مرزا صاحب کی کچھ سرسری نہیں بلکہ مدت مدیدہ عرصہ بعید کے تجربہ کا نتیجہ ہے اور اب حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عاجز قسم تحریر کرے اور پھر الہامات لکھے۔ نیز شرائط مقرر فرماتے ہیں کہ اپنا نام پتہ عہدہ سکونت وغیرہ وغیرہ لکھے۔ اس تغیر وتبدیل حالات سے عاجز بہت متعجب ہے اور بار بار یہ خیال آتا ہے کہ علیم وخبیر نے جو اپنے فضل وکرم سے مرزا صاحب کے حالات کے تغیر کی عاجز کو الہاماً آیت شریفہ انّ اللّٰہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما با نفسھم میں اطلاع فرمائی ہے، کیسی صحیح ہے۔ سبحان اللہ واقعاً سب کچھ اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں ہے اور ذرہ ذرہ پر اس کا اختیار ہے جو چاہے سو کرے یقلّب کیف یشاء۔ یفعل ما یشاء، و یحکم ما یرید جناب خیال فرماویں کہ مرزا صاحب نے جو کچھ اول عاجز کی نسبت تحریر فرمایا کیا وہ صحیح نہیں کہ اب عاجز سے قسم وغیرہ شرائط لیتے ہیں۔ کیا خدانخواستہ عاجز کی ان سے کسی قسم کی عداوت و دشمنی یا کچھ حسد اور بغض ہے۔ معاذ اللہ۔ یا عاجز ان پر زور ڈالتا ہے کہ وہ خوانخواہ ضرور عاجز کے الہامات کو قبول و تصدیق کریں تاکہ عاجز پر کسی قسم کی شرائط قائم کرنے کی ضرورت وحاجت ہو۔ مرزا صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ ذات پاک قادر جل جلالہ عالم الغیب و الشّھادۃ بدون پتہ ونشان وقسم عاجز کے شناخت کرنے و پاداش دینے میں مغالطہ کھانے والی ہے۔ جناب کو

خوب معلوم ہے اور مرزا صاحب بھی خوب جانتے ہیں کہ عاجز ایک گمنام بے تعلق اور بفضل و کرم مولی غنی وکریم مستغنی المزاج شخص ہے اور شہرت و جاہ طلبی سے الحمدللہ اس ارحم الراحمین کی منت بیکراں واحسان بے پایاں سے متنفر و بیزار۔ پھر عاجز کو کیا ضرور ہے کہ ایسے فضول اور بے ضروری مخالف اخلاص شرائط کا پابند ہو۔ ہاں الہام الہی کی پابندی ضرور ہے اور اپنے اختیار سے باہر ہے۔ مرزا صاحب کے مخالف جو الہام عاجز کو ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں وہ سوائے آپ کے اور تین چار دیگر رفقاء کے بلحاظ ملاقات دیرینہ و بنظر ناراضگی مرزا صاحب اب تک کسی کو نہیں سنائے گئے اور اسی خیال سے شائع بھی نہیں کئے۔ اگر حضرت مرزا صاحب بخوش دلی وفراخ حوصلگی واخلاص ان ربانی شہادات کو یعنی الہامات کو بلا کسی شرط واکراہ وعذر کے سننا گوارا فرماتے ہیں جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہوتی ہے تو عاجز کو حسب اجازت وارشاد مرزا صاحب ان کے بیان وشائع کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ لیکن جناب غور فرمالیں کہ جو امور مخالف طبیعت، مخالف وجاہت اور خصوصاً سلسلہ پیری مریدی کے حارج ومضر ہوں تو وہ ضرور طبعًا ناگوار گذرا کرتے ہیں اور پھر جب غصہ آجاتا ہے تو انسان بے قابو ہو کر ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔..

البتہ عباد الرحمٰن جن کا حافظ و ناصر خود وہ عزّ اسمہ ہو اور جو بحکم و الکاظمین الغیظ و العافین عن النّاس و اللّٰہ یحبّ المحسنین کے ادب ولحاظ وتعمیل کرنے والے ہوں وہ البتہ مستثنی ہیں اور غصہ میں بے قابو نہیں ہوتے اور نہ کسی قسم کی ایذا رسانی کی کاروائی کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ سو یہ ہر ایک کا منصب نہیں بحکم آیت کریمہ وما یلقّاھا الّا الّذین صبروا وما یلقّاھا الّا ذو حظّ عظیم عاجز خاکسار تو رضائے مولی کا خواہاں ہے اور اس کے احکام کا پابند، کسی سے کچھ مقابلہ نہیں اور نہ کچھ غرض، وہ مالک جو چاہے گا آپ ہی سب کچھ کر کرا لیگا۔ فقط لاہور، ۷۔ مئی ۱۸۹۹ء یوم یک شنبہ

مکتوب مرزا صاحب قادیانی

۱۵ مئی ۱۸۹۹ء: بخدمت مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ وہ شرائط جو میں نے لکھے تھے وہ سب قوم کے فائدہ کے لئے لکھے تھے اور ان کے لکھنے سے نہ یہ غرض تھی کہ منشی الہی بخش پر مجھے اعتبار نہیں اور نہ یہ غرض تھی کہ میں نعوذ باللہ ان کے لئے کوئی بدمنصوبہ سوچتا ہوں۔ محض

نیک نیتی سے لکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آسمانی فیصلہ مطلوب ہے یعنی یہ مدعا ہے کہ تا لوگ ایسے شخص کو شناخت کر کے جس کا وجود حقیقت میں ان کے لئے مفید ہے راہ راست پر مستقیم ہو جاویں اور تا لوگ اس شخص کو شناخت کرلیں جو درحقیقت خدا تعالی کی طرف سے امام ہے۔ اور ابھی تک یہ کس کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے صرف خدا کو معلوم ہے یا ان کو جن کو خدا تعالی کی طرف سے بصیرت دی گئی ہے اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ پس اگر منشی الٰہی بخش کے الہامات درحقیقت خدا تعالی کی طرف سے ہیں تو وہ الہام جو میری نسبت ان کو ہوئے ہیں اپنی سچائی کا کوئی کرشمہ ظاہر کریں گے (خود بدولت کے الہامات کی سچائی کا کرشمہ داماد مرزا احمد بیگ، عبداللہ آتھم و بشیر جو ظاہر ہوا اس کو بھی مدنظر رکھیں ۔ الٰہی بخش) اور اس طرح یہ خلقت جو واجب الرحم ہے مسرف کذاب سے نجات پا جائے گی۔ اور اگر خدا تعالی کے علم میں کوئی ایسا امر ہے جو اس بدظنی کے برخلاف ہے تو وہ امر روشن ہو جائے گا۔ لہذا میں اس بات سے تو باز آیا کہ منشی صاحب کے منہ سے قسم کا اقرار لوں، گو خدا تعالی نے بھی قسمیں کھائی ہیں اور ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ صحابہ کے سامنے بعض اوقات قسمیں کھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے و الّذی نفسی بیدہ لیکن میں عام لوگوں کو زیادہ توجہ دینے کیلئے خود اس وقت حضرت منشی الٰہی بخش صاحب کو قسم دیتا ہوں اور میری طرف سے منشی صاحب موصوف کو یہ قسم ہے کہ اے منشی صاحب آپ کو اس خدا قادر ذوالجلال کی قسم ہے کہ میری نسبت جس قدر آپ کو خدا تعالی طرف سے الہامات ہوئے ہیں وہ سب کے سب مع ترجمہ لکھ کر کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کر دیجئے۔ میں آپ کو اے منشی الٰہی بخش صاحب پھر اس قادر وقدوس کی قسم دیتا ہوں کہ آپ ان الہامات میں سے جو آپ نے حافظ محمد یوسف صاحب کو یا حضرت منشی عبدالحق صاحب کو یا کسی اور کو سنائے ہیں یا ابھی سنائے نہیں، کوئی الہام مخفی نہ رکھئے۔ میں پھر تیسری مرتبہ اے منشی الٰہی بخش صاحب آپ کو اس حیّ قیّوم لا الہ الّا اللّٰہ کے مصداق کی قسم دیتا ہوں جس نے آنحضرت ﷺ پر قرآن شریف نازل کیا ہے اور قسم کا منشا یہی ہے کہ آپ اسی کے منہ کیلئے اسی کی عزت کے لئے اسی کے نام کے ادب کے لئے وہ کل الہامات جو میری نسبت آپ کو ہوئے ہیں اس خط کے پہنچنے سے ایک ہفتہ تک کسی اشتہار کے ذریعہ سے شائع کرا دیجئے اور دس اشتہار میری طرف بھی بھیج دیجئے اور کوئی الہام جو میری نسبت ہو چکا ہے مخفی نہ رکھئے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعوذ باللہ میری طرف سے نہ کوئی آپ پر نالش ہوگی اور نہ کسی قسم

کا بے جا حملہ آپ کی وجاہت وشان پر ہوگا میں جانتا ہوں کہ ایسے سب کام بدذاتی ہیں میں صرف خدا تعالی سے عقدہ کشائی چاہونگا تا وہ لوگ جو مجھے مسرف کذاب کا نام دیتے ہیں جو قرآن میں فرعون اور کسی اشدّ کافر کا نام ہے اور وہ لوگ میرے دعوی مسیح موعود کی تصدیق کرتے ہیں ان میں اللہ تعالی آپ فیصلہ کرے۔ میں نے تین قسموں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کی ہے اور یہ سنت رسول اللہ ﷺ اور تمام پیغمبروں کی ہے کہ جب قسم دے کر ان کو پوچھا جاتا تھا تو وہ اس جواب کو بغیر کم یا زیادہ کرنے کے اور بغیر کسی قسم کی خیانت وتحریف کے ٹھیک ٹھیک مطابق واقعہ بیان کر دیتے تھے۔ سواب اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا آپ اپنے منہ سے قسم کھانے سے الگ رہے مگر میرا مدعا بھی اس طور سے حاصل ہو جائے گا۔ ضرور نہیں کہ اظہار قسم کرو۔

مرزا غلام احمد

جواب منشی الٰہی بخش

بخدمت مخدومی مکرمی حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض آنکہ۔ والا نامہ مرزا صاحب محکومہ ۱۵ مئی ۱۸۹۹ء جو بذریعہ رجسٹری جناب کے نام تھا، موصول ہوا مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ شرائط جو لکھی تھیں قوم کے فائدہ کے لئے لکھی تھیں لیکن عاجز کے خیال میں اب تک نہیں آیا کہ قسم کھانے میں قوم کا کیا فائدہ ہے بلکہ اللہ تعالی کا تو حکم ہے لا تجعلوا اللّٰہ عرضۃً لّایما نکم ۔ خیر اب تو مرزا صاحب نے ناحق کی قسموں سے عاجز کو معاف فرما کر خود عاجز کو بے ضرورت قسمیں دی ہیں کیونکہ بموجودگی ارشاد و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً او کذّب بالحقّ لمّا جاءہ الیس فی جھنّم مثوی للکافرین کے مومنین خاشعین کو ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگرچہ عاجز اب تک شش وپنج میں تھا کہ اشاعت الہامات میں خواہ مخواہ انگشت نمائی کا موجب بننا اور اپنی گوشہ گزینی میں خلل ڈالنا کیا ضرور ہے لیکن چونکہ اب مرزا صاحب اصرار فرماتے اور اللہ جل شانہ کی قسمیں ڈالتے ہیں لہذا مجبوراً عاجز ان کے ارشاد کی تعمیل میں حتی الوسع سعی کرے گا وما توفیقی الّا باللّٰہ العلیّ العظیم ۔ لیکن جو چیز عاجز کی وسعت و اختیار سے باہر ہے اس کے واسطے عاجز ہرگز کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ الہامات کوئی پانچ دس پندرہ نہیں کہ کل شائع ہوسکیں۔ ہاں کوشش کر رہا ہوں کہ ان کا معتد بہ حصہ معہ تفہیمات وتشریحات ان کی خدمت میں گذارش ہو جاوے اور چونکہ مرزا صاحب نے قوم کے فائدہ کا لفظ لکھ کر یاد

دلایا ہے لہذا اس کو مدنظر رکھنا بھی ضرور ہوا تا کہ ارشاد خیر النّاس من ینفع النّاس پر کچھ عمل ہو جاوے۔ چنانچہ اس ضمن میں انکے ساتھ چند مسائل مندرجہ رسالہ ضرورۃ الامام بھی استفساراً پیش کرنے کو لازمی و لابدّ سمجھ کر شامل کئے جا رہے ہیں۔سو انشاء اللہ ختم ہونے پر مرزا کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ در بارہ میعاد ایک ہفتہ جناب خیال فرماویں کہ عاجز مزدوری و ملازمت پیشہ ہونیکے باعث نہائت ہی عدیم الفرصت ہے لہذا اس قلیل میعاد کا جس کی بلحاظ ربانی کلام و منفعت رسانی خلق اللہ ہونیکے کچھ ضرورت نہیں، عاجز ہرگز اس کا وعدہ نہیں کرسکتا۔ دیکھئے مرزا صاحب جو ماشاء اللہ بالکل فارغ البال اور سوائے ایسے اشغال کے اوران کو کچھ شغل ہی نہیں، باوجود طول طویل میعادی وعدوں کے عہدہ برآ نہیں ہو سکے، چنانچہ انکے وعدے در باب براہین احمدیہ وسراج منیر (۱۴ سو روپیہ کی لاگت والا) ،رسالہ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ، منن الرحمان جنکے وقتِ معہودہ کو گذرے ہوئے سال ہا سال گذر گئے ، پر غور فرماویں۔ باوجودیکہ ان کے پاس استعداد ،وقت، لیاقت، فرصت، چھاپہ خانہ، آدمی کارکن، وسب اسباب وسامان موجود ومہیا ہیں۔ پھر یہ عاجز خاکسار بایں بے بضاعتی وعدیم الفرصتی بے سرو سامانی بیمائیگی وکم لیاقتی کس طرح میعاد کا پابند ہوسکتا ہے۔ ہاں انشاء اللہ الرحمٰن اپنی طرف سے تعمیل ارشاد میں ہرگز کوتاہی نہ ہوگی آئندہ اختیار بدست قادر مختار ہے۔ بلکہ اس کی تالیف کے بارے میں الہام بھی ہوا ہے بسم اللّٰہ مجر یھا و مر سا ھا انّ ربّی لغفور رّحیم ۔لہذا اس کا چلنا وٹھہرنا اسی مالک وقادر مطلق کے ہاتھ ہے خاکسار بالکل ناچیز و بے حقیقت ہے۔والسلام خیر ختام ۔لاہور ۲۳ مئی ۱۸۹۹ء یوم سہ شنبہ۔(منقول از عصائے موسیٰ)

ذیل کا خط اس لئے نقل کیا جا رہا ہے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے مکتوب الیہ کو ۱۸۸۴ء میں بتایا تھا کہ منشی الٰہی بخش کتاب براہین میں ان کے معاون ہیں ،اور یہ کہ انہوں نے منشی صاحب کے لئے دعا کی ہے اور وہ دعا قبول ہوچکی ہے اوران کے غم دور جائیں گے)

مخدومی ومکرمی اخویم شاہ صاحب

.....نواب صاحب کے لئے یہ عاجز ایک مدت تک بہت تضرع سے دعا کرتا رہا ہے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ نواب صاحب کی حالت غم سے خوشی کی طرف مبدل ہو گئی ہے اور آسودہ حال اور شکر گذار ہیں اور نہایت عمدگی اور صفائی سے یہ خواب آئی اور یہ خواب بطور کشف تھی چنانچہ اسی صبح کو نواب صاحب کو اس خواب سے اطلاع دی گئی۔

پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے جو اس کتاب کے معاون ہیں، کسی اپنی مشکل میں دعا کیلئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپے بھیجے۔ اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کیلئے الحاح ہو چکا تھا، مگر یہ عاجز نوابصاحب کیلئے مشغول تھا اس لئے ان کیلئے دعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا، اور جس روز نواب صاحب کیلئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کے لئے توجہ سے دعا کریں۔ سو بعد نماز عصر جب وقت صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب صاحب کو شامل کر لیا جائے۔ سو اس وقت نواب صاحب اور منشی الٰہی بخش دونوں کیلئے دعا کی گئی بعد دعا اسی جگہ الہام ہوا ننجی ھما من الغم یعنی ہم ان دونوں کو غم سے نجات دیں گے۔ غلام احمد۔ ۲۶ مئی ۱۸۸۴ء

(اخبار الحکم قادیان ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۹ء ص ۸)

مکتوب نورالدین بنام حافظ محمد یوسف امرتسریؒ

بخدمت حافظ محمد یوسف صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش پرداز جناب کو معلوم ہے کہ جناب واحد احد کی یکتا ذات پاک وحدۃ کو کیسے پسند فرماتے ہیں ہمارے سردار و مولی افضل الرسل خاتم النبیین پر احسانات کا اظہار فرماتے فرماتے ارشاد کرتا ہے لکن اللّٰہ الّف بین قلوبھم اور اس کے مقابل اختلاف پر اپنا سخط یوں ظاہر فرمایا و لا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم

حافظ صاحب صرف مطاعن سے کام لینا کوئی پسندیدہ امر اور مقصود تک پہنچانے والی بات نہیں۔ پہلے خلیفۃ فی الارض حضرت ابوالبشر آدم پر خود ملائکہ نے مطاعن سے کام لیا مگر کیا فائدہ اٹھایا۔ یہ قصہ سورہ بقرہ میں جو فاتحہ کی اعظم ترین تفسیر ہے بڑی عبرت کیلئے درج ہوا ہے غور کرو

مامور من اللہ پر دو قسم کے معترض اعتراض کرتے ہیں ایک طرف ملائکہ دوسری طرف ابلیس پس ہم کسی اچھے یا برے معترض کے باعث ایک مامور امام کو کیوں چھوڑ سکتے ہیں حضرت موسی صاحب الشریعۃ پر بھی ایک فلسفی بادشاہ اعتراض کرتا ہے جیسے بیان ہوا

هو مهين و لا يكاد يبين لو لا انزل عليه اسورة من ذهب

تمام شیعہ اورخوارج صرف مطاعن سے کام لے کر شیخین ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہما اور ختنین علی وعثمان کی خلافتوں سے انکار کر گئے۔ ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں اگر ہم تواضع وانکسار وتوبہ واستغفار کے بعد تھوڑی سی غور کریں کیونکہ:

اول: تو پہلے انبیاء ورسل اور تمام راست بازوں کی تعلیمیں ہمارے پاس ہیں ان کے ساتھ نئے مامورمن اللہ کی تعلیم ملا لیں۔

دوم: عقل کا معیار پاس ہے عقل سے تول لیں کیونکہ افلا تعقلون سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعمت بے کار نہیں۔

سوم: وجدان وفطرت صحیحہ اگر وہم اور غضب سے اسے دبایا نہ جائے اور اسے بے کار نہ چھوڑا جائے تو بھی دین قیم کو ظاہر کرنے کا عمدہ سامان ہے۔

چہارم: تائیدات ساویہ پر نظر کریں کہ آیا اس مدعی کے شامل حال ہیں یا نہیں۔

پنجم: نقل کو دیکھیں اور مسلّم الثبوت نقل کو دیکھیں کہ آیا وہ اس مامورمن اللہ کی موید ہے یا نہیں۔

ششم: ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جس مامورمن اللہ نے مامورمن اللہ ہونے کا دعوی کیا ہے آیا اس کے دعوی کا وقت بھی ہے یا نہیں۔

ہفتم: ہمیں مامور کی گذشتہ زندگی کو دیکھنا چاہیے کہ کیسے گذری۔

ہشتم: جس کام کے لئے مامور مقرر ہوا ہے آیا اس میں لیاقت بھی اس کام کے کرنے کی ہے یا نہیں۔

نہم: مامور کی قوت نظریہ علمیہ اور قوت عملیہ کیسی ہے۔

دہم: آیا کوئی ممتاز قوم تیار کر سکتا ہے یا نہیں۔

و تلك عشرة كاملہ اب میں پوچھتا ہوں کہ جس کو میں نے امام مانا ہے اس میں یہ دانہ از خروار اور قطرہ از انبار علامات موجود ہیں یا نہیں۔

پہلی نشانی کے لئے مرزا جی کی تعلیم موجود ہے غور کرلو کوئی امر تعظیم الہی یا شفقت علی کافہ انام کے خلاف ہے۔ میں دلیری سے کہونگا اور کہتا ہوں کہ نہیں۔

دوسری نشانی دعوی ہے کہ عیسی بن مریم فوت ہو چکے، دعوی کہ مردے واپس نہیں آتے

کیسی صاف باتیں ہیں جن کو عقل بلا تامل قبول کرتی ہے۔

تیسری نشانی انیس سو برس سے ایک مفقود الخبر انسان کیا زندہ رہ سکتا ہے۔

چوتھی نشانی، اجتماع کسوف وخسوف ایسے رنگ میں ہوا کہ عقل حیران ہو جاتی ہے، عطاء اولاد حسب وعدہ ایسی ہوئی کہ باید وشاید۔

پانچویں امر کو غور کرو سورہ نور میں مولی کریم وعدہ فرماتا ہے وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم کہ تم لوگوں میں مومنو! نیک اعمال والے ایسے خلفاء ہوں گے جیسے پہلے ہوئے ہیں اور باجماع اہل حدیث وکتب احادیث عیسی بن مریم کا نزول ثابت ہے۔ جیسے سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ مثل موسی تشریف لائے تھے آپ کی صدی چہاردہم میں مثل عیسی ضروری تھے اور یہ عیسی بن مریم کے نزول کے لئے نقل مفید ہے نہ کسی موسی کے واسطے۔

۶۔ کسر صلیب کا وقت بھی ہے پس جس کی کامل توجہ کسر صلیب پر مبذول ہے وہی مامور من اللہ ہو سکتا ہے۔

۷۔ ہمارے ماموراور امام کی گذشتہ زندگی کے واسطے اس کا ہم درس محمد حسین گواہ، حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش، تمام قادیان کے عمائد گواہ ہیں یستحق ان یقول: وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون

۸۔ لیاقت کا حال لکھوں تو کیا لکھوں۔ مخالف وموافق نے سلطان القلم مانا ہوا ہے اور اس پر آشوب زمانہ میں جس میں لوگ مادر پدر آزاد ہو رہے ہیں ایک عظیم الشان کثیر التعداد سپاہ کا سپہ سالار ہے۔

۹۔ علم وعمل کا کوئی تجربہ کر کے دیکھے۔ بایں امراض کیسے نکات اور کس قدر تصنیف کر سکتا ہے، قابل غور ہے۔

۱۰۔ ممتاز قوم کا تیار کرنا اس کی ممتاز جماعت سے ظاہر ہے۔

آریہ، برہمو، سناتن، سکھ، پادری، یہودی صفت ملاں، سجادہ نشین، عوام خواص اس کی دشمنی میں کیسی سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ مقدمات کئے، فتوے لگائے، جھوٹے اتہامات کے لئے ایمان فروشی کی، مگر انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا کا سچا وعدہ کیسے زور سے جلوہ گر رہا۔

مولوی لوگوں فلسفہ دہریہ وغیرہ وغیرہ کا مباحثہ تو ذرہ بھی مشکل نہیں بالکل سہل ہے اوران کا ضرر بھی کوئی معتد بہ ضرر نہیں کیونکہ اس کے باعث جناب الٰہی کی شان میں واقعی کوئی بٹہ نہیں لگ سکتا۔

الا سر دست آپ کی جماعت کچھ ایسا فکر کر رہی ہے کہ اسلام کے نازک سر پر ایک پہاڑ گرا دے اوراس کا سر پھوڑ کر چور کر دے اگر چہ انشاء اللہ اسلام کا حافظ و ناصر السلام نام ذات ہے۔ برا ماننے کی بات نہیں حافظ صاحب غور کرو کہ ایک طرف مرزا دعوی کرتا ہے کہ میں مامور من اللہ ہوں آپ بھی آج تک اس کی تصدیق کرتے رہے۔کم سے کم اگر مفتری و کذاب ہوتا تو آپ لوگ اس سے تعلق نہ رکھتے۔

پھر وہ کہتا ہے کہ میرے متبع ہمیشہ تک ،ہاں قیامت تک ، میرے منکروں پر بڑھے چڑھے رہیں گے۔

مرزا کا دعوی ہے کہ میں امام برحق ہوں جو مجھ امام برحق کو نہ مانے گا جاہلیت کی موت مریگا۔دوسری طرف منشی الٰہی بخش صاحب کوالہام ہوتے ہیں کہ مرزا مسرف، کذاب ہے اورکم سے کم مرزا کی بیعت کوتو آپ بھی ایک لغوامر یقین کرتے ہیں جیسے آپ کے فعل سے ظاہر ہے۔

پس کیا دونوں الہام ،مرزا جی کے اورمنشی کے ایک چشمہ سے نکل سکتے ہیں؟ ہرگزنہیں، نہیں ولو کان من عند غیر اللّٰہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً

آزاد خیال ، مخالفان اسلام ، بل عامہ موافقان اسلام کوبھی کیسا موقع ہے کہ کہدیں کہ الہام بھی لغواور بے ہودہ چیز ہے کہ ملہم باہم ایسے متخالف ہیں حالانکہ الہام الٰہی ہی اختلاف مٹا دینے کا ایک عمدہ ذریعہ ہوسکتا ہے۔

حیرت ہے کہ ایک طرف تو خدا (کسی کو کہے ۔ بہاء) کہ تو عیسی بن مریم مہدی مجدد الوقت ہے، دوسری طرف (کسی اورکو کہے۔ بہا)... کہ، تو موسی وعیسی برگزیدہ ہے، اور وہ دوسرا عیسی مفتری وکذاب ہے۔ اب بتایئے کہ کس معیار سے ہم دونوں میں تفرقہ کریں حافظ صاحب غور کرواورسوچواورتامل سے کام لو۔

آپ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مرزا خاموش ہوجائے حتی کہ محمد حسین سے صلح کرلے، دعاوی ترک کردے۔مگر فرمایئے کہ جس کوالہام ہوتے

ہوں کہ تو مہدی ہے، مجدد ہے، عیسی بن مریم ہے، تو دعوی کر، دعوت میں ہوشیار ہو جا، تو کامیاب ہوگا، وہ آپکے کہنے پر کیونکر خاموشی اختیار کرے اور امام ہو کر آپکا ماتحت ہو۔

العاقبة للمتقين کا پاک جملہ تائیدات الہیہ کا مقدس سلسلہ یقین دلاتا ہے کہ فیصلہ ہو کر رہیگا۔ مگر انسان کو سعی کرنا لابد ہے اور سنت اللہ کے مطابق ہے اس لئے عرض ہے کہ جناب کوئی موقع دیں جس میں، میں اور آپ ملیں تو اس معاملہ پر روبرو کچھ گفتگو کی جاوے۔

یہ ایک خطرناک مصیبت ہے کہ دو آدمیوں کو متخالف الہام ہوتے ہیں اور دونوں منجانب اللہ ہوں۔ اگر منشی الہی بخش کچھ ارقام فرماتے ہیں تو آپ جانتے ہیں کہ مرزا جی لکھنے میں بے نظیر شجاع ہیں، بلکہ وہ تحریر کو اپنے لئے ایک تائید الہی اور کرامت و معجزہ یقین کرتے ہیں والامر حق۔

حافظ صاحب! ہماری جماعت میں بھی بہت سارے ملہم ہیں۔ اگر صرف الہی الہام عام اشخاص کا خلفاء اللہ کو خلافت امامت مہدویت سے بے کار کر سکتا ہے تو انبیاء و رسل اور آئمہ مہدیین کی خلافت باطل ہو سکتی ہے۔ مجھے آپ کی حق پسند طبیعت اور مصالحت کی خواہش کرنے والی آپ کی ارادت نے یہ خط لکھوایا ہے۔

آپ اس معاملہ میں بہت غور کر کے کوئی جگہ اور کوئی وقت مقرر فرماویں جہاں میں اور آپ مل سکیں۔ شائد حضرت حق سبحانہ کوئی عمدہ سبیل نکال دے۔ صرف آدمی کو اسی واسطے روانہ کیا ہے آپ از راہ کرم بہت تامل کے بعد جواب دیں اور بعد از ملاقات کم سے آپ انتظاری کر لیں کہ اول: کہ تائیدات الہیہ کھلے طور سے اور کامل زور سے کس کے ساتھ ہیں۔، دوم: برس چھ مہینے مخالفت چھوڑ کر آپ لوگ خاموش ہو رہیں اور دیکھیں کیا جلوہ گری ہوتی ہے۔ سوم: انتظار فرماویں کہ اما ما ينفع الناس فيمكث فى الارض کا نشان دیکھنے والے کیلئے کس طور پر ظہور فرماتا ہے۔ یا گزشتہ نشانوں کا مقابلہ کریں کہ کھلے طور پر اور زور سے کس کی تائید ہوئی۔ اور دوسری بات میں انتظار کیا جاوے کہ آئندہ برس یا چھ ماہ تک تائیدات الہیہ کس کے شامل حال رہتے ہیں۔ چہارم: بات یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کس کا وجود اپنی بقا سے مفید ہے اور کس کا وجود نکما اور بیکار ہو کر دنیا کے لئے برکت کا موجب نہیں ہوتا ہے۔

ضروری یادداشت (از اڈیٹر الحکم): یہ وہ خط ہے جس پر لاہوری ملہم پارٹی نے مولانا نورالدین کو اس خط لکھنے کی ضرورت محسوس کرائی جو گذشتہ نمبر میں شائع ہوا ہے اسی خط سے لاہور کی ملہم پارٹی نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا نورالدین نے ان کو مرزا صاحب کے خلاف الہامات شائع کرنے سے بمنت روکا ہے، ناظرین خود اندازہ کریں۔ جس لفظ سے ان لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اس پر کسی اگلی اشاعت میں واضح نوٹ جاوے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۷۔۸)

(یاد رہے کہ حافظ محمد یوسف امرتسری، مرزا صاحب کے دعاوی کے ابتدائی دور میں ان کے بڑے معتقد تھے۔ اور مرزا صاحب کے مخالفین (مثل مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ) سے نہ صرف خود بحث مباحثے کیا کرتے تھے، بلکہ حکیم نورالدین، مرزا صاحب اور محمد احسن امروہی کے ساتھ مولانا محمد حسینؒ کے ساتھ مباحثوں کے انتظام کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مولانا عبدالحق غزنویؒ کے ساتھ مرزا صاحب اور حکیم نوالدین کے صدق و کذب پر مباہلہ بھی کیا، جس کا ذکر ہم کسی گذشتہ جلد میں کر چکے ہیں۔ پھر اللہ نے انہیں راہ ہدایت نصیب فرمائی اور آپ قادیانیت کے دائرہ سے نکل آئے۔ آپ نے قادیانیت کے رد میں تحریری اور تقریری خدمات انجام دیں اور حالت اسلام میں فوت ہوئے۔

یہاں حکیم صاحب نے فرمایا کہ مرزا کی گذشتہ زندگی کے واسطے اس کا ہم درس محمد حسین گواہ، حافظ محمد یوسف، منشی الٰہی بخش تمام قادیان کے عمائد گواہ ہیں یستحق ان یقول: و قد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ گذشتہ زندگی تو یہ گواہی دیتی ہے کہ مرزا صاحب مسیح کے رفع آسمانی اور حیات الی الآن اور انکے نزول من السماء کے قائل تھے۔ جیسا کہ انہوں نے براہین میں لکھا اور کم وبیش ۱۸۹۰ء تک ان کا یہی عقیدہ رہا۔

اس خط میں حکیم نورالدین نے کہا کہ مرزا کا دعوی ہے کہ اس کے پیروکار قیامت تک اپنے مخالفوں پر بڑھے چڑھے رہیں گے۔ کیا یہ دعوی پورا ہوا؟ مرزائی تو آج بھی دنیا میں ایک حقیر اقلیت ہیں۔

پھر حکیم صاحب نے کہا کہ امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کا نشان دیکھو کہ کس کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ہوا یہ کہ مرزا صاحب رخصت ہو گئے اور ان کے مخالف مثل مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق غزنوی، ڈاکٹر عبدالحکم پٹیالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، منشی محبوب عالم، مرزا حیرت دہلوی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، شاہ احمد رضا خان بریلوی، حامد رضا بریلوی وغیرہ زندہ تھے۔ یعنی جو نافع الناس تھے زندہ رہے اور جو نقصان دہ تھا اسے اٹھا لیا گیا

اور حکیم نورالدین کے مرزا صاحب کے متعلق دعاوی کا کئی جگہ علماء اسلام نے مفصل جواب دیا ہوا ہے، قادیانیوں کا طریق یہ ہے کہ دعاوی کو دہرائے جاتے ہیں اور ان کے جوابات سے آنکھیں بند کئے رکھتے ہیں۔ بہاء)

} الحکم قادیان میں لکھا ہے:

ایک اشتہار دو ورقہ جس کے عنوان میں لکھا تھا:

جہالت ہے جہالت ہے جہالت

مشتہرہ ابو اسحاق محمد الدین امرتسری مولفہ ثناء اللہ طالب علم آج کی تاریخ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء کو منشی تاج الدین نے میرے پاس لاہور سے روانہ کیا جس کے حاشیہ سطر زیریں میں لکھا تھا (فقیر حافظ محمد یوسف کی طرف سے مولوی محمد احسن امروہی اپنے خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء کے جواب میں سردست یہی مضمون ملاحظہ کریں۔ فقط) جب کہ میں نے اس کو مطالعہ کیا تو مجھ کو حافظ محمد یوسف صاحب کی جہالت پر بڑا ہی افسوس پیدا ہوا کیونکہ خط مندرجہ الحکم ۲۴ نومبر میں جو دلائل بینہ مدعا اور مطلوب پر قائم کی گئی ہیں ان میں سے کسی ایک دلیل کا بھی اس اشتہار میں جواب نہیں۔ پھر حافظ صاحب نے اس اشتہار کو خط مذکور کا جواب کیونکر قرار دے دیا معلوم ہوا کہ جس طرح پر ظاہری قوی و جوارح حافظ صاحب کے معطل ہو گئے ہیں جن کے سبب سے پنشن کے مستحق ہوئے اسی طرح پر قوی روحانی اسباب ایمان وتقوی کے بھی مسلوب ہو گئے ہیں ...(شائد اڈیٹر الحکم کی تحریر ہے۔ بہاء)۔ (اخبار الحکم ۷ فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۰)

} لوتقول علینا

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

حافظ محمد یوسف ضلعدار کی باسی کڑھی کو پھر ابال آیا۔ تحفہ گولڑویہ کی اشاعت پر اس نے اشتہار دیا ہے کہ لو تقول علینا پر جو اس سے مطالبہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مفتری پیش کرو جس نے خدا پر تقول کیا ہو، اور اپنے ان مفتریات کو شائع کیا ہو، اور پھر اس نے ۲۳ برس کی مہلت پائی ہو، تو ۵۰۰ روپیہ انعام دیا جاوے گا۔

اس طرح پر قطع الوتین ایک لغو سا اشتہار کسی امرتسری عطار نے دیا تھا۔ حافظ صاحب نے اپنے اشتہار میں اسی کا حوالہ دے کر اس بوجھ کو گردن سے اتارا، اور ندوہ کے جلسہ (امرتسر) میں مرزا صاحب کو بلایا ہے۔

مرزا صاحب نے تجویز فرمایا کہ اس کے متعلق ایک مختصر اشتہار ندوہ کو مخاطب کر کے لکھا جاوے۔ چونکہ وہ اشتہار الگ طبع ہوتا ہے جو کسی وقت الحکم میں شائع ہو جائے گا اس

لئے ضرورت نہیں کہ اس مضمون کا اعادہ یہاں اپنے لفظوں میں کیا جائے

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۴۔۱۵)

(حافظ محمد یوسف نے مرزا صاحب کو تجویز پیش کی تھی کہ کہ ندوہ کا سالانہ جلسہ امرتسر میں ہونا قرار پایا ہے، جہاں برصغیر کے نامور علماء تشریف لائیں گے، مرزا صاحب جلسہ کے دنوں میں امرتسر تشریف لاکر علماء سے گفتگو کریں، اپنے دعاوی پیش کریں، علماء کے شکوک رفع کریں، اوراس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔لیکن مرزا نے امرتسر تشریف لیجانے سے انکار کر دیا۔ بہاء)

} الحکم میں لکھا ہے:

اشتہار کے ذکر پر (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ غزنویوں کو بھی اشتہار ضرور بھیجو مولوی عبد اللہ صالح آدمی تھے خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا شاید ان کی سمجھ میں آجاوے۔ مولوی عبداللہ کو رؤیا میں ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں قرآن کھول کر بیٹھا ہوں الہام ہوا ھذا کتابی و ھذا عبادی فاقرؤا کتابی علی عبادی شائد ان لوگوں کو ہدایت ہو جاوے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۷)

(مرزا صاحب نے اس بیان میں اعتراف کیا ہے کہ سید عبداللہ غزنویؒ صالح آدمی تھے۔ اور یہ بھی دعوی کیا ہے کہ خدا تعالی صالح انسان کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا۔سید عبداللہ غزنویؒ کی اولاد میں عبدالجبار غزنویؒ ،عبدالواحد غزنویؒ وغیرھم شامل تھے جو سب کے سب مرزا صاحب کے ابتدائے دعاوی سے ان کی موت تک شدومد سے مخالفت کرتے رہے۔ اور مرزا صاحب کے دعاوی کو نہ ماننے کا نتیجہ بقول مرزا صاحب دنیا وآخرت میں خسران، حسرت وافسوس اور جہنم تھا۔ اور بقول حکیم صاحب، مرزا صاحب کو امام الزمان وغیرہ نہ ماننے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے، جیسا کہ ان کے ایک مکتوب بالا سے ظاہر ہے، ۔لیکن یہاں صالح آدمی کی اولاد، جسے خدا ضائع نہیں کیا کرتا، جہنمی ہوئی اوران کی دنیا وآخرت برباد ہوئی۔

اگر مرزا صاحب کی دونوں باتیں درست ہیں کہ سید عبداللہ صالح آدمی تھے اور خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا، تو مرزا صاحب کے دعاوی مسیحیت ونبوت ومہدویت وغیرہ جھوٹے ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب کے دعاوی مسیحیت وغیرہ سچے ہیں تو ان کی مذکورہ بالا دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بات جھوٹی ہے۔اور جھوٹ بولنا، مرزا صاحب کے نزدیک شرک کے مترادف ہے اور گو نہہ کھانا ہے۔ اب مرزا صاحب تو ہیں نہیں، انکے مرید فیصلہ کرلیں کہ انکے پیرومرشد کس مقام پر کھڑے ہیں۔ بہاء)

مکتوب حکیم نورالدین بنام مولانا عبدالجبار غزنویؒ

اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں کہ:

لاہور میں الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ نے کچھ دنوں سے الہامی رنگ میں مرزا غلام احمد کی مخالفت کا اظہار کیا ہے اور اپنے دو چار پرانے رفقاء کی دوست نوازی کی بنا پر کچھ ہاتھ پیر نکالے ہیں۔ چونکہ اس سے ایک عظیم الشان اور خطرناک حربہ اسلام پر ہوتا ہے کہ جب ایک ہی مقدس ذات سے الہامات کا سلسلہ جاری ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ متضاد الہام ہوں؟ ایک کو اول المومنین اور مسیح موعود ہونے کا الہام ہو اور دوسرے کو اس کے خلاف۔ اس لئے مرزا صاحب نے عامۃ المسلمین کی بہی خواہی کے لئے چاہا کہ ان مخالف الہاموں کو جمع کر کے توجہ کی جائے تا کہ اللہ کوئی فیصلہ اور یقین کی راہ نکالے۔ اس پر مولانا نورالدین نے غزنوی گروہ کے امام (عبدالجبار) کی طرف ذیل کا خط لکھا تا کہ ان کے پاس جو الہام مرزا صاحب کے خلاف موجود ہوں وہ لکھ کر بھیج دیں۔ ان خطوط سے جو مختلف اوقات میں کبھی حافظ محمد یوسف، کبھی منشی الٰہی بخش کبھی مولوی عبدالجبار وغیرہ کے نام لکھے گئے کوئی غرض اور غایت بجز اس کے نہ تھی کہ تا مسلمانوں پر رحم کر کے ان کو اس ٹھوکر سے بچایا جاتا اور اس صدمہ سے محفوظ رکھا جاتا جو ان کو اس ابتلاء سے پہنچ سکتا تھا.... خط نورالدین یہ ہے

من نورالدین الی الفاضل عبدالجبار اما بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر خاکسار نے آپ کی کتاب تلبیس ابلیس بھیج دی ہے ان شاء اللہ پہنچی ہوگی اس وقت اپنا رضاعی برادر حافظ محی الدین ایک دینی غرض کے لئے روانہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان الدنیا قد فسدت بلادھا عامرۃ وھی خراب الا من کان اللہ وفی عون اللہ فلہ الفوز وحسن مآب

جناب من! ایک دردمند دل جس کو الٰہی رضامندی مقصود ہے وہ بھی بعض وقت اپنی بعض غفلتوں اور نادانیوں سے ابتلاء میں پھنس کر ہلاکت تک پہنچ سکتا ہے ولا عصمۃ الا لمن عصمہ اللّٰہ اس واسطے مجھے ایمان بین الخوف والرجاء مل جاوے تو امید واثق ہے کہ میرا انجام اچھا ہو۔ ہاں میں جہاں تک اپنے آپ کو دیکھتا ہوں میرے لئے ایک بات بحمد اللہ موجود ہے کہ میں الٰہی رضا کا طالب اور اس کا امیدوار ہوں اور غضب الٰہی سے خائف اور خائف فی اللیل والنہار اور پھر سنت رسول اللہ کو

ایام فتن میں اپنے دائیں بائیں ہمیشہ رکھا ہے اور آئمۃ الاسلام آئمہ اربعہ فقہاء اور آئمۃ التفقہ والحدیث بل آئمہ اہل التصوف کی محبت کو بھی بحمد اللہ لمحہ کے لئے نہیں چھوڑا۔ اگر آپ سوچو تو عبدالواحد کو اپنی لڑکی امامہ رحمہا اللہ کا نکاح تمہارے والد ماجد کی محبت کا ہی ثمرہ تھا (یہ اس وقت کی بات ہے جب حکیم صاحب صحیح العقیدہ مسلمان تھے، اور مرزا صاحب کے دعاوی ابھی سامنے نہیں آئے تھے۔ حکیم صاحب کی یہ بیٹی بھی صحیح العقیدہ مسلمان تھی۔ شادی کے بعد اس خاتون کو اللہ تعالی نے ایک پختہ مسلمان کی حیثیت سے غزنوی خاندان کی بہو بنائے رکھا، اور مولوی اسماعیل غزنوی انہیں کے بطن سے تھے، جو اپنے بچپن میں حکیم صاحب یعنی اپنے نانا سے ملنے قادیان بھی جایا کرتے تھے جب کہ حکیم صاحب قادیانیت کی زد میں آ چکے تھے۔ بہاء) ابتداء سے میرے کانوں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ وتلمیذ الشیخ ابن قیم کی مذمت پہنچی مگر میرا دل ان کی محبت سے پر ہے۔ میں موافق اور مخالف کی باتیں سن لیتا ہوں مگر مجھے بحمد اللہ ، اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔ میں نے دنیا کے بڑے بڑے مفید تعلقات اور آمدنی کو جو بظاہر مفید عام ہوتی ہے یا راحت رساں ترک کر کے قادیان کی اقامت چند ایسے ہی امور پر نظر کر کے اختیار کر لی ہے۔

میری عمر کا بڑا حصہ گذر گیا ہے اور کم باقی معلوم ہوتا ہے۔ قسم قسم کے امراض آئے دن لاحق ہوتے ہیں اس لئے میں کون سی دنیوی امید پر مولی کریم کو ناراض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔

میں نے تجربۃً الہامات الہیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو صادق یقین کیا ہے اور ہر طرح کامل ارادہ اور استقلال سے اس کا ساتھ دیا ہے۔ دنیا کے لعن طعن کی پرواہ نہ کی و ھذا امر ظاھرا جداً لا خفاء فیہ آفتاب آمد دلیل آفتاب

لاکن آج کل ایک عظیم الشان امر پیش آ گیا ہے جس میں آپ سے اعانت چاہتا ہوں و اعتقد ان المعین ھو اللہ یا رب ایاک نعبد و ایاک نستعین اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی اعانت بمصداق ما کان العبد فی عون اخیہ المسلم کان اللّٰہ فی عونہ باعث برکات ہوگی اور وہ امر عظیم یہ ہے

کہ مجھے میاں الٰہی بخش اکونٹنٹ اور عبدالحق الغزنوی اور مولوی محی الدین لکھو کے والے اور آپ کے حداد کی نسبت بھی کامل یقین ہے کہ ہر ایک ان میں سے مفتری علی

اللہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اور میں نے پختہ طور پر سنا ہے کہ ان لوگوں کو مرزا جی کے خلاف الہامات ہوتے ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ ان مخالف الہامات کو سنوں۔
آپ سعی فرماویں کہ ایک مجموعہ ایسے الہامات کا جو مرزا جی کے خلاف ہوں جمع کرلوں پھر اس کامل توجہ اور غور سے کام لوں۔ آپ ضرور کوشش سے کام لیں اس میں ہر طرح انشاء اللہ فائدہ ہے ضرر کا واہمہ نہیں و ما رئیت منی خبثاً قط۔ و الحمد للہ رب العالمین۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(اس خط میں حکیم نورالدین صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ منشی الٰہی بخش لاہوری، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی اور میاں حداد، جن کا ذکر مع الہامات ہم جلد گیارہ میں بضمن عصائے موسیٰ کر چکے ہیں، مدعیان الہامات، مفتری علی اللہ نہیں ہیں۔ یعنی یہ بزرگ سچے ملہم ہیں۔ و الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ بہاء)

بجواب منشی عبدالحق و منشی الٰہی بخش }

الحکم ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء میں، منشی عبدالحق کے اعتراضات اور عبدالکریم کی طرف سے جوابات، کے عنوان سے ایک مضمون شروع ہوتا ہے۔ یہاں صرف ایک اعتراض اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے جس سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ جو مرزا صاحب کے دعاوی کے ابتدائی زمانے میں ان کے نہایت سرگرم مرید و معاون تھے، اللہ تعالیٰ سے توفیق پاکر منشی الٰہی بخش کی طرح مرزا صاحب اور قادیانیت کے مخالف ہوگئے تھے اور تحریری محاذ پر بھی سرگرم عمل تھے۔ نیز یہ کہ مولانا عبدالواحد غزنوی، حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کا داماد ہونے کے باوجود ردقادیانیت میں اتنے سرگرم تھے کہ مرزا صاحب کے روبرو ان کے عقاید و نظریات کی تردید فرمایا کرتے تھے۔ بہاء)۔

منشی عبدالحق فرماتے ہیں: مرزا صاحب راست باز نہیں

(مولوی عبدالکریم نے اس کا طویل جواب دیا ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے):

آج تیسرے روز کی بات ہے مولوی عبدالواحد غزنوی جو غزنوی جرگہ میں نیک بخت اور ذہین مانے جاتے ہیں مولوی نورالدین کے تعلق کی وجہ سے قادیان میں آئے اور مرزا غلام احمد سے بھی ملے۔ مرزا صاحب نے سنت انبیاء کے اقتداء پر کہ ملاقات خدا کے لئے ہوجائے اور انفاس ضائع نہ ہوں بڑی دل سوزی اور ہمدردی سے جو اس

پاک رحیم جماعت کا خاصہ ہے مولوی عبدالواحد کو تبلیغ شروع کی۔ مولوی صاحب چپکے سنا کئے، مگر جب مرزا صاحب نصرت وتائید الٰہی کے بیان پر پہنچے تو جھنجھلا کر بول اٹھے کہ تائید ونصرت الٰہی کوئی معیار نہیں، اور مفتری کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کب اس کے افتراء پر خدا کی گرفت پڑے۔ اور آپ لوگ بار بار یہی دعوی کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی معیار نہیں۔ اور معاً یہ بھی کہا کہ میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور نہ زیادہ سننا چاہتا ہوں۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ ستمبر ۱۸۹۹ء۔ ص ۶)

اڈیٹر الحکم قادیان بتاتے ہیں:

(مرزا صاحب کے روبرو) منشی الٰہی بخش صاحب اور ان کے رفیق اور ان کی تصنیف عصائے موسیٰ کا کچھ ذکر تھا کسی نے کہا فلاں شخص ان لوگوں کے چال چلن کی نسبت ایسی بات کہتا تھا فرمایا (مرزا صاحب نے) ہم اس میں نہیں پڑتے اور نہ ہم ذاتیات میں دخل دیتے ہیں یہ بات تقوی کے خلاف ہے۔

بابو محمد صاحب نے ذکر کیا کہ انہوں نے عصائے موسیٰ میں کئی باتیں واقعات کے برخلاف لکھی ہیں اس پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

ہم نے ضرورۃ امام میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ہمیں ان پر حسن ظن ہے مگر افسوس کہ انہوں نے اس طرح واقعات کے برخلاف امور لکھ کر ہمارے اس حسن ظن کو دور کر دیا ہے کسی دوسرے شخص کی عبارت نقل کر کے الٰہی بخش میری نسبت اور میرے والد صاحب کی نسبت ہتک کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ وہ ایسے مفلس تھے تقوی کا خاصہ نہیں ہے کہ محض جھوٹ نقل کرے۔ ناقل بھی تو ذمہ وار ہوتا ہے اگر الٰہی بخش صاحب سے ہمارے تعلقات ایسے پرانے نہ ہوتے اور وہ ہمارے خاندان کے حالات سے واقفیت نہ رکھتے اور کسی دور دراز علاقہ کے رہنے والے ہوتے اور سر لیپل گریفن کی کتاب رؤساء پنجاب میں میرے والد کا ذکر نہ پڑھا ہوتا اور غدر میں سرکار انگریزی کو پچاس سواروں کی مدد کے حال سے وہ ناواقف ہوتے تو میں ان کو معذور سمجھتا مگر اب تو ان کے تقوی کا خوب اندازہ ہو گیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۴)

(غدر کے موقع پر جن لوگوں نے انگریز کی مدد کی تھی انہیں تو انگریزوں نے جاگیریں دی تھیں، انعامات دئے، وغیرہ لیکن مرزا صاحب کے والد تو ساری عمر اپنی مغل جاگیر بحال کرانے میں

مقدمہ بازی میں لگے رہے اور بقول مرزا صاحب ستر ہزار روپیہ مقدمہ بازی پر خرچ کیا۔ نہ معلوم اس قدر روپیہ ان کے پاس کہاں سے آیا جب کہ ان کی زمین جائداد چھن چکی تھی اور وہ خود حکمت کی دکان چلاتے تھے اور ان کا بڑا بیٹا کسی دفتر میں کلرک تھا اور چھوٹا بیٹا ۱۵ روپے ماہوار پر، وہ بھی صرف چار سال، سیالکوٹ کی کچہری میں بطور اہلمد ملازم کرتا رہا۔ اور اس دوران وہ گھر میں کچھ نہیں دیتا تھا بلکہ شائد اس کی اہلیہ اور بچوں کی پرورش کے اخراجات بھی والد صاحب ہی کو برداشت کرنے پڑتے تھے کیونکہ مرزا تو سیالکوٹ میں تنہا رہتے تھے۔
اور مرنے کے وقت مرزا کے والد مقروض تھے، اور ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ مرزا صاحب خود بتاتے ہیں کہ میرے والد کو خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ نذر دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو صرف ایک کھوٹہ روپیہ تھا۔ اس لئے پچاس گھوڑوں اور سواروں کے دینے کی بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔ یوں ہوسکتا ہے کہ بھرتی کے قادیان اور نواح کے کچھ بھرتی ہو گئے ہوں، اور بھرتی کرنے والوں نے اپنا دفتر مرزا کے والد کے گھر کی بیٹھک یا حکمت کی دکان کو بنایا ہو، جسے بعد میں یوں بنا دیا گیا کہ ہم نے گھوڑے اور سوار مہیا کئے۔ بہا)

} اڈیٹر الحکم، مرزا کے دربار شام ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء کی کاروائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
بابو محمد ہیڈ کلرک نہر سرہند اور منشی الٰہی بخش لاہوری ملہم اور حافظ محمد یوسف امرتسری کے درمیان خط و کتابت ہوئی تھی جو بابو محمد نے حضرت اقدس کے پاس بھیج دی ہے اس خط وکتابت میں الٰہی بخش کا ایک الہام بھی درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ، مرزا صاحب چند روز میں ذلیل ہو جائیں گے۔

اس الہام کو چونکہ منشی صاحب نے صاف دیکھا ہے کہ الٹا ان ہی پر پڑا ہے اور سلسلہ عالیہ تو خدا کے فضل سے آناً فاناً ترقی کر رہا ہے اور ادھر حضرت حجۃ اللہ کو لک خطاب العزۃ کے الہام ہوتے ہیں منشی الٰہی بخش اینڈ کو نے اپنی ذلت کو چھپانے کے لئے کتاب میں درج نہ کیا مگر ان کی شامت اعمال کب انہیں چھوڑ سکتی تھی ...
حضرت اقدس (مرزا) نے اس خط وکتابت پر فرمایا:

ہمارا دعوی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا آدمی پیش کرو جس کے اس قدر نشانات، جن کے کروڑوں آدمی گواہ ہوں، پورے ہوئے ہوں۔ ایک سو سے زائد عظیم الشان پیشگوئیاں کتاب (تریاق القلوب) میں درج کر دی گئی ہیں۔ جب یہ لوگ کسی کو پیش

نہیں کر سکتے تو کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی فضیلت کا دعوی کرتے ہیں ان کو اتنی خبر نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر کہاں فضیلت ہوئی یہ بزرگی اور عظمت تو آپ ہی کی ہوئی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے باہر تو کوئی چیز نہیں بلکہ سب اسی کے رنگ میں اسی کی چادر میں سے یہ ظہور نشانات کا ہو رہا ہے اور اسی کے ہاتھ پر صادر ہو رہے ہیں..

اصل بات یہ ہے کہ جو اسباب اور سامان تبلیغ واشاعت کے ہمیں میسر آئے ہیں اور اس زمانہ میں جمع ہوئے ہیں وہ پہلے نہیں ہوئے اور نہ مذاہب کا اس قدر زور ہوا غرض یہ نشانات اپنی نظیر نہیں رکھتے الٰہی بخش کی پیشگوئیاں کیا حقیقت رکھ سکتی ہیں۔

پھر مختلف باتوں کے تذکرہ میں (مرزا صاحب نے) فرمایا:

جو قوی خدا نے انسان کو دیئے ہیں ان سب سے بجز سچے موحد کے کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتا شیعہ ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو اپنی ساری کوششوں کا منتہاء امام حسین کو سمجھ بیٹھے ان کو رو لینا اور ماتم کر لینا کافی قرار دے لیا ہمارے استاد ایک شیعہ تھے گل علی شاہ ان کا نام تھا کبھی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے منہ تک نہ دھوتے تھے اس پر نواب (محمد علی خان) صاحب نے آپ کی تائید میں بیان کیا کہ وہ میرے والد صاحب کے بھی استاد تھے اور وہاں جایا کرتے تھے اور یہ واقعی سچ ہے کہ ان کی مسجدیں غیر آباد ہوتی ہیں ہماری مسجد کا ایسا ہی حال تھا اور اب خدا کے فضل سے وہ آباد ہو گئی ہے۔اس پر حضرت اقدس نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے کہا وہ کبھی کبھی آپ کے والد صاحب کا ذکر کیا کرتے تھے اور یہاں سے تین تین مہینے کی رخصت لے کر مالیر کوٹلہ جایا کرتے تھے۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء ص ۳۔۴)

(}منشی صاحب نے تو عصائے موسیٰ میں کہا ہے کہ مجھے الہامات بہت ہوئے ہیں لیکن کتاب میں صرف چند ایک درج کر رہا ہوں۔

} مرزا صاحب آج کا زمانہ جس میں ٹیلی فون ،فیکس ، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن، ریڈیو، کیسٹ ریکارڈر، ٹی وی ، ای میل، سکین وغیرہ دیکھتے تو دنگ رہ جاتے۔اس کے مقابلے میں مرزا کے دور کے ذرائع مواصلات وابلاغ کی کیا حیثیت ہے۔

}مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ ان کی تعلیم وتربیت خود اللہ تعالی نے فرمائی ہے اور وہ کسی دنیاوی استاد کے شاگرد نہیں ہیں۔لیکن یہاں خود ہی اپنے دعوی کی تغلیط کر رہے ہیں کہ وہ ایک شیعہ

استاد سے پڑھتے رہے ہیں۔ یہ استادی شاگردی کا تعلق ایک دو روز یا ایک دو مہینے کا مختصر تعلق تھا بلکہ مدتوں انکے سامنے زانوئے تلمذ کرتے رہیں۔ اور یہ مدت اتنی طویل تھی کہ اس دوران ان کے استاد تین تین مہینے کی رخصت لے کر مالیر کوٹلہ بھی چلے جایا کرتے تھے جہاں نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے فیوض سے مستفیض فرمایا کرتے تھے۔

نیز اس اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے یہ استاد تارک نماز تھے اور ان کی طہارت و پاکیزگی کا یہ حال تھا کہ منہ بھی نہیں دھویا کرتے تھے۔ استاد کو چونکہ شاگرد کا روحانی باپ سمجھا جاتا ہے اسلئے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب کیسے روحانی باپ کے بیٹے تھے اور اس باپ نے اپنے روحانی بیٹے میں کس قسم کی روحانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی۔ بہاء)

} ایک قادیانی لکھتا ہے:

بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ منشی الہی بخش اینڈ کو کی کتاب عصائے موسی کا جواب اب تک کیوں نہیں دیا گیا۔ تعجب کی بات ہے کہ اس کتاب کا جواب ایسا ہو چکا ہے جس کا جواب منشی الہی بخش اور ان کے رفیق قیامت تک نہ دے سکیں گے جو لوگ ابھی تک اس سے ناواقف ہیں وہ پھر ان سے مطالبہ کریں۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ منشی الہی بخش صاحب اور رفیق نے عصاء موسی میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے

اول اپنے الہامات، دوم حضرت اقدس کی ذات پر کچھ نکتہ چینیاں۔

الہامات کے متعلق تو خود منشی صاحب اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ وہ سب ظنیات کا مجموعہ ہے ایک بھی الہام ایسا نہیں جس پر یقین کا ایک حرف بھی زبان پر لاسکیں، اس لئے وہ الہامات تو یوں جاتے رہے۔ باقی رہی ذاتی نکتہ چینیاں، اس کے متعلق ہم اتنا پوچھتے ہیں کہ وہ کوئی ایسا اعتراض اور نکتہ چینی پیش کریں جو اس سے پہلے کسی اولوالعزم نبی پر نہ کی گئی ہو اور اگر وہ ثابت نہ کرسکیں اور نہ کرسکیں گے لو کان بعضھم لبعض ظھیرا تو دانش مند خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ پھر عصائے موسی میں باقی رہ کیا گیا ہے؟ (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

(عصائے موسی کا جواب دینے سے معذوری کا اظہار کرنیکا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا ہے کہہ دیا جائے کہ اس میں یا تو منشی الہی بخش کے الہامات ہیں، یا مرزا صاحب پر نکتہ چینیاں بھلے آدمی! مرزا صاحب کی کتابوں میں کیا ہے؟ یا تو ان کے الہامات ہیں یا دوسروں پر نکتہ

چینیاں۔ اگر منشی صاحب کے الہامات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں جسے خود مرزا صاحب ایک سچا ملہم ربانی سمجھتے ہیں اور حکیم نورالدین بھی انہیں مفتری علی اللہ نہیں جانتے، یعنی صادق سمجھتے ہیں، تو مرزا صاحب کی باتوں کا جواب دینے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے جہاں عامہ اہل اسلام انہیں مفتری اور کذاب سمجھتے تھے۔ اور جہاں تک مرزا صاحب پر ذاتی نکتہ چینیوں کا جواب نہ دینے کی ضرورت نہ ہونے کی بات کی گئی ہے تو ذرا غور کریں:

مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر اگر حج نہ کریں تو ان پر اعتراض کیوں نہ ہو؟ جب کہ آنحضرت صاحب ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح حج یا عمرہ کے لئے حجاز آئے گا۔

مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی نہ ہونے اور محمدی بیگم سے ان کی اولاد نہ ہونے پر مسلمان کیوں اعتراض نہ کریں؟ جب کہ بقول مرزا صاحب، جناب رسالت مآب ﷺ فرما چکے ہیں کہ مسیح دنیا میں آکر شادی کرے گا اور اس نکاح سے اس کی اولاد ہوگی، اور ادھر مرزا صاحب نے دعوی میسیحیت کے بعد نہ کوئی شادی کی، نہ ایسی شادی سے ان کی اولاد ہوئی۔ یاد رہے کہ سلطان احمد کی والدہ اور محمود احمد کی والدہ سے مرزا صاحب کی شادیاں ان کے دعوی میسیحیت سے برسوں قبل ہو چکی تھی۔

نیز یہ کہنا کہ وہ کون سا اعتراض ہے جو مرزا صاحب پر ہو سکے لیکن گذشتہ انبیاء پر نہ ہو سکے۔ اس لئے غلط ہے کہ دنیا کی کم وبیش نصف آبادی انبیاء گذشتہ کو نہیں مانتی، اس اصول کی رو سے ایسے لوگوں کے لئے مرزا صاحب کے پیغام میں کچھ بھی نہیں رہا۔ وہ کیا کریں۔ جب کہ دوسری طرف مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ امام الزمان ہیں۔ یعنی سب کیلئے پیشوا ہیں۔ بہاء)

☆ سید عبداللہ غزنوی اور مسیح موعود

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

منشی الہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں۔

تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے کھانے پر اعتراض کیا جاتا ہے، اگر وہ غور کر کے دیکھتے اور مولوی عبداللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آجاتی۔ مولوی عبداللہ کو بیویوں کا استغراق تھا، اس لئے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے، یہاں تک کہ اخیر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے۔ میری شہادت مل سکتی

ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کب پڑتی ہے۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لا شریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔ بیٹھے بیٹھے جب بہت محنت کرتا ہوں تو یکدفعہ ہی دورہ ہوتا ہے۔ بعض وقت تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ غش آجاوے اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی لئے ہر روز باہر سیر کو جاتا ہوں، مگر مولوی عبداللہ جو کچھ کرتے تھے یعنی مرغ انگور انڈے وغیرہ استعمال کرتے تھے اس کی وجہ کثرت ازدواج تھی اور کوئی سبب نہ تھا۔

انبیاء علیہ السلام ان چیزوں کو استعمال کرتے تھے مگر وہ خدا کی راہ میں فدا تھے۔ آنحضرت ﷺ جب کبھی گھبراتے تھے تو حضرت عائشہ ؓ کی ران پر ہاتھ مار کر کہتے: اے عائشہ ہم کو راحت پہنچا۔ آنحضرت ﷺ کیلئے تو سارا جہان دشمن تھا، پھر اگر ان کے لئے کوئی راحت کا سامان نہ ہو تو یہ خدا کی شان کے ہی خلاف ہے۔ یہ خدا تعالی کی حکمت ہوتی ہے کہ جیسے کافور کے ساتھ دو چار مرچیں رکھی جاتی ہیں کہ اڑ نہ جاوے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء ص ۳)

} مولوی عبدالکریم کہتے ہیں:

ایک نادان سنت اللہ سے جاہل عصاء موسی میں کہتا ہے کہ (مرزا کو) عبادت کا موقع ہی کب ملتا ہے ... میرا ایمان تو یہی ہے کہ اس (مرزا صاحب) کا کھانا، پینا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، دوستوں سے ملنا، کتابیں لکھنا، غرض ہر فعل ہر قول عبادت ہی ہے، کیونکہ اپنے لئے نہیں بلکہ اس کا مقصود خدا ہے۔ اس کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالی کا محبوب چہرہ رہتا ہے۔ ایک دن (مرزا) فرماتے تھے کہ مجھ پر امیت بہت غالب ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا ایک ایک لفظ کے لئے دعا کرتا ہوں تب آتا ہے۔ اب دیکھو کہ کس قدر لفظ اس کے منہ اور قلم سے نکلے ہیں اور یہ بھی دعاؤں کے نتیجے ہیں۔ اندازہ تو کرو کس قدر دعائیں قبول ہوئیں۔ پھر احمق کہتا ہے کہ عبادت کا موقع ہی کب ملتا ہے (الحکم ۱۹۰۱ء ص)

(} ہر لفظ دعا کے نتیجہ میں آیا ہے، تو جو الفاظ توفی کے معنوں کے بارے میں براہین احمدیہ میں درج ہیں اور جن الفاظ میں وہاں مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ درج ہے وہ بھی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہوئے۔ مولوی عبدالکریم کو شائد معلوم نہیں تھا کہ ان اس تحریر کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

} اورقبولیت دعاؤں کی تعداد تو مولوی عبدالکریم نے خوب بڑھالی۔ ہرلفظ کے لئے دعا، اور وہ بھی قبول شدہ ، یہ تو لاکھوں الفاظ ہوں گے، گویا لاکھوں دعائیں کیں ، اور قبول ہوئیں، اور یوں مرزا صاحب کی صداقت کے لاکھوں نشان وجود میں آ گئے۔

} ادھر ایک دعا کے لئے دو تین منٹ بھی شمار کرلیں تو مرزا صاحب کو اتنا وقت کب ملتا تھا، خاص طور ان کے وہ مضامین اور لیکچر (سیالکوٹ وغیرہ) جنکے متعلق بتایا جاتا ہے کہ بڑے محدود وقت میں لکھے گئے ۔ وہاں منٹ اور الفاظ شمار کئے جائیں تو منٹ کم رہ جاتے ہیں، جب کہ دعا کیلئے منٹ بھی نکالنا ہوں گے اور لکھنے کیلئے بھی ، اور درشن دینے کیلئے بھی، اور سوسو دفعہ دن میں پیشاب کیلئے بھی ، نمازوں کیلئے بھی، دیگر مصروفیات کیلئے بھی، مریدوں سے ملنے ملانے کیلئے بھی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کیلئے بھی ۔

} مرزا صاحب امیت کی بات بھی کرتے ہیں، اور کم از کم تین اساتذہ کا ذکر بھی کرتے ہیں جن سے وہ برسوں پڑھتے رہے ۔ ایک استاد کا نام تو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔اور مرزا صاحب نے ایک استاد سے انگریزی بھی پڑھی جیسا کہ مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے : اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے کچہری کے ملازم منشیوں کیلئے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں استاد مقرر ہوئے۔مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں پڑھیں۔ سیرۃ المہدی روایت نمبر ۱۵۰۔ بہاء)

} اختلاف دور کرنے کا طریق

مرزا غلام احمد نے ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء کو فرمایا: ہر ایک شخص اپنی حالت کے لحاظ سے معذور ہوتا ہے اس لئے ان میں فیصلہ کا ایک موٹا طریقہ ہے جسے ہم پیش کرتے ہیں۔ اس وقت مختلف اقوام جن کا اسلام سے بھی کچھ تعلق نہیں ہے الہام کے مدعی ہیں ۔

دس سال کا عرصہ گذرا کہ ایک دفعہ امرتسر سے ایک سکھ کا خط آیا کہ سکھ مذہب کے سچا ہونے کی نسبت مجھے الہام ہوا ہے۔

اور ایسے ہی ایک انگریز نے الہ آباد سے لکھا کہ مجھے عیسویت کے سچا ہونے کی نسبت الہام کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی ۔

اور ایک مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جن کو میں نیک جانتا ہوں ان کی اولاد امرتسر میں ہے ان کو بھی الہام کا دعوی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ (احمدیہ) جھوٹا ہے اور مرزا صاحب کاذب اور دجال ہیں۔

پھر ادھر ہماری جماعت میں بھی ہزار ہا ایسے آدمی ہیں جن کو الہام اور رؤیا کے ذریعہ یہ اطلاع ملی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے زبان مبارک سے تصدیق کی ہے کہ یہ سلسلہ من جانب اللہ ہے اور یہی ذریعہ ان کی بیعت کا ہوا ہے۔

تو اب ان مختلف اقسام کے الہاموں میں جلدی سے فیصلہ تجویز کرنا تقوی سے بعید ہے اس لئے میں جلدی کو پسند نہیں کرتا انسان کو چاہیے کہ صبر اور دعا سے کام لے اور تقوی کے پہلو کو نہ چھوڑے ....

آنحضرت ﷺ نے جیسے کہ قرآن مجید میں درج ہے یہ جواب دیا اعملوا علی مکانتکم انّی عامل کہ اگر تم لوگوں پر میرا سچا ہونا مشتبہ ہے تو تم بھی اپنی جگہ عمل کرو میں بھی کرتا ہوں، انجام پر دیکھ لینا کہ خدا کی تائید اور نصرت کس کے شامل ہے جو امر خدا کی طرف سے ہوگا وہ بہر حال غالب ہوگا واللّٰہ غالب علی امرہ .

ان مختلف الہامات کے فیصلہ کے لئے بھی دراصل یہی معیار ہے ..

پس اگر یہ سب الہامات خدا کی طرف سے سمجھے جائیں تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا بھی بہت سے ہیں کیونکہ اگر وہ سب ایک ہی کا کلام ہے تو آپس میں ایک دوسرے کی ضد کیوں ہیں کہ وہی خدا ایک کو کہتا ہے کہ فلاں سچا شخص سچا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے کہ جھوٹا ہے۔ پس اس میں فیصلہ کی جو آسان ترین راہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک قول ہوتا ہے اور ایک فعل، اگر قول میں اختلاف ہے تو اب فعل کا انتظار کرنا چاہیے...

الہام میں دخل شیطانی بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف سے بھی ظاہر ہے مگر جو شخص شیطان کے زیر اثر ہو، اسے نصرت نہیں ملا کرتی، نصرت اسے ہی ملا کرتی ہے جو رحمان کے زیر سایہ ہو..

ہم لوگوں کے سامنے ہیں اور اگر فریب سے کام کر رہے ہیں تو خدا تعالی ایسے عذاب سے ہلاک کرے گا کہ لوگوں کو عبرت ہو جاوے گی اور اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور ضرور خدا کی طرف سے ہے تو پھر دوسرے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

(الحکم قادیان ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۲۔۳ مختصراً)

(مرزا صاحب کے سسر ناصر نواب صاحب، جو اپنے داماد کے وقتِ آخر ان کے سرہانے موجود تھے ، بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مجھے فرمایا: میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ دیکھو حیات ناصر

....اور ہیضہ سے مرنا، اور وہ بھی اس حالت میں کہ مرزا صاحب دعا فرما چکے تھے، جس کی قبولیت کی اطلاع بھی بقول ان کے جناب باری سے انہیں ہو چکی تھی، کہ مجھ، مرزا، اور ثناء اللہ میں جو جھوٹا ہے وہ وہ صادق کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون سے مرجائے۔ اب قادیانی حضرات بتائیں کہ مئی ۱۹۰۸ء میں (جب کہ ثناء اللہ امرتسری زندہ تھے) ہیضہ سے کون مرا، ایسے وقت میں کہ ثناء اللہ کے علاوہ بھی مرزا صاحب کے شدید مخالف مثل ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، پیر مہر علی شاہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبد الجبار غزنوی، عبدالحق غزنوی، علامہ شمس الحق ڈیانوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، شاہ احمد رضا بریلوی، مرزا حیرت دہلوی، منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار وغیرہ زندہ تھے۔

اور آج اسلام کا ڈنگا بج رہا ہے کہ اس کے مقابل قادیانیت کا؟

اور دنیا میں آج مرزا سے نفرت کی جاتی ہے کہ اس کے دشمنوں سے۔ بہاء)

محمد حسین بٹالویؒ

عنوان بالا کے تحت ان شذرات، خطوط، خبروں، مضامین وغیرہ سے اقتباسات نقل کئے جارہے ہیں جو الحکم اور البدر میں شائع ہوئے۔ حسب ضرورت ان پر تبصرے اور جوابی گذارشات بھی پیش کی جارہی ہیں۔

قادیانی مکتوب بنام محمد حسین بٹالوی

مخدومی مکرمی مولانا اخویم مولوی محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ آں مخدوم پہنچا، باعث ممنونی ہوا الحمد للہ و المنہ کہ علماء شرع کی طرف سے حسن ظن اور رفق اور نرمی ظہور میں آئی۔ اور بعض نے طریق نزاع اختیار کیا ہے تو اس میں بھی حضرت ارحم الراحمین کی طرف سے کوئی مصلحت ہوگی۔ یہ عاجز بخوبی جانتا ہے کہ جناب الہی کی یہ عادت نہیں ہے کہ ایسے کاموں کو چپکے چپکے یک دفعہ کمال تک پہنچا دے اور ہر یک قسم کے دل سے یک بارگی آمنا صدقنا کا اقرار کرا دے۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے ثواب کہ جو شدائد اور مکروہات کے دیکھنے پر موقوف ہیں، نبیوں اور مرسلوں کو اور ہم لوگوں کو جو ان کے متبعین ہیں ہرگز حاصل نہ ہو سکتے، بلکہ انواع واقسام کے اسرار مخفی رہ جاتے اور کئی قسم کی تائیدات اور

برکات سماوی اور آیات رحمانی جن کا ظہور بروز کسی موذی کی ایذاء سے وابستہ ہے پردہ اخفا میں چھپی رہتی۔ ۱۵ فروری ۱۸۸۴ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ

(اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۵۔۶)

(مولانا بٹالوی کے نام مرزا صاحب کا یہ خط ۱۸۸۴ء کے اوائل کا ہے، جب ان کی براہین احمدیہ کی چار جلدیں منظر عام پر آچکی تھیں۔ اس خط سے اس بات کی طرف اشارہ تک نہیں نکلتا کہ ان کا مسیحیت یا نبوت یا مہدویت کا کوئی دعوی ہے اور مرزا صاحب اپنے آپ کو نبیوں اور مرسلوں کا متبع بتاتے ہیں۔ ایسے ہی جذبات و خیالات کی وجہ سے مولانا محمد حسین ان کی حمایت کرتے تھے اور مولانا رشید احمد گنگوہی انہیں صالح مسلمان قرار دیتے تھے۔ بہاء)

} الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۶۔۷ پر مرزا قادیانی ۱۸۸۷ء کے چند خطوط بنام محمد حسین بٹالوی درج کئے اور تعارفی نوٹ میں اڈیٹر نے لکھا ہے:

مولوی محمد حسین جب اول اول مخالفت پر آمادہ ہوئے اس وقت کے یہ مکتوبات ہیں۔ ۱۸۸۷ء کا یہ معاملہ ہے ان خطوط کو پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وجہ مخالفت کیا ہوئی۔ اعلی حضرت کو اپنے مولی کریم کی وحی پر کس قدر انشراح صدر سے بالبصیرۃ یقین کامل ہے کسی کی مخالفت اور اعتراض کی کچھ پرواہ نہیں دنیا کی خیالی ذلت وعزت سے سروکار نہیں اصل غرض اعلاء کلمۃ الاسلام ہے اس میں خواہ کوئی ناراض ہو یا خوش ...۔

} از عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مکرم ابوسعید محمد حسین صاحب بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا، اشتہارات تلاش کر کے اور بعض مہمانوں سے لے کر ارسال خدمت ہیں۔ میں بباعث بیماری وجع الاذن حاضر نہیں ہوسکا کیونکہ مجھ کو درد گوش سے بشدت تکلیف ہے اور اندیشہ تپ بھی ہے۔ اعتراض احباب در بارہ کتب مؤلفہ ایں احقر معلوم نہیں کس صورت سے ہے، اگر توقف طبع کتاب پر ہے تو یہ امر قضا وقدر حضرت حکیم مطلق سے واقع ہو گیا ہے۔ شائد اس میں یہ مصلحت ہوگی کہ جو کچھ درمیانی کاروائیاں آج تک ہوئی ہیں ان کا وقوع میں آجانا قبل از طبع کتاب ضروری تھا۔ میں اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوا اور نہ اب ہوں کہ کام طبع کتاب میں توقف ہو لیکن تمام توقعات قادر مطلق کی انواع واقسام کی روکوں سے واقع ہوتی گئی ہیں۔ الوہیت کے زور اور قدرتیں بشریت کے ارادوں کو مضمحل اور کالعدم کر دیتی ہیں

اور پھر جب خوب غور سے سوچیں تو اصل خیر بھی انہیں میں ہوتی ہے ۔ انسان اپنی فطرت سے مستعجل اور زود پسند ہے اور یہی چاہتا ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے لیکن عادۃ اللہ تانی اور توقف ہے جیسا کہ مدت نزول قرآن سے ظاہر ہے ۔ غرض میرے ساتھ معاملہ حضرت عز وجل شانہ کچھ ایسا ہے کہ میں مردہ بدست زندہ ہوں اور اس کی مصلحت میری مصلحت پر مقدم آجاتی ہے وہ لوگوں کے لعن طعن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ قادر ہے کہ انجام کار لوگوں کو خوش کر دے اور جس بات کیلئے میرا سینہ کھول دیا ہے اس کیلئے ان کا سینہ بھی کھول دے و ھو علی کلّ شیء قدیر

اگر اس عاجز کی کتابوں پر اس صورت سے اعتراض ہو کہ ان میں بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں منطقیوں کی طرح ان سے جھگڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں سادہ طور پر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ حکیم مطلق نے میرے اجتہاد کو اسی طرف رجوع دیا اور میرے دل میں یہ نقش کر دیا کہ گو بظاہر ایسی تقریریں موجب اشتعال ہونگی مگر ایک عجیب اثر ان میں یہ ہوگا کہ مخالفین کو خواب خرگوش سے بیداری حاصل ہوگی اور گو وہ کیسے ہی بدتہذیبی سے پیش آئیں مگر ان کو ان تالیفات کی طرف، خواہ ردّ ہی کی نیت سے کیوں نہ ہو، رجوع ہو جائے گا اور اس رجوع کا انجام نہایت مفید ہوگا ۔

سو جس بات پر میری رائے قائم ہوگئی سو اگرچہ ابھی اس کے اخیر نتیجہ کا وقت نہیں آیا مگر میں دیکھتا ہوں کہ صدہا ہندو ردّ کی نیت سے میری کتاب کو پڑھتے ہیں اور صدہا ہندؤوں کے خیالات پر اثر ہو گیا ہے ۔ اور بایں ہمہ اس عاجز کی تقریر میں وہ سختی نہیں جس سختی کو ہندؤوں نے ابتداء سے استعمال کیا ہے ۔

اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ طرز تحریر جس کے اختیار کرنے کے لئے حال تک میرا سینہ کھول دیا گیا تھا اگرچہ وہ کسی معترض کی نظر میں صحیح ہو یا غیر صحیح، مگر یہ وہ شئے ہے جس پر میرا اجتہاد قائم کیا گیا اور اب میں نے جس قدر درشت الفاظ کو استعمال کیا اسی قدر کو کافی سمجھا ہے اور آئندہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہر ایک بات حلم اور رفق سے بیان کی جائے اور اسی پر خدا تعالی نے میرے دل کو قائم کر دیا ہے ۔ سو میں جانتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت تھی اور اس میں ایک حکمت ہے ۔

اور جو آں مخدوم نے پہلے خط میں ذکر فرمایا تھا کہ پیش گوئی فرزند کو رسالہ میں درج کرنا

مناسب نہیں، میں نے اب تک آپ کی خدمت میں اس وجہ سے اس کا جواب نہیں لکھا کہ خدا تعالی نے اس معاملہ میں میری رائے کو آپ کی رائے سے متفق نہیں کیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ را جعون مجھ کو منجانب اللہ اس بارے میں اعلان واشاعت کا حکم ہے اور جیسا کہ میرے آقا محسن نے مجھے ارشاد فرمایا ہے میں وہی کام کرنے کیلئے مجبور ہوں ۔ مجھے اس سے کچھ کام نہیں کہ دنیوی مصلحت کا کیا تقاضا ہے اور نہ مجھے دنیا کی عزت و ذلت سے کچھ سروکار ہے اور نہ اس کی کچھ پرواہ اور نہ اس کا کچھ اندیشہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن باتوں کے شائع کرنے کیلئے میں مامور ہوں ہر چند یہ بدظنی سے بھرا ہوا زمانہ ان کو کیسی ہی تحقیر کی نگاہ سے دیکھے لیکن آنیوالا زمانہ اس سے بہت سا فائدہ اٹھائیگا

بعض احباب مجھ پر یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اسراف کا خرچ ہے جو دو دو سو تین تین سو روپئے ماہواری کا ہو جاتا ہے اور اسی خرچ نے طبع کتاب میں دقتیں ڈالیں اور انبار کا انبار قرضہ کا سر پر ہو گیا۔ اسکے جواب میں بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اگر چہ یہ اعتراض سچ ہے مگر یہ مہمانداری محض للہ ہے اور اس میں بھی بارہا تواضع اور اکرام ضیف کیلئے حکم ہوا ہے نہ تخفیف مصارف کیلئے۔ تین سال کے عرصہ میں شاید چالیس ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جہاں تک طاقت تھی حسب توفیق ان کی خدمت کی گئی ۔ سو بظاہر یہ نہایت درجہ کا اسراف معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ جل شانہ کو اپنے افعال میں مصالح ہیں اور میں اسی کے حکم اور امر کا پیرو ہوں اور کسی دوسری کمیٹی یا جماعت کی پیروی نہیں کر سکتا اور نہ وہ اس کاروبار میں کچھ دخل دے سکتے ہیں۔ جس قدر میرے پر قرضہ اور حقوق عباد کے بار ڈالے گئے ہیں میں جانتا ہوں کہ میں اپنی قوت سے اس بار گراں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا بلکہ الٰہی طاقت مجھے سبکدوش کرے گی اس فوق الطاقۃ کام میں کسی دوست کی کچھ پیش نہیں جا سکتی مگر وہ ایک ہے حقیقی دوست ہے جو ان غموں کے دور کرنے پر قادر ہے۔ والسلام ۸ ستمبر ۱۸۸۷ء

} مخدومی اخویم مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری نسبت سوءظن مسلمان بھائیوں کا کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے۔ میں ایسے مسلمانوں کی فسخ بیع پر راضی ہوں اور ان کا ظن کسی طور سے درست ہونے میں نہیں آتا۔ یہ تو سچ بات

ہے کہ مہمان نوازی کی نیت سے اور خود اپنی ذاتی ضروریات کی وجہ سے بہت کچھ روپیہ خرچ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا ہے لیکن یہ خیال کہ اکثر حصہ اس روپیہ کا وہی رقوم ہیں جو قیمت کتاب میں وصول ہوئیں، یہ ایک ضعیف خیال ہے جو حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ واقعی حقیقت یہی ہے کہ جیسے مصارف زیادہ ہوتے گئے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ان کو انجام دیتا گیا۔

غایت مافی الباب یہ کہ عندالضرورت قیمت کتابوں میں سے بھی کچھ قدر قلیل خرچ ہوتا رہا اور کچھ انہیں درمیانی کاروائیوں میں خرچ ہوا جو کتاب کے متعلق تھیں۔ خیر سائلین و معترضین کچھ سمجھیں اور کچھ خیال کر لیں لیکن مجھے خوب یقین حاصل ہے کہ خدا تعالی مجھے ایسی حالت میں موت نہیں دے گا کہ ان بدظنیوں کا میرے پر کوئی اعتراض اس قسم کا باقی رہ جائے کہ جو کچھ اصلیت رکھتا ہو الم تعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیء قدیر

طفل نوزاد کی نسبت میں نے کسی اخبار میں یہ مضمون نہیں چھپوایا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی تعریف ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہارات میں مندرج ہے، ہاں کئی دفعہ گمان ہوتا ہے کہ وہی ہے کیونکہ۔ ۱۔ یہی لڑکا تین کو چار کرنے والا ہوا ۔۲۔ حضرت مسیح کے روز پیدائش میں ہوا ۔۳۔ سنا گیا ہے کہ اسی ماہ میں ستارہ مسیح بھی یورپ میں دکھائی دیا جیسا کہ نور افشاں میں درج ہے ۔۴۔ اس کے روز پیدائش میں بعد تولد یہ الہامات ہوئے انّا ارسلناہ شاھداً و مبشّراً کصیّب مّن السّماء فیہ ظلمات وّ رعد وّ برق کلّ شیء تحت قد میہ ۔ سو میرے نزدیک اب تک یہ الہامات ذوالوجوہ ہیں و دیگر علامات بھی۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ والسلام ۔ غلام احمد۔ ۱۶ ستمبر ۱۸۸۷ء

} مخدومی مکرمی اخویم مولوی محمد حسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء کو آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ واضح رہے کہ اس عاجز کے قلم سے کوئی کلمہ رنج یا خفگی کا آپ کی نسبت نہیں نکلا۔ بلکہ میں ممنون ہوں کہ آپ بغیر اس کے کہ اصل حال سے واقف ہوتے میرے خیر خواہوں اور خیر اندیشوں اور نیک خیالوں میں رہے۔ سو میرے لئے آپ کا شکر کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میں سچی محبت رہی ہے اور میرا دل شہادت دیتا ہے کہ فقط ایک سچی محبت کے جوش سے آپ قلم وزبان سے میری کاروائیوں کی نصرت میں لگے رہے ہیں، سو رنج

اور خفگی کا کوئی محل نہیں ۔ تا میں نے آپ پر ایک واقعی حال اظہار کیا پھر وہ سب واقعی عذرات آپ کی نظر میں مکتفی نہ ہوئے تو بقول شخصے کہ طاقت بمہماں داشت خانہ مہمان گذاشت ۔ چند الفاظ مؤدبانہ ترک نزاع کے لئے میں نے استعمال کئے شائد انہیں الفاظ کو آپ نے کلمہ رنج و خفگی سمجھا ہوگا ۔ مگر حاشا و کلا میرا وہ منشاء نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ۔ میں پھر باادب آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ اخراجات کی کمی اور تخفیف کی فکر میں، میں آپ ہی ہوں، مگر گزشتہ تدارک میرے حد امکان سے باہر ہے ۔ اس قصور کا خود معترف ہوں کہ جو کچھ کتاب کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا ہے (گزشتہ خط میں کہا کہ اسکا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا ہے ؟ بہاء) مگر یہ بات کہ خدا تعالی کے نزدیک میرے وہ مصارف کس رنگ میں ہیں اور نکتہ چینوں کی نظر میں کس رنگ میں ، اس میں بحث نہیں کرنا چاہتا ، کیونکہ گذری ہوئی بات کو طول دینا کچھ فائدہ نہیں اور میری ناقص رائے میں آپ کا اس فکر میں پڑنا لایلزم ہے ۔ آں مخدوم سے شرعی یا عرفی طور پر کچھ مواخذہ یا مطالبہ نہیں و لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ میں نے سرمہ چشم آریہ کے پہلے صفحہ پر ہی اشتہار دے دیا ہے کہ جو شخص خرید کتاب پر ناراض ہو وہ فسخ بیع کر سکتا ہے ۔ ایسے خطوط جب پہنچیں گے تو میں کوشش کرونگا کہ جلد تر کتابیں واپس لی جائیں اور انکا روپیہ مسترد کیا جائے ۔ سو وہ اشتہار اطلاع عام کے لئے کافی ہے ۔ میں آپ پر مکرر ظاہر کرتا ہوں کہ میں آپ پر ہرگز ناراض نہیں ہوں لیکن اگر آپ خواہ نخواہ بات کو طول دیں تو میری طرف سے ناراض ہونا بے محل بھی نہیں ۔ میں بشر ہوں اور بشریت کی صفات و لوازم سے نبی بھی الگ نہیں ہو سکتے جو شخص انکے دل کو خوش کرے اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور جو شخص انکے دل کو خواہ نخواہ آزار پہنچائے اس سے وہ خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بشر ہیں ۔ آپکے سامنے قرآن و حدیث سے اس کے نظائر پیش کرنا حاجت نہیں ۔

اور پھر آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ گویا مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ وہ لڑکا بہت قریب ہونے والا ہے ۔ آپ میرے اشتہار ۸ ۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو دیکھ لیں اس میں ، وہ ، کا لفظ نہیں بلکہ ، ایک ، کا لفظ ہے اور یہ آپ کا قول کہ : ایسی پیش گوئیوں سے بجائے نفع اسلام کو کمال نقصان پہنچے گا ، ۔ میری دانست میں یہ کہنا اسکا حق ہے کہ ان پیش گوئیوں کا

مقابلہ کر کے دکھلا وے۔ میرے رسالہ سراج منیر اوراس کی تمام پیشگوئیوں کی بناء اسی پر ہے کہ اگر کوئی مخالف کسی پیشگوئی کا انکار کرے تو ایسی پیشگوئی پیش کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

سراج منیر میں اسی طور کی پیش گوئیاں ہیں تو میری رائے ہے کہ سراج منیر کا طبع کرانا موقوف رکھا جائے کیونکہ ایسی کتاب سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا۔

اسکے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک سراج منیر میں اسی طرح کی پیشگوئیاں ہیں بلکہ سب سے بڑھ کر یہی پیشگوئی ہے، مگر دوسرا فقرہ آپ کا: ایسی پیشگوئیوں سے مسلمانوں کا کمال ہتک ہوگا، فراست پر مبنی نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ:

مجھے صرف یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کا زیادہ ہتک نہ ہواوران کا مال ناحق برباد نہ ہو۔

آپ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ بیٹا پیدا ہونے سے مسلمانوں کا کسی قدر ہتک ہوگیا اور آئندہ سراج منیر کے چھپنے سے اس سے زیادہ ہوگا۔ سو میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئیوں کا سچائی سے ظہور میں آجانا مسلمانوں کے لئے موجب ہتک ہے تو جس قدر یہ ہتک ہوا اتنا ہی تھوڑا ہے۔ ۲۷ جولائی ۱۸۸۶ء کو آریوں نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ہمیں اپنے پرمیشر کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ ہرگز بیٹا پیدا نہیں ہوگا۔ ابد تک نہیں ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو منجم نے انکی اطمینان کی ہوگی اور یہ اشتہار پنجاب اور ہندوستان میں شائع کئے گئے تھے۔ اب آپ سوچ کر دیکھیں کہ برطبق اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء بیٹا پیدا ہو جانا جو مصدقہ پیشگوئی ہے، یہ موجب ہتک وندامت آریوں اور دیگر مخالفوں کا ہوا یا مسلمانوں کا اس سے ہتک ہوگیا۔ انجیل میں حضرت مسیح کی پیش گوئیاں آپ نے نہیں دیکھیں کہ بھونچال آویں گے، کال پڑیں گے، وبا پھیلے گی، لڑائیاں ہوویں گی ۔ نہ کسی وقت کا پتہ نہ کسی مکان کا نشان ۔ مگر اس وقت کے سچے عیسائیوں کا اس سے کچھ ہتک نہ ہوا۔ آپ کو یاد رہے کہ مخالفین خود ملزم ہیں کیونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک چیز کا اندازہ قیمت مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

والسلام ۔ خاکسار غلام احمد، ۲۸ ستمبر ۱۸۸۷ء۔

} مخدومی مکرمی مولوی ابوسعید محمد حسین سلمہ اللہ تعالی۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں

آپ کے کسی حرف سے اتفاق نہیں کرسکتا جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے آپ بھی میری رائے سے اتفاق نہیں کرسکتے تو پھر میری دانست میں خط و کتابت کی بات تو خاتمہ کو پہنچی۔اب میری طرف سے تو یہ تحریر وداعی اور آخری خط ہی سمجھیں۔اور آپ کو اختیار ہے کہ جس رائے پر آپ قائم ہیں اس کو اپنی طاقت قلمی سے بخوبی ظاہر کریں۔ میں بجز اس زمانہ اور وقت کے کہ حضرت مقلب القلوب اور ہادی مطلق آپ کو آپ کے اس قول سے رجوع دلا کر میری رائے سے متفق کرے، آئندہ کوئی خط آپ کی طرف لکھنا نہیں چاہتا اور نہ اپنے اختیار اور مرضی سے بغیر کسی امر جدید پیش آنے کے، جس کا اب مجھے علم نہیں، لکھونگا۔ ہاں، آپ کے اس خط کی نسبت جس کو میں نے عزت کے ساتھ اپنے صندوق میں رکھ لیا ہے اگر مناسب سمجھا سراج منیر یا کسی دوسرے رسالہ میں بغرض ازالہ وساوس کچھ لکھونگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ آپ کا یہ خط یا ایسا ہی کوئی اور مضمون آپکے رسالہ یا کسی اور پرچہ میں شائع ہو جائے یا زبانی طور پر مختلف فرقوں میں شیوع پا جائے۔سو مناسب ہے کہ اب آپ بھی میری طرف خطوط بھیجنے سے مستریح رہیں اور بذریعہ تحریرات مطبوعہ اپنے بخارات نکالیں۔ خاکسار غلام احمد عفی عنہ۔ ۵۔اکتوبر ۱۸۸۷ء

(الحکم ۷ افروری ۱۹۰۴ء ص ۷)۔

(مرزا صاحب کے منقولہ بالا خطوط کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بٹالویؒ نے درج ذیل معاملات میں مرزا صاحب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے ان پر تنقید فرمائی ہے:

۱۔اسراف۔۲۔مسلمانوں سے براہین احمدیہ کیلئے حاصل کردہ چندے اور پیشگی رقوم کا ذاتی مصارف میں خرچ۔۳۔ ایسی پیش گوئیاں شائع کرنا جن سے مسلمانوں کی ہتک ہوتی ہے، اور پیش گوئیاں شائع نہ کرنے کا مشورہ۔۴۔کتابوں میں مخالفین کے بارے میں سخت زبان کا استعمال۔

جواب میں مرزا صاحب نے ۴۰ ہزار مہمان آنیکی بابت کی ہے۔ مخالفین کے بارے میں سخت زبان استعمال کرنے کا پہلے تو دفاع کیا ہے اور پھر تسلیم کیا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرونگا۔ براہین وغیرہ کی قیمت میں آنے والی رقوم کے بارے میں اقرار کیا ہے کہ واقعتاً انہوں نے دیگر مدات میں انہیں استعمال کیا ہے۔ پیشگوئیاں شائع کرنیکا دفاع کیا کیونکہ یہ ان کی شہرت کا سبب بن رہی تھیں۔ تاہم مولانا بٹالوی کے دلائل سے لاجواب ہوکر کہا ہے کہ آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھیں

مرزا صاحب نے کہا کہ میری موت نہیں آئیگی جب تک مالی معاملے میں ان پر سے بدگمانیاں

وغیرہ ختم نہ ہوجائیں۔ دوسری طرف انکی موت سے چند گھنٹے قبل کا قصہ ہے کہ خود ان کے اخص مریدان پر مالی بے ضابطگیوں کے الزام لگا رہے تھے۔ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا صاحب پر (مالی) اعتراضات کئے تو مرزا محمود احمد قادیانی نے خلیفہ حکیم نورالدین کو اپنے ایک خط میں لکھا:

باقی آپ (نورالدین) سے میں (محمود) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا۔ کیونکہ یہ لوگ (خواجہ کمال الدین اور محمد علی لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب (محمد علی خان) صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے، جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے، کہا کہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں، ان کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ محمد علی (لاہوری) نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے وہ کہاں جاتا ہے۔ اور گھر میں آکر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا اور کہا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق؟ اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقع پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا، مولوی محمد علی سے کہا کہ حضرت صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ کو گھٹا کر بھی چندہ دو۔ جس کا جواب محمد علی نے یہ دیا کہ ہاں اسکا انکار تو نہیں ہوسکتا مگر بشریت ہے۔ کیا ضرور کہ ہم نبی کی بشریت کی پیروی کریں۔ حقیقت اختلاف۔ مصنفہ مولوی محمد علی۔

پھر مرزا صاحب اپنے ایک نا مطمئن مرید کو لکھتے ہیں:

مجبی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں ایک سے ایک بیماریوں میں رہا اور اب بھی ان کا بقیہ باقی ہے میں چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ سے جواب لکھوں مگر بباعث بیماری کے نہ لکھ سکا آپ کے پہلے خط کا ماحصل جس قدر مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میری نسبت آپ نے ...کی جماعت کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا تھا کہ روپیہ کے خرچ میں بہت اسراف ہوتا ہے (یہی بات محمد حسین نے عرصہ ہوا کہی تھی، اب وہی پتے ہوا دینے لگے ہیں جن پہ مرزا صاحب کا تکیہ تھا۔ بہاء) آپ اپنے پاس روپیہ جمع نہ رکھیں اور یہ روپیہ ایک کمیٹی کے سپرد ہو جو حسب ضرورت خرچ کیا کریں۔ اور یہ بھی ذکر تھا کہ اسی روپیہ میں سے باغ کے چند خدمت گار بھی روٹیاں کھاتے ہیں۔ اور ایسا ہی کئی اور قسم کے اسراف کی طرف اشارہ تھا جن کو میں سمجھتا ہوں

۔آپ نے اپنی نیک نیتی سے جو کچھ لکھا بہتر لکھا، میں ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا رد لکھوں ۔ میں آپ کو خدا تعالی کی قسم دیتا ہوں جس کی قسم پورا کرنا مومن کا فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی معصیت ہے کہ آپ ...کی تمام جماعت کو اور خصوصاً ایسے صاحبوں کو جن کے دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہوا ہے بہت صفائی سے اور کھول کر سمجھا دیں کہ اس کے بعد ہم ..کا چندہ بکلی بند کرتے ہیں اور ان پر حرام ہے اور قطعاً حرام ہے اور مثل گوشت خنزیر ہے کہ ہمارے کسی سلسلہ کی مدد کے لئے اپنی تمام زندگی تک ایک حبہ بھی بھیجیں ۔ ایسا ہی ہر شخص جو ایسے اعتراض دل میں مخفی رکھتا ہے اس کو بھی ہم یہی قسم دیتے ہیں ۔ یہ کام خدا تعالی کی طرف سے ہے اور جس طرح وہ میرے دل میں ڈالتا ہے خواہ وہ کام لوگوں کی نظر میں صحیح ہے یا غیر صحیح ، درست ہے یا غلط ، میں اسی طرح کرتا ہوں ۔ پس جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے ایسا حملہ قابل برداشت نہیں ۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہو گی جیسا کہ اللہ تعالی مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے ینصرک اللہ من عندہ ینصرون رجال نوحی الیھم من السماء یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے ۔

پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں اور کیا وجہ کہ اٹھیں جب کہ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لئے مجبور نہیں کرتا جن کا ایمان ہنوز ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ان پر ایمان لاتے ہیں اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں ۔

میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں ۔ میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں ۔ میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میرے نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے ۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جب کہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے ۔

ایسا اعتراض آنحضرت پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا سو میں آپ کو دوبارہ لکھتا ہوں کہ آئندہ سب کو کہہ دیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال

میں ان کا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لئے کبھی اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا۔ اب قسم کے بعد میرے پاس اور کچھ نہیں کہ اور لکھوں ۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔ الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء ص ۸۔۹

} معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کافی عرصہ سے آیا ہوا تھا۔ مرزا نے دیر سے جواب دیا بہانہ بیماری کیا۔ کیا اس عرصہ میں مرزا صاحب نے کوئی تحریر نہیں لکھی، کسی کو کوئی خط نہیں لکھا۔

}مرزا صاحب نے جواب دینے میں اپنا زور قلم تو خوب استعمال کیا، لیکن نہ سابقہ اخراجات کا حساب دیا نہ آئندہ کے لئے کسی ضابطے کی پابند ہونا منظور کیا۔

}آنحضرت ﷺ کے دور میں مرزا نے تقسیم غنائم پر ہونے والے اعتراض کا ذکر کیا۔ لیکن وہاں تو معاملہ تقسیم کا تھا، اپنے اوپر صرف کرنے کا نہیں تھا۔ دوسروں کو ہی دیا تھا، خود نہیں رکھ لیا تھا۔ یہاں اعتراض ان مصارف پر ہے جو مرزا کے نجی امور پر ہوتے ہیں اور عوامی چندہ ان پر صرف ہوتا ہے جب کہ آپ رئیس قادیان ہیں ۔ ۱۹۰۵ء تک ستر سے زائد آپ کتابیں لکھ چکے ہیں جن کے اڈیشن پر اڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل رہے ہیں، یہ مستقل آمدن ہے، پھر باغ و جائداد اور زمین کے مالک ہیں جس کی مستقل آمدنی ہے، ہزاروں روپئے مالیت کے زیورات آپ کی اہلیہ کے پاس ہیں، ہزاروں روپیہ کا زیور آپ نے بہوؤں کو پہنایا ہے۔ عہد رسالت میں ہونیوالے واقعہ کو آپکے حالات سے کیا نسبت؟

اور مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء میں اپنی کتاب الوصیت (ص ۲۔۳ طبع ۱۹۰۵ء) کہا تھا کہ:

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک کا موجب ہوں۔ اس فقرہ کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہے گا۔ دوسرے یہ کہ ایسے شکائت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اٹھالیں گے۔ اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دیں گے۔ تب انکے نابود ہونیکی وجہ سے انکے بے ہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائیں گے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ ان کے بڑے دشمن ابھی زندہ موجود تھے۔ اور بے شمار چیزیں بھی موجود تھیں جو مرزا صاحب کے لیے اب تک باعث عار اور باعث ذلت ہیں۔ ذیل میں چند ایک ایسی باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ باہم مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ مرزا صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے مباہل

کو ختم کر کے مرتے۔لیکن ان کی وفات کے وقت یعنی مئی ۱۹۰۸ء میں مولانا عبدالحق زندہ تھے اور ان کی زندگی میں مرزا صاحب کی موت ان کے کذاب ہونے کی دلیل تھی۔

مرزا صاحب نے اپنی عمر کے آخر میں ایک بیٹے کی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ ہوا یوں کہ جب ان کا بیٹا مبارک احمد ۱۹۰۷ء میں فوت ہوا تو آپ نے اپنے اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں فرمایا:

خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انّا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن (مبارک احمد کی موت سے) خوش ہو اس لیے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔،

اور حقیقت یہ ہے کہ مبارک احمد کی موت کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا اور اس موعود بیٹے کو وہ اپنے ساتھ ہی لے گئے۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں:

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا۔ اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۱۰۲)۔

نیز فرماتے ہیں:

اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی (اشتہار محک اخیار و اشرار ستمبر ۱۸۸۶ء)۔

اور مرزا صاحب، حکیم نور دین صاحب کو لکھتے ہیں:

مخدومی اخویم مولوی نور الدین صاحب جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کے اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں۔ سو آپ بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شائد چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر و

الباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہو گا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہو گا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا۔ اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہو گی۔ وہ صاحب اولاد ہو گی ان دنوں اتفاقاً نئی شادی کے لیے دو شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت اور محتاجگی اور بے عزتی ہے۔ اور اس لائق نہیں کہ تیری اہلیہ ہو۔ اور دوسری کی نسبت ارشاد ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورت و صاحب سیرت لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے وہ بر عائت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ان کے ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کئے ہیں۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے۔ کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہوئے ہیں۔ اور ربّی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۵۔۶)،

اور دو ہفتے بعد حکیم صاحب کو جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مخدومی اخویم مولوی نور الدین.. اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کیلیے اشارہ غیبی ہوا ہے۔ تب سے طبیعت متفکر و متردد ہے۔ اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے۔ اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ خاکسار غلام احمد ۲۰ جون ۱۸۸۶ء (مکتوبات ج ۵ نمبر ۲)

اور ضمیمہ انجام آتھم (ص ۵۴) میں مرزا لکھتے ہیں:

اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا۔ اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت ایک حمد اور تعریف ہوگی

سوال یہ کہ نصرت بیگم کے بعد مرزا کو کون سی خواتین مبارکہ ملیں؟ اور ان سے کون سی اولاد ملی؟

پھر محمدی بیگم کا معاملہ زندگی بھر مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے لیے باعث عار بنا رہا۔ مرزا صاحب فرماتے تھے کہ محمدی بیگم ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی۔ لیکن ایسا ہوا نہیں۔ مرزائی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح ہونا مرزا سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا۔ وہ چونکہ مرزا صاحب کی زندگی میں نہیں مرا اور محمدی بیگم بیوہ نہیں ہوئی اور اس لیے اس محمدی بیگم کا دوسرا نکاح مرزا صاحب کے ساتھ نہ ہوا۔ دوسری جانب مرزا صاحب انجام آتھم میں فرماتے ہیں

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔ (انجام آتھم)،

اور اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں

پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔ سو میں کہتا ہوں اے نابکار قوم کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ اور کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا؟ سن اور سمجھ کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے۔ ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق۔ سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔ اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتی۔ (حجۃ اللہ)

کیا ۱۹۰۸ء تک سلطان محمد مر گیا تھا کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی راہ ہموار ہو سکتی؟ کیا یہ لڑکی ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کے نکاح میں آ گئی تھی؟ کیا یہ لڑکی اور مرزا صاحب ابھی زندہ ہیں کہ ان کی باہم شادی کی امید رکھی جا سکے؟ اور کیا یہ ساری باتیں تک مرزا صاحب کے لیے باعث ذلت نہیں ہیں؟

اور مرزا صاحب نے کتاب الوصیت میں کہا ہے کہ اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری زندگی میں ہی وہ سب لوگ ختم ہو جائیں گے جو تم پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب مرزا صاحب کی ۱۹۰۸ء میں وفات ہوئی کیا اس وقت تک ان کے مخالفین اور ان پر اعتراضات کرنے والے ختم ہو چکے تھے؟ کیا سید ابوالحسن تبّتی مر گیا تھا؟ محمد بخش جعفر زٹلی مر گیا تھا؟ کیا ڈاکٹر عبدالحکیم مر گیا تھا؟ ابھی تو مولانا محمد حسین بٹالوی زندہ تھے جنہیں مرزا صاحب اپنا شدید ترین دشمن کہا کرتے تھے۔ ابھی تو مولانا ثناء اللہ زندہ تھے۔ جن

کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ مخالفت میں سب سے بڑھ گئے ہیں۔ جن کو آپ نے ابوجہل اور دجال بھی کہا۔ اور جن کے مقابلے میں انہوں نے دعا مانگی تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ ۱۹۰۸ء میں جب مرزا صاحب نے دنیا سے کنارہ کیا تو اس وقت ۱۸۹۶ء والے مباہلے کے مخاطبین میں سے جو لوگ زندہ تھے ان میں مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولوی محمد حسین کوئلہ والہ دہلی، عبدالحق غزنوی، عبدالجبار غزنوی، عبدالواحد غزنوی، احمد اللہ امرتسری، عبدالاحد خانپوری، عبدالمنان وزیرآبادی، حسین عرب یمانی، عبدالحق حقانی، حافظ محمد رمضان پشاوری، قاضی احتشام الدین مرادآبادی، محمد حسن رئیس لدھیانہ، شاہ احمد رضا خان، مولانا حامد رضا خان، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی کرم الدین جہلمی، منشی محبوب عالم، مرزا حیرت دہلوی وغیرہ شامل ہیں)

} مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی فرماتے ہیں:

(مرزا) کس زور اور جرأت کے ساتھ کہتا ہے انا الفتاح افتح لک فتحاً مبینا۔ یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلتے ہیں میں نے یہ الفاظ لاہور کے عظیم الشان مجمع میں جو بابو میراں بخش کی کوٹھی پر ہوا تھا اس وقت سنے تھے جب کہ مولوی محمد حسین پاس کی ایک مسجد کی شکستہ دیوار پر چلا چلا کر کہتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے (۔ الحکم ۳۱۔ اگست ۱۸۹۹ء ص ۴)

} مرزا غلام احمد بعض اوقات خود پس پردہ رہ کر مریدوں کے ذریعے بھی مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف اشتہار بازی کیا کرتے تھے جیسا کہ مولوی دوست محمد قادیانی نے کہا ہے

'مولوی عبدالقادر لدھیانوی (مرزائی) نے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں مولوی محمد حسین سے مباہلہ کرنے کی درخواست کی جسے حضور (مرزا) نے منظور فرما لیا۔ جس پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی ایک طویل خط میں سچائی کے فیصلہ کے لئے حضرت اقدس (مرزا) سے بٹالہ میں بلاشرط مباہلہ کرنے کی پرزور دعوت دی اور انہیں تحریص و ترغیب دلانے کے لیے ۲۰۰ روپئہ نقد انعام دینے کی پیش کش کی۔ مولوی عبدالقادر صاحب کا یہ خط جب الحکم قادیان ۲۰۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا تو شملہ۔ سیالکوٹ۔ بٹالہ اور الہ آباد کی جماعتوں کے علاوہ اور دیگر مقامات کے بعض مخلص احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ انہیں بھی مباہلہ کی تحریک میں شامل کیا جائے اور انعام کی پیش کش بھی کی جس سے اکتوبر ۱۸۹۸ء کے آخر تک انعامی رقم دو ہزار پانچ سو پچیس روپیہ آٹھ آنہ تک پہنچ گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۱)

اور پھر دو ہزار پانچ سوپچیس روپیہ آٹھ آنہ کے انعام کے اعلان کے ساتھ مولوی یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان نے درج ذیل اشتہار شائع کیا:

یہ امر بوضاحت بیان ہو چکا ہے کہ میاں محمد حسین بٹالوی ہی مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی تکفیر کا اصل محرک اور بانی ہوا ہے اور باقی تمام مکفرین نے اس کی یا اس کے استاد میاں نذیر حسین دہلوی کی پیروی کی ہے اس لیے اسی کو اس درخواست مباہلہ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ ربہ کی تکفیر اور تکذیب پر حد سے زیادہ زور مارا ہے اور باوجودیکہ وہ اپنی ناکامیوں اور حضرت اقدس کی کامیابیوں کو بارہا دیکھ چکا ہے اور بہت سے نشانات ملاحظہ بھی کر چکا ہے مگر اپنی غلطیوں کا اعتراف نہیں کرتا اس لیے اس کو مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے جو آسمانی اور خدائی فیصلہ ہے۔ یہ مباہلہ بدوں کسی قسم کی شرط کے ہوگا اور اگر ایک سال کے اندر نتیجہ مباہلہ ہمارے حق میں نہ ہوا اور ایک اثر قابل اطمینان ہماری تائید میں ظہور میں نہ آیا تو رقم مندرجہ بالا جو پہلے سے جمع کرا دی جاوے گی ان کو بطور نشان کامیابی ان صاحبوں کی طرف سے دی جاوے گی جنھوں نے مقرر کی ہے۔ میاں محمد حسین بٹالوی کو اختیار ہوگا کہ اخیر نومبر ۱۸۹۸ء تک کسی وقت منظوری مباہلہ کی درخواست مطبوعہ یا بصیغہ رجسٹری ہمارے پاس بھیج دیں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۸۸۔۹۰)

چونکہ اس قسم کے اشتہارات مرزا صاحب کی بجائے ان کے مریدوں کی طرف سے شائع ہو رہے تھے اس لیے دوسری جانب سے بھی مولانا بٹالویؒ کے دوستوں نے یہ اشتہار دیا۔

سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب

دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال کادیانی کو ڈگلس، ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دلآزار الفاظ سے زبان بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۱۸ کے صفحہ ۲۵۹ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دلآزاری سے زبان بند کرنا پڑی اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان

واقع ہوا تو اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ یہ کام شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں۔ اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دلآزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۱۹ کے صفحہ ۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے۔

اس کے چند نائبین لاہور ولدھیانہ، وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نیدل کھول کر دلآزاری و بدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکالا اور کادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت و حیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۸ اور ۱۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۶۶ و ۱۸۸ و ۳۱۳ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں۔ اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد، دجال اکبر، اکذب العصر سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شروط پیش نہیں کرتے۔ صرف کادیانی کی شروط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لیے اس نے تسلیم کیے تھے اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی بھی تعیین کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ و دلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے صفحہ ۸۶ میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور

اس میں کادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی۔ کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے۔ (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ کادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے۔ لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کرکے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں۔ جن کو ان کے چاروں مواضع کیمرید آپ کی نذر کریں۔ اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آگے آپکے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی پڑھتے جاویں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را

عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

مرسل یزدانی و عیسیٰ نبی اللہ شدی

بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار

کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا

روسیہ گشتی میان مردم قرب و جوار

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے

یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبّتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی ۳۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

ضروری نوٹ:

۱۔ نابین دجال اکبر کادیانی لعین نے جو اشتہاروں میں لکھا ہے کہ نام کا مولوی عبدالقادر لودہانوی، مولوی محمد حسین صاحب کا ہم مکتب ہے۔ یہ محض دروغ ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ بدنصیب بمقام ہندلہ (جبکہ ہم مولوی نورالحسن صاحب مرحوم سے شمس بازغہ پڑھتے تھے) ہم سے شرح ملا پڑھا کرتا تھا۔ اب وہ ہمارا ہم مکتب ہونے کا

دعویٰ کرتا ہے اور اس پر فخر کر رہا ہے۔ کیوں نہ ہو، یہ قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے۔ جس کی شکایت اس شعر میں ہے

کس نیا موخت تیر از من کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

۲۔ یہ بھی مریدان دجال نے مشتہر کیا ہے کہ عبدالقادر نے قلمی خط مولوی محمد حسین صاحب کے پاس بھیجا ہے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض کذب ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین، ہم کو عبدالقادر کا کوئی خط نہیں پہنچا۔ قلمی خط تو ایک طرف رہا کوئی مطبوعہ پرچہ اخبار الحکم جس میں اس کا خط درج ہوا ہے یا کوئی اشتہار لاہور یا شملہ وغیرہ سے بھی اس مضمون کا کادیانی یا اس کے اتباع کا مرسلہ ہم کو نہیں پہنچا۔ بہت مشکل اور تلاش سے ہم نے ایک مدرس سکول بٹالہ سے اخبار کا پرچہ مستعار لے کر شیخ فتح محمد اہل حدیث گجرات کی قلم سے وہ خط نقل کرایا اور اشتہار اہل شملہ ہم نے شملہ کے ایک کلرک محکمہ آب و ہوا سے بتقاضا وصول کیا۔ اور اس دجال کے چیلوں کی قدیم عادت ہے کہ جو مضمون جواب طلب چھاپتے ہیں اس کی کاپی ہماری طرف نہیں بھیجتے۔

۳۔ عربی نویسی میں دجال قادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے اس میں ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ کے صفحہ ۱۵۹ میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر ۱۲ جلد ۱۵ میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم و حیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے۔ مگر یہاں شرم کہاں؟ ان کا مقولہ ہے کہ

شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۴۔ قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو اس شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی صاحب کا مقابلہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۴ میں ۱۸۹۱ اور نمبر ۱ جلد ۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۴۵ وغیرہ میں دے چکے

ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جواب دیتے جاویں۔ مولوی سید ابوالحسن تبتّی نے جو ۸۲۵ روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں اس پر حضور ایں جانب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس قادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام، پٹیالہ والوں کو، اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو ،اور پٹیالہ والے، لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس بات پر اصرار نہیں کہ وہ سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ:۲۸۶) ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

الراقم ملا محمد بخش لاہور ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء

محمد بخش قادری منیجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہندی پریس لاہور

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۶۲۔ ۶۷)

اس اشتہار کے جواب میں مرزا صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والا مشہور اشتہار شائع کیا جس میں پیش گوئی فرمائی کہ مولانا بٹالوی' مولوی ابوالحسن تبتّی اور محمد بخش جعفر زٹلی کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔ اور اس کے وقوع کو انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے آخری فیصلہ قرار دیا۔ یہ اشتہار درج ذیل ہے

'جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی (اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر

لیں اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں۔سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔ اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔لیکن اگر اے میرے آقا میرے مولا میرے منعم میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جاویں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر...... میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران: ۱۱۲) کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔ (اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی۔اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف سے

خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۵۷۔۶۱)

چند روز بعد مرزا صاحب نے درج ذیل اشتہار جاری فرمایا

ایک شخص محمد حسین نامی نے جو ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے، میرے پر ایک کفر کا فتویٰ لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ اور یہاں تک فتویٰ دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے، اور ان کا مال لوٹ لینا جائز اور ان کی عورتوں کو جبراً اپنے قبضہ میں لے کر ان کے ساتھ نکاح کر لینا، یہ سب باتیں درست ہیں۔ بلکہ موجب ثواب ہیں۔ چنانچہ اشتہار مورخہ ۲۹ رمضان ۱۳۰۸ھ مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں یہ دونوں فتوے موجود ہیں۔ مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتووں پر عمل درآمد نہ ہو سکا تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلآزار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ۱۸۹۸ء میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گندی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے، مقرر کیا اور ہر قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام پر چھپوائے اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین کی ہے۔ اور اس اپنی کارروائی سے وہ لوگوں کو طلاع بھی دیتا رہا ہے اور اپنے رسالوں میں بھی شیخی کے طور پر یہ کام اپنی طرف منسوب کرتا رہا ہے۔ اور یہ تمام اشتہارات جو نہایت چالاکی اور بدزبانی سے ایک سال سے یا کچھ زیادہ عرصہ سے محمد حسین شائع کر رہا ہے۔ یہ نہایت اوباشانہ طریق سے گندے پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں اور ان اشتہاروں میں کوئی پہلو میری بے عزتی اور بے آبروئی کا اٹھا نہیں رکھا۔ اور میرے ننگ و ناموس کو خاک میں ملانا چاہا ہے اور ایسی گندی اور ناپاک تہمتوں پر مشتمل ہیں کہ میں گمان بھی نہیں کر سکتا کہ اس سختی اور بے شرمی کا برتاؤ کبھی ذلیل سے ذلیل قوم کے آدمی نے کسی اپنے مخالف کے ساتھ کیا ہو۔ ان اشتہارات میں سے جو ۱۲ اگست

۱۸۹۸ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے۔ ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو ۲۵ ستمبر ۱۸۹۸ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا۔ اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ ۱۱ جون ۱۸۹۷ء کا جو اسی مطبع میں طبع ہوا ہے۔ ان چاروں کا نمونہ کے طور پر کسی قدر مضمون اس جگہ درج کرتا ہوں تا کہ حکام کو معلوم ہو کہ کہاں تک میری ذلت کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور نہ ایک ماہ، نہ دو ماہ، بلکہ ایک سال سے ایسے گندے اشتہار جاری کر رہے ہیں جن کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا سے طلب کی ہے۔ اور محمد حسین کے یہ چاروں اشتہار جو جعفر زٹلی کے نام پر نکالے گئے مجھے بے عزت کرنے کے لیے ان میں نہایت سخت اور گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کیے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطا) ص ۱۹۶۔۱۹۷)

چند روز بعد مرزا صاحب نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا

'میں اپنی جماعت کے لیے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجے کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہو گی...... مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہوگئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔ اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب کا تھا جو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرتے۔ لیکن افسوس انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اس کا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا...... اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق، صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں

کذابوں دجالوں کی مدد نہیں کرتا...... اب یہ معاملہ آسمان پر ہے۔ زمین پر چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔' (اشتہار مورخہ ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۶۷۔۷۳)

اور انہوں نے فرمایا کہ

'۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہم راز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کو جھوٹا مارا جائے۔ یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔ لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے' اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (راز حقیقت) ص ۱۷۳۔۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

مرزا صاحب نے یہ بھی کہا

'پس جب کہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے گذر گیا...... اور پھر مباہلہ کے لیے متواتر درخواست بھی کی تو بالآخر میں نے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہم دونوں گروہ میں سے اس کو ذلیل کرے جو جھوٹا ہے اور پھر اس اشتہار کی شرح ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں اور بھی تصریح کر دی'۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) ص ۱۹۸)

نیز فرمایا کہ

'شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ

اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر (یہ تیرہ مہینے خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئے ہیں یعنی سال پر ایک ماہ اور زیادہ ہے) غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار ہیں اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر۔ اور اگر مجھے تیری جناب میں وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران: ۱۱۲) کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔ یہ دعا جو میں نے کی اس کے جواب میں یہ الہام ہوا 'میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا' اور ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جو حق پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام کیا اور وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے اور افسوس کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔

اور چند عربی الہام ہوئے (جیسا کہ) وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (الفرقان: ۲۷) جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (یونس: ۲۷) (تذکرہ۔ صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ

مولوی محمد حسین آج تک توہین اور تحقیر اور گالیاں دینے سے باز نہ آیا۔ اور گندی گالیوں کے مضمون اپنے ہاتھ سے لکھے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے پر چھپوائے... یہی موجبات تھے جن کی وجہ سے میں نے اشتہار مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو شائع کیا۔ جس کے بعد محمد حسین نے ایک چھری خریدی جس سے مجھے اس طور سے بدنام کرنا منظور تھا کہ گویا میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن جس شخص نے پہلے اس سے میرے قتل کا فتوی دیا اس کا چھری خریدنا کس بات کی دلالت کرتا ہے؟۔ (خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۹۔۴۳۸)

مرزا صاحب کی نومبر اور دسمبر ۱۸۹۸ء کی ان تحریروں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ مختصراً یوں ہے کہ مولانا بٹالویؒ، مولانا محمد جعفر زٹلیؒ اور مولانا ابوالحسن تبّتیؒ رسائل اور اشتہارات کے ذریعے مرزا صاحب کے عقائد ونظریات کا رد کر رہے تھے۔ مرزا صاحب کو ان بزرگوں کے کلام اور طرز کلام سے اگرچہ بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ (بقول خود) ایک عرصہ تک صبر کرتے رہے۔ پھر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے بارگاہ احدیت میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر وہ (یعنی مرزا) کاذب اور دجال ہیں تو بٹالوی، زٹلی اور تبّتی کو عزت عطا فرما، اور خود انہیں (یعنی مرزا کو) ذلیل کر۔ اور اگر وہ

کاذب اور دجال نہیں ہیں تو اے اللہ ان تینوں کو ذلیل کر اور خود انہیں (مرزا) عزت عطا فرما۔ اور یہ کہ اے اللہ یہ (عزت و ذلت کا) فیصلہ تیرہ ماہ یعنی ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک کے عرصہ میں ہو جائے۔ مرزا صاحب نے عزت و ذلت کی اس دعا کے نتیجے کو اپنے اور مخالفین کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا اور فرمایا کہ یہ کام ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ اس دعا کے بعد انہیں الہام ہوا ہے کہ اللہ ظالم کو ذلیل اور رسوا کرے گا اور انہوں نے واضح طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ یہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ کی مدت انہیں خدا تعالیٰ کے الہام سے معلوم ہوئی ہے۔

آگے بڑھنے سے قبل مرزا صاحب کی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والی اشتہاری دعا کو پھر ملاحظہ کر لیجیے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں

'میں نے خدا تعالیٰ کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے۔ اور وہ دعا یہ ہے۔ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل و رسوا اور ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ (آل عمران: ۱۱۲) کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین...... (اور کہتے ہیں کہ) یہ دعا تھی جو میں نے کی اور جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ فریقین میں جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔

یہ ہے مولانا بٹالویؒ اور ان کے دوستوں سے آخری فیصلہ کے بارے میں مرزا صاحب کی دعا اور الہام اور پیش گوئی، جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کو ذلت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس ذلت کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالویؒ کے درمیان آخری فیصلہ قرار دیا۔ اس پیش گوئی کے بعد مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ اور ان کے ساتھیوں کے شب و روز اور عالم اسلام کے حالات پر گہری نظر رکھنا شروع کر دی۔ پھر

انہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار شائع کیا:

'میری وہ پیش گوئی جو الہام ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء میں فریق کاذب کے بارے میں تھی...... مولوی محمد حسین پر پوری ہوگئی...... محمد حسین نے مذہبی اختلاف کی وجہ سے مجھے دجال اور کذاب اور ملحد اور کافر ٹھہرایا تھا اور اپنی جماعت کے تمام مولویوں کو اس میں شریک کرلیا تھا...... آخر میں نے تنگ آ کر اسی وجہ سے مباہلہ کا اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جاری کیا...سو آج وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) صفحہ ۲۲۲، مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۷)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ ..

اس میں یہ بیان ہے کہ پیش گوئی مندرجہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء جس کا خلاصہ یہ تھا جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة آج پوری ہوگئی۔ اس پیشین گوئی کا حاصل مطلب یہی تھا کہ فریق ظالم نے فریق مظلوم کو جس قسم کی ذلت پہنچائی ہے اسی قسم کی ذلت فریق ظالم کو پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی کوئی اس کو روک نہیں سکتا سو وہ ذلت فریق ظالم کو پہنچ گئی۔

... میں نے مولوی محمد حسین بطالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کے مقابل پر اس کی بہت سی گالیوں اور بہتانوں اور دجال کذاب کافر کہنے کے بعد اور اس کی اس پلید گندہ زبانی کے بعد جو اس نے خود اور اپنے دوست محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کے ذریعہ سے میری نسبت کی تھی ایک اشتہار بطور مباہلہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو لکھا تھا (یعنی مرزا نے محمد حسین وغیرہ سے مباہلہ کرلیا۔ پھر ان کی زندگی میں مرگیا۔ بہاء) اور اس میں فریق ظالم اور کاذب کی نسبت یہ الہام تھا کہ جزاء سیئة بمثلها و ترهقهم ذلة یعنی جس قسم کی فریق مظلوم کو بدی پہنچائی گئی ہے اسی قسم کی فریق ظالم کو جزا پہنچے گی سو آج یہ پیش گوئی کامل طور پر پوری ہوگئی (محمد بخش اور تبتی کو کیا ہوا۔ کامل کیسے ہوگئی؟ بہاء) کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتوی کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے، سو اب یہی فتوی

پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور کافر اور بدعتی اور اہل سنت سے خارج بلکہ اسلام سے خارج ہے اور اس فتوی کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کر رکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی موعود کا منتظر ہے جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا اور مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خون ریزی کے کاموں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں مگر میں نے اب اس قول سے رجوع کر لیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ظہور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑیگا اور اس کی تائید کے لئے عیسی آسمان سے اترینگے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں ۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کیلئے ظاہر کیا تھا جب کہ اس نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتوی لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے ۔ لیکن جب ان دنوں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں جن میں اس کے آنے کی خبر ہے اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہو گئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارے میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں ۔ تب میں نے اس کے بارے میں ایک استفتاء لکھا (کیا اپنا نام بھی لکھا؟ بہاء) اور فتوی لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا ۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا جیسا کہ اس نے جھوٹے فتووں سے مجھے ذلیل کیا تھا (

یعنی مرزا واقعی فتووں سے ذلیل ہوئے تھے۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ ایسے فتووں کی ہمیں کیا پرواہ ہے، اور یہ اگر مخالفت نہ ہو تو کام آگے نہیں بڑھتا یہ فتوے ہمارے مددگار ہیں۔ بہاء) سواس طرح پر یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایسے خونی مہدی کو نہیں مانتا کہ جو تلوار سے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چاہے گا اور نہ ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا میں قائل ہوں جو ناحق اس خون ریزی میں شریک ہوگا اور میں نے دلائل قویہ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعتقاد خونی مہدی اور ایسے مسیح کے آسمان سے اترنے کا سراسر جھوٹ اور لغو اور بے اصل ہے اور قرآن و حدیث سے سراسر مخالف ہے۔ ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کاروائی سے محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا۔ کامل درجہ پر اس کی ذلت ہوگئی ہے۔ اور مولویوں کی طرف سے وہ برے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے یعنی ہر ایک نے اس کو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے۔

رہا یہ امر کہ اب گورنمنٹ اس کی نسبت کیا رائے رکھتی ہے سو ہماری دانا گورنمنٹ ادنی توجہ سے سوچ سکتی ہے کہ ایسا منافق جس نے گورنمنٹ کے سامنے یہ جھوٹ بولا کہ میں یہ کاروائی کر رہا ہوں کہ خونی مہدی کے آنے کے خیالات لوگوں کے دل سے مٹا دوں اور مولویوں کو یہ لکھ لکھ کر دیتا رہا کہ اس اعتقاد پر پختہ رہو کہ مہدی خونی فاطمہ کی اولاد سے ضرور آئے گا اور کہتا رہا کہ جو شخص یہ اعتقاد چھوڑتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے منافق کے قول اور فعل کا کیا اعتبار ہے؟ اور کون سا فائدہ اس کے وجود سے گورنمنٹ کو پہنچ سکتا ہے؟

پھر دوسری خیانت جو اس کی ذلت کا موجب ہے یہ ہے کہ اس نے گورنمنٹ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ میں سلطان روم کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتا کیونکہ وہ قریش میں سے نہیں ہے۔ اور پھر اپنے اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۳ سطر ۶ میں میری مخالفت کیلئے (کبھی مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا، اشاعۃ السنہ کو دیکھتا سنتا ہی نہیں تھا اس لئے جواب کیوں دیتا۔ بہاء) مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور خلیفہ برحق ہیں ان سے استغناء موجب کفر ہے۔ اب اس جگہ اس نے سلطان روم کو خلیفہ برحق مان لیا اور انگریزوں کی سلطنت کی نسبت اسی صفحہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی اطاعت

پولیٹکل نظر سے یعنی محض منافقانہ طور پر اور مصلحت وقت کے لحاظ سے کرنی چاہیے مگر مذ ہبی نظر سے یعنی دلی اخلاق سے صرف سلطان ہی واجب الاطاعت ہے۔، اس تقریر میں اس نے یہ خیانت کی ہے کہ جو مذہبی آزادی اور جو مذہبی فوائد ہمیں سلطنت انگریزی سے پہنچے ہیں ان سب کا انکار کر دیا ہے اور سرکار انگریزی کے ایک ثابت شدہ احسان کا خون کر دیا ہے اور یہ نہیں سوچا کہ سکھوں کے وقت میں جب ہمارے تمام دینی فرائض رو کے گئے تھے اور مذہبی احکام کے بجالانے میں ہر وقت جان اور مال اور عزت کا اند یشہ تھا یہاں تک کہ بلند آواز سے بانگ نماز دینے سے مسلمانوں کے خون بہائے جاتے تھے، اس وقت سلطان روم کہاں تھا؟ آخر انگریزی ہی ہے جو ہمارے چھڑانے کے واسطے عقاب کی طرح دور سے آئے (مرزا صاحب ایک سیڑھی چھوڑ رہے ہیں، مسلمانوں کی حکو مت کو ختم کرنے والوں کو بھول رہے ہیں، بہاء) اور صدہا دینی روکوں سے ہمیں آزادگی دی۔ یہ بڑی بد ذاتی ہوگی کہ ہم اس سے انکار کریں کہ گورنمنٹ انگریزی کے وجود سے دینی فائدہ ہمیں کچھ بھی نہیں پہنچا ہے بلکہ سلطان روم سے زیادہ پہنچا ہے۔ اس گور نمنٹ کے آنے سے ہم اپنے فرائض مذہبی آزادی سے ادا کرنے لگے (یہ انگریزوں کی چاپلوسی ہے، خوش آمد ہے، اس وقت جب ان کے سامنے مقدمہ درپیش تھا، اور ایسے اشتہارو ں کے ذریعہ وہ خود کو حکمرانوں کا برخوردار ماتحت وفادار خدمت گار احسان شناس، اور مخالف کو دشمن حکومت غدار قرار دے کر ان کی رائے اپنے حق میں لینا چاہتے تھے۔ بہاء) ہمارے مذہبی مدرسے کھل گئے ہمارے واعظ خوب تسلی سے وعظ کرنے لگے سکھوں کے وقت کسی ہندو کو مسلمان کرنے سے اکثر خون ہو جاتے تھے صدہا مسلمان اسی وجہ سے قتل کئے گئے بلکہ آگ میں جلائے گئے اور درندوں کے آگے ڈالے گئے۔ اب انگریزی عمل داری کا جھنڈا ہمارے ملک میں کھڑا ہونے سے ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے ہزارہا دینی کتابیں شا ئع ہو گئیں اور مسلمانوں نے اعلیٰ درجہ تک دینی علوم میں ترقی کی اور ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ اب کس قدر ناشکری بلکہ بد ذاتی ہوگی اگر ہم ان تمام احسانوں کو اندر ہی اندر دبا دیں اور اس شکر کا اقرار نہ کریں جو انصاف کی رو سے ہمیں کرنا لازم ہے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انگریزی سلطنت سے ہمیں آزادی اور دینی فائدہ نہیں پہنچا؟ ہرگز سچ نہیں۔

پھر محمد حسین کا یہ قول کہ وہ یہ تمام احسانات سلطان روم کی طرف منسوب کرتا ہے کس قدر بے انصافی اور ظلم پر مبنی ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ ہم لوگ انگریزوں کی اطاعت محض پولیٹکل نظر سے کرتے ہیں ، اور ورنہ دینی حمایت ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں ۔ یہ سب سلطان کی طرف ہے،، یہ دونوں فقرے اس کے ایسے برے اور گندے اور فتنہ انگیز ہیں کہ اگر میرے منہ سے بھی نکلے ہوتے تو میں ضرور اپنے او پر فتوی دیتا کہ میں نے سرکار انگریزی کے بے شمار دینی احسانوں کے مقابل سخت ناشکر گزاری اور نمک حرامی کا کلمہ استعمال کیا ہے ۔ ان لوگوں نے اسی بنا پر مجھے کافر ٹھہرایا تھا جب کہ میں نے سلطان روم کے مقابل پر گورنمنٹ انگریزی کے احسانات کو ترجیح دی تھی جس کی نسبت سید احمد خان سی ایس آئی نے اپنے علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ معہ تہذیب الاخلاق ۲۴ جولائی ۱۸۹۷ء میں میری گواہی دی تھی ۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حیادار آدمی کے لئے یہ ذلت بھی کچھ تھوڑی نہیں کہ گورنمٹ کے سامنے جھوٹ بولا اور اپنی قوم سے بھی اپنی نسبت کافر اور کذاب اور مفتری کا فتوی سنا سو بلا شبہ وہ الہامی پیشین گوئی اس پر پوری ہوگئی ..جس میں لکھا تھا کہ فریق ظالم اسی قسم کی ذلت دیکھے گا جو اس نے فریق مظلوم کی کی ۔اب ذیل میں مولویوں کا وہ فتوی جس میں مولوی نذیر حسین محمد حسین کا استاد بھی شامل ہے لکھتا ہوں اور ناظرین پر اس بات کا انصاف چھوڑتا ہوں کہ میرے الہام ۲۱ نومبر کو غور سے پڑھ کر خود گواہی دیں کہ خدا تعالی نے کیسے وہی الفاظ محمد حسین کی نسبت مولویوں کے مونہہ سے نکالے جو محمد حسین نے میری نسبت کہے تھے اور یہی معنی اس الہامی فقرہ کے ہیں کہ جزاء سیئۃ بمثلھا ۔نقل فتوی شامل ہذا ہے ۔ راقم خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳ جنوری ۱۸۹۹ء ۔

(اس کے بعد استفتاء درج ہے)

..کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعد کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہو گا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے (مرزا تو انکار کرتا ہے اور خود ہی پوچھ رہا ہے، وہ اگر بنی فاطمہ میں سے مہدی کو مانے تو وہ خود کیسے ہوسکتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ جمہوری عقیدہ ہے جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں ۔ اس فتوی سے باہر نکلیں ، تو اس تحریر کی

روشنی میں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ مہدی موعود بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ ،اور پھر جب مرزا صاحب فارسی یا سمرقندی ہیں تو وہ کیسے ہو سکتے مہدی موعود۔ بہاء) اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بے ہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ رات پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بینوا توجروا۔ المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ

السائل المعتصم باللہ الا حد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ واید

الجواب ... پہلے دستخط عبدالحق غزنوی کے پھر عبدالجبار غزنوی کے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ استفتاء مرزا کی طرف سے عبدالحق کے پاس مرزا کے نام سے جا سکتا تھا؟ یا نذیر حسین کے پاس؟ وہ ایک کافر کو کیوں جواب دیں؟ ایسے شخص کو جو کہتا ہے کہ اجماعی عقیدہ یہ ہے، اور خود ہی اس کا منکر ہے، اور یہ علماء اس پر فتوی بھی لگا چکے ہیں ۔ یہ بھی سوال ہے کہ ان علماء کے پاس کیا مرزا صاحب خود استفتاء لے کر گئے تھے، اور اگر بذریعہ ڈاک بھیجا تھا تو کیا اس وقت بھی بطور سائل ان کا نام تھا اور انہیں کے واپسی پتہ پر جواب درکار تھا؟ ....(الحکم قادیان ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۴۔۵)

} اڈیٹر الحکم بتاتا ہے:

۳ جنوری ۱۸۹۹ء ۔ محمد حسین کی انگریزی فہرست اتفاقاً مل گئی تھی جس میں گورنمنٹ کے سامنے اس خدمت کا گویا احسان جتلایا تھا۔اس پر حضرت مرزا صاحب نے ایک استفتاء تیار کیا ہوا تھا کہ جو شخص مہدی خلیفۃ اللہ کے آنے کا انکار کرے اس کے حق میں علماء دین متین کیا فتوے دیتے ہیں۔ڈاکٹر محمد اسماعیل گوڑیانی ، یہ استفتاء لے کر امرتسر لاہور دہلی گئے تھے چنا آج وہ فائز المرام واپس آئے (مرزا خدا بخش صاحب جو تکمیل فتوی مذکور کے لئے ...روانہ ہوئے تھے وہ بھی فائز المرام واپس آئے ۔اور علماء نے ایسے شخص کی تکفیر کا فتوی دیا۔الحمد للہ۔آج حضرت اقدس کی ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار والی پیش گوئی بالکل پوری ہوگئی اور جزاء سیئة بمثلھا کا الہام سچا ثابت ہوا۔اب اس پیش گوئی کا انکار کرنا عقل مندی نہیں اور ایسا ہی آئندہ انتظار خلاف دانش مندی ۔ (الحکم ۱۰ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} الحکم میں احمد اسماعیل نامی ایک قادیانی نے لکھا ہے:

... یہ فتوی مولوی محمد حسین بٹالوی کی نسبت تھا.. اب مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک اشتہار نکال کر اپنی قدیم گندی عادت کے موافق حضرت مرزا صاحب کو بہت گالیاں دی ہیں کہ استفتاء میں محمد حسین کا نام ہم پر ظاہر نہیں کیا اور اس سے مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر معلوم ہوتا کہ محمد حسین کے لئے یہ فتوی طلب کیا گیا ہے تو اس کو دجال نہ کہتے ...

(لیکن مرزا نے سائل کا نام بھی نہیں لکھا تھا، اس بات کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے۔

محمد حسین کے بارے میں استفتاء تب ہوتا اگر اس کے مضامین یا کوئی تحریر، یا وہ فہرست جس کا ذکر کیا جاتا ہے، ساتھ ہوتی یا اس کے اقتباسات شامل استفتاء ہوتے، جب وہ فہرست ہی نہیں اس سے اقتباس ہی نہیں تو یہ محمد حسین پر کیوں کر لاگو ہوگا۔ اگر فہرست موجود تھی، یا اس کے اقتباسات موجود تھے تو پھر ظاہر ہے کہ محمد حسین کا نام بھی ظاہر ہے۔ پھر یہ سارا مضمون بے کار ہے کیونکہ اس میں کہیں نہیں کہا کہ ہم نے نام بالواسطہ یا بلاواسطہ ظاہر کر دیا تھا۔

نام نہ ہونے کے، کوئی تحریر یا فہرست، یا اقتباس نہ ہونے کی صورت میں یہ فتوی اسی شخص کے بارے میں ہوسکتا ہے جس کے متعلق سب کو معلوم ہو کہ بنی فاطمہ سے مہدی کے آنے کا منکر ہے۔، اور ایسا منکر اس دور میں مرزا ہی تھا، اسی لئے مرزا نے سائل کے طور پر اپنا نام نہیں لکھا۔ اگر وہ اپنا نام لکھتا تو وہ خود ہی سائل بن کر اپنے لئے فتوی کا طلب گار ہوتا، اور یہ مضحکہ خیز صورت حال ہوتی جس سے بچنے کے لئے اس نے بطور سائل اپنا نام نہیں لکھا۔ لیکن دھوکہ یہ کیا کہ جب یہ استفتاء اپنے اخبار میں شائع کرایا تو اس میں اپنا نام بطور سائل درج کر دیا)

سائل نے صورت سوال کے بیان کرنے میں کوئی خیانت نہیں کی اگر محمد حسین کے اس عقیدہ میں شک ہوتو تو اس کے انگریزی رسالہ کو جو وکٹوریہ پریس میں چھپا ہے کسی سے لے کر یا لاہور جا کر دیکھ لینا چاہیے (کیا فتوی طلب کرتے وقت خدا بخش وغیرہ جو لاہور گئے تھے انہوں نے یہ رسالہ حاصل کے مفیوں کے سامنے رکھا تھا؟ کیا انہوں نے محمد حسین کا نام لیا تھا کہ اس کے بارے میں ہے شک ہے تو فلاں فہرست دیکھ لو؟ بہاء) بالآخر ہم عبدالحق اور اس کے محرک عبدالجبار سے پوچھتے ہیں کہ آپ لوگوں کی یہی دیانت داری اور ایمان داری ہے کہ باوجودیکہ محمد حسین کے انگریزی رسالہ کا پتہ دے دیا اور دوسرے اشتہار میں اس رسالہ کی عبارتیں بھی لکھ دیں پھر بھی آپ نے درندگی کے دانت سائل کو دکھلائے

(الحکم ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۲۔ اشتہار احمد اسماعیل ۱۴ جنوری ۱۸۹۹ء)

اور مرزا صاحب اپنے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں:...

ان سے یہ فتوی طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری و باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی کہ آؤ اب بھی اس کو اس فتوی کی رو سے اس کو کافر دجال اور مفتری قرار دین (اگر مرزا کا نام بحثییت سائل لکھا ہوتا، تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا کہ مرزا نے اجماعی عقیدہ اپنا لیا ہے، اپنا سابقہ عقیدہ مہدی وغیرہ ہونے کا ترک کر دیا ہے۔ اس لئے یہ علماء شائد پہلے مرزا سے اس بات کی وضاحت چاہتے کہ کہیں تم نے بھول کر تو نہیں لکھ دیا۔ بہاء) اشاعۃ السنہ کی بعض خفیہ تحریریں ہمارے ہاتھ آ گئی ہیں ..دیکھو فہرست انگریزی مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء جس کو ابھی محمد حسین نے پوشیدہ طور پر شائع کیا ہے ... ایک قلمی تحریر جو مولوی احمد اللہ امرت سری سے میرے ایک دوست کو ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فہرست انگریزی سے پہلے مولوی محمد حسین نے مولوی احمد اللہ کے آگے ایک تقریب پر اشارۃً یہ ظاہر کر دیا تھا جس سے یہی معنی نکلتے تھے کہ اب میں نے اعتقاد انکار مہدی سے رجوع کر لیا ہے... وہ رقعہ یہ ہے: ۹ ذی قعد ..مطابق ۵ مئی کو میرے سامنے مولوی محمد حسین نے میرے پاس صاف ظاہر کیا کہ میں حضرت مہدی کے ظہور کا معتقد ہوں (یعنی اب معتقد ہو گیا ہوں، مانتا ہوں جو وہ سوا حضرت مسیح کے ہیں جن کے بعد حضرت مسیح آویں گے) (یہ بریکٹ کی عبارت تو مرزا صاحب کی ہے اور ایسا مطلب نہیں جو اصل عبارت کا ہے۔ اور اس میں تو مسیح کے ظہور کا عقیدہ بتایا ہے۔ بہاء۔ اعتراض کیا ہے) (اخبار الحکم۔ ۱۷ جنوری ۱۸۹۹ء ص ۷)

} مرزا صاحب لکھ ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

اور اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت مسیح آئیں گے تو نماز کے کے بارہ میں آپس میں مہدی و مسیح تواضع کریں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے کہ وہ امام ہو یا یہ امام ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں جو امام مہدی کے متعلق ہیں کل مجروح و مخدوش ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں کہلا سکتی۔... ماسوا اس کے ان حدیثوں کے مخالف ایک دوسری حدیث ہے لا مہدی ا

لا عیسی جوابن ماجہ اور مستدرک میں لکھی ہوئی۔ یہ حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے...
سوال۔عیسی اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ اعتراض کیوں پیش کیا ہے ہر ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اولاد بھی ہو جاتی ہے ہاں اس صورت میں اعتراض ہو سکتا تھا کہ اب تک میں نے کوئی نکاح نہ کیا ہوتا، یا اولاد نہ ہوتی۔ نکاح موجود ہے اولاد بھی چھ لڑکے ہیں (مسیح بننے کے بعد تو کوئی نکاح نہیں کیا، اور مسیح بننے کے لڑکے صرف تین ہوئے جن میں ایک مر گیا۔ دو لڑکے تو عاق کئے ہوئے تھے، انہیں کیوں گنا گیا ہے۔ بہاء)
اور یہ اعتراض جو مسیح کا آنحضرت ﷺ کی قبر میں دفن کیا جانا ضروری ہے۔ اول تو یہ قبل از وقت ہے کیونکہ ابھی تک میں زندہ ہوں (لیکن اب تو مرزا صاحب مر چکے ہیں، اب کیا جواب ہے۔ بہاء) پھر ماسوا اس کے ...اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر کھودی جاوے اور یہ نبی کی قبر کی توہین اور تحقیر ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی بھی روحانی طور پر ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ کے قریب قریب اس کا مرتبہ ہوگا اور وہ بہشت جو میری قبر کے نیچے ہے اس سے وہ پورے طور پر حصہ پائے گا ۔...اور یہ حدیث جو آپ نے لکھی ہے کہ مہدی فلاں خاندان سے ہے اور اس کے باپ کا نام یہ ہوگا ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیثیں کل مردود اور موضوع ہے قابل توجہ نہیں ہیں کیونکہ قرآن اور احادیث صحیح کے مخالف ہیں جب کہ یہ حدیث اسی صحاح ستہ میں موجود ہے لا مہدی الا عیسی (الحکم ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۳۔۴)

}اور جس بات کو مرزا صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت اور پیش گوئی کے پورا ہو جانے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا وہ یہ تھی کہ مولانا بٹالویؒ نے ظہور مہدی کے بارے میں ایک ایسا نظریہ ظاہر کیا ہے جو مہدی کے بارے میں ان کے سابقہ موقف سے مختلف ہے۔ گویا نظریات میں تبدیلی مرزا صاحب کے نزدیک مولانا بٹالویؒ کی ذلت تھی۔ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو خود مرزا صاحب باقرار خود، ذلیل تھے۔ وہ کہتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ واپس آئیں گے۔ مگر یہ میری غلطی تھی'۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴ (ایام الصلح) ص ۲۷۲)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں

'میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کیے ہیں۔ جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر یہ امر جائے

اعتراض نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ وہ میری غلطی ہے '۔

(ایام الصلح ص ۴۱' براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۳۷ حاشیہ منقول از تذکرہ ص ۹۷ حاشیہ)

مرزا صاحب کی ان تحریروں کی روشنی میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر نظریات میں تبدیلی نشان ذلت ہے تو مرزا صاحب خود بھی اس کی زد میں آتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اپنی اس کمزوری کا احساس تھا اس لیے وہ اس بات پر پختہ نہیں رہے بلکہ مزید نشانات بھی ڈھونڈتے رہے۔ اور جب ۱۹۰۰ء میں مد والے مناظرے میں مولانا امرتسریؒ نے مرزائی مناظر کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ مولانا بٹالویؒ کی ذلت کے بارے میں مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہے تو ان تیرہ مہینوں کے دوران مولانا بٹالوی اور ان کے دونوں ساتھیوں کو پہنچنے والی ذلت کا ثبوت پیش کریں۔ مرزائیوں کو مناظرے کے دوران تو مولانا امرتسری کی اس بات کا کوئی جواب نہ سوجھا لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا کہ 'مولوی ثناء اللہ نے مد کے مباحثہ میں یہ اعتراض بھی پیش کیا ہے کہ جو ذلت کی پیش گوئی محمد حسین اور جعفر زٹلی اور ان کے دوسرے رفیق کی نسبت کی گئی تھی وہ پوری نہیں ہوئی۔ اگر یہ لوگ (یعنی مولوی ثناء اللہ وغیرہ) ایسے اعتراض نہ کرتے تو پھر یہود سے مشابہت کیونکر ہوتی۔ میرے نزدیک ضروری تھا کہ یہ ایسے اعتراض ہوتے۔ اے بھلے مانس جس حالت میں اسی مقدمہ کے اثناء میں مولوی محمد حسین کی وہ تحریر پکڑی گئی جو فتویٰ تکفیر کے مخالف ہے تو کیا ایک عالمانہ حیثیت کی نظر سے اس کی ذلت اور رسوائی نہیں ہوئی؟...... رہی عزت جعفر زٹلی کی۔ پس ان لوگوں کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ یہ سب مولوی محمد حسین کے سایہ ہیں وہ ان کا ایڈووکیٹ جو ہوا۔ جبکہ ان کے ایڈووکیٹ کی ذلت ثابت ہوگئی تو کیا ان کی ذلت پیچھے رہ گئی۔ سایہ اصل کا ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔ جب اصل درخت ہی گر پڑا تو سایہ کیونکر کھڑا رہ سکتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۹ (اعجاز احمدی۔ ضمیمہ نزول المسیح) ص ۱۱۸۔۱۱۹)

یعنی ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے یہ اقرار کیا کہ جعفر زٹلی اور محمد بخش کی کوئی ذلت نہیں ہوئی لیکن چونکہ محمد حسین ان کا وکیل ہے اس لیے محمد حسین کو پہنچنے والی ذلت گویا ان کی ذلت بھی ہے۔

} دوسری طرف مرزا خطاب کی آرزو لگائے بیٹھے تھے۔ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی ترا

ب بتاتے ہیں:

یہ چار الہام جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ہوئے نہایت خوش خط اور خوبصورت لکھوا کر مرزا صاحب نے مسجد بیت الذکر میں ۱۶ ستمبر کو چسپاں کرائے ہیں۔ کلام الٰہی کے الفاظ بجائے خود ایک عظیم الشان بشارت اور نشان کی خبر دیتے ہیں ہماری غرض اس اشاعت سے صرف یہی ہے کہ جس وقت یہ الہام پورا ہو مومنوں کے لئے ازیاد ایمان کا موجب ہو (اڈیٹر)

الہام یعنی کلام الٰہی جو حضرت اقدس پر نازل ہوا ہے یہ ہے

ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لک خطاب العزۃ

ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء ص ۶)

(مرزا صاحب کا خیال تھا کہ انہیں اگریزی حکومت کی طرف سے کوئی خطاب ملنے والا ہے اس لئے انہوں نے پیش گوئی فرمادی اور اس پیش گوئی کے الفاظ کو خوش خط لکھوا کر اپنے بیت الذکر کی دیوار پر آویزاں کرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس پیش گوئی پر نظر رکھیں۔ لیکن ہوا کیا؟ مرزا صاحب اس کے بعد تقریباً نو سال تک انتظار کرتے رہے اور بصد حسرت و یاس اس جہان چل بسے لیکن نہ وہ خان بہادر بن سکے، نہ سٹار آف انڈیا، نہ ایم بی ای، نہ سر، نہ شمس العلماء وغیرہ وغیرہ۔ ان کے بیٹے کو تاہم خان بہادر کا خطاب مل گیا تھا اور قادیانیوں کو موقع مل سکتا تھا کہ وہ اپنے باپ کے متعلق پیش گوئی کو اس کے بیٹے پر چسپاں کر کے پوری کرنے کی کوشش کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس حیلہ کا راستہ پہلے ہی بند کر چھوڑا تھا جب باپ (مرزا غلام احمد) نے بیٹے (سلطان احمد) کو نافرمانی اور محمدی بیگم سے شادی میں معاونت نہ کرنے پر عاق کر دیا تھا۔ بہاء)

محمد حسین بٹالوی کا ہم سے خطاب اور ہماری طرف سے جواب

نگفتہ نہ دارد کسے با تو کار   ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی سے الحکم کے ناظرین خوب آشنا ہیں اس لئے ہمیں ان کو پبلک میں انٹروڈیوس کرنے کی چنداں ضرورت نہیں آج ۲۶۔ اگست ۱۹۰۲ء کا شیخ صاحب موصوف کا ایک پوسٹ کارڈ جس کی پشت پر، میاں فضل الدین وحکیم نور الدین و اڈیٹر اخبار الحکم، لکھا ہوا تھا ہمیں موصول ہوا۔ شیخ صاحب نے تین مختلف اشخاص کو ایک ہی کارڈ میں کیوں مخاطب کیا اور کیوں عام اخلاق اور طریق تہذیب کے خلاف جدا گانہ نہ لکھا ہمیں اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں یہ

غالبًا ان کی خدا داد زمین کی برکت ہے یا اکانومی کے اصولوں کی پابندی ہے کہ تین پیسہ کے بجائے ایک پیسہ سے کام چلالیا (شائد قواعد ڈاک خانہ کے خلاف بھی ہو)۔ بہرحال وہ خط چونکہ مولوی صاحب! ایڈوکیٹ اہل حدیث! اڈیٹر اشاعۃ السنہ کی علمیت اور قابلیت کی پر درد دستاویز ہے اس لئے ہم اس کو مع اپنے جواب کے ذیل میں درج کرتے ہیں: مولوی صاحب کا خط:

شملہ سینجو لی۔ مکان مراد ٹھیکہ دار۔ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۲ء (نمبر ۲۸۲)۔ میاں فضل الدین صاحب واصلی راقم کارڈ.. بہر رنگے کہ می آئی شناسم۔ مرید پرافٹ قادیان ہو کر خاکسار کی نسبت دعوی حسن ظنی دھوکہ دہی، جس سے میرے مضمون ...(پڑھا نہیں گیا) واغراض کی تائید ہوتی ہے۔ کیا پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شنانہ روزی اعمال سے نہیں جن سے اس کا مریدان کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔ نہیں تو کیوں نہیں۔ اور باتوں کو رہنے دو صرف یہی بتاؤ کہ پرافٹ حج کیوں نہیں کرتا۔ اگر اس کو فرض جانتا ہے، خوف قتل ہے تو بشارت و اللہ یعصمک من الناس کس دن کے لئے ہے۔ کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے کوئی ہاتھ بڑھاوے تو پہلے اس بیت کو خیال میں لاوے

ہر کہ بافولاد بازو پنجہ کرد   ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد

مضمون کے پورا ہونے کا انتظار تو کیا ہوتا ابھی بسم اللہ شروع ہوئی ہے
پہلا صدمہ دیکھ کر روتا ہے کیا۔ آگے چل کر دیکھئے ہوتا ہے کیا

الحکم صاحب کچھ خامہ فرسائی کریں تو پرچہ جولانگاہ خامہ میرے پاس بھیج دیں ادھر سے بھی جوابی پرچہ روانہ ہوگا چنانچہ تاج الدین لاہوری کی معرفت کہا گیا تھا اور تمہاری بہتری اور خیر تو اسی میں ہے کہ اشاعۃ السنہ سے نہ الجھو، و الا فتذکرون ما اقول لکم و افوض امری الی اللہ۔ الراقم ابوسعید محمد حسین

جس کارڈ کا ذکر شیخ صاحب نے اپنے اس کارڈ میں کیا ہے وہ مولانا نورالدین کے ایک شاگرد مولوی فضل الدین نے ان کو لکھا تھا اور جس کا باعث وہ یہ بتاتے ہیں کہ جب ان کا رسالہ اشاعۃ السنہ دیکھا گیا جس میں مرزا صاحب کے سلسلہ احمدیہ کی ہندوستان و پنجاب میں اشاعت کا باعث یہ لکھا ہے کہ، وہ اپنے پیرؤوں کو آزادی کا سبق دیتا ہے کہ تصویر بناؤ، سود کھاؤ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھا کر مکہ کیوں جاتے ہو بجائے مکہ، قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھ کر

بھوکے نہ مرو بلکہ اس بیت پر عمل کرو

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ کر سجدہ۔ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا (اشاعۃ السنہ ص ۹۲)۔

اس تحریر کے پڑھنے سے پہلے ان کو ایک مسلمان کی حیثیت سے شیخ صاحب پر حسن ظن تھا کہ وہ مولوی کہلاتے ہیں اہل حدیث کے ایڈوکیٹ بنتے ہیں وہ اس قدر جھوٹ نہ بولتے ہوں گے لیکن جب قادیان میں آکر دیکھا کہ اباحت کی کوئی تعلیم نہیں بلکہ قرآن وسنت پر عمل ہے اور دن رات اسی کی اشاعت اور جلال وعظمت کے اظہار کیلئے فکر ہے تو مولوی صاحب کے اس قول الزور پر انہیں سخت تعجب ہوا جس پر انہوں نے شیخ صاحب کو ایک کارڈ لکھ دیا کہ یہ آپ نے جھوٹ لکھا ہے۔

مولوی صاحب نے اس کارڈ کے جواب میں مندرجہ بالا کارڈ لکھا ہم کو افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مولوی صاحب باوجود مسلمان مولوی اہل حدیث کہلانے کے پھر سوء ظن سے کام لیتے ہیں اور اس کارڈ کا راقم اصلی کسی اور شخص کو قرار دیتے ہیں۔

تعجب کا مقام ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے اس رسالہ میں (جس کا ایک کوٹیشن ہم نے اوپر دیا ہے) تو پوری اباحت اور بے دینی اور بے قیدی کا الزام سلسلہ عالیہ پر لگایا ہے لیکن اپنے کارڈ میں ساری بحث اس ایک امر پر رکھ دی ہے کہ کیا۔ پرافٹ کا باوجود مستطیع ہونے کے حج نہ کرنا ان شبانہ روزی اعمال سے نہیں ہے جن سے اس کا مردوں کو آزادی دینا ثابت ہوتا ہے۔،...

مولوی صاحب کو شائد اتنا بھی معلوم نہیں کہ حج ساری عمر میں ایک بار فرض ہے ... لکھتے ہیں: اور باتوں کو رہنے دو.. کس دن کے لئے ہے۔، ..... تعجب کی بات ہے کہ آپ کی ساری عمر اسی کش مکش میں گذری کہ اور نہیں تو کسی کو کافر ہی بنائیں اشاعۃ السنہ کو ۱۸۷۸ء سے شائع کرنے کا دعوی مگر اس قدر صاف اور سہل مسئلہ حج کا جو قرآن شریف حدیث اور فقہ کی عام کتابوں اور مسجد کے معمولی ملانوں تک کو بھی معلوم ہے آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ دہلی میں ۱۲ برس رہ کر بھاڑ جھونکا کئے شاید ایسے ہی موقع پر بولا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب مانع صرف زاد راہ نہیں اور من استطاع الیہ سبیلاً خدا تعالی نے خود بطور کلام کے فرمایا ہے اگر مانع حج صرف زادہ راہ ہی ہوتا اور اور امور مثل صحت کی حالت کا عمدہ نہ ہونا یا راہ یا مکہ میں خود امن کی صورت کا... نا یا کسی اور قسم کے عذر جو عنداللہ جائز ہوں اس میں داخل نہ ہوتے تو یہ بطور کلام کلی کے نہ بیان فرمایا ہوتا۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے علم وقرآن دانی کو کیا ہوا بجز اس کے کہ یہ کہیں کہ اولیاء الرحمٰن کی مخالفت میں اسی طرح علم سلب ہو جایا کرتا ہے۔

مولوی صاحب! آپ کو ہمارے سیدو مولا حضرت مسیح کے حج کی اتنی فکر کیوں پڑی ہوئی ہے؟ آپ نے کبھی اپنے شیخ مولوی عبداللہ غزنوی کا تو اس الزام سے تبریہ کیا ہوتا صدیق حسن خان نے بھی یہی اعتراض کیا تھا کہ وہ حج کیوں نہیں کرتے ان کے پاس روپیہ تھا بڑے امن اور آرام سے زندگی بسر کرتے تھے اور کوئی مانع بھی بظاہر ان کو نہ تھا انہوں نے حج کیوں نہ کیا؟ (کیا عبداللہ غزنوی کا دعوی مسیح ہونے کا تھا؟ بہاء) کیا سلطان روم جن کو آپ خلیفۃ المسلمین مانتے ہیں اس نے حج کیا ہے حالانکہ ان کو تو بڑی آسانی اور سہولت ہے (کیا اس کا دعوی مسیح ہونے کا ہے؟ بہاء) ان کو آپ نے کتنی مرتبہ نصیحت کی اور حج نہ کرنے کی وجہ سے کتنی مرتبہ کفر کا فتوی دیا حالانکہ آپ اسی رسالہ اشاعۃ السنہ میں ترکی کے اعیان وسلطنت کے افراد میں خلاف شریعت کاروائی کا ارتکاب بھی تسلیم کرتے ہیں جس پر ہم پھر لکھیں گے۔ اور نہیں تو امیر کابل سے ہی کہا جاتا جہاں آپ کو باریابی کا موقع ملا تھا اور کچھ نقد بھی بطور زادراہ مل گیا تھا۔ اس زادہ راہ کے ملنے کی وجہ سے ہی تو حج کی نصیحت شاید آپ نے نہیں کی اور خاموش رہے مگر آپ کو معلوم نہیں، نہیں یقیناً معلوم نہیں ماموراللہ، اللہ تعالی کے احکام کے نیچے چلتے ہیں مواضع فتن سے بچنا سنت انبیاء ہے اور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ارشاد قرآنی ہے پھر ایک ماموراللہ قرآن کریم کا سچا متبع اور زندہ نمونہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مردہ کا احیا کرنے والا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈال سکتا ہے؟ (پھر مرزا محمود نے کیوں حج کیا اور اپنے کو فتنہ میں کیوں ڈالا؟ بہاء).. پس اس وقت حج کے لئے قدم اٹھانا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے خلاف کرنا اور گنہ گار ہونا ہے (تو مرزا محمود گنہگار ہوا؟ بہاء)..

آپ یہ تو بتائیں کہ احادیث میں مسیح موعود کا کیا کام لکھا ہے۔ کیا جب وہ ظاہر ہوگا تو اس کا اول فرض یہی ہوگا کہ وہ حج کرے یا مسلمانوں کو دجال کے خطرناک فتنہ سے بچائے اور بیت اللہ کی عظمت کو قائم کرے۔ اور کاش آپ کو کم از کم مسیح موعود کے ظہور کی حدیث یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب ہی یاد ہوتی۔ اگر کوئی ایسی حدیث ہے جس میں مسیح موعود کا یہ کام لکھا ہوا ہے کہ وہ آتے ہی حج کو جائے گا تو اسے آپ پیش کریں (۱۹۰۲ء میں، آتے ہی، کی بات تو نہیں تھی، مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا۔ جس پر گیارہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور ان کی زندگی کے صرف ۶ سال باقی رہ گئے تھے۔ یا کیا مرزائی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو الہام اور دعاؤں کی بنا پر یقین تھا کہ ان کی عمر ۹۵ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ بایں صورت واقعی ان کے زندگی کے ابھی کئی عشرے باقی تھے۔ بہاء) اور اگر مسیح کی بعثت کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ قتل دجال کرے اور صلیب کو توڑے جس سے مراد اہلاک

ملل باطلہ بذریعہ محض حجت و آیات بینہ ہے تو پھر وہی کام پہلے ہونا چاہیے اور ہم آپ کو بشارت دے رہیں کہ حضرت مسیح موعود حجت و برہان اور آیات بینات سے خنزیروں کے قتل اور صلیب کی شکست میں روز وشب مصروف ہیں۔ بہت سے سور مر چکے ہیں اور بعض سخت جان ابھی باقی ہیں ...

اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ مسیح کا پہلا کام حج کو جانا ہے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہمارے سید و مولی امام الزمان اس امر پر بے شک تیار ہیں کہ خواہ کوئی بھی عذر ہو وہ حج کو اپنا پہلا کام سمجھ کر جانے کو تیار ہیں..

سوروں کے قتل اور شکست سے پہلے کسی اور کام کی طرف توجہ کرنا مسیح موعود کی شان ہی کے خلاف ہے۔ مسیح موعود کا حج اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا (جب حج نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ دجال باز نہیں آیا۔ براہین وغیرہ ناکام رہیں، مرزا صاحب کا کام نہ ہوسکا، مشن پورا نہ ہوسکا، مرادیں پوری نہ ہوئیں، اور جو آخر میں کہا کہ ہم تو اپنا کام ختم کر چکے، لاہور، میں وہ بھی غلط ثابت ہوا۔ اصل کام یعنی دجال کی شکست نہیں ہوئی اس نے طواف نہیں کیا اور اس کے ساتھ مرزا نے بھی نہیں کیا۔ بہا) اس وقت دجال بیت اللہ کے گرد اپنی فاسد نیت سے چوروں کی طرف طواف کرتا ہے اور مسیح موعود بیت اللہ کی حفاظت کے لئے طواف کر رہا ہے۔ مسیح موعود تو ہر وقت طواف میں مصروف ہے۔ مسیح موعود یہ چاہتا ہے کہ بیت اللہ کو قائم کرے اور اس کی عظمت کی جابجائی میں مصروف ہے اور آپ ہیں کہ ایسے کام سے ہٹا کر یہ چاہتے ہیں کہ بیت اللہ رہے یا نہ رہے مگر مسیح موعود حج ضرور کرے۔ مولوی صاحب آپ کے لئے اس قسم کے اعتراض سخت شرم دلانے والے ہیں۔

حج کے متعلق غالباً آپ کے سوال کا جواب ہو چکا۔ اب صرف آپ کا یہ مغالطہ باقی ہے کہ اگر خوف قتل ہے تو بشارت و اللّٰہ یعصمک کس دن کے لئے ہے؟

مولوی صاحب!.. کیا آپ کو معلوم نہیں کہ و اللّٰہ یعصمک من الناس کی بشارت آنحضرت ﷺ کو بھی ملی تھی۔ پھر اے نادان مولوی اتنا تو بتا کہ آپ ایک چھوڑ دو زرہیں کیوں پہنا کرتے تھے؟...

آپ حسب معمولی بڑی تعلّی اور تکبر سے کام لیا ہے کہ اگر کوئی مرد میدان میں نکلے تو سنبھل کر قدم رکھے ... یہ تو آپ کو چاہیے تھا کہ شکست پر شکست آپ کو ملی (مقابلے سے بھاگ بھاگ کر سانس تو مرزا صاحب کا پھولا رہتا تھا۔ بہاء)...خدا کا مسیح اپنی رسالت میں کامیاب ہو گیا اب اسے اپنی راہ کی خس و خاشاک پر کیا نظر....

(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔اگست ۱۹۰۲ء ص ۱۲۔۱۵ ملخصاً)

(یہ مضمون مولانا بٹالوی کے کسی خط کے جواب میں لکھا گیا ہے، اور اس کا جواب خود اسی مضمون میں موجود ہے۔ اور ناظرین پر قادیانیوں کی دنداں شکن تحریروں اور ان کے علم کلام کی قلعی بھی کھل جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ لفاظی اور جذبات نگاری کے سوا ان کی تحریروں میں حجت و برہان کا شمہ تک نہیں ہوتا۔ بہاء)

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

شیخ ابو سعید محمد حسین بٹالوی کے خط کا جواب الحکم کی گذشتہ اشاعت میں کسی قدر بسط سے شائع ہو چکا ہے لیکن اتمام حجت اور ایک دوسرے نکتہ معرفت کے لئے اتنا اور عرض کرنا ضروری سمجھا ہے کہ مرزا صاحب کے حضور جب وہ خط پڑھا گیا اور یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ آپ حج کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں بہت سے خنزیر مر چکے ہیں اور بہت سے سخت جان ابھی ہیں ان سے فرصت اور فراغت تو ہولے۔

شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں گے تو امید ہے یہ لطیف جواب انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ شیخ صاحب! ٹھیک ہے نا، پہلے خنزیروں کو قتل کر لیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۲ ص ۱۶)

(ستمبر ۱۹۰۲ء کے بعد انہوں نے کون سے خنزیر قتل کئے؟ کتنے عیسائی پادری مارے؟ اور یہاں آپ نے یہ بھی کہا کہ خنزیروں کے قتل کے بعد حج کرونگا۔ حج نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خنزیر قتل نہیں ہوئے، جو بقول آپ کے مسیح کا پہلا کام تھا۔ اور انہیں قتل کئے بغیر مر گئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ناکام مرے، اور وہ خود کہا کرتے تھے کہ دنیا میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی، اگر میں وہ کام کر دیا جس کے لئے میں آیا ہوں تو سچا اور اگر نہ کر سکا تو کروڑوں نشان دکھانے کے باوجود بھی جھوٹا۔ اور اگر مرزا صاحب خنزیر قتل کر دیئے، اور پھر حج نہیں کیا تو اس سے مرزا صاحب کا دعوی غلط ہوتا ہے کہ میں قتل کے بعد حج کروں گا۔ اور حدیث سے مطابقت بھی نہیں ہوتی کہ مسیح حجاز آئے گا۔ بہاء)۔

} ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صبح کی سیر..

مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق ذکر پر (مرزا صاحب نے) کہا کہ جو کچھ ہماری تصانیف میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ یادگار رہے گی، آنحضرت (مرزا) نے فرمایا کہ یہ سب اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے گا۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

(یعنی مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ محمد حسین بٹالوی بالآخر مرزائی جائیں گے اور جو کچھ اس نے اب تک ہمارے خلاف لکھ کر گناہ کئے ہیں، ہماری طرف سے اس کے خلاف تحریریں اس کا کفارہ ہو جائیں گی۔ لیکن ہوا یہ کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ حالت اسلام میں ۱۹۲۰ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے اور کبھی کسی مرزائی کو جرأت نہیں ہوسکی کہ وہ ثابت کر سکے کہ محمد حسین، بالآخر قادیانی ہوگئے تھے۔ بہاء)

} **۳۰ نومبر ۱۹۰۲۔ صبح کی سیر**

مرزا صاحب فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے ایک الہام میں محمد حسین کا نام فرعون رکھا ہے۔ ہامان، نذیر حسین تھا جو نامراد مر گیا مگر فرعون آخر ایمان لایا تھا۔

ابن عربی کہتے ہیں کہ فرعون کا ایمان قرآن سے ثابت ہے اور وہ جہنم میں نہیں جائے گا کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش بطور باپ کے کی تھی شاید یہی وجہ ہو جس سے اس کو ایمان نصیب ہوا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۶)..

(مرزا صاحب فرعون کو بقول شیخ ابن عربی جنتی کہتے ہیں کہ اس نے موسی کی پرورش کی تھی، اور یہ نیکی اس کے کام آئی، اسی طرح محمد حسین بٹالوی نے ابتداء میں اس سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی تھی یعنی براہین کی حمایت کر کے، جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے ظاہر ہے: مفتی محمد صادق قادیانی لکھتے ہیں:

اس زمانہ کا فرعون اور ابوجہل

فرمایا (مرزا صاحب نے): ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم ﷺ کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون موسی نے حضرت موسی کی پرورش کی تھی۔ اور ایسا ہی مولوی محمد حسین نے ابتداء میں براہین کا ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی۔ (ذکر حبیب۔ ص ۲۹۵)

مرزا صاحب کا یہ فرمان اپنے اندر تاریخی غلطی رکھتا ہے کیونکہ ابوجہل نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کی پرورش نہیں کی۔ یہ بات سیرۃ نبویہ ﷺ سے مرزا صاحب کی عدم واقفیت کا ثبوت ہے۔ نیز مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ فرعون نے اگرچہ مرتے وقت ایمان لانے کے کلمات ادا کر دیئے تھے لیکن ابوجہل نے تو ایسا نہیں کیا تھا۔

مرزا صاحب نے اپنی امت کا فرعون محمد حسین کو قرار دے کر اپنی امت کو امت مسلمہ سے الگ کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ ان کی امت کا فرعون، ابوجہل ہے۔ جس طرح حضرت موسی کی امت کا فرعون، فرعون مصر تھا۔

تاہم مرزا صاحب فرماتے ہیں فرعون اس نیکی کی وجہ سے ایمان لے آیا تھا جو اس نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کر کے کی تھی، اور چونکہ محمد حسین نے بھی ابتداء میں ان کے سلسلہ کی پرورش کی ہے اس لئے اس نیکی کے بدلے میں اسے بھی ایمان لانے یعنی قادیانیت اختیار کرنے کی جزاء دی جائے گی۔ اور جس طرح بقول شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، فرعون جنتی ہے، محمد حسین بھی جنت میں جائے گا۔

یہاں معلوم ہوتا کہ مرزا صاحب، مولانا محمد حسین کو فرعون قرار دیتے ہیں، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ فرعون موسیٰ سے پہلے مرا کرتا ہے، لیکن محمد حسین تو مرزا صاحب کے بعد فوت ہوئے ہیں، فرعون کیسے ہو گئے، موت وحیات کے اس کلیہ کے مطابق تو فرعون مرزا صاحب ہوتے ہیں جو مولانا محمد حسین کی زندگی میں مر گئے تھے۔

پھر یہاں مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس نیکی کی وجہ سے جو محمد حسین نے سلسلہ احمدیہ کی پرورش کی صورت میں کی تھی محمد حسین کو وقت آخر ایمان نصیب ہو جائے گا یعنی وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اور یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ قادیانی نہیں ہوئے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ براہین کی حمایت اور سلسلہ کی پرورش نیکی شمار نہ ہوئی کہ اس کے بدلے میں انہیں قادیانیت والا نام نہاد ایمان نصیب ہوتا،....

☆ میاں خیر الدین سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ دعوی سے پہلے ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان واقع بٹالہ پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کھانے کا وقت ہوا تو مولوی صاحب خود حضرت مرزا کے ہاتھ دھلانے کے لئے آگے بڑھے۔ حضور نے ہر چند فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نہ دھلائیں مگر مولوی صاحب نے باصرار حضور کے ہاتھ دھلائے اور اس خدمت کو اپنے لئے فخر سمجھا۔ ابتداء میں مولوی صاحب، حضرت مرزا کی زاہدانہ زندگی کی وجہ سے آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

اس روایت سے سوائے اسکے اور کیا ثابت ہوتا ہے کہ مولانا متواضع اور مہمان نواز تھے۔

پیر سراج الحق نعمانی قادیانی لکھتے ہیں: ایک روز مرزا صاحب کو الہام ہوا:

یہودا اسکریوطی۔

یہ الہام کیسا سچا ہوا؟ وہ یوں ہوا کہ جیسے میں نے اپنے کشف میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کی اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس کشف میں دیکھا تھا کہ مجلس مبارک میں آنحضرت ﷺ کو پشت دے کر بیٹھا ہے، سو ویسا ہی اس الہام نے ظاہر کر دیا کہ یہودا اسکریوطی مولوی محمد حسین بٹالوی ہے۔ اگرچہ بعض آدمیوں نے ملاوامل ساکن قادیان آریہ پر یہ چسپاں کیا اور ملاوامل نے یہ سن

کرحضرت مرزا سے عرض بھی کیا کیونکہ یہ مذکورہ بالاشخص حضرت مرزا کا اس زمانہ میں بہت معتقد تھا کہ خدا کرے میری نسبت یہ الہام نہ ہو۔..

جہاں تک میری سمجھ ہے وہ یہ ہے کہ گو ملا وامل آریہ مخالف ہو گیا مگر اس مخالفت سے وہ یہودا اسکریوطی نہیں ٹھہر سکتا جب تک کوئی اس کا پورا مثل عملی طور سے نہ ہو جاوے۔ یہ عملی نمونہ یہودا اسکریوطی کا محمد حسین نے دکھلایا اور عملی طور سے ظاہر کر دیا کہ یہودا اسکریوطی فی الواقع محمد حسین بٹالوی ہے۔

اول اول یہ مرزا صاحب کا معتقد تھا اور یہاں تک اس کو اعتقاد تھا کہ حضرت مرزا کی جوتیاں اٹھا کر چلتا تھا اور پھر اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بڑی تعریف حضرت مرزا کی لکھی اور آپ کو وضو بھی کرایا کرتا تھا۔ اور آپ کے الہامات اور دعوی کا مصدق رہا (کون سے دعوی کا مصدق رہا؟ بہاء) لیکن جب مخالف ہوا تو یہودا اسکریوطی کے سارے کام کر کے دکھلائے۔ تحریر سے تقریر سے پوری مخالفت کی، فتوی کفر اس سے شروع ہوا۔ ابولہب اور فرعون اسی کا نام مرزا صاحب کے الہام میں ہے۔ مولوی صاحب کے یہودا اسکریوطی ہونے اور میرے کشف کی تصدیق میں کہ مرزا صاحب کو میں نے آنحضرت ﷺ کی شکل میں دیکھا اور مولوی صاحب کو آنحضرت ﷺ کی طرف پشت پھیرے دیکھا۔ ایک کشف مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم ومغفور کا بھی ہے جو چھپ چکا ہے کہ حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم نے دیکھا کہ مولوی محمد حسین کا جامہ چاک ہو گیا اور سر سے پیر تک پھٹ گیا اور بار بار فرماتے تھے کہ مولوی محمد حسین سے کوئی کہے کہ توبہ کرے اس کا تکبر اس کو لے ڈوبا۔ (تذکرۃ المہدی۔ ص ۲۱۱ تا ۲۱۳)

الہام ہوا کس کو؟ مرزا کو۔ گواہی کہاں سے ملی؟ سراج الحق کے کشف سے۔ کیا یہ خواجے کا گواہ ڈڈو والی بات نہیں ہے؟ رہی جوتیاں اٹھانے اور وضو کرانے کی بات، یہ محمد حسین کی انکساری ہے مہمان کی عزت افزائی ہے جو اسلام کا حکم ہے۔ اور اس وقت مرزا مناظر اسلام ہی کے عنوان سے مشہور تھا۔ یہ عزت افزائی ایک اسلامی مناظر کی تھی، نہ کہ قادیانی مسیح ومہدی کی۔ اور مہمان نوازی، مہمان کی عزت افزائی، انکساری، تواضع اسلامی محاسن ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب مرزا کینچلی اتار کر اپنے اصل روپ میں آئے تو پھر کیا ہوا۔ اور جس کتاب کی تعریف کی تھی اس میں مرزا نے اسلامی عقائد بیان کئے تھے۔ تصوف و الہام کے پیرائے میں۔ اور اس نے اپنے عقائد بدل لئے تو تعریف بھی ختم ہو گئی۔

سید عبداللہ غزنوی سے منسوب فقرہ، کوئی محمد حسین کو کہے، والی بات بھی عجیب ہے۔ کیونکہ سید

عبداللہ غزنوی مرحوم اپنی زندگی کے آخری دنوں میں، جب کہ وہ بہت بیمار رہتے تھے، لاہور میں مولانا بٹالوی کے ہاں مقیم رہے، ان کی دیکھ بھال، علاج معالجہ اور تیمار داری مولوی محمد حسین ہی کرتے رہے۔ لاہور سے واپس امرتسر جانے کے چند روز بعد وہ وفات پا گئے۔ کہنے کی بات سید صاحب خود ہی کر سکتے تھے۔

اور مرزا صاحب تو محمد حسین کو فرعون کہتے ہیں، اور سراج الحق اسے یہودا سکر یوطی کہتا ہے۔

من چہ سرائم وطنبورہ من چہ می سرائد

یہودا اسکر یوطی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محمد حسین شروع میں مرزا کا ماتحت اور حواری تھا۔ جب کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مرزا علمی طور پر ان سے جونیر تھا۔ علمی میدان میں محمد حسین کے بعد آیا۔ آٹھویں عشرے کے آغاز ہی سے محمد حسین کا شہرہ ہندوستان میں پھیل چکا تھا بلکہ معیار الحق، جو ابتدائی طور پر انہیں کی تالیف ہے، ساتویں عشرے کے وسط میں منظر عام پر آ چکی تھی۔ اس وقت مرزا صاحب ابھی سیالکوٹ میں اہلمد کی حیثیت میں کلرکی کر رہے تھے۔ اور خود مرزا کہتا ہے کہ محمد حسین نے اس کے سلسلہ کی کچھ عرصہ تک پرورش کی ہے۔ یعنی وہ کچھ عرصہ مرزا کیلئے ربّیانی صغیراً کا مصداق تھا۔ اور پیر صاحب اسے مرزا کا ماتحت اور حواری بنائے جا رہے ہیں۔)

} ڈائری۔۲ جنوری ۱۹۰۳ء: (مرزا صاحب نے)

اپنا ایک پرانا کشف بیان کیا کہ جب مولوی محمد حسین صاحب نے ہمارے کفر کا فتوی دیا اور لوگوں کو بھڑکایا کہ یہ مسلمان نہیں ان کے جنازے درست نہیں ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس وقت چونکہ بغض و عداوت بڑھ گئی تھی ہم گویا تنہا رہ گئے اس وقت میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا ہے مگر مجھے فوراً معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں نے کہا تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ جئت من حضرۃِ الوِتر۔ میں جناب باری سے آیا ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا بہت سے لوگ تم سے الگ ہو گئے ہیں اور تمہاری عداوت میں بڑھتے جاتے ہیں، یہ پیغام دینے آیا ہوں۔ میں نے اس کو الگ ہو کر ایک بات کہنی چاہی۔ جب وہ الگ ہوا تو میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں مگر کیا تم بھی الگ ہو گئے ہو۔ اس نے کہا نہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ معاً میری حالت کشف اس پر جاتی رہی (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ٦)

}۳ جنوری ۱۹۰۳ء۔ صبح کی سیر کے وقت:

...مولوی محمد حسین اور اس کا رجوع:

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔ فرمایا (مرزا نے) کہ اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالی نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس خدا تعالی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے۔ یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا نام فرعون رکھا گیا اس نے بھی آخر میں یہی کہا تھا کہ آمنت بالّذی آمنت به بنو اسرائیل اس لئے اس کے لئے بھی آمنت بالذی کا وقت مقدر ہے۔ ا
س پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے؟۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے براہین احمدیہ پر ریویو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضو کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان میں ہی آکر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا ۔ اس کے بعد اسے ابتلاء پیش آ گیا۔ کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا نے اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔
اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیسا سمجھیں۔ فرمایا (مرزا نے) اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ جب دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔ سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے ....دیکھو یہ جو پیش گوئی ہے کہ میری عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس گذر بھی گئے ہوں۔...

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء ص ۷۔۸)

(اس کا مطلب ہے یہ کہ ۸۰ والی پیش گوئی ۱۸۷۲ء میں یا اس سے پہلے ہوئی تھی ۔ جب کہ دوسری جگہ کہتے ہیں عمر زیادہ ہونے کی خبرانہیں اس وقت دی گئی تھی جب انہیں تجدید وغیرہ کا عظیم کام سونپا گئے اور وہ گھبرا گئے کہ میں تو بیمار ہوں، اتنا بڑا کام کیسے کرسکتا ہوں ، میری زندگی بجھتی ہوئی شمع کی مانند بہت مختصر ہے، یعنی ۱۸۸۰ء کے عشرے میں ۔ دو متضاد باتوں میں ایک بات غلط ہے۔

وضو کرانے ، جوتے جھاڑ کر سامنے رکھنے ، برکت کیلئے گھر لے جانے کی باتوں کا طعنہ مرزا صاحب دے رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ مولانا بٹالوی کے انکسار ، اور بزرگوں کے ادب ، اور مہمانوں کے اکرام کا مظاہرہ تھا ، جو عین اسلامی آداب ہیں ، انہیں مرزا صاحب سے کوئی دنیاوی غرض تو تھی ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کے ابتداء عہد میں وہ مرزا صاحب سے دنیاوی طور پر زیادہ مرفع الحال تھے ، اور ان سے علم وفضل میں بھی بڑھ کر تھے کیونکہ مرزا تو پندرہ روپئے ماہوار کے ملازم تھے اور مولانا رئیس ابن رئیس ، بٹالہ میں شہری جائداد کے مالک ، اور وقت کے نامور اساتذہ سے فیض یاب تھے ۔ وہ مرزا صاحب کی عزت اس لئے کرتے تھے کہ ان کی شہرت ۱۸۸۰ء کے عشرے کے وسط تک ایک مناظر اسلام کی تھی اور عام لوگوں کا خیال تھا کہ عیسائیوں اور آریوں کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے جو لوگ خدمات بجا لا رہے ہیں ان میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں ۔ دعاوی کے بعد جب مرزا صاحب سے یہ ملمع اتر گیا تو پھر مولانا بٹالوی کا طریق عمل بھی بدل گیا۔

اس بیان میں مرزا صاحب نے پھر دہرایا ہے کہ محمد حسین بالآخر مرزائی ہو جائے گا۔ اور مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی واقعات نے غلط ثابت کر دی ۔ بہاء)۔

} اڈیٹر اخبار الحکم لکھتا ہے:

پیسہ اخبار غالبًا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ کی وقعت کم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دے مگر اسے معلوم ہو جائے گا کہ خدا جس کو بلند کرنا چاہتا ہے اس کو کوئی گرا نہیں سکتا ۔ اڈیٹر صاحب ۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں اپنے اردو زبان کے ماہوار رسالے کے عنوان کے نیچے اشاعۃ السنہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے رسالے میں دیگر مضامین کے جو سب کے سب پڑھنے کے قابل ہیں ایک بہت اچھا مضمون پرافٹ آف قادیان کی پیش گوئی کا پورا نہ ہونا کے عنوان سے شائع ہوا ہے ۔،

اصل غرض اڈیٹر صاحب کی اس آخری فقرہ کے اندراج سے تھی ۔ مگر ہمیں افسوس سے

ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار کے اڈیٹر یا اڈیٹر صاحبان کو یہ ریمارک کرتے ہوئے اتنا خیال نہ آیا کہ پورے چھ ماہ بعد جس رسالہ کی اشاعت کا ذکر کرتے ہیں کیا وہ چھ ماہ کے اندر متواتر وقت پر شائع ہوتا رہا ہے۔اور اگر اس کی اشاعت اسی حد تک ثابت ہو کہ چھ مہینے میں ایک ہی نمبر نکلا ہو تو پھر شائد پیسہ اخبار کو اشاعۃ السنہ کی اشاعت ثانی پر افسوس کرنا پڑے گا۔کیا پیسہ اخبار کا اڈیٹر اس نکتہ پر غور کرے گا؟

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء ص ۱۶)

(اس نوٹ میں اڈیٹر الحکم نے اشاعۃ السنہ کی اشاعت میں تاخیر کا طعنہ دیا ہے۔لیکن اشاعت السنہ میں شائع ہونے والے مولانا کے نوٹ، پرافٹ آف قادیان کی پیش گوئی کا پورا نہ ہونا، پر کچھ نہیں لکھا۔ جہاں تک تاخیر کی بات ہے اس دور کے کئی اخبارات و جرائد کا کم وبیش یہی حال تھا، شخصی جرائد تھے، مثلاً مولانا خود ہی اڈیٹر تھے خود ہی مضمون نگار ہوتے تھے، خود کاتبوں کے پیچھے بھاگنا پڑتا تھا خود ہی مطبعوں کی کوچہ گردی کرنا ہوتی تھی، خود ہی ترسیل وغیرہ کا کام کرنا ہوتا تھا، اور اس پر مستزاد اپنے گھریلوں امور کی انجام دہی اور وعظ، درس وتدریس، اور تبلیغی اسفار۔ اس ہجوم کار میں اشاعت میں تاخیر کوئی ان ہونی بات نہیں تھی۔ بہاء)

تازہ الہام

۱۸۔اپریل ۱۹۰۳ء کی شام کو حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ میں لیٹا ہوا تھا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب میری نظر کے سامنے سے پھر گئے پھر یہ لفظ الہام ہوئے سا خبرہ فی آخر الوقت انک لست علی الحق

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵)

(مرزا صاحب کے ایسے الہامات اور دعاوی پر اوپر تبصرہ ہو چکا ہے۔ بہاء)

مکتوب مرزا بنام نور الدین: ..عنایت نامہ مشتمل بر تلطفات محبت تامہ پہنچ کر باعث انشراح وسرور وممنونی ہوا۔آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے خدا تعالیٰ آپ کو خیر وخوشی کے ساتھ جلد ملاوے تعلقات دنیا میں حاسدوں کا ہونا ایک طبعی امر ہے و لکل مقبل حاسد حفاظت وحمایت الٰہی آپ کے لازم حال رہے بے شک ایسے تعلقات بہت خطرناک ہیں اور دل میں بجز خاص رحمت الٰہی کے انجام خیر کے ساتھ عہدہ برا ہونا بہت مشکل ہے۔ ہمیشہ تضرع اور استغفار حضرت رب کریم کی جناب میں

لازم حال رکھیں اور رفق اور نرمی اور اخلاق میں تو پہلے ہی سے آنمکرم سبقت لے گئے ہیں لیکن امید رکھتا ہوں کہ حاسدوں اور دشمنوں سے بھی یہی طریق جاری رہے اور حتی الوسع ریاست کے کاموں میں بہت دخل دینے سے پرہیز رہے کہ سلامت بر کنار است کا مقولہ قابل توجہ ہے۔

ازالہ اوہام اب تک چھپ کرنہیں آیا شائد دس پندرہ روز تک آ جاوے گا اس کے نکلنے کے بعد آن مکلّف کو تکلیف دونگا کہ اس کا لب لباب نکال کر تشریحات و ایزادات مناسبہ کے ساتھ آن مکرم کی طرف سے بھی کوئی رسالہ شائع ہو جاوے۔

مولوی محمد حسین صاحب سے جس قدر بحث ہوئی وہ مصلحت سے خالی نہیں تھی اور امید رکھتا ہوں کہ فریقین کے بیانات کے شائع ہونے کے بعد انشاء اللہ اس کا بہت نیک اثر دلوں پر پڑے گا۔

یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ سید محمد عسکری خان صاحب کی نسبت ابھی کچھ تذکرہ ہوا ہے یا نہیں اور سب خیریت ہے۔ خاکسار غلام احمد از لوہانہ اقبال گنج ۔ ۱۶۔ اگست ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۷)

(اس خط میں مرزا صاحب نے اس مباحثے کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے ۱۸۹۱ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ لدھیانہ میں کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب کا خیال تھا کہ مرزا صاحب ایک نامناسب بحث میں الجھ گئے تھے، لیکن مرزا صاحب حکیم صاحب کو تسلی دے رہے ہیں کہ جو کچھ ہوا، اچھا ہوا۔ بہاء)

مولوی محمد حسین بٹالوی کا رجوع

اس ذکر پر کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا رجوع کب ہوگا فرمایا (مرزا نے) دیکھو جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے اگر چہ وہ زندہ ہوتا ہے تاہم وہ خوشی پر ہنس نہیں سکتا اور تکلیف پر رو نہیں سکتا، بلاؤ تو بولتا نہیں، مگر جب باہر آ جاتا ہے تو اس کو حواس ملتے ہیں پھر ہنستا بھی ہے اور روتا بھی ہے اور بلانے سے بولتا بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اول زندگی جو پیٹ میں تھی وہ اصلی اور حقیقی زندگی نہ تھی، حواس اس میں نہ تھے۔ جب خدا ایک بات دل میں ڈالتا ہے تو حواس آ جاتے ہیں۔ یہی حال مولوی محمد حسین صاحب

کا ہے جب کوئی بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جاوے گی تو اسی وقت تبدیلی ہو جائے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۹)

(رجوع کی پیش گوئیوں پر اوپر تبصرہ ہو چکا۔ تاہم اتنا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ رجوع محمد حسین کی بات مرزا صاحب نے ایک ہی بار نہیں فرمائی کہ شائد غلطی سے ان کے منہ نکل گئی ہو، بلکہ بار بار، ان گنت مرتبہ، اس یقین، آرزو، پیش گوئی کا ظہار کیا کہ محمد حسین قادیانی ہو جائیں گے۔ اور محمد حسین کا قادیانی نہ ہونا مرزا صاحب کی ایک بات کی تکذیب نہیں بلکہ ان کی ان گنت باتوں کی تکذیب ہے۔ بہاء)

} مکتوب نور احمد از ننگل بنام محمد حسین بٹالوی ۱۱ ستمبر ۱۸۹۳ء

الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء کے ص ۵ سے ۹ تک نور احمد قادیانی کا طویل خط درج ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے:...

باقی رہی یہ بات کہ اشاعۃ السنہ میں کہا گیا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ واقعی وہ ولی یا ملہم ہے یا نہیں۔ ولی را ولی مے شناسد، ہم ولی نہیں کہ اس (مرزا) کے ولی ہونے کی شہادت فعلی دیں، بالکل بوڈا عذر ہے۔

۱۔ ولی سے آپ کی کیا مراد ہے قرآن مجید میں بحکم ان اولیاء ہ الا المتقون جس میں اتقاء کی صفت پائی جاوے اس کو ولی کہہ سکتے ہیں۔ کیا آنحضرت (محمد حسین) اس کو اس وقت متقی نہ جانتے تھے، اگر متقی نہیں تو ایسے شخص کی حمایت میں کیوں آپ نے اپنے اوقات کا اور لوگوں کے اعتقاد کا خون کیا (براہین پر ریویو لکھتے وقت؟) اور اگر متقی جانتے تھے تو ناشناسی کا عذر کیوں کرتے ہیں۔

۲۔ ولی سے مراد اگر کوئی اور معنی ہیں جو معنی مذکور سے اپنے اندر شئے زائد رکھتے ہیں تو فرمائیے کہ اب آپ نے وہ رتبہ ولایت حاصل کر لیا ہے، جو اس کو کافر کہہ کہ اٹھے ہیں۔ اب بھی وہی بات رہنے دیں، ولی را ولی مے شناسد، مردوں کے بول پورے ہونے چاہییں جب آنحضرت (محمد حسین) اعانت اور اقرار کی حالت میں نہیں پہچان سکے تو اب مخالفت وانکار کی حالت میں کس طرح پہچان سکتے ہیں۔ کیا آپ کو الہام کا ذاتی تجربہ ہو گیا ہے۔

۳۔ اگر ولی کو ولی پہچان لیتا ہے تو اس وقت آپ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب صوفی صافی اور مولانا مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور اخی فی اللہ مولوی عبدالحق صاحب

غزنوی اور باقی اہل ولایت وتصوف اولاد امجاد واتباع مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کا کیوں کہا نہ مانا یہ سب ولی وصوفی اس وقت اذان واعلان دے رہے تھے کہ یہ شخص (مرزا) کافر اور مخالف شریعت محمدی ہے آخروہی آپ نے مانا جوانہوں نے پہلے فرمایا تھا ۔ایک کامل ولی اللہ مولوی غلام علی صاحب فراست ایمان سے اس کے دعاوی تحادی پر محققانہ گفتگو کر رہے تھے ان کا بھی آپ نے قدر نہ جانا اور اقرار انکار کی حالت میں اپنی فصاحت سے ان کونشان گاہ بنا رکھا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۳ء ص ۸۔۹)

(اتفاق یہ ہے کہ اس عبارت سے ۱۴ سطور اوپر قادیانیوں نے محمد حسین کو، آنحضرت لکھ کر اس لفظ پر صلوۃ وسلام کا نشان ، صاد، ہے ۔ اور الحکم کو اس دور کے تقریباً ہر مرزائی بشمول مولوی محمد احسن امروہی، حکیم نورالدین ، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور مرزا صاحب قادیانی وغیرہ نے پڑھا ہوگا اور محمد حسین بٹالوی پر صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے درود وسلام بھیجا ہوگا۔ بہاء)

} مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی

السلام علیکم .. مدت کے بعد عنایت نامہ پہنچا کبھی کبھی اپنے حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں گو اس عاجز کی طرف سے بوجہ کم فرصتی جواب بھیجنے میں کچھ تاخیر بھی ہو جایا کرے مولوی محمد بشیر صاحب بلاشبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اخلاص سے خدا تعالی کا ارادہ طلب کرتے ہیں مگر انسان بعض شبہات کے پیدا ہونے سے مجبور ہو جاتا ہے اور ہر ایک دل اللہ جل شانہ کے دست تصرف میں ہوتا ہے جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے یہ عاجز اگر وقت ہاتھ آیا اور اللہ جل شانہ نے ارادہ فرمایا تو کسی وقت مولوی صاحب موصوف کے لئے دعا کرے گا خدا تعالی طالب صادق کو ضائع نہیں کرتا اور با استعداد آدمی کو محجوب نہیں رہنے دیتا خدا تعالی نے اس سلسلہ کو ایک مصلحت عظیم کے لئے برپا کیا ہے اور صادقین اور متقین کو اس میں داخل کرنا چاہا ہے سو وہ خود اپنے قوی ہاتھ سے اپنے لوگوں کو اس طرف کھینچ لائے گا اگر کوئی راست باز آدمی کچھ مدت تک بعض خدشات کی وجہ سے متخالف رہے تو یہ کچھ اندیشہ کی بات نہیں حضرت عمرؓ جیسے مخلص قوی الایمان چار برس کے بعد ایمان لائے مجھے قریب قریب یقین کے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالی مولوی محمد بشیر صاحب کو اطمینان بخش دے گا و ھو علی کل

شیء قدیر (یعنی وہ مرزائی ہو جائیں گے۔لیکن کیا ایسا ہوا؟ بہاء)

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے چند خط در باب الہامات ضرور لکھے تھے مگر چونکہ یہ عاجز بدل اس بات سے متنفر ہے کہ ہم مشرب بھائیوں سے جو تعلق محبت بھی رکھتے ہوں ظاہری جھگڑوں اور مناظرات میں الجھا رہے اس لئے ایک دن بھی خط بحفاظت نہیں رکھے گئے کیونکہ ان کے کسی آخری نتیجہ سے کچھ غرض نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو نرمی سے سمجھایا گیا تھا کہ آپ اس رائے میں غلطی پر ہیں۔اگر خدا تعالی چاہتا تو مولوی صاحب ان وجوہات کو جو پیش کی گئی تھیں سمجھ لیتے۔ وہ میرے ایک پرانے دوست ہیں اور ان کی نسبت میرا نیک ظن ہے۔اور گو وہ اپنے خیال میں اب بہت دور جا پڑے ہیں مگر مجھے اس تصور سے بغایت درجہ دل دردمند ہے کہ ایسا دوست محروموں اور مجوبوں کی طرح ہو جائے۔میرے دل میں پختہ ارادہ ہے کہ ان کے لئے غائبانہ کوشش کروں اور اس قادر مطلق سے جس پر میرا بھروسہ ہے ان کی رہائی چاہوں۔ ظاہری بحثوں اور مناظرات سے دل نرم نہیں ہوسکتا بلکہ جہاں تک میرا تجربہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آج کل کے مباحثات ومناظرات مخالفت وکینہ وبخل کو بڑھانے والے ہیں اور ان کا ضرر ان کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ مجرد مشاہدہ خوارق اور کرامات کا کسی کی ہدایت کے واسطے کافی نہیں بلکہ ہدایت امر من جانب اللہ ہے جو سعید روحیں ہیں بہر حال اس کو پالیتی ہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب نے کچھ عرصہ قادیان میں رہنے کے لئے مجھ لکھا تھا اس وقت میں نے اس وقت کے مصالح کے موافق بھی مناسب سمجھا تھا کہ وہ ابھی اپنے مکان میں اپنے کام میں لگے رہیں لیکن میری دانست میں اس وقت کی حالت قرب کو چاہتی ہے۔مولوی صاحب کے دل میں طرح طرح کے شکوک وشبہات ہیں اور میری دانست میں جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ بہت زیادہ اس سے ہے کہ جو ان کی زبان سے نکلتا ہے مگر بوجہ منطقی طبع ہونے اور نیز بباعث علاقہ دوستی ومحبت کے وہ اپنے دل کے پورے شبہات و بخارات کو ظاہر نہیں فرما سکتے کیونکہ وہ ایسا فعل برخلاف طریق اتقا واخلاص کے خیال کرتے ہیں لیکن اگر انہیں الہامات اور ان انوار الہیہ میں تامل ہے کہ جو اس عاجز پر نازل ہو رہے ہیں تو اس سے بہتر کوئی طریق نہیں کہ مولوی صاحب اپنی پہلی درخواست

کے موافق تین چار ماہ تک درویشانہ حالت میں اس عاجز کے پاس گوشہ گزین ہوں اور یہ عاجز وعدہ کرتا ہے کہ اگر مولوی صاحب اس قدر مدت تک رہیں تو جہاں تک طاقت ہے ان کے لئے دعا کرونگا اور خدا تعالی سے ان کی تفہیم چاہوں گا اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے ظہور میں لاوے لیکن اگر کچھ آثار نہ ہوں تو کم سے کم مولوی صاحب کے ہاتھ میں یہ بات تو ضرور آجائے گی کہ یہ شخص مقبولین میں سے نہیں ہے کیونکہ جب مقبولین جوش دل سے اضطرار کے وقت اپنے رب جلیل سے کچھ مانگتے ہیں تو بے شک وہ ان کی سنتا ہے اور جب ایسی حالت میں وہ تضرع کرتے ہیں تو بلا شبہ امدادات الہیہ ان کی طرف توجہ کرتی ہیں کیونکہ وہ خدا تعالی کے پیارے بندے اور مخلص ہیں جن کے لئے وہ بڑے بڑے کام کر دکھاتا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ مولوی صاحب تین چار ماہ تک اس جگہ رہیں یہ اپنے جوش کے لئے ایک حیلہ سوچتا ہوں کیونکہ جوش تضرع میرے اختیار میں نہیں مولوی محمد حسین صاحب جیسے جید فاضل میرے دروازہ پر ہوں گے تا امتحان کریں تو یہ بات جوش پیدا کرنے کے لئے بڑی مؤثر ہوگی۔ خاکسار مرزا غلام احمد

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

(مولانا محمد بشیر اور مرزا صاحب کا دہلی میں مباحثہ ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا جسے نامکمل چھوڑ کر مرزا صاحب دہلی سے چلے آئے تھے۔ اس مباحثے کے باوجود اس خط میں مرزا صاحب اپنے مرید خاص محمد احسن امروہی کو بتا رہے ہیں کہ محمد بشیر سہسوانی مخلص اور با استعداد ہیں اور وہ خدا سے ان کے لئے دعا بھی کریں گے، اور انہیں قریب قریب یقین ہے کہ وہ قادیانی ہو جائیں گے۔ اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ مخلص صادق اور با استعداد شخص قادیانی ہوا، اگر نہیں ہوا تو مرزا صاحب کا یقین کہاں رہ گیا؟۔

اور مرزا صاحب یہ بھی بتا رہے ہیں کہ محمد حسین بھی چاہتا تھا کہ وہ ان کے پاس آکر قادیان رہے تا کہ کوئی نشان وغیرہ دکھا سکے۔ لیکن میں نے منع کر دیا تھا۔ بہاء)

{ مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی:

مکرمی مجبی اخویم السلام علیکم.. عنایت نامہ پہنچ کر آپ کی محبت اور اخلاص اور اعتقاد پر اس امتحان کے وقت میں خبر پا کر نہایت درجہ خوشی ہوئی خدا تعالی آپ کو اس سے بھی بڑھ کر استقامت بخشے مولوی محمد حسین بٹالوی بار بار اپنے خطوط میں اپنی مخالفت کا

اظہار کر رہے ہیں میں نے مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ ایک جلسہ عام علماء وغیرہ کا کر کے بعض شکوک اپنے تحریری طور پر پیش کیجئے اور اسی جلسہ میں تحریری طور پر آپ کو جواب دیا جائے گا اور وہ دونوں تحریریں عام لوگوں کو سنا دی جائیں گی اگر یہ طریق شافی و کافی نہیں ہوگا تو پھر آپ اشاعۃ السنہ میں درج کریں بالمواجہ گفتگو میں ایک خاص برکات ہوتے ہیں جو اس مخالفانہ تحریر میں ایک زبانی الہام کا مخالف ہرگز نہیں پا سکتا جو ایک گوشہ میں بیٹھ کر کوئی یکطرفہ تحریر کرنا چاہتا ہے لیکن مولوی محمد حسین صاحب ایسے جلسہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اپنے طور پر اپنی مخالفت عام طور پر یہ مشہور کر رہے ہیں اور اب اشاعۃ السنہ میں اپنے خیالات کو تحریر کرنا چاہتے ہیں اس عاجز نے محض للہ بہت سمجھایا کہ آپ بمقام امرتسر علماء کے جلسہ میں تحریری طور پر مجھ سے گفتگو کریں شائد خدا تعالیٰ آپ کے دل کو راستی کی طرف پھیر دیوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اب تک انہوں نے قبول نہیں کیا۔ آج پھر اس عاجز نے خط لکھا ہے۔ رسالہ ازالہ اوہام شاید بیس دن تک چھپ جائے بیس جزو کے قریب ہوگا انشاء اللہ القدیر چھپنے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجونگا۔ اگر آنمکرم کے پاس وہ کاغذات پہنچے ہوں جو موی عبد الجبار صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے لکھے ہیں تو مہربانی فرما کر ارسال فرماویں۔

والسلام خاکسار غلام احمد ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء (اخبار الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳۔۱۴)

(۱۸۹۱ء کے ابتدائی مہینوں میں مرزا صاحب اور مولانا بٹالوی کی خط و کتابت کی طرف اس خط میں اشارہ ہے۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ مرزا صاحب ان سے مل کر ان کے سوالات کا جواب دیں اور ممکن ہو تو وہ قادیان بھی آنے کے لئے تیار ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی سے مرزا صاحب کی ۱۸۹۱ء کی خط و کتابت ہم نے کتاب ہذا کی جلد ۴، اور ۷ میں نقل کر دی ہے۔ مرزا صاحب کا مکتوب بالا بنام محمد احسن امروہی ۱۴ مارچ کا ہے جس میں مرزا صاحب نے بتایا ہے کہ انہوں نے محمد حسین کو کہا ہے کہ امرتسر میں جلسہ علماء منعقد کر کے ان سے گفتگو کر لیں، لیکن وہ اس بات پر رضامند نہیں ہیں۔ اصل صورت حال واضح کرنے کے لئے ہم ۱۴ مارچ ۱۸۹۱ء تک جانبین کے خطوط مختصراً یہاں پھر نقل کئے دیتے ہیں:

اس سلسلے کا پہلا خط حضرت بٹالوی نے لاہور سے ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو تحریر کیا:

مکرمی جناب مرزا غلام احمد صاحب۔ آپ کا رسالہ فتح اسلام امرتسر میں چھپ ہی رہا

تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ اور میں نے اس رسالہ کے پروف مطبع ریاض ہند سے منگا کر ان کو دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ میں آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ موعود مسیح جن کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالی نے اپنی کلام مجید میں اشارۃً اور رسول خدا ﷺ نے اپنی کلام مبارک میں، جو صحاح احادیث میں موجود ہے ،صراحۃً وعدہ دیا ہے، وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کے مثیل کہلاتے ہیں، نہ وہ مسیح ابن مریم جن کو عام اہل اسلام مسیح موعود سمجھتے ہیں ۔....

اس دعوی سے آپ کی مراد کچھ اور ہے؟ وہی مراد ہے تو صرف ہاں یا نعم فرماویں

} اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ۵ فروری ۱۸۹۱ء کو لکھا:...

افسوس میری علالت طبع کے وقت آپ عیادت کیلئے بھی نہیں آئے۔ آپکے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔

☆ اس کے جواب میں مولانا نے ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے لکھا:

مکرمی جناب مرزا صاحب: آپ کا کارڈ میں نے وصول پایا۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں ، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالی کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے ۔.....

میں آپ سے ملونگا انشاء اللہ، مگر جلد نہیں مل سکتا۔

☆ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے لکھا:

..اگر چہ خداوند خوب جانتا ہے کہ یہ عاجز اس کی طرف سے مامور ہے، اور ایسے امور میں جہاں عوام کے فتنے کا اندیشہ ہو، جب تک کامل اور قطعی اور یقینی طور پر اس عاجز پر ظاہر نہیں کیا جاتا، ہرگز زبان پر نہیں آتا۔ لیکن اس میں کچھ حکمت خداوند کریم کی ہوگی کہ اس نزول مسیح کے مسئلے میں جسکو اصل اور لب اسلام سے کچھ تعلق نہیں ، اور ایک مسلمان پر اسکی اصل کیفیت کھولی گئی ہے، جس پر بوجہ اخوت حسن ظن بھی کرنا چاہیے۔ آن مکرم کو مخالفانہ تحریر کے لئے جوش دیا گیا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی اس میں نیت بخیر ہوگی ۔ اور اگر چہ مجھے آپ کے استعجال کی نسبت شکایت ہو، اور اس کو روبرو یا غائبانہ بیان بھی کروں، مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے ۔ ..لیکن میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ اول مجھ سے بات چیت کر کے اور میری کتابوں کو یعنی رسائل ثلاثہ کو دیکھ کر کچھ تحریر کریں ۔ ..اب مجھے آپ کی ملاقات کے لئے

صحت حاصل ہے ۔ اگر آپ بٹالے میں آ جائیں تو اگر چہ میں بیمار ہوں اور دوران سر اس قدر ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی ، تاہم افتاں وخیزاں آپ کے پاس پہنچ سکتا ہوں ۔

اس کے جواب میں مولانا محمد حسین نے لاہور سے ۱۶ فروری کو لکھا :

آپ کا محبت نامہ اور پمفلٹ توضیح المرام موصول ہوئے ۔ توضیح کو میں نے دیکھا ، اس نے میری مخالفت رائے کو اور پختہ کر دیا اور مجھے امید ہے کہ جو مخالف مضامین فتح اسلام اس کو دیکھے گا وہ اس مخالفت میں اور پختہ ہو گا ۔ قیاس مقتضی ہے کہ ایسا ہی ازالۃ الاوہام ہو گا ۔ مع ہذا میں اس کے مضامین کو دیکھنے یا سننے کے بغیر اپنے خلاف کا اشتہار کرنا ، اور آپ کی شکایت استعجال کا مورد بننا نہیں چاہتا ۔ لہذا ملتمس ہوں کہ اگر وہ رسالہ چھپ گیا ہو تو جلد ارسال فرماویں ۔ اور اگر اس کے چھپنے میں توقف ہے تو اس کے مضامین کو آپ زبانی بیان کریں ، میں حاضر ہو کر سننے کو تیار ہوں ، میں ایک شب کے لئے قادیان میں خود پہنچ سکتا ہوں ، اور اگر اس سے زیادہ وقت آپ چاہتے ہیں ، تو آپ بٹالہ میں تشریف لاویں اور جب تک چاہیں میرے غریب خانہ پر رہیں اور اظہار مافی الضمیر کریں ۔ ..

} مرزا صاحب نے اس کے جواب میں لکھا :

.. چونکہ آں مکرم عزم پختہ کر چکے ہیں تو پھر میں کیا عرض کر سکتا ہوں ۔ اس عاجز کی طبیعت بیمار ہے ۔ دوران سر اور ضعف بہت ہے ، ایسی طاقت نہیں کہ کثرت سے بات کروں ۔ جس حالت میں آں مکرم کسی طور سے اپنے ارادہ سے باز نہیں رہ سکتے ۔ اور ایسا ہی یہ عاجز اس بصیرت اور علم سے اپنے تئیں نابینا نہیں کر سکتا جو حضرت احدیت جل شانہ نے بخشا ہے ، اس صورت میں گفتگو عبث ہے ۔ رسالہ ابھی کسی قدر باقی ہے ۔ ناقص کو میں بھیج نہیں سکتا ۔ اس جگہ آنے کیلئے آں مکرم کو یہ عاجز تکلیف دینا نہیں چاہتا ۔ مگر ۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لودیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا ، وہاں صرف آپ کی ملاقات کرنے کا شوق ہے ، گفتگو کی ضرورت نہیں ۔ ...

☆ اس کا جواب مولانا بٹالوی نے ۲۱ فروری ۱۸۹۱ء کو لاہور سے بایں الفاظ دیا :

.. خاکسار شب و روز بطور استخارہ مسنونہ دست بدعا رہتا ہے اور جناب باری میں التجا کرتا ہے کہ آپکے جواب وخطاب میں خدا تعالی مجھ سے اپنے حق سے زائد نہ کہلوائے اور میرے قلم سے ایسی بات نہ نکلوائے جسکی جواب دہی میرے ذمہ لازم ہو ۔

مجھے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا تکلم بکلام تعذر منه غداً اکثر اوقات پیش نظر رہتا ہے ۔اور مجھے خدا تعالی سے قوی امید ہے کہ آپ کے خطاب میں کوئی ایسی بات نہ لکھونگا جو آپ کی کلام کے منطوق یا قطعی مفہوم سے ثابت نہ ہو۔اور میں اس جواب میں حسن ظنی ہاتھ سے نہ دونگا اور سوء ظنی سے کام نہ لونگا۔اور میں کوئی کلمہ توہین وتحقیر آپکے حق میں نہ لکھوں گا۔ مگر ایسا کلمہ جس کو میں حق اور بحکم شریعت صادق سمجھوں گا اس کو آپ توہین اور تحقیر سمجھیں تو میں معذور ومجبور ہوں۔ و لکل امرء ما نوی..

ازالۃ الاوہام کے جس قدر اوراق چھپے ہیں، بھیج دیں باقی جب چھپیں، تب سہی ۔اور اگر مجھ کو اجازت ہو تو میں مطبع سے پروف دیکھ لوں ۔..

میں کوشش کرونگا کہ ۲۵ فروری ۱۸۹۱ء کو دس بجے دن تک بٹالہ پہنچوں ۔کیا یہ امر ممکن ہے کہ اگر میں بٹالہ نہ آسکوں تو امرتسر میں آپ سے ملوں ۔ممکن ہو تو بتائیے کہ امرتسر میں آپ کس وقت کی ٹرین میں آئیں گے اور کس مقام پر وقفہ کریں گے اور کس قدر کریں گے۔

} اس کا جواب مرزا صاحب نے ۲۱ یا ۲۲ فروری کو یوں دیا۔

... چونکہ یہ عاجز اپنی دانست میں نا تمام مضمون ازالۃ الاوہام کا آنمکرم کو دکھلانا مناسب نہیں سمجھتا، اس لئے اجازت نہیں دے سکتا۔مگر اس عاجز کی رائے میں صرف بیس پچیس روز تک رسالہ ازالۃ الاوہام چھپ جائے گا، کچھ بہت دیر نہیں ہے۔پھر انشاء اللہ القدیر سب سے پہلے یہ عاجز آنمکرم کی خدمت میں بھیج دے گا ۔..

یہ عاجز رسالہ ازالۃ الاوہام میں آنمکرم کے ریویو کی بعض عبارتیں درج بھی کر چکا ہے۔ ..اس عاجز کو پختہ طور پر معلوم نہیں کہ کس تاریخ اس جگہ سے یہ عاجز روانہ ہو۔بعض موانع پیش آگئے ہیں ۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ شائد ایک ہفتہ کے اندر اندر روانہ ہو جاؤں اس صورت میں بالفعل ملاقات مشکل معلوم ہوتی ہے ۔لہذا اطلاعاً آپکی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اس عاجز کیلئے بٹالہ تشریف نہ لاویں کیونکہ کوئی پختہ معلوم نہیں ۔جس وقت خدا تعالی چاہے گا، ملاقات ہو جائیگی .

} اس کا جواب حضرت بٹالوی نے ۲۴ فروری کو لاہور سے یوں دیا:

.. میں بٹالہ کو تیار تھا کہ آپ کا خط موصول ہو کر مانع ہوا۔آئندہ آپ جب عزم بٹالہ کریں مجھے دو روز پیشتر اطلاع دیں ۔ ...اخیر میں، میں بھی آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اس دعوی سے کہ میں مسیح موعود ہوں، عیسی بن مریم موعود نہیں ہے، دست کش ہو جائیں ۔ یہ امر آسمانی

نہیں ہے اور نہ یہ الہام رحمانی ہے۔ یہ صرف آپکا خیال ہے جس کو آپ الہام سمجھ بیٹھے ہیں۔

} مولوی جلال الدین شمس قادیانی نے لکھا ہے کہ اس خط کا مرزا صاحب نے جواب نہیں دیا۔ اور ۳ مارچ کو وہ قادیان سے لدھیانہ چلے گئے۔ پھر ۶ مارچ کو مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا صاحب کو خط لکھا۔ جو یہ ہے

لاہور ۶ مارچ ۱۸۹۱ء۔ مکرمی جناب مرزا صاحب۔ میرے خط (۲۴ فروری) کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں منتظر ہوں۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے لکھا تھا کہ آپ ۸ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور میں آکر ایک مجلس علماء میں گفتگو کریں گے۔ آج معلوم ہوا کہ آپ ماہ اپریل میں مجمع کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ ماہ اپریل میں، میں ہندوستان میں ہونگا۔ اور سنا ہے کہ مولوی احمد اللہ صاحب و مولوی عبدالجبار صاحب بھی ان دنوں سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہذا آپ گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو ابھی کریں۔

(یاد رہے یہ اصل خط لودہانہ بھیجا گیا، جہاں مرزا صاحب تین تاریخ مارچ کو بلا اطلاع محمد حسین پہنچ گئے۔ اور مولانا نے اس خط پر نوٹ لکھا کہ اگر آپ قادیان سے لدھیانہ جانے کی اطلاع دے دیتے تو لدھیانہ کے راستے میں امرتسر یا بٹالہ میں آپ سے ملاقات کرتا۔)

} مرزا صاحب نے ۸ مارچ کو لدھیانہ سے اسکا جواب یوں دیا:۔

بظاہر مجھے گفتگو میں کچھ فائدہ معلوم نہیں دیتا۔ مجھے خدا تعالی نے ایک علم بخشا ہے جس کو میں چھوڑ نہیں سکتا۔ ایسا ہی آپ بھی اپنی رائے کو چھوڑنے والے نہیں۔ مجھے ایک ایسا سبیل بخشا گیا ہے جو معرض بحث میں نہیں آسکتا و لیس الخبر کالمعاینۃ۔

ہاں اس نیت سے میں مجلس علماء میں حاضر ہوسکتا ہوں کہ شائد خدا تعالی حاضرین میں سے کسی کے دل کو اس سچائی کی طرف کھینچے، جو اس نے اس عاجز پر ظاہر کی ہے۔ سو اگر شرائط مندرجہ ذیل آپ قبول فرمائیں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں۔

۱۔ اس مجمع میں حاضر ہونے والے صرف چند ایسے مولوی صاحب نہ ہوں جو مدعی کا حکم رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مجھ سے بجز اس صورت کے ہرگز راضی نہیں ہوسکتے کہ میں ان کے خیالات واجتہادات کا اتباع کروں۔ اور میری طرف سے بار باران کو یہی جواب ہے کہ ان ھدی اللّٰہ ھو الھدی۔ اگر یہ مجمع کسی قدر عام مجمع ہوگا اور ہر ایک مذاق اور طبیعت کے آدمی اس میں ہوں گے، تو شائد کوئی دل حق کی طرف توجہ کرے اور مجھے اس کا ثواب ملے۔ سو میں

چاہتا ہوں کہ یہ مجلس صرف چند مولوی صاحبوں میں محدود نہ ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بحث جو محض اظہاراً للحق ہوگی، تحریری ہوگی۔ کیونکہ بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ صرف زبانی باتیں کرنا آخر منجر بفتنہ ہوتی ہیں۔ اور بجز چند حاضرین کے دوسروں کو ان کی نسبت رائے لگانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا، اور کیسی ہی عمدہ اور محققانہ باتیں ہوں، جلدی بھول جاتی ہیں۔ اور جن لوگوں کو غلو یا دروغ بیانی کی عادت ہے، خواہ وہ کسی گروہ کے ہیں، ان کو جھوٹ بولنے کی بہت سی گنجائش نکل آتی ہے۔ کوئی شخص محنت اٹھا کر، اور ہر ایک قسم کے اخراجات سفر کا متحمل ہو کر، اور بہت سی مغزخواری کرنے کے بعد کب روا رکھ سکتا ہے، کہ غیر منتظم طریق کی وجہ سے تمام محنت اس کی ضائع جائے اور طالب حق کو اس کی تقریر سے فائدہ نہ پہونچ سکے۔ سو تحریری بحث کا ہونا ایک شرط ہے۔

۳۔ اس مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے، جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے، اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا، اور مباہلہ کی درخواست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر اور ملحد ٹھہرانیوالے تو میاں مولوی عبدالرحمٰن لکھوکی والے ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں، جن کے الہامات کے مصدق و پیرو مولوی عبدالجبار ہیں سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مباہلہ کا بھی ساتھ ہی قضیہ طے ہو جائے، اور اگر مولوی صاحب باہم مسلمانوں کے مباہلہ کو صورت پیش آمدہ میں ناجائز قرار نہ دیں تو مباہلہ بھی اسی مجلس میں ہو جائے کیونکہ یہ عاجز اکثر بیمار رہتا ہے۔ بار بار سفر کی طاقت نہیں۔

۴۔ یہ کہ تحریری بحث کیلئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں۔ کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے۔ ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر سوالات پیش کرے، کہ اس عاجز کے اس دعوی میں، جسکی الہام الہی پر بنا ہے، کیا خرابیاں ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جاوے۔ سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں

۵۔ یہ آپ کا اختیار ہے کہ جس تاریخ میں آپ گنجائش سمجھیں مجھے اور اخویم مولوی نورالدین صاحب کو اطلاع دیں۔ چونکہ یہ عاجز بیمار ہے اور مرض ..... سے لاچار اور ضعیف بہت ہے، اس لئے اخویم مولوی نورالدین کا شامل آنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ اس عاجز کی

طبیعت زیادہ علیل ہوجائے، جیسا کہ اکثر دورہ مرض کا ہوتا رہتا ہے، اور زیادہ بات کرنے سے سخت دورہ مرض کا ہوتا ہے، اس صورت میں مولوی صاحب موصوف حسب منشاء اس عاجز کے مناسب وقت کاروائی کر سکتے ہیں۔

۶۔ اگر آپ ہندوستان کی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں، تو لدھیانہ راہ میں ہے۔ کیا بہتر نہیں کہ لدھیانہ میں ہی یہ مجلس قرار پائے۔ یہ عاجز بیمار ہے۔ حاضری سے عذر کچھ نہیں، مگر ایسی صورت میں مجھے بیماری کی حالت میں شدائد سفر اٹھانے سے امن رہے گا۔ ورنہ جس جگہ غزنوی صاحبان اور مولوی عبدالرحمٰن یہ جلسہ منعقد ہونا مناسب سمجھیں تو اسی جگہ یہ عاجز حاضر ہوسکتا ہے۔

مکرر یہ کہ ۲۳ مارچ ۱۸۹۱ء تاریخ جلسہ مقرر ہوگئی ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ بمقام امرتسر یہ جلسہ ہو۔ اشتہارات عام طور پر اپنے واقف کاروں میں یہ عاجز شائع کردے گا۔ ایسا ہی آپ کو بھی اختیار ہے۔ آپ بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرماویں کہ جواب کا انتظار ہے۔

خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج مکان شاہزادہ غلام حیدر ۸۔ مارچ ۱۸۹۱ء

} اس خط کا جواب حضرت بٹالوی نے ۹ مارچ کو دیا:

آپ کو معلوم ہے کہ تجویز مجمع علماء کی تحریک میری طرف سے نہیں ہوئی۔ لہذا میں ان شرائط کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا، جو میری ذات خاص سے متعلق نہ ہوں۔ مجمع کے متعلق جو شرائط آپ تسلیم کرانا چاہتے ہیں ان لوگوں سے کرائیں جو آپ کے مدعی ہیں یا محرک سلسلہ مجمع ہیں۔ میں نہ مدعی ہوں نہ محرک۔ میں تو صرف دوستانہ اور برادرانہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جس کیلئے نہ کسی مجمع کی حاجت ہے نہ کسی شرط کی ضرورت۔ میں نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ آپ ایک شب کے لئے میرا آنا کافی سمجھتے ہیں تو میں آپ کے پاس آتا ہوں۔ اور اگر زیادہ وقت چاہتے ہیں تو آپ تشریف لاویں۔۔

اور اگر آپ دونوں شق قبول نہ کریں تو تحریری گفتگو مسائل پر شروع کردیں۔ پس اگر آپ کے دلائل یہی ہیں جو توضیح المرام اور فتح اسلام میں ہیں، تو مجھے اجازت دیں کہ میں ان پر شرعی بحث و کلام کروں۔ اور اگر اور بھی دلائل ہیں جو ازالۃ الاوہام میں مکنون ہیں، تو آپ ازالہ اوہام کو جلد میرے پاس بھیج دیں۔ یا بصورت توقف طبع رسالہ اس کے دلائل کا خلاصہ خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کریں۔ انشاء اللہ یہ تحریری گفتگو اس انداز سے چلتی رہے گی جس انداز سے اب

تک میری اور آپ کی مراسلت ہو رہی ہے۔

} اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا۔

عنائت نامہ پہنچا۔اس عاجز کے لئے بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے اور کچھ کچھ علالت تو دن رات شامل حال ہے ۔اگر زیادہ گفتگو کروں تو دورہ مرض شروع ہو جاتا ہے ۔اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے۔ چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا بشمولیت مولوی عبدالجبار صاحب لکھا گیا ہے، اس لئے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکما ہو رہا ہے۔ یہ طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں

محض خدا کے فضل سے یہ تینوں رسالے لکھے گئے اور وہ بھی اس طرح کہ اکثر دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر کو لکھتا گیا، اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا ہو۔اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کر دیا جائے ۔آپکے معلومات تحدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے، نہ عبادت ہے۔ نہ ریاضت، نہ علم نہ لیاقت ۔غرض کچھ بھی چیز نہیں ۔خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا۔اس عاجز نے پہنچا دیا۔ ماننا، نہ ماننا، اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے۔ درحقیقت میرے لئے یہ کافی تھا کہ میں صرف الہام الٰہی کو ظاہر کرتا ۔لیکن میں نے اپنے رسالوں میں قال اللہ و قال الرسول کا بیان اس لئے مختصر سا کر دیا ہے کہ شائد لوگ اس سے نفع اٹھاویں مجھے اس سے کچھ بھی انکار نہیں کہ خدا تعالی آئندہ کسی کو اسکی روحانی حالت کے لحاظ سے درحقیقت مسیح بنا کر دمشق کی شرقی طرف اس طور سے اتار دے جیسے مسافر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا اترتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس زمانے میں کوئی دجال بھی ہو حضرت مہدی بھی ہوں اور پھر اسلام میں سیفی طاقت پیدا ہو جائے اور تمام لوگ مسلمان ہو جاویں۔مگر جو خدا تعالی نے اس عاجز پر کھولا ہے صرف اتنا ہے، کہ یہ عاجز روحانی طور پر مثیل مسیح ہے اور روحانی طور پر موعود بھی ہے۔اور نیز یہ کہ کوئی مسیح آسمان سے خاکی وجود کے ساتھ اترنے والا نہیں ۔ظلّی اور مثالی طور پر مسیح کے آنے سے مجھے انکار نہیں بلکہ ایک کیا ہزار مسیح بھی کہا جائے تو میرے نزدیک ممکن ہے میرے نزدیک احادیث صیحہ بھی حقیقی طور پر مسیح کے اترنے کے بارے میں وہ زور نہیں دیتیں جو آج کل کے علماء خیال کر رہے ہیں۔ مسیح کا اترنا سچ، مگر ظلی اور مثالی طور پر...اگر آپ کی ملاقات ہو، تو میں خوشی سے چاہتا ہوں۔مگر آپ کے آنے کا کرایہ میرے ذمے رہے۔ میں آپ کو مالی تکلیف نہیں دینی چاہتا۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اس جگہ آجائیں۔ بہرحال ملاقات کی خوشی تو اس بیماری کی حالت میں ہوگی۔ ازالۃ الاوہام عنقریب طیار ہوتا ہے۔

بھیج دونگا۔ ابھی کچھ باقی ہے۔ والسلام۔ غلام احمد

☆ مولانا بٹالوی ؒ ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لاہور سے اس کے جواب میں لکھا:

آپ کے خط کے جواب میں کوتاہ سخنی کرتا ہوں اور مکلّف ہوں کہ اگر آپ زیادہ بحث و کلام کی طاقت نہیں رکھتے اور مجھے جلد دیکھنا چاہتے ہیں تو صرف اتنا کریں کہ اپنے اس الہام کا جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا، اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعوی ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں۔ اور یہ اقرار و وعدہ تحریری دیں کہ اگر براہین اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہوا تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے۔ یہ فیصلہ منظور ہو تو صرف اس عبارت کی تحریر پر اکتفا کریں، اس میں اور کوئی قید نہ بڑھائیں۔ آپ خط سابق میں دعوی بھی کر چکے ہیں کہ ہم نے براہین احمدیہ سے بڑھ کر کچھ نہیں کہا، بلاکم و بیش وہی کہا جو اس میں کہا تھا اور تم (اے محمد حسین) اس کی تصدیق کر چکے ہو۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ میں براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنہ کے ریویو براہین کو حکم بناتا ہوں۔ آپ اس تحکیم کو منظور کریں گے، تو میں اس امر کے تصفیہ کیلئے آپ کے پاس انشاءاللہ پہنچونگا..

میرے وہاں جلد آنے کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ میں ازالۃ الاوہام کے اوراق جس قدر چھپ چکے ہیں، یہاں دیکھ لوں، باقی پھر سہی۔....

☆ مرزا قادیانی نے ۱۴ مارچ کو جواباً لکھا:

مخدومی مکرمی ...آپ کا خط آج کی ڈاک میں مجھ کو ملا اور اس کے پڑھنے سے مجھ کو بہت ہی افسوس ہوا کہ آپ مکالمات الٰہیہ کے امر کو لہو و لعب میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس عاجز (مرزا) نے براہین کے صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ میں اس ظاہری عقیدے کی پابندی سے جو مسلمانوں میں مشہور ہے، یہ عبارت لکھی ہے کہ : یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جب حضرت مسیحؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔ چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے، اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک رکھا ہے۔ فقط۔ لیکن ان عبارتوں کو اس امر کیلئے دستاویز ٹھیرانا کہ براہین میں اول یہ اقرار ہے، اور پھر اسکے مخالف یہ دعوی۔ ایسا خیال سراسر غلط اور دور از حقیقت ہے۔

اے میرے عزیز دوست اس عاجز کے اس دعوی کی جو فتح اسلام میں شائع کیا گیا ہے اپنے علم اور عقل پر بِنا نہیں، تا ان دونوں بیانات میں بوجہ اتحادِ بِنا صورت تناقض پیدا ہو۔ بلکہ براہین کی مذکورہ بالا عبارتیں تو صرف اس ظاہری عقیدے کی رو سے ہیں۔ جو سرسری طور پر عام طور پر اس زمانہ کے مسلمان ما

نتے ہیں۔اور دعوی کی بِنا الہام الٰہی اور وحی ربانی پر ہے پھر تناقض کے کیا معنی ہیں۔..

اب خدا تعالی نے فتح اسلام کی تالیف کے وقت مجھے سمجھایا تب میں سمجھا اس سے پہلے کوئی اس بارے میں الہام نہیں ہوا کہ درحقیقت وہی مسیح آسمان سے اتر آئے گا۔اگر ہے تو آپ کو پیش کرنا چاہیے ۔ہاں یہ عاجز روحانی طور پر مثیل موعود ہونے کا براہین میں دعوی کر چکا ہے۔جیسا کہ اسی صفحہ ۴۹۸ (براہین) میں موعود ہونے کی نسبت یہ اشارہ ہے صدق اللّٰہ و رسولہ چونکہ آپ نے اپنے ریویو میں اس دعوی کا ردّ نہیں کیا،اس لئے اپنے اس معرض بیان میں سکوت اختیار کر کے،اگرچہ ایمانی طور پر نہیں،مگر امکانی طور پر،مان لیا۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالی سے الہام پا کر براہین احمدیہ میں ابن مریم کے موعود یا غیر موعود ہونے کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا صرف ایک مشہور عقیدہ کے طور سے ذکر کر دیا تھا۔آپ کو اس جگہ اوپر پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ہمارے نبی ﷺ بھی بعض اعمال میں جب وحی نازل نہیں ہوتی تھی،انبیاء بنی اسرائیل کی سنن مشہورہ کا اقتداء کیا کرتے تھے۔اور وحی کے بعد جب کچھ ممانعت پاتے تھے،تو چھوڑ دیتے تھے۔اس کو تو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے،آپ جیسے فاضل کیوں نہیں سمجھیں گے۔مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ یہی طریق انصاف پسندی کا قرار دیتے ہیں،کیا اس عاجز نے کسی جگہ دعوی کیا ہے کہ میرا ہر ایک نطق وحی اور الہام میں داخل ہے۔اگر آپ طریق فیصلہ اسی کو ٹھہراتے ہیں،تو بسم اللہ میرے رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیجئے آخر حق کو فتح ہوگی۔

میں نے آپ کو ایک صلاح دی تھی کہ عام جلسہ علماء کا بمقام امرتسر منعقد ہو اور ہم دونوں حسبۃً للّٰہ و اظہاراً للحقّ اس جلسہ میں تحریری طور پر اپنی اپنی وجوہات بیان کریں اور پھر وہی وجوہات حاضرین کو پڑھ کو سنا دیں اور وہی آپ کے رسالہ میں چھپ جائیں۔دور نزدیک کے لوگ خود دیکھ لیں گے۔جس حالت میں آپ اس کام کے لئے ایسے سرگرم ہیں کہ کسی طرح رکنے میں نہیں آتے اور جب تک اشاعۃ السنہ میں عام طور پر اپنے مخالفانہ خیال کو شائع نہ کر دیں،صبر نہیں کر سکتے تو کیا اس تحریری مباحثہ میں کسی فریق کی کسر شان ہے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس جلسہ میں خاک کی طرح متواضع ہو کر حاضر ہو جاؤنگا اور اگر کوئی ایسی سخت دشنامی بھی کرے جو انتہاء تک پہنچ گئی ہو،تو میں اس پر بھی صبر کرونگا۔اور سراسر تہذیب اور نرمی سے تحریر کرونگا۔خدا تعالی خوب جانتا ہے،جو اس نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔...

اگر آپ مجھے اب بھی اجازت دیں تو میں اشتہارات سے اس جلسہ کیلئے عام طور پر خبر کر دوں۔

اب میری دانست میں خفیہ طور پر آپ کا مجھ سے ذکر کرنا مناسب نہیں ۔ جب آپ بہر حال اشاعت پر مستعد ہیں، تو محض للہ اس طریق کو منظور کریں۔

جناب بٹالوی نے ۱۵ مارچ کو یہ جواب لکھا:

آپ کے خط کو میں نے کمال افسوس سے پڑھا۔اس کے شروع میں جو الفاظ لہو ولعب استعمال کئے گئے ہیں وہ بڑے موہم ہیں، اوران کا اثر دور تک پہنچ سکتا ہے (یعنی ان آیات واحادیث تک جو نزول مسیح ابن مریم کے باب میں وارد ہیں ۔محمد حسین) ایسے الفاظ آپ اس شخص کے مقال و استدلال کی نسبت استعمال کر سکتے تھے، جو آپ کو ملہم سمجھے اور آپ کے الہام زیر بحث کو الہام رحمانی تسلیم کرے۔ اور پھر اس کا معارضہ صرف اپنے بے دلیل خیال سے کرے۔اور جو شخص آپ کو اور آپ کے الہام کو ایسا نہ سمجھے اور آپ کے اس غلط خیال کو، جس کو آپ الہام سمجھتے ہیں، احادیث صحیحہ اور اصول مسلّمہ سے ردّ کرے اس کے مقال واستدلال کی نسبت آپ کو ان الفاظ کا استعمال کرنا کیا جائز ہے ۔ ہر گز نہیں۔

آپ مجمع عام میں خاکساری اور تواضع کا وعدہ دیتے ہیں مگر ایک پرائیویٹ تحریر میں تو آپ سے یہ نہ ہو سکا۔ گزشتہ راصلوات آئندہ احتیاط ۔ براہین احمدیہ کے مضمون نزول جسمانی مسیح کو آپ ایک غلط خیال جانتے تھے تو آپ نے ایک خط میں یہ کیوں لکھا تھا کہ

> درحقیقت ان رسالوں میں کوئی نیا دعوی نہیں کیا تھا۔ بلکہ بلاکم وبیش وہی دعوی ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے، جس کو آنمکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں امکانی طور پر تصدیق کر چکے ہیں ۔ پھر متعجب ہوں کہ اب پھر دوسری مرتبہ آنمکرم کو لکھنے کی حاجت ہی کیا ہے۔کیا وہی کافی نہیں جو پہلے آنمکرم اشاعۃ السنہ جلد سات میں تحریر فرما چکے ہیں ۔جبکہ اولسے آخر تک وہی دعوی، وہی مضمون ،وہی بات ہے ،تو پھر آپ جیسے محقق کی نگاہ میں نیا معلوم ہو۔کس قدر مقام تعجب ہے (مکتوب مرزا قادیانی ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء)،

جس پر تحکیم براہین احمدیہ اور ریویو براہین احمدیہ کی طرف آپکو بلایا گیا تھا۔آپ اگر ایسا نہ لکھتے بلکہ بجائے اس کے یوں لکھتے کہ براہین احمدیہ میں ہم نے غلطی کی ہے اوراس میں عوام جہال یا علماء اہل ضلال، جو مسیح کا جسمانی نزول مانتے ہیں، کی تقلید اختیار کر کے وہ بات لکھی تھی، اب ہم کو یہ حق سوجھا جو اور مسلمانوں کے کیا، ہمارے خیال میں بھی نہ گزرا تھا،تو آپ کو تحکیم براہین وریویو براہین کی طرف نہ بلایا جاتا۔اب آپ براہین کے مضمون مذکور کو غلط بتاتے ہیں لہذا میں بھی اب اسکو حکم نہیں بناتا کیونکہ اس الہام کی تغلیط مضمون براہین احمدیہ کی تسلیم پر موقوف نہیں ۔احادیث صحیحہ اور اصول مسلمہ اتفاقیہ سے اسکی تغلیط آسانی

سے ممکن ہے۔ اگر آپ مجھے گفتگو کا موقع دیں۔

آپ اس گفتگو کے لئے انعقاد مجمع عام کو شرط ٹھیراتے ہیں جس سے گفتگو میں التواء ہوتا جاتا ہے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے آپ شوق سے مجمع کریں اور اس کا اہتمام اپنے ذمہ لیں۔ میں بھی اس مجمع میں اگر وطن میں رہا تو شریک ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالی۔ مگر اس مجمع سے پہلے خاص مجھ سے ایک پرا ئیویٹ جلسہ میں اپنے خیال و مقال کی بابت گفتگو کرنے سے آپ کیوں رکتے ہیں۔ کیا وہ گفتگو انعقاد مجمع عا م کیلئے ایک مانع اور روک ہو جائے گی؟ جس فائدہ کی آپ مجمع عام سے امید رکھتے ہیں وہ اس مجمع سے، جب وہ ہو، حاصل کریں اس سے پہلے مجھ سے تو دو حرفی بات کر لیں۔ اس خط کے جواب میں آپ نے مجھے بلایا تو میں پہلے چند اصول، جن پر ہمارا آپ کا فیصلہ ہوگا، آپ سے تسلیم کراؤنگا، اسکے بعد گفتگو کے لئے حا ضر ہونگا۔ اور اگر آپ نے مجھے نہ بلایا تو میں اپنے خیال کا اظہار اشاعۃ السنہ میں کر دونگا۔ بالفعل اتنا ہوگا کہ اس تمام کارسپانڈنس کو جس سے میری رائے اور آپ کے خیالات و دلائل کا ناظرین کو اجمالی علم ہوسکتا ہے، میں چھاپ دونگا۔ آئندہ جو وقوع میں آئے گا، وقتاً فوقتاً مشتہر کیا جائے گا۔

آپ اعتقاد نزول جسمانی مسیح کو جو زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں آپ رکھتے تھے اور اس کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں ظاہر کر چکے ہیں، آنحضرت ﷺ کے اس فعل کی جو باقتداء سنن مشہورہ انبیاء بنی اسرا ئیل آپ نے کیا، پھر بحکم وحی اس کو چھوڑ دیا، یا اس خیال کی جو کسی الہام کے معنی سمجھنے میں آپ ﷺ کے دل میں گزرا پھر وہ غلط ثابت ہوا، نظیر ٹھہراتے ہیں اور یہ غور نہیں فرماتے کہ وہ اعتقاد احادیث صحیحہ اور ان کے معانی قطعیہ اتفاقیہ سے آپ کے دل میں مستحکم تھا جس کو آپ نے کمال وضاحت سے بیان کیا اور اب اسکا خلا ف ایک ایسے خیال سے کیا جس کا ان احادیث پر عرض کرنا اور درصورت اختلاف اس خیال کو غلط سمجھنا آپ کو واجب تھا اور اگر اب وہ اعتقاد آپ کے نزدیک سنن مشہورہ بنی اسرائیل یا الہام کی غلط تاویل کی نظیر ہو گیا تھا تو آپ پر اس امر کا اظہار واجب تھا اور اس مضمون کا اشتہار عین فرض کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں جو ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا دنیا میں دوبارہ آنا اور جسمانی نزول فرمانا بیان کیا ہے وہ مطلب الہام کو غلط سمجھنے یا اس وقت کے گمراہ مسلمانوں کی تقلید سے تھا، اب ہم کو خدا کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے کہ اس نزول جسمانی سے روحانی نزول مراد ہے اور ابن مریم سے غلام احمد بن غلام مرتضی مراد ہے اور یہ ہرگز جائز نہ تھا جیسا کہ آپ نے اپنے ایک خط (۲۳ فروری ۱۸۹۱ء) میں صاف لکھا ہے اور فتح اسلام میں بھی جتایا ہے کہ جو کچھ ہم نے اب دعوی کیا ہے یہ بلا کمی بیشی براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ میرے عزیز دوست آپ مضمون براہین احمدیہ اور اس نئے دعوی دونوں کو سچا کرنا چاہتے ہیں اور ناسخ و منسوخ دونوں کو تسلیم

کراتے ہیں جو کمال درجہ کا مغالطہ ہے جس سے ادنی منصف کو احتراز واجب ہے، چہ جائے کہ آپ جیسا ملہم ہو۔ اب بھی وقت ہے اپنے سابق عقیدے کی غلطی یا منسوخیت کا اشتہار دیں ورنہ لوگ آپ کو مضمون براہین سے الزام دیں گے۔

روحانی طور پر آپ کے مسیح یا مثیل ہونے کے امکان پر میرا سکوت کیا، اس کا صریح اقرار اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۱۹ موجود ہے۔ مگر اس سکوت یا اقرار سے آپ کے جدید دعوی کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ پھر آپ کس خیال سے بار بار میری کلام کا حوالہ دیتے ہیں اور رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس کو نقل کرنے کا ذکر فرماتے ہیں۔

میرے پیارے دوست میرے مضمون ریویو کا ایک حرف آپ کے اس دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے۔ نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحۃً یا اشارۃً کیا، نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا۔ آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے در پئے ہوں گے۔ میں کیونکر آپ کے اس دعوی پر، اگر وہ ہوتا، سکوت کر سکتا تھا جس حالت میں آپ خود اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اس کے برخلاف یہ تصریح کر چکے ہیں:

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب وہ مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگانی کا نمونہ ہے، اور اس عاجز کی اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے، گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدّے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسی کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ﷺ۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشگوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت مسیح پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا مورد ہے۔

اس عبارت کے سیاق سے اور اس کے ان الفاظ سے کہ . اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے . یہ معلو

م ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے اس مقام میں کہا ہے وہ الہام سے کہا ہے صرف یہودیوں (بزعم جناب مسلما نوں) کی تقلید سے نہیں کہا۔ بناء علیہ یہ جدید الہام اس الہام قدیم کے مخالف ہے مگر شاید اس میں آپ یہ عذر کریں کہ الہام کی عبارت ایک حدتک ختم ہو چکی ہے اور اس کی آخری عبارت جس میں مسیح کے جسمانی مصداق ہونے کا بیان ہے غیر الہامی ہے۔ لہذا میں اس عبارت کو الہامی ٹھہرا کر تناقض کا الزام نہیں دیتا ،صرف یہی چاہتا ہوں کہ آپ مضمون عبارت مذکور کے غلط ہونے کا اشتہار دیں اور اس مضمون اور مضمون الہام جدید کو ایک نہ کہیں۔....

مولانا بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں ۲۹ مارچ کو لودہانہ سے ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور نہ اس پر ان کا دستخط ثبت تھا۔ اور اس کے ساتھ مرزا کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ ہم نے اس خط کو اس پر یادداشت ذیل لکھ کر واپس کیا:

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے وہ اس پر توجہ دلانا چاہتے ہیں تو اس پر دستخط کر کے واپس کریں۔

آج یکم اپریل (۱۸۹۱ء) کو اس خط کی نقل واپس آئی ہے جس پر مرزا صاحب کی قلم سے یہ عبارت ثبت ہے:

السلام علیکم۔ اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے۔ خاکسار غلام احمد ۳۱ مارچ ۱۸۹۱ء۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ اس خط کا راقم کوئی اور شخص ہے۔ مرزا صاحب صرف اس کے مصدق وموافق ہیں۔ لہذا ہم اس خط کو اس رسالہ میں نہیں دیتے۔ اور اس کے راقم کو اپنا مخاطب بنانا پسند نہیں کرتے۔ ہاں اس خط کے مضمون کا جس کے مرزا صاحب مصدق ہیں، جواب دینا ہمارا فرض ہے۔ سو ذیل میں معروض ہے:

اس خط میں ہمارے خط مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۹۱ء کی کسی بات کا جواب نہیں ہے۔ صرف اسی پرانے دعوی کا اعادہ ہے کہ پرائیویٹ گفتگو میں کچھ فائدہ نہیں لہذا ہم جلسہ عام میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس کو آپ نے اشتہار ۲۶ مارچ میں طعن وطنز سبّ وشتم سے مجلی ومزین کر کے ادا فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس خط اور اس اشتہار سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بنا کو قائم و مستحکم کر دیا۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر و مستعد ہیں آپ جس دن اور جس مقام مباحثہ کرنا چاہیں، ہم حاضر ہیں۔ ہماں میداں ہماں چوگاں ہمیں گو۔ انعقاد مجلس عام کا انتظام آپ کے ذمہ ہے کیونکہ پہلے آپ ہی اس کے مد

عی بنے ہیں ۔اور بعد تقرری تاریخ ومقام وحسن انتظام حاضر ہونا ہمارے ذمہ
۔آپ جانتے ہیں کہ ماہ اپریل میں ہمارا عزم سفر تھا، اسی مباحثہ کے شوق سے ہم نے اس عزم کو فسخ کیا ہے۔اب ماہ اپریل کو بھی آپ نے ٹلایا تو لوگ آپ کی طرف گریز کو منسوب کریں گے اور صاف کہیں گے کہ آپ جلسہ عام کے حیلے و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتے ہیں۔...(اشاعۃ السنہ۔جلد۱۲۔ص ۳۷۷۔۳۸۸)

اس خط و کتابت سے واضح ہو جاتا ہے کہ ملاقات سے کون کترا کر رہا ہے، گفتگو سے کون اعراض کر رہا ہے ۔ بحث سے کون جان چھڑا رہا ہے۔ اپنی ذمہ داری دوسرے پر ڈال کر مریدوں کی نظر میں کون سرخرو ہونے کی کوشش کر رہا ہے ۔ کہ جلسہ علماء تو مرزا صاحب کی تجویز ہے، اور مولانا محمد حسین سے کہا جا رہا ہے کہ آپ اس جلسے کا انتظام و اہتمام کریں اور فلاں فلاں لوگوں کو اس میں بلائیں، اور پھر جلسے میں ان کے صم بکم بیٹھے رہنے کی ذمہ داری اٹھائیں، انہیں بحث و مباحثہ سے روکیں وغیرہ وغیرہ ۔ بہاء

} مکتوب مرزا قادیانی بنام محمد احسن امروہی :

مخدومی مکرمی اخویم السلام علیکم ..عنایت نامہ اور کارڈ بھی پہنچا جزاکم اللہ خیرا من ینصر اللہ ینصرہ آپ کے رسالہ اعلام الناس کا انتظار ہے معلوم نہیں کہ قول فصیح مولفہ مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا یا نہیں اگر نہیں پہنچا تو یہ عاجز بھیج دیوے۔کارڈ واپس ارسال خدمت ہے۔مولوی محمد حسین صاحب نے تار بھیج کر مباحثہ چاہا جب اس طرف سے تیاری ہوئی تو پھر بحث کرنے سے انکار کر دیا اور یہ کہ مباہلہ کے اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں باقی سب خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلّہ اقبال گنج ۔ ۷۔اپریل ۱۸۹۱ء

(اخبار الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

(تیاری کیا ہوئی ؟ حکیم نورالدین صاحب لاہور سے مناظرہ نامکمل چھوڑ کر لدھیانہ بھاگ آئے تھے ، اور مولانا نے مرزا صاحب کو لدھیانہ تار دیا کہ حکیم صاحب کو بھیجیں تاکہ نامکمل رہ جانے والے مناظرے کو مکمل کیا جائے ، اگر وہ نہیں آتے تو آپ تشریف لاکر مناظرے کو وہیں سے شروع کریں جہاں حکیم صاحب چھوڑ گئے تھے ۔مرزا صاحب نہیں آئے۔تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تحریک ختم نبوت جلد چہارم۔ اور ہفتم)

} مکتوب مرزا قادیانی بنام نواب محمد علی خان:

مجی عزیزی اخویم نواب صاحب ..آپ کے چار خط یکے بعد دیگرے پہنچے .... اور آپ نے جو پانچ ہزار روپئہ لکھا ہے میرے نزدیک آپ کا دوسروں کے ساتھ شامل ہونا عمدہ طریق نہیں بلکہ مناسب ہے کہ آپ علیحدہ طور پر اشتہار دیں کہ چونکہ مسلمانوں میں تفرقہ بڑھتا جاتا ہے اور اس طرح قوم میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے اس لئے میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بانی مبانی اس تفرقہ کے ہیں شخص مدعی سے مباہلہ کرلیں۔ الہام کا مدعی جب ایک سال کی مہلت الہام کی بنا پر پیش کرتا ہے تو وہی مہلت قبول کرلیں اگر اس مدت میں شخص مدعی ہلاک ہوگیا یا کسی اور ذلیل عذاب میں مبتلا ہوگیا تو خود جماعت اس کی بے اعتقاد ہوکر متفرق ہوجائے گی اور اس طرح پر قوم میں سے فتنہ اٹھ جائے گا اور اس صورت میں محض نیک نیتی اور ہمدردی قوم کی وجہ سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مبلغ پانچ ہزار روپئہ مولوی محمد حسین صاحب کو بطور نذر کے دیں گے اور ان کے لئے دو خوشیاں ہوں گی کہ دشمن مارا اور روپئہ ملا لیکن اگر اس سال کے عرصہ میں جو مباہلہ کے دن سے شمار کیا جائے گا کوئی بلا مولوی صاحب پر نازل ہوئی تو پھر سمجھنا چاہیے کہ مولوی صاحب اس جنگ وجدل میں حق پر نہیں ہیں تو اس صورت میں قوم کو شخص مدعی کی طرف بصدق دل رجوع کرنا چاہیے یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ممکن نہیں کہ بغیر ارادہ الٰہی کے کوئی شخص یوں ہی مارا جاوے۔ غرض یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہونا چاہیے امید کہ بڑا مؤثر ہوگا اگر آپ اشارہ فرمادیں تو اسی جگہ چھاپ دیا جائے جلد مطلع فرمائیں ..

والسلام غلام احمد از قادیان ۸ نومبر ۱۸۹۸ء (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۳)

(یہ اس وقت کی بات ہے ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مرزا صاحب حفظ امن ...کا اقرار نامہ لکھوایا تھا اور کہا تھا کہ مرزا صاحب، محمد حسین یا اس کے دوست پیرو وغیرہ کو چیلنج نہیں کریں گے، مباہلہ کی دعوت نہیں دیں گے وغیرہ۔ اور اس اقرار نامے کے بعد انہوں نے اپنی قوم کو بذریعہ اشتہار ہدایت فرمائی تھی کہ بٹالوی صاحب اور ان سے دوستوں وغیرہ سے مباہلے مناظرے نہ کریں اور میرے عدالتی اقرار نامے کی پابندی کریں۔

یہ تو مرزا صاحب کا وہ رخ تھا جو سب کے سامنے تھا، لیکن خفیہ خفیہ وہ یوں کرتے تھے کہ اپنے

مریدوں سے مناظروں مباہلوں کے اشتہار دلاتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر پھڈے بازی نہ ہو ان کا کام ٹھپ ہو جائیگا۔ ایسا ہی اشتہار انہوں نے مختلف شہروں کے قادیانیوں سے دلوائے کہ محمد حسین آئے مباہلہ کرے اور ۸۲۵ روپیہ انعام پائے وغیرہ۔ پوچھنے والوں کو وہ یہ کہتے تھے کہ ایسے اشتہار، ان مریدوں کے ذاتی ہیں ان کا مرزا صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کے زیر نظر مکتوب بنام محمد علی خان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اشتہاروں کی ترغیب مرزا صاحب ہی دلاتے تھے، اور پھر انہیں قادیان ہی سے اپنی نگرانی میں چھپواتے تھے۔ یعنی ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور تھے اور کھانے کے اور۔ بہاء)

} مرزا قادیانی کا سفر نامہ دہلی

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب لکھتے ہیں کہ قادیان سے دہلی جاتے ہوئے:

ابھی اعلیٰ حضرت (مرزا) (بٹالہ سٹیشن پر) تشریف نہ لائے تھے اور میں اور دوسرے احباب اسٹیشن پر موجود تھے۔ اتنے میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سٹیشن پر ۱۰ بجے کی گاڑی میں امرتسر جانے کے لئے تشریف لائے ساتھ ان کا ایک بچہ بھی تھا میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے دیکھ لیا۔ اپنے بھائی صاحب کو کسی امر کے متعلق تاکید کر رہے تھے اور ایک شیعہ صاحب بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا:

یعقوب کدھر؟

خاکسار۔ حضرت اقدس (مرزا) دہلی جاتے ہیں، میں بھی آپ کے ہمراہ جاؤنگا۔

محمد حسین: تم ابھی تک مرزائی ہو؟

خاکسار: الحمد للہ اسوقت تک خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور دعا ہے کہ اسی پر خاتمہ ہو اور آپ کو بھی شامل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔

محمد حسین: میرا رسالہ پڑھ لیا ہے؟

خاکسار: ہاں آپ نے تو مجھے بھیجا نہیں لیکن میں نے اسے پڑھ لیا ہے۔ اس رسالہ کو پڑھ کر مجھے آپ پر رحم آتا ہے۔

محمد حسین (شیعہ سے خطاب کر کے) تم میرا احسان مانو۔

شیعہ: تمہارا احسان کس بات کا؟

محمد حسین: تم نے وہ اشتہار مرزا کا نہیں پڑھا جو ابھی اس نے شائع کیا ہے جس میں

حضرت امام حسین کی بڑی تعریف کی ہے۔

شیعہ: اس میں تمہارا کیا احسان ہے؟ اشتہار مرزا صاحب نے دیا اور احسان تمہارا؟

محمد حسین: ان کو معلوم نہیں وہ اشتہار میرے رسالہ ہی کو پڑھ کر انہوں نے شائع کیا ہے

خاکسار: آپ کے رسالہ کو تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں، اور وہ دیکھنے کے قابل چیز ہی کیا ہے۔ اس رسالہ کو تو جو شخص پڑھے گا اس کو آپ کی حالت پر بہت رحم آئے گا۔

محمد حسین: اب دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔

خاکسار: پہلے آپ نے کیا کر لیا جو آئندہ کر لو گے۔ آپ کو انہیں تعلیوں نے خراب کیا جب یہ تکبر نکل جائے گا پھر خدا تعالی کے وعدہ کے موافق رجوع کر لو گے۔

محمد حسین: میں ہرگز نہیں کرونگا۔

خاکسار: یہ اس وقت کی بات ہے، اوس وقت آپ کو ندامت ہوگی کہ میرے دعوے کیا تھے۔ آپ کے اس رجوع کی خبر کی وجہ سے آپ پر بہت رحم آتا ہے اور ہم منتظر ہیں کہ آپ کی اس حالت کو بھی دیکھ لیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۰۵ء ص۔۴۔۵)

(یعقوب علی جو مرزا صاحب کے سرکاری آرگن کے اڈیٹر تھے، کس دعوی سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری ہوگی اور محمد حسین مرزائی ہو جائیں گے اور اپنے مخالفانہ طرز عمل پر شرمندہ ہوں گے۔ ادھر محمد حسین کہہ رہے ہیں کہ وہ مرزائی نہیں ہوں گے انشاء اللہ۔ اب دیکھئے کہ یعقوب علی کا دعوی اور مرزا صاحب کی پیش گوئی پوری، کہ محمد حسین مرزائی ہو جائے گا، ہوئی یا محمد حسین کی پیش گوئی کہ، وہ انشاء اللہ حالت اسلام میں زندگی بھر رہیں گے اور اسی حالت میں مریں گے، پوری ہوئی۔ بہاء)

}اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ ۱۷ نومبر کو:

مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق ذکر کیا گیا کہ جو کچھ ہماری تصانیف میں اس کے متعلق لکھا گیا ہے وہ یادگار رہے گی۔ آنحضرت (مرزا) نے فرمایا کہ یہ سب کچھ اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۳)

(اس اقتباس میں بھی مرزا کی اس پیش گوئی کا اعادہ کیا جا رہا ہے کہ محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔ مولانا ۱۹۲۰ء میں فوت ہو گئے اور سبھی جانتے ہیں کہ وہ بحمد اللہ مسلمان کی حیثیت میں فوت ہوئے اور آخر دم تک مرزائیت کے خلاف برسرپیکار رہے۔ یوں مرزا صاحب کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔ بہاء)

} گھڑی کی گم شدگی

مرزا صاحب نے ۲۸ مئی ۱۹۰۵ء کو فرمایا:

شیخ رحمت اللہ صاحب کی ایک گھڑی میرے پاس ہے اور ایک ایسی چیز جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں... میں ایک ڈولی میں بیٹھا ہوا ہوں۔ پھر کسی نے میاں شریف احمد کو اس میں بٹھا دیا اور اس کو چکر دینا شروع کیا۔ اتنے میں گھڑی گر گئی اور اس جگہ قریب ہی گری ہے۔ میں کہتا ہوں اس کو تلاش کرو ایسا نہ ہو کہ محمد حسین نالش کر دے۔ فرمایا کہ خیال گذرتا ہے کہ شاید گھڑی سے مراد وہ ساعت ہے جو زلزلہ کی ساعت ہے جو معلوم نہیں واللہ اعلم اور وہ رحمت کی ساعت ہے یعنی یہ ساعت ہمارے واسطے رحمت الٰہی کا موجب ہو گی۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مئی ۱۹۰۵ء ص ۱)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب، مولانا بٹالوی سے کس قدر خائف رہتے تھے۔ بہاء)

محمد حسین کا رجوع

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ یکم اگست ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس میں:

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک خط کا ذکر ہوا جو انہوں نے منشی حسین بخش تحصیلدار پنڈی گھیپ حال رخصتی قادیان کے نام لکھا تھا۔ (مرزا صاحب نے) فرمایا معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو اس سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا۔ تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی تاویل نہیں کرتے جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ اوائل میں وہ بڑا اخلاص ظاہر کرتا تھا۔ بٹالہ کے سٹیشن پر خود اس نے حامد علی سے لوٹا لے کر مجھے وضو کرایا اور جب میں اٹھتا تھا تو میرا جوتا اٹھا کر آگے رکھ دیتا تھا۔ اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے وہ یہ کہ جب یہ کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کر سکتا ہے۔

(الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ۲)

(اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خیال تھا کہ محمد حسین یا تو ان کی زندگی میں مرزائی ہو جائے گا یا ان کی زندگی میں مر جائے گا۔ اور جب وہ مر جائے گا بغیر مرزائی ہوئے، تو پھر ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل کریں گے۔ مولوی صاحب ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے، اور مرزا صاحب کے بیان بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا خیال تھا کہ وہ کم از کم ۱۹۲۰ء تک زندہ رہیں گے اور اسکی موت کے بعد اسکے رجوع سے متعلق پیش گوئی کی تاویل کریں گے۔

اور دوسری طرف مرزا صاحب قبل موت کہا کرتے تھے کہ ہم اپنا کام پورا کر چکے ہیں، لیکن حقیقت

یہ ہے محمد حسین کے متعلق پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھنا انہیں نصیب ہوا نہ ہی انہیں پیش گوئی کی تاویل کرنے کا موقع ملا۔ بہاء)

} مرزا صاحب کا سفر دہلی:

اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب:

۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۵ء ...کو دہلی پہنچے ...۲۹۔اکتوبر کو حضرت شاہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہ کے مزار پر گئے اور فاتحہ پڑھی۔ دہلی کے لوگ علی العموم آتے ہیں۔ اس وقت تک کوئی شوخی اور شرارت ظاہر نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہلی ہی بدل گئی ہے جو ۱۸۹۱ء میں تھی جب اعلیٰ حضرت پہلے تشریف لائے تھے۔ ...عام لوگوں میں اس وقت دلچسپی پیدا ہو رہی ہے ابھی پورے طور پر کہہ نہیں سکتے کہ کیا اثر اور نتیجہ ہو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بھی آرہ جاتے ہوئے یہاں اترے اور بعض مولویوں کو کچھ سبق دے کر رخصت ہوئے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۲)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا کہ مولانا بٹالوی کس شد و مد سے مرزا صاحب کا تعاقب کیا کرتے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں جب مرزا صاحب دہلی تشریف لے گئے تھے اس وقت مولانا ان کے تعاقب میں دہلی جا پہنچے تھے، اور مرزا صاحب کو اس قدر زچ کر دیا تھا کہ انہوں نے یہاں تک فرما دیا کہ محمد حسین سے مباحثہ کرنا تو درکنار میں کسی ایسی مجلس میں کسی اور سے بھی مباحثہ نہیں کروں گا جہاں سامعین و حاضرین میں بھی محمد حسین موجود ہوں۔ اور جب مرزا صاحب ۱۹۰۵ء میں دہلی تشریف لے گئے تو مولانا اس وقت بھی ان کے تعاقب میں دہلی جا پہنچے۔ بہاء)

} ڈائری ۱۷۔اپریل ۱۹۰۲ء

مرزا صاحب کے ڈائری نویس نے لکھا ہے:

فرمایا (مرزا صاحب نے) دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرف جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں اور ایک دفعہ الہام ہوا ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو تیری استتی گیتا میں موجود ہے۔ لفظ رودر کے معنی نذیر اور گوپال کے معنی بشیر کے ہیں ...فرمایا: ابوجہل اس امت کا فرعون تھا کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پرورش کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں براہین پر ریویو لکھ کر ہمارے سلسلہ کی چند یوم پرورش کی

سفر نامہ دہلی از اڈیٹر الحکم میں لکھا ہے:

(مرزا صاحب کہتے ہیں): عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا ہے کہ میں نے خدا تعالی سے الہام پا کر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ انّا نبشّرک بغلام حسین یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ میں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سنایا جو اب تک زندہ ہے اور بباعث میرے دعوی مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سنایا، اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے یعنی شرم پت اور ملا وامل ساکنان قادیان کو بھی سنایا، اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ ۲۰ سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی۔ لیکن حافظ نور احمد نے کہا کہ خدا کی قدرت سے کیا تعجب ہے کہ وہ لڑکا دے۔ اس سے تقریباً تین برس کے بعد جیسا کہ ابھی لکھتا ہوں دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کئے۔...

تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گذرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس میں کئی دفعہ اپنے مخالفوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے بکر و ثیب۔ جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالی چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

.. تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرم پت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملا وامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سید ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔ یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ

گذر چکا تھا جب کہ مجھے دق کی بیماری ہوگئی تھی..

یہ الہام ہوا تھا ہر چہ باید نوعروسے را ہمہ سامان کنم ۔یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے...

ایک ابتلاءاس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں تھی ۔اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلایا ہے جیسے اخویم مولوی نور الدین اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ ،مولوی محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہم دردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے ۔اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ،ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے.....

غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الہی میں دعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی وہ مجھے دی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے... میں اس زمانہ میں اپنی کمزوی کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تیئں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا..

قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیش گوئی ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب ۔ترجمہ۔وہ خدا سچا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات

سے معجون مرکب ہے

..دہلی میں ایک شریف اورمشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہوگئی اور یہ خاندان خواجہ میر درد کی لڑکی کی اولاد میں سے ہے جو مشاہیرا کابر سادات دہلی میں سے ہیں...

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہان ہے یہ تفاول کے طور اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہانوں کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے..

میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے ایک معجون مرکب ہے یا شہرت عام کے لحاظ سے یوں کہو کہ وہ خاندان مغلیہ اور خاندان سادات سے ایک ترکیب یافتہ خاندان ہے مگر میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے کیونکہ اسی پر الہام الٰہی نے تواتر کے ساتھ مجھے یقین دلایا ہے اور گواہی دی ہے

(سفرنامہ دہلی ۔اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۴)

(الہام نے مرزا صاحب کو بتایا ہے کہ تم خاندان مغلیہ سے نہیں ہو، اس لئے تمہارا مرزا اور مغل ہونے کا دعوی غلط ہے۔ اس کے باوجود مرزا صاحب ساری عمر اپنے نام کے ساتھ سبھی تحریروں میں مرزا لکھتے رہے، اور الہام کی نافرمانی کرتے رہے۔

مرزا امام دین بھی اسی خاندان سے تھا جسے مرزا صاحب بنی فاطمہ اور بنی فارس کے خون سے مرکب کہتے ہیں، مرزا نظام الدین بھی اسی خاندان سے تھا، محمدی بیگم بھی اسی خاندان سے تھی، احمد بیگ بھی اسی معجون مرکب خاندان سے تھا۔ مرزا فضل احمد بھی اسی خاندان سے تھا جس کا مرزا نے جنازہ بھی نہیں پڑھا اور ظاہر ہے کہ وہ مرزا کے نزدیک جہنمی تھا، احمد بیگ، امام الدین، نظام الدین وغیرہ کی طرح۔اس خاندان میں کتنے جہنمی ہوئے؟ کیا ایسا خاندان بھی قابل فخر ہوسکتا ہے؟ بہاء)

مرزا قادیانی کا عرصہ حیات

اتنی بات تو قادیانیوں اور مسلمانوں میں مسلمہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶ مئی 1908ء کو لاہور میں آنجہانی ہوئے تھے لیکن ان کے ایں جہانی ہونیکے ماہ وسال متنازعہ ہیں۔ اس تنازع کی وجہ سے ان کا عرصہ حیات ۷۶ شمسی برس ہونا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اس موضوع پر کچھ گزارشات قبل ازیں کسی جلد کر چکے ہیں۔ تاہم حالیہ دنوں میں الحکم و بدر کی فائلوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے اس موضوع پر مزید روایات پڑھنے کو ملی ہیں جن میں خود مرزا صاحب، اور ان کے اہم ترین حواریوں مثل حکیم نور الدین، محمد احسن امروہی، اور عبد الکریم سیالکوٹی کے بیانات شامل ہیں جن کا تجزیہ کرنے سے مرزا صاحب کا عرصہ حیات معلوم کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایات ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے اپنے اخباروں میں شائع ہوئیں، اور اگر غلط ہوتیں تو اشاعت کے بعد مرزا صاحب ان کی تصحیح کرا دیتے۔ ملاحظہ فرمایئے:

} گلاب شاہ مجذوب اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئیوں کا ذکر کر کے مرزا صاحب کہتے ہیں:

.. بہت سے اکابر امت گذرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیش گوئی کی اور پتہ بتایا۔ بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی، جو چراغ دین ۱۲۶۸ ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۴۔ یکم جون ۱۹۰۴ء ص ۴)

} اڈیٹر الحکم بتاتے ہیں:

حضرۃ اقدس مرزا نے ایک روز اپنی اور سلسلہ عالیہ کے خاص دوستوں کی زیادتی عمر کے لئے دعا کی تو یہ مبشر الہام ہوا رب زد نی عمری و فی عمر زو جی زیا دۃ خارق العا دۃ یعنی اے میرے رب میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادت فرما۔ (اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷، اپریل ۱۹۰۱ء ص ۱۳)

اڈیٹر الحکم نے زو جی میں خواہ مخواہ سلسلہ کے خاص دوست شامل کر لئے ہیں مرزا صاحب نے کسی ایک فرد (واحد) کو اس دعا میں اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔

خاص دوستوں کی بات ہوتو سب سے قریبی عبدالکریم تھے جوان کے گھر میں ہی رہتے تھے اورنورالدین وغیرہ تھے۔ عبدالکریم تو اس دعا کے ۴ سال بعد ۴۷ سال کی عمر میں چل بسے، اور حکیم صاحب ۱۳ سال بعد ۷۰ سال سے کم عمر میں چل بسے۔ان کی عمروں میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا خارق عادت ہوا؟ اورخود مرزا صاحب اس دعا کے ۷ سات سال بعد چل بسے جب کہ ۸۰ سال عمر کا انہیں الہام تھا، اوراس میں ۱۵ سال اضافے کی دعا پہلے سے موجود تھی، اور میر مردان علی حیدر آبادی نے بھی اپنی عمر میں سے پانچ سال مرزا صاحب کو دے رکھے تھے۔یعنی ۱۰۰ سال کی عمرتو پہلے سے تھی، اب اس میں خارق عادت اضافہ تو یہی ہونا چاہیے کہ اس سو، پچاس، سال مزید شامل کردیئے جائیں۔لیکن ہوا کیا؟)

} مرزا قادیانی کا خطبہ عیدالفطر۲ فروری ۱۹۰۰ء:

...خدا تعالی کی ہم پر بہت رحمتیں ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اس نے ہم کو جلتے ہوئے تندور سے نکالا۔سکھوں کا زمانہ ایک آتشی تندور تھا اور انگریزوں کا قدم رحمت و برکت کا قدم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب اول ہی اول انگریز آئے تو ہوشیار پور میں کسی موذن نے اونچی اذان کہی۔ چونکہ ابھی ابتداء تھی اور ہندوؤں اورسکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے پر روکیں گے یا ان کی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جاوے تو اس کا ہاتھ کاٹیں گے،اس اونچی اذان کہنے والے موذن کو پکڑ لیا۔ایک بڑا ہجوم ہو گیا اور ڈپٹی کمشنر کے سامنے وہ لایا گیا۔ بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہوئے اور کہا حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے، ہمارے برتن ناپاک ہو گئے۔ جب یہ باتیں انگریز کو سنائی گئیں تو اسے بڑا تعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں؟ اس نے سررشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کرلیا جاوے اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے موذن کو حکم دیا کہ تو پھر اسی طرح بانگ دے۔ وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جرم ہو۔مگر جب اس کو تسلی دی گئی اس نے اسی قدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا ہم کو تو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا۔ سررشتہ دار سے پوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا۔اس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں۔آخر اس کو چھوڑ دیا اور کہا گیا جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو...

ہمارے اس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی۔ ہمارے بچپن کا زمانہ

تھا لیکن معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ جب انگریزی دخل ہو گیا تو چند روز تک وہی قانون رہا (اذان دینے کا)۔ ایک کاردار آیا ہوا تھا اس کے پاس ایک مسلمان سپاہی تھا۔ وہ مسجد میں آیا اور موذن کو کہا کہ بانگ دے۔ اس نے گنگنا کر اذان دی۔ سپاہی نے کہا کیا تم اسی طرح پر بانگ دیتے ہو؟ موذن نے کہا ہاں اسی طرح دیتے ہیں۔ سپاہی نے کہا نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دے۔ اور جس قدر زور سے ممکن ہے دے۔ وہ ڈرا، آخر اس نے زور سے بانگ دی۔ تمام ہندو اکٹھے ہو گئے اور ملا کو پکڑ لیا۔ وہ بیچارا بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دیدے گا۔ سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ آخر سنگ دل چھری مار برہمن اس کو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا۔ کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تبدیل ہو گئی ہے اور اب وہ سکھا شاہی نہیں رہی، مگر ذرا دبی زبان سے پوچھا کہ تو نے اونچی آواز میں کیوں بانگ دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں میں نے بانگ دی۔ کاردار نے کہا کم بختو! کیوں شور ڈالتے ہو، لاہور میں تو اب کھلے طور سے گائے ذبح ہوتی ہے تم ایک اذان کو روتے ہو جاؤ چپکے ہو کر بیٹھ رہو (الحکم ۱۰ فروری ۱۹۰۰ء ص ۶)

(اس واقعہ سے مرزا اور اس کے باپ کے اثر ورسوخ کا بھی پتہ چلتا ہے، کہ ہندوانہیں قادیان میں بلند آواز سے اذان نہیں دینے دیتے تھے حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو قادیان اور نواحی گاؤں کا مالک اور رئیس قادیان سمجھتے اور کہتے تھے۔

نیز مرزا بشیر احمد قادیانی بتاتے ہیں: آخری عمر میں دادا (مرزا غلام مرتضی) صاحب نے ایک مسجد تعمیر کر وانے کا ارادہ کیا، اور اس کیلئے موجودہ بڑی مسجد (مسجد اقصی قادیان) کی جگہ کو پسند کیا۔ اس جگہ سکھ کار داروں کی حویلی تھی۔ جب یہ جگہ نیلام ہونے لگی تو دادا نے اسکی بولی دی (سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۲۳۲) اغلباً یہی وہ جگہ ہے جہاں بیٹھ کر ۱۸۵۷ء کے گردو پیش انگریزوں نے وہ فوجی بھرتی کی یا کرائی ہوگی جس کے متعلق مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرے باپ نے پچاس سوار اور گھوڑے وغیرہ انگریزوں کو دیئے تھے۔ اور اس واقعہ سے مرزا کی عمر کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سکھوں کی عملداری ختم ہونے کے بعد انگریزوں کی عملداری شروع ہونے کے وقت مرزا صاحب ایک کم عمر بچے تھے)

{ مولوی عبد الکریم سیالکوٹی اپنی ایک چٹھی میں لکھتے ہیں:

...اور اللہ تعالی نے یہ بھی آپ ﷺ کو دکھایا کہ اس (مسیح موعود) کی بعثت کے وقت

سے آخر تک دو زرد چادریں اس کے زیب تن رہیں گی، یعنی ایک بیماری اس کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور ایک نیچے کے حصہ میں۔

اس امر کے معلوم کرنے سے ضروری ہے کہ کام کی بزرگی اور مصروفیت کی شدت نے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں ترحم اور تعجب کو تحریک دی ہو اور آنحضرت ﷺ کے دل میں گذرا ہو کہ ایک طرف تو اس (مسیح موعود) کا یہ کام ہوگا کہ وہ اس دجال ستم گر سے قتال کرے گا جس کے تصور سے آپ ﷺ کا رنگ زرد ہو ہو جاتا تھا، اور باایں ہمہ دو بیماریاں اور بڑی بھاری بیماریاں بھی اس (مسیح) کے لازم حال رہیں گی، تو اس صورت میں اتنا بڑا کام کیونکر چلے گا۔

معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کی تسلیت خاطر اور تثبیت قلب کے لئے جہاں خداوند کریم نے آپ ﷺ کو مسیح موعود کی نسبت بڑی بڑی بشارتیں دیں جن کی بنا پر آپ نے کبھی اس کے حق میں فرمایا کہ وہ بعثت کے بعد ۴۰ سال تک اپنا کام کرے گا یعنی اس کی عمر لمبی کی جائے گی اور کاروائی کے لئے وسیع موقع دیا جائے گا..(الحکم ۷ استمبر ۱۹۰۱ء ص ۵۔۶)

(یاد رہے کہ مرزا صاحب نے دعوی مسیحیت ۱۸۹۱ء میں کیا اور اس کے سترہ، اٹھارہ سال بعد مئی ۱۹۰۸ء میں وہ چل بسے۔ جب کہ مولوی عبدالکریم کے بیان کے مطابق مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہوتے تو انہیں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۳۱ء تک زندہ رہنا تھا۔ بہاء)

} مرزا صاحب کہتے ہیں:

خدا تعالی بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی حالانکہ خدا تعالی نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ ستمبر ۱۹۰۱ء ص ۱۱)

} مرزا صاحب نے ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں مریدوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

.... اس طرز کے اختیار کرنے سے مدعا یہ ہے کہ مسیح کی خدائی باطل کی جاوے۔ یہ اعتقاد ظلم عظیم ہے، اور مجھے تو خدا کی قدرت ہے کہ شروع سے جب کہ ابھی میں طالب علم ہی تھا اس کی تردید کا ایک جوش خدا نے دیا تھا۔ گویا میری سرشت میں یہ بات رکھ دی تھی۔ چنانچہ جب پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتابیں شائع کیں تو ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ء

کا ذکر ہے کہ میں مولوی گل علی شاہ صاحب کے پاس جو ہمارے والد صاحب نے خاص ہمارے لئے استاد رکھے ہوئے تھے، پڑھا کرتا تھا۔ اور اس وقت میری عمر سولہ سترہ برس کی ہوگی تو اس کی میزان الحق دیکھنے میں آئی۔ ایک ہندو نے جو میرا ہم مکتب تھا اس کی فارسی کو دیکھ کر اس کی بڑی تعریف کی۔ میں نے اس کو بہت ملزم کیا اور بتایا کہ اس کتاب میں بجز نجاست کے اور کچھ نہیں تو نری زبان چلاتا ہے۔ اس وقت سے خدا نے اس جوش میں ترقی کی ہے اور میرے رگ وریشہ میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اس افتراء کے پتلے (مسیح کی خدائی کا عقیدہ) کو تباہ کیا جائے۔ اور خدا تعالی جانتا ہے کہ آج کل جو نمازیں جمع کی جاتی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے فرمایا تھا کہ اس کیلئے نمازیں جمع کی جاویں گی تو یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہو رہی ہے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں پھر بھی آج کل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ تیز ہو جاتا ہے مگر میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔

چونکہ دن چھوٹے ہوتے ہیں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ دن کدھر جاتا ہے اسی وقت خبر ہوتی ہے جب شام کی نماز کیلئے وضو کرنے کے واسطے لوٹا رکھ دیا جاتا ہے اس وقت مجھے افسوس ہوتا ہے کہ کاش اتنا دن اور ہوتا۔

حالانکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں مگر جب پاخانہ کی حاجت بھی ہوتی ہے تو مجھے رنج ہی ہوتا کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی اور ایسا ہی روٹی کے لئے جب کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

(مرزا صاحب کے اس بیان سے ایک تو یہ ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب ایک دنیاوی استاد کے شاگرد تھے، دوسرا یہ کہ ایک ہندو بھی ان کا ہم مکتب تھا۔ تیسرا یہ کہ ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۰ء میں ان کی عمر سولہ سترہ سال کی تھی، یعنی انکی ولادت ۱۸۴۴ء کے گردو پیش ہوئی، اور ۱۹۰۸ء میں ان کی وفات ہوئی تو اس وقت ان کی عمر چونسٹھ یا پینسٹھ برس ہوتی ہے۔ چوتھے یہ کہ مرزا صاحب کو مراق کی بیماری تھی۔، پانچواں یہ کہ آپ کو اسہال کی بیماری بھی لاحق رہتی تھی اور روزانہ کئی کئی دست آتے تھے۔ نیز آپ کو دوران سر کی بیماری تھی۔ بہاء)..

} مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

میں سولہ سترہ برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا ہوں اور ان کے اعتراضوں پر غور کرتا رہا ہوں میں نے اپنی جگہ ان اعتراضوں کو جمع کیا ہے جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب پہنچی ہوئی ہے ..جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے سولہ یا سترہ برس برس کی عمر سے عیسائیوں کی کتابیں پڑھتا رہا ہوں مگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان اعتراضوں نے میرے دل کو مذبذب نہیں کیا۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۱ء ص۲)

(مرزا صاحب کا یہ بیان بھی بیان بالا کی بازگشت ہے کہ جب وہ سولہ برس کے تھے، اور گل علی شاہ سے پڑھتے تھے، تو انہوں نے پادری فنڈر کی کتاب پڑھی۔ وغیرہ۔ اس بیان سے بھی مرزا صاحب کے عرصہ حیات کے بارے میں مذکورہ بالا نتیجہ ہی نکلتا ہے۔ بہاء)

} الحکم میں کسی قادیانی کا ایک طویل مضمون شائع ہوا جس میں بتایا گیا ہے:

....آریوں نے بھی اسلام پر پیش دستی کر کے حملے کئے ہیں چنانچہ سب سے پہلے ۱۸۶۶ء میں اندرمن مراد آبادی نے جب ہمارے سید مولا امام حضرت مسیح موعود کی عمر کوئی بیس سال سے بھی کم ہوگی، پاداش اسلام، نام ایک گندی سے گندی کتاب شائع کر کے مسلمانوں کو ستایا۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء ص۱۲)

(اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۶ء میں مرزا صاحب کی عمر بیس سال سے کم تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۸۴۶ء کے گردو پیش کی ہے۔ اس حساب سے ان کی موت کے وقت ۱۹۰۸ء میں ان کا عرصہ حیات تقریباً باسٹھ برس ہوتا ہے۔ بہاء)

} ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مرتبہ مرزا صاحب نے فرمایا:

ثمانین حولاً کی پیش گوئی ہے۔ اس پیش گوئی پر ایک زمانہ گذر گیا۔ کوئی شخص ایک دم کے لئے بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں زندہ رہونگا لیکن ایک خاص تعداد سالوں کی خبر دے دینا کیا یہ انسانی طاقت کا کام اور پھر میرے جیسے آدمی کے لئے جس کو دو بیماریاں لگی ہوئی ہیں باوجود ان بیماریوں اور ضعفوں کے خدا تعالی کا یہ وعدہ دینا کہ تیری اسّی (۸۰) برس کے قریب عمر ہوگی کیسا عجیب ہے۔ اور حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے اس قسم کی خبر ہوسکتی ہے ورنہ عاجز انسان کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ پیشگوئی بھی پوری شدہ ہی سمجھ

لیں کیونکہ بہت عرصہ اس پر گذر گیا ہے اور میری عمر اب ساٹھ سے متجاوز ہو چکی ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ستمبر۱۹۰۲ء ص ۵)

(} یہاں ثما نین یعنی اسی ،۸۰ برس کا ذکر ہے، پانچ چھ کم یا زیادہ کا نہیں، اور کم یا زیادہ کی صورت میں خاص تعداد بھی باقی نہیں رہتی۔

} (مرزا صاحب کو دو نہیں بے شمار بیماریاں تھیں، پیشاب، دوران سر، خفقان قلب کی، اسہال کی، مراق کی، بازو کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھیں ایک آنکھ بند رہتی تھی وغیرہ، لیکن وہ صرف دو کا ذکر، ۔ دو زرد چادروں کی مناسبت سے کرتے تھے۔ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے اور ممصرتین ان پر ہوں گی۔ جن کا ترجمہ دو زرد چادریں کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب چونکہ آسمان سے تو آئے نہ تھے لیکن چادروں کا انہیں فکر تھا جو ان کے پاس نہ تھیں، اس لئے انہوں نے اپنی دو کہنہ امراض کو چادریں قرار دے دیا، اور وہ کثرت پیشاب اور دوران سر کی بیماریاں تھیں۔

ممصرتین ایسی چادریں ہوتی ہیں جن میں ہلکی سی زردی ہو۔ اگر مرزا صاحب اپنی ان بیماریوں کو ممصرتین قرار دینا چاہتے تھے تو یہ بھی ہلکی بیماریاں ہونی چاہییں تھیں۔ لیکن مرزا صاحب کے سوانحی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہلکی نہیں تھیں بلکہ انتہائی شدید تھیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ دن میں سو سو مرتبہ پیش آتا ہے۔ سو مرتبہ دن رات میں پیشاب کا آنا تسلیم کیا جائے تو ہر ۱۵ منٹ بعد انہیں بیت الخلاء جانا پڑتا ہوگا۔ نہیں بلکہ ہر ۱۰ منٹ بعد، کیونکہ بیت الخلاء جانے، پیشاب کرنے، استنجا کرنے، پھر واپس آنے میں بھی تو چار پانچ منٹ تو لگتے ہی ہوں گے، اور واپس آتے ہی لنگوٹ ڈھیلا کر کے پھر سے بیت الخلاء کیلئے پابہ رکاب ہو جاتے ہوں گے۔ اس سے بڑی بیماری، عذاب، تکلیف، مصیبت ہوسکتی ہے جس میں یہ مسیح الزمان مبتلا تھے۔

}ستمبر۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب بتاتے ہیں کہ ان کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہوگئی ہے۔ مئی ۱۹۰۸ء موت کے وقت اس حساب سے ان کی عمر ۶۸ سال ہوتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۰ء بنتا ہے۔

}مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان کی عمر ۸۰ برس کے قریب ہونے کا وعدہ ہے۔ جو ظاہر ہے کہ پورا نہیں ہوا۔ اگر یہ خدائی وعدہ ہوتا تو ضرور پورا ہوتا، اور چونکہ پورا نہیں ہوا اس لئے ثابت ہوا کہ وعدہ خدائی نہیں تھا اور جس نے مرزا صاحب سے یہ وعدہ کیا تھا وہ خدا نہیں کوئی اور تھا۔ بہاء)

} مرزا غلام احمد اپنے مرید حکیم نورالدین کو لکھتے ہیں:

بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب ....عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کوغور سے پڑھا۔ جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالی کی ان کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور میرے پر وارد ہوچکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا..

جس قدرضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔..

خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۲ جنوری ۱۸۸۷ء (الحکم ۱۷۔اگست ۱۹۰۳ء ص ۳)

☆ مولوی محمد احسن امروہی ایک مخالف کے خطاب میں لکھتے ہیں:

آپ (مخالف) نے سنین نبوی کا شمار ۱۲۸۸ھ کو ترک کر کے سن نبوۃ سے ہی اعتبار کیا ہے کہ ۱۲۸۸ھ کی جگہ ۱۳۰۰ نبوتی قائم کئے ہیں لہذا مہدی کے لئے بھی ان کی بعثت کا وقت جو نزول انوار الہام کا زمانہ ہے معتبر رکھنا ضروری ہے اور ۱۲۸۸ھ میں جو جو آپ بر عایت ابتدائے بعثت نبی کریم ﷺ کے ۱۲ سال اور زائد کر کے مطابق ۱۳۰۰ نبوت کے گردانتے ہیں یہ ہم کو کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہے ہماری مراد تو یہ ہے کہ روشنی عامہ کا ظہور ۱۲۸۸ھ میں ہوا جو مطابق ۱۳۰۰ نبوت کے آپ کے نزدیک ہے اور ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء کے ہیں اور اس ۱۸۷۱ء میں عمر حضرت اقدس (مرزا) قریب ۳۲ سال کے تھی کیونکہ سنہ پیدائش آپ کا ۱۸۳۹ء ہے اور اسی ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں جو آپ کے نزدیک ۱۳۰۰ نبوتی ہوتے ہیں انوار الہام کا نزول شروع ہوگیا تھا دیکھو الہام پیش گوئی نمبر ۲۱ مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء کو بھی اور ایسے الہامات کثرت سے ہیں جو ۱۸۷۱ء سے پیشتر ہوئے (یعنی وقت سے پہلے ہوگئے ۔ بہاء) پس ۱۸۷۱ء میں نزول روشنی کا بطریق اولی ثابت ہوا اور اس عمر ۳۱ یا ۳۲ سالہ میں حضرت اقدس کے الہامات ہونے میں یہ سر اور حکمت ہے کہ مشابہت بین المسیح المحمدی و بین المسیح الموسوی ثابت ہوجاوے، کیونکہ مسیح موسوی کا سنہ بعثت بھی یہی ہے۔اور آپ تو صرف حدیث سے ۱۳۰۰ کے بعد کا اشارہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن ہم تو قرآن اور حدیث دونوں سے اس

امام آخرالزمان کے نور کے ظہور کا کامل وقت ۱۳۰۰ھ کے بعد آپ کو بتائے دیتے ہیں قرآن مجید میں تو وہی آیت استخلاف موجود ہے جس میں لفظ کما استخلف الذین من قبلھم موجود ہے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے، لہذا مسیح محمدی بھی چودھویں صدی میں بلحاظ لفظ کما کے مبعوث ہونا لازم ہوا، تا کہ مشابہت بین السلسلتین متحقق ہو جاوے، اور حدیث تو خود بآواز بلند اس وقت میں پکار کر کہہ رہی ہے کہ چودھویں صدی کے راس پر ہی بعثت مجدد ضروری ہے اور مجدد بھی وہی مصلح موعود جس کو لفظ کما مقتضی ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

(اس تحریر میں مولوی محمد حسن امروہی بتاتے ہیں کہ ۱۸۷۱ء میں مرزا صاحب کی عمر ۳۲ سال کے قریب تھی، یعنی پورے بتیس سال بھی نہیں تھی۔ اور یہ کہ ان کی ولادت ۱۸۳۹ء میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں وفات کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال کے قریب ہوتی ہے، پورے اڑسٹھ سال بھی نہیں۔ بہاء)

} مارچ ۱۹۰۴ء میں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا:

کیا جناب کو یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی؟

مرزا صاحب نے جواب دیا: ہاں عمر کے متعلق مجھے الہاماً یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اسّی (۸۰) کے قریب ہوگی اور حال میں ایک رؤیا کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ۱۵ سال اور بڑھانے کے واسطے دعا کی ہے۔

پھر سوال ہوا: اب جناب کی عمر کیا ہوگی؟

مرزا صاحب نے جواب دیا: ۶۵ یا ۶۶ سال، (اخبار الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳)

(اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب کی عمر بقول خود ۶۵ یا ۶۶ سال تھی، اور یہ کہ انہیں الہاماً یہ بتایا جا چکا تھا کہ ان کی کل عمر ۸۰ سال کے قریب ہوگی، جس میں ۱۵ سال کے اضافے کی دعا بھی انہوں نے کر رکھی ہے۔ اور مرزا کا دعوی تھا کہ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہوا ہے اجیب کل دعائک الّا فی شرکائک۔ میں تیری ہر دعا قبول کرونگا سوائے ان دعاؤں کے جو تو اپنے شریکوں کے بارے میں کرے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب کی عمر بعد اس دعا کے بعد ۹۵ سال کے قریب ہونے کا وعدہ تھا۔

لیکن مرزا صاحب اس سوال و جواب کے چار سال بعد آنجہانی ہو گئے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا عرصہ حیات ۶۹ یا ۷۰ سال تک محدود رہا۔ نہ ۸۰ سال عمر والا الہام پورا ہوا، نہ اسّی (۸۰) برس عمر کی پیش گوئی پوری ہوئی،

نہ ۸۰ میں ۱۵ سال اضافے کی دعا قبول ہوئی اور نہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک کا والہ الہام، اور خدائی وعدہ پورا ہوا۔

یاد رہے کہ سب مسلمانوں کا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالی وعدہ خلافی نہیں فرماتے ، اس لئے مرزا صاحب جسے خدائی وعدہ کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اگر وہ واقعتاً خدائی وعدہ ہوتا تو ضرور مرزا صاحب کی عمر ۸۰ سال کے قریب بلکہ ۹۵ سال کے قریب ہوتی۔

اور پھر مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ جو شخص مخلوق کے فائدہ مند ہوتا اسے طویل عمر دی جاتی ہے ، جو فائدہ مند نہ ہوا سے جلد اٹھالیا جاتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

مسیح موعود کے زمانہ میں درازی عمر کا راز

احادیث میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں عمریں لمبی ہو جائیں گی اس سے یہ مراد نہیں کہ موت کا دروازہ بالکل بند ہو جائے اور کوئی شخص نہیں مرے گا بلکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مالی جانی نصرت میں اس کے مخلص احباب ہوں گے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہوں گے ان کی عمریں دراز کر دی جائیں گی اس واسطے کہ وہ لوگ نفع رساں وجود ہوں گے اور اللہ تعالی کا وعدہ ہے و امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ یہ امر قانون قدرت کے موافق ہے کہ عمریں دراز کر دی جائیں گی اس زمانہ کو جو دراز کیا ہے یہ بھی اس کی رحمت ہے اور اس میں کوئی خاص مصلحت ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۰)

(مرزا صاحب کے اس فرمان کی روشنی میں یہ دیکھنا چاہیے کہ محمد افضل اڈیٹر البدر قادیان اور مرزائیوں کے مخدوم الملت مولوی عبدالکریم چھوٹی عمر میں کیوں مر گئے تھے حالانکہ وہ جانی بدنی نصرت میں لگے ہوئے تھے اور مرزا صاحب کے بہت ہی قریبی لوگ تھے۔ اور خود مرزا صاحب کی عمر کیوں نہ بڑھی بلکہ ڈاکٹر جب عبدالحکیم نے پیش گوئی کی مرزا ۱۴ ماہ کے اندر مر جائے گا، تو اس کے مقابلے میں مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ ان کی عمر بڑھادی جائے گی۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی بھی پوری نہ ہوئی، اور الٹا بعد از پیش گوئی ۱۴ ماہ سے بھی ان کی عمر کم ہوگئی۔

اور مرزا صاحب کے بیٹے بشیر اول اور مبارک احمد بچپن میں کیوں مر گئے؟ کیا اس لئے کہ وہ زندہ رہتے تو ضرر رساں ہوتے؟ اور اگر مبارک احمد کو کسی پیش گوئی کے سچا کرنے کی غرض سے جلدی مرنا تھا تو مرزا صاحب نے افراتفری میں اس بیمار نابالغ کی شادی کیوں کر دی؟ بہاء)

} یکم فروری ۱۹۰۴ء کو بموقع سیر مرزا صاحب نے فرمایا:

قوائے خواہ کتنے ہی قوی ہوں اور عمر کس قدر اوائل کیوں نہ ہو، مگر تاہم عمر کا اعتبار نہیں ہے۔نہیں معلوم کہ کس وقت موت آ جاوے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اگر چہ اپنے فرض کا ایک حصہ بذریعہ تحریروں کے ہم نے پورا کر دیا ہے مگر تاہم ایک بڑا ضروری حصہ باقی ہے کہ عوام الناس کے کانوں تک ایک دفعہ خدا تعالی کے پیغام کو پہنچا دیا جائے کیونکہ عوام الناس میں ایک بڑا حصہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے کہ جو تعصب اور تکبر وغیرہ سے خالی ہوتے ہیں اور محض مولویوں کے کہنے سننے سے وہ حق سے محروم رہتے ہیں اور جو کچھ یہ مولوی کہہ دیتے ہیں اسے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیتے ہیں، ہماری طرف کی باتوں اور دعووں اور دلیلوں سے محض نا آشنا ہوتے ہیں۔اس لئے ارادہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جا کر بذریعہ تقریر کے لوگوں پر اتمام حجت کی جائے اور ان کو بتلایا جاوے کہ ہمارے مامور ہونے کی غرض کیا ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔...

(اس واقعہ کے بعد مرزا صاحب کہاں کہاں گئے؟۔کیا بمبئی، کلکتہ، مدراس، ملتان، بہاولپور، پشاور، بھوپال، حیدرآباد، آگرہ، جے پور، حیدرآباد سندھ، کراچی، لائل پور، مظفرگڑھ، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سری نگر، جموں، لکھنؤ، بنارس، ڈھاکہ، وغیرہ گئے، کیونکہ اس وقت ہند کے بڑے شہر یہی تھے۔اس بیان کے بعد دہلی میں گئے تو وہاں کوئی لیکچر اور تقریر وغیرہ نہیں کی مزاروں کی زیارتیں کرتے رہے۔لاہور میں گئے لیکن لیکچر ہی تیار کرتے رہے جسے نامکمل چھوڑ کر چل بسے۔گورداسپور، فیروز پور، لدھیانہ، پٹیالہ، ہوشیار پور میں بھی کوئی لیکچر نہیں دیا۔

پھر مرزا صاحب ہندوستان سے باہر بھی نہیں نکلے، نہ کابل گئے نہ تہران، نہ مشہد، نہ قم، نہ بخارا نہ سمرقند، نہ شنگھائی نہ پیکنگ، نہ لندن نہ پیرس، نہ نیو یاک نہ واشنگٹن۔نہ ماسکو نہ سنیٹ پیٹرز برک، نہ برمنھجم نہ اڈنبرا، نہ مانچسٹر، نہ روم۔نہ ایتھنز، نہ استنبول، نہ قونیہ نہ دمشق، نہ یروشلم، نہ قاہرہ، نہ مکہ نہ مدینہ۔

قادیانی شائد یہ فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ بھی ساری دنیا کے مبعوث ہوئے تھے، پھر وہ ان سب شہروں میں دعوت و تبلیغ کے لئے کیوں نہ گئے؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ بلا شک آنحضرت ﷺ ساری دنیا کے ہیں لیکن آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا میں بذات خود بڑے بڑے شہروں میں بغرض تبلیغ جانا چاہتا ہوں۔ قصہ مختصر مرزا کے بیان اور ہماری گذارشات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا اپنے کام کا ایک ضروری حصہ انجام دیئے بغیر دنیا سے چلے گئے۔بہاء)

فرمایا (مرزا نے) کہ عمر کی نسبت اگر چہ مجھے الہام بھی ہوا ہے اور خوابیں بھی آئی ہیں مگر جب اللہ تعالی کی بے نیازی پر نظر پڑتی ہے تو مجھے اپنی عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا پھر مجھے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ ان کو عمر کا کوئی وعدہ بھی نہیں ملا ہوا مگر پھر بھی وہ ایسے عمل کرتے

ہیں کہ جیسے مطلق موت آنی ہی نہیں (اخبار البدر قادیان۔۱۶فروری۱۹۰۴ءص ۳)۔

(یا تو مرزا صاحب کو خدائی وعدہ پر اعتبار نہیں، یا وہ سمجھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے، عمر سے متعلق ان کے الہام اور خوابیں شیطانی ہوں۔ بہاء)

} مرزا صاحب ۶ مارچ ۱۹۰۴ءکوفرماتے ہیں:

خدا کو راضی کرو تو وہ تمہاری عمر بڑھا دے گا فا ما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ جو چیز لوگوں کو فائدہ رساں ہوتی ہے خدا اسے زیادہ دیر زمین میں رکھتا ہے۔کوئی زمین دار اپنے بیل کو ذبح نہیں کرتا جب تک وہ ناکارہ نہ ہو جائے۔ جب وہ کام کا نہیں رہتا تو آخر زمین دار کہنے لگتا ہے کہ دو چار روپۓ کھال ہی کے آ جاویں گے، گوشت بھی کام آویگا۔اسی طرح جب انسان خدا کی نظر میں کسی کام کا نہیں رہتا تو وہ خس کم جہان پاک کا مصداق ہو جاتا ہے۔کیا تم اپنے گھر کی اچھی چیزوں کو باہر پھینک دیتے ہو؟ ہرگز نہیں سونا چاندی وغیرہ بیش قیمت اشیاء کو کیسے سنبھال سنبھال کر رکھتے ہولیکن ایک چوہا مرا ہوا نظر آئے تو اسے فوراً پھینک دوگے اسی طرح خدا اپنے نیک بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶مارچ ۱۹۰۴ءص ۷)

(اور اس بیان کے ایک سال بعد مخدوم الملت مولوی عبدالکریم ۴۷ سال کی عمر میں چل بسے، اور اس بیان کے تین سال بعد مرزا صاحب کا بیٹا مبارک احمد نا بالغی کی حالت میں ایک بیوہ چھوڑ مرا۔اور اس بیان کے ۴ سال بعد خود مرزا صاحب کو چہ محبوب (یعنی پٹی ضلع لاہور) کے راستے میں لاہور میں آنجہانی ہوگئے)

} مرزا صاحب کے امام مسجد اور قادیانیوں کے مخدوم الملت جنہیں بقول مرزا صاحب، اللہ تعالی نے مسلمانوں کا لیڈر کا خطاب دیا تھا، یعنی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، کہتے ہیں:

.... منجملہ خدا کی ہستی کے ثبوتوں کے ایک یہ بات ہے جو حضرت مرزا غلام احمد نے بڑی قوت اور تحدی سے دنیا میں شائع کی ہے کہ قریب نوے برس تک اس کی عمر ہو گی، اور اس اثنا میں اس کی آنکھیں اور اس کے مفاصل ان ناتوانیوں اور تباہیوں سے محفوظ رہیں گے جو عادتاً ایسے اوقات میں بوڑھوں پر نازل ہوا کرتی ہیں۔

یہ دعوی متفرق کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں مشتہر کیا گیا ہے۔ بڑی خوبصورتی اس پیش گوئی کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاوے کہ مدعی کی جسمانی

حالت دعووں کے وقت مادی نگاہ میں کس قسم کی ہے۔ یہ بات تمام واقفوں پر روشن ہے کہ دو بیماریاں اس شخص کے ساتھ ہمیشہ لازم رہتی ہیں۔ ایک بیماری جسم کے اوپر کے حصے میں یعنی سر سے تعلق رکھتی ہے جس کے شدید جوش کے وقت برد اطراف کا وہ غلبہ ہوتا ہے کہ گرم کیا ہوا لوہا بھی جسم پر لگانے سے بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ دوسری بیماری جسم کے حصہ زیریں سے تعلق رکھتی ہے، وہ ہے پیشاب کی کثرت اور ہضم کا اپنے اعتدال پر نہ رہنا۔ یہ دو مرضیں اس قسم کی ہیں کہ عام انسان ان میں مبتلا ہو کر بہت تھوڑی زندگی پاتے ہیں۔ لیکن بایں ہمہ ایک شخص بڑی قوت سے یہ دعوی کرتا ہے کہ خدا نے مجھ کو کہا ہے کہ میں تجھے حیات طیبہ کا شرف بخشوں گا اور اتنی لمبی عمر میں ارذل عمر کے نشانوں میں سے کوئی نشان نہ دیکھے گا۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷۔۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۶)

(مولوی عبدالکریم کے اس بیان میں مرزا صاحب کی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں الہام ہو چکا ہے کہ ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب ہوگی، جس میں ۱۵ برس اضافہ کی وہ دعا کر چکے ہیں، یعنی ان کی عمر ۹۵ برس کے قریب ہوگی۔ مولوی عبدالکریم نے بطور احتیاط ۹۵ برس کے قریب کہنے کی بجائے نوے (۹۰) برس تک کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

تاہم اللہ تعالی نے مرزا صاحب کی تکذیب یوں فرما دی کہ اسے ۹۰ سال، یا ۸۰ سال کی عمر عطا کرنے کی بجائے ۷۰ سال کی عمر کو پہنچنے سے بھی پہلے دنیا سے اٹھالیا۔

نیز اس بیان میں مولوی عبدالکریم نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ ارذل عمر کی بیماریوں سے مرزا صاحب محفوظ رہیں گے۔ ارذل عمر کی بیماریاں کیا ہوتی ہیں، ضعف بصارت، اعضاء کی شکست وریخت، نظام ہضم کی خرابی، کثرت پیشاب یا مثانے کی کمزوری، کانوں کی خرابی، غشی کے دورے، عام جسمانی کمزوری، ضعف دماغ، سوء حفظ۔ وغیرہ۔ اور یہ سب بیماریاں مرزا صاحب کو لاحق تھیں۔ بہاء)

} ایک قادیانی، مرزا صاحب کے حین حیات ان کے سرکاری آرگن میں پیسہ اخبار لاہور میں مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں کسی مضمون پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسیح موعود کی عمر پر اعتراض کا جواب اور مسٹر محبوب عالم کا قول وفعل:

قول اگر آپ نے دیکھنا ہو تو پیسہ اخبار کا وہ آرٹیکل دیکھا جاوے جو ۸ جولائی ۱۹۰۴ء کے روزانہ میں اخبار اور ہمارا طرز عمل کے عنوان سے دیا گیا ہے جس کی نقل ہم نے ۲۴ جون ۱۹۰۴ء کے البدر میں دی ہے اور اس اخبار میں ان کے فعل کا نمونہ بھی دکھایا

ہے جو کہ قول کے بالکل خلاف ہے۔

پیسہ اخبار کے اس آرٹیکل میں محبوب عالم نے اخبار نویسوں کو اسلیئے ملزم کیا تھا کہ ایک خبر کی صحت اور تصدیق میں وہ پورا حق ادا نہیں کرتے چنانچہ اسکی تائید میں انہوں نے سلف صالحین کے اس طریق تصدیق کو پیش کیا ہے جو ایک مسئلہ اور خبر کی تحقیق کیلئے وہ برتتے تھے اور جب تک پورے طور سے خبر کے راوی کی سچائی اور دیانت وغیرہ کا حال دریافت کر کے اسے قابل اعتبار نہ سمجھ لیتے تب تک اسکی اشاعت حرام خیال کرتے

مسٹر محبوب عالم جیسے اڈیٹر کی شان کے شایان تو یہ تھا کہ ایک ایسے آرٹیکل کو اپنے قلم سے نکالنے کے بعد وہ اپنا عملی نمونہ اخباری دنیا میں سب سے اول پیش کرتے اور اپنے اخبار میں جو پورے طور پر تصدیق نہ ہوئی ہو، درج نہ کرتے۔ لیکن افسوس کہ جس بات کو وہ دوسروں کے لئے چاہتے ہیں اپنے نفس کے لئے اسے ہرگز پسند نہیں کرتے...

اور یہی وجہ ہے کہ ان کو آخر کار بڑی ندامت کا نشانہ ہونا پڑتا ہے اور پھر،

اخبار نویس عالم الغیب نہیں ہوتے،

جیسے آرٹیکل لکھ کر داغ ندامت کو دھوتے ہیں۔ اور نامہ نگاروں کو بد بخت دشمن عقل ظالم وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ اخبار نویسی کی جس طرز کی آپ نے مدح سرائی کی تھی کیا اس میں عالم الغیبی کی بھی کوئی شرط لگائی تھی۔ آپ کو کس نے مجبور کیا کہ جو خبر کسی غیر معتبر بد بخت کی طرف سے آوے تو آپ ضرور اس پر اعتبار کر لیں خصوصاً وہ خبریں جو کسی ذی شان کی وفات یا معاملات کے متعلق ہوں۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ جب مولوی محمد عثمان اور مولوی حسن محمد کی زندگی میں ان کے کسی دشمن نے ان کی وفات کی خبر چھپوا دی ہے تو مسٹر محبوب عالم ان کو لکھتے ہیں کہ ہر دو صاحبوں کو چاہیے کہ غلط خبریں چھپوانے والے کا پتہ لگائیں اور عدالت سے چارہ جوئی کریں۔ نہیں معلوم کہ ان کو اس سر دردی کی کیا ضرورت ہے۔ غلطی کریں مسٹر محبوب عالم اور اس کا خمیازہ اٹھاویں مولوی صاحبان۔ کیا کہیں کفارہ کا مسئلہ تو ذہن نشین نہیں ہے کہ گناہ کرے تمام جہاں اور صلیب پر چڑھیں یسوع مسیح۔ کسی نے سچ کہا ہے:

آسان نہیں ہے رشتہ الفت کا توڑنا۔ مشکل ہے بالی پن کی محبت کا چھوڑنا

تحقیق اور تصدیق کے طریقہ پیش کرنے کے بعد اب یہ عذر کام نہیں آسکتا کہ

فلاں لنڈن کے اخبار میں بھی، ایسی غلطی ہوگئی تھی۔ کیونکہ جب ایک طریق تم خود پیش کرتے ہو تو اس پر عمل درآمد کیوں نہیں کرتے۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کو معذرت کی ضرورت کیوں پیش آئی جس حالت میں خلاف واقعہ بلا تحقیق واقعات لکھ دینا آپ کے نزدیک جائز ہے تو پھر آنسو پونچھنے سے کیا فائدہ۔

گذشتہ نظیر نہیں، ایک تازہ نظیر اپنی اسی کرتوت کی اور لو، کہ آپ نے ۳۰ جولائی کے روزانہ (پیسہ) میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق ایک خبر لکھی ہے:

مرزا صاحب نے اپنی عمر ۶۵ سال لکھائی ہے حالانکہ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ سطر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ اور پیش گوئی کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال کی تھی۔ وہ مباحثہ ۱۸۹۳ء میں ہوا... باوجود گذرنے دس سال کے آپ کے سن میں ایک سال کی ترقی ہوئی۔،

اصل عبارت اعجاز احمدیہ کی جو سطر ۱۵ صفحہ ۳ میں ہے وہ یہ ہے:

اس کی عمر تو میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔ اگر شک ہو تو اس کے پنشن کے کاغذات دفتر سرکاری میں دیکھ لو کہ کب اور کس عمر میں اس نے پنشن پائی... خدا کی لعنت ان لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اسے روک سکتا ہے۔،

اس عبارت سے یہ امر عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کتاب اعجاز احمدی کی تصنیف کے وقت جو آپ کی عمر تھی، اس کا مقابلہ عبداللہ آتھم کی عمر سے کیا ہے۔ (یعنی اعجاز احمدی کے وقت مرزا کی عمر ۶۴ سال تھی اس سے ۵ سال بعد موت کے وقت ان کی عمر ۶۹ سال ہوتی ہے۔ بہاء) اعجاز احمدی ۱۹۰۳ء کی تصنیف ہے اور کتاب البریہ ص ۱۴۶ کے حاشیہ کی سطر ۷ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

کہ اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا۔

اب حساب کر لو کہ ۱۹۰۳ء میں آپ کی عمر ۶۴ سال کی ہونی چاہیے تھی یا کہ نہیں؟ اور عبداللہ آتھم کی ۶۴ سال کی عمر آپ نے انعامی اشتہارات میں لکھی ہے۔ دیکھو اشتہار فتح اسلام ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۴ سطر ۴۔: اگر آتھم صاحب ۶۴ برس کے ہیں تو عاجز قریباً

ساٹھ برس کا ہے۔، اشتہار انعامی تین ہزار۔ص ۲: اگر آپ ۶۴ برس کے ہیں تو میری عمر بھی قریباً ساٹھ کے ہو چکی ہے۔

ان عبارات میں لفظ قریباً قابل غور ہے۔ پھر اسی اشتہار صفحہ ۷ سطر ۷ میں صاف لکھا ہے، حالانکہ ان کی عمر کچھ ایسی بڑی نہیں بلکہ میری عمر سے چند سال ہی زیادہ ہیں۔

کیا آپ کو شرم آئی ہوگی کہ جب کہ ۱۸۹۴ء میں مرزا صاحب اپنی عمر، عبداللہ آتھم سے کم بتلاتے ہیں تو ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر عبداللہ آتھم کے برابر ہونا کوئی خلاف واقعہ امر نہیں ہے، بہ نسبت کسی دوسری خبروں کے، حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہر ایک خبر کو تحقیق کرنے کا ایک بڑا معتبر ذریعہ آپ کے پاس خود کارخانہ میں موجود ہے، اگر آپ تحقیق کر لیا کریں تو پبلک کو بھی معلوم ہو جایا کرے کہ آپ اپنے مضمون، اخبار اور ہمارا طرز عمل، مطبوعہ روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۸ جولائی ۱۹۰۴ء کے کہاں تک پابند اور اس پر عامل ہیں ورنہ یہ مثل ضرور صادق آئے گی کہ ہاتھی کے دکھانے کے دانت اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

کیا اڈیٹر پیسہ اخبار، اخبار اور ہمارا طرز عمل، والے مضمون کو قائم رکھنے کے لئے آئندہ ہر ایک خبر کی تحقیق کر لیا کرے گا؟ کاش خدا آپ کو سمجھ دے کہ اسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مخالفت کا نتیجہ ہے کہ ہر روز قابل شرم اور بے سرو پا ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں ورنہ آپ پیش کریں کہ دوسرا بھی کوئی اس شان کا اخبار ہے کہ جس میں بے شمار غلط خبریں چھپتی ہوں (اخبار بدر قادیان۔ ۸۔ اگست ۱۹۰۴ء ص ۵)

(اس تحریر میں مرزا صاحب کی ناک کے نیچے بیٹھ کر قادیانیوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۰۳ء میں ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔ اس حساب سے موت کے وقت یعنی ۵ سال بعد ان کی عمر ۶۸ سال ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ یاد رہے کہ یہ مضمون مرزا صاحب کی موجودگی میں ایک مخالف کے اعتراضات کے جواب میں لکھا تھا۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہاء)

} جب مرزا صاحب زلزلے کے خوف سے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک باغ میں خیمہ زن تھے، ان دنوں کے حالات اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی تراب نے بایں الفاظ بیان کئے ہیں:

اعلیٰ حضرت (مرزا) دعا کیلئے ہمیشہ بیت الدعا الگ رکھتے ہیں.. باغ میں چلے جانے کے باعث آپ کے اس معمول دعا میں تو کوئی فرق نہیں آیا پھر بھی آپ نے ایک

خاص چھولداری بیت الدعا بنانے کی غرض سے حال میں منگوائی ہے جہاں آپ خصوصیت کے ساتھ اپنی جماعت کیلئے دعائیں کریں گے اور ایک یہ بھی دعا آپ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت میں سے طاعون کو اٹھاوے.. براہین احمدیہ حصہ پنجم کی تصنیف میں وہ وقت گذرتا ہے جو مندرجہ بالا اوقات سے اور نمازوں کی ادائیگی سے ملتا ہے اسی میں ضروریات روزمرہ بھی شامل ہیں۔

۶۶ سال کی عمر میں اس قدر مصروفیت اور وہ بھی محض خدا تعالیٰ کی توحید اور اعلائے کلمۃ الاسلام میں، بجز خدا کے ماموروں مرسل کے دوسرے کی زندگی میں قطعاً نہیں پائی جاسکتی۔ عصر کی نماز کے بعد عموماً حضور کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ چکر آنے لگتے ہیں اس لئے مغرب اور عشا کی نماز میں باہر تشریف نہیں لاتے بلکہ اندر ہی نماز پڑھتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۳)

(اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں قادیانی جماعت طاعون کی زد میں آئی ہوئی تھی اور مرزا صاحب ان کے بچاؤ کی دعائیں کررہے تھے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں ان کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی، چکر آتے تھے، اور مغرب اور عشاء کی نماز کے لئے خیمہ سے باہر آکر جماعت میں شامل نہیں ہوسکتے تھے۔ نیز یہ کہ اپریل ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب کی عمر ۶۶ برس تھی۔ چونکہ اس تحریر کے تین سال بعد مرزا صاحب آنجہانی ہوگئے تھے اس لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے وقت ان کی عمر بقول شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم مرزائیوں کے ۶۹ سال تھی۔ بہاء)

مرزا صاحب کا آخری بیان

مرزا صاحب کے سسر میر ناصر لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جاکر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:

میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ (حیات ناصر۔ طبع ۱۹۲۷ء ص ۱۴)

مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، یہ فقرہ مرزا کا خیال یا ان کی رائے نہیں ہے،

بلکہ ایک حقیقت واقعہ کا بیان ہے۔ یہ ان کی ایک سٹیٹ منٹ statement ہے جن کا دعوی تھا کہ انہیں ہر وقت الہامی رہنمائی ملتی ہے اور جو ما ینطق عن الھوی کے منصب پر فائز ہیں۔

رائے اور اجتہاد کی غلطی تو مرزا صاحب کسی نہ کسی طرح معاف کروا لیتے تھے لیکن ایک بیان کو کس طرح چھپایا سکتا ہے۔ وہ حکیم ابن حکیم تھے اور ساری عمر بیماریوں سے لڑتے اور کھیلتے رہے تھے، ان کی بیٹی عصمت بھی ہیضہ سے ان کے ہاتھوں میں فوت ہوئی تھی، اس لئے ان سے زیادہ بہتر کون سمجھ سکتا تھا کہ ہیضہ کیا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے سسر کو بتا رہے ہیں کہ مجھے ہیضہ ہو گیا ہے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے شک ہے کہ مجھے ہیضہ ہو گیا، بلکہ انہوں نے واضح الفاظ میں ایک حقیقت بیان کی کہ مجھے ہیضہ ہو گیا ہے۔

اب اگر قادیانی یہ کہیں کہ ان کی موت ہیضہ سے نہیں ہوئی تو یہ مرزا کی تکذیب ہے اور یہ کہنے کے مترادف ہے کہ حضور! آپ کا ادب واحترام سر آنکھوں پر، لیکن آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔

اور اپنے نبی کو جھوٹا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ ان کی امت سے خارج ہو گئے۔

اگر قادیانیوں کو مرزا صاحب کی امت میں رہنا مطلوب ہو، تو میر صاحب سے مرزا صاحب کی اس بات چیت کے بعد کر مرزا صاحب کی موت تک کے چند گھنٹوں کے عرصہ میں سے مرزا صاحب کا کوئی فرمان پیش کریں جس میں انہوں نے بتایا ہو کہ

میں نے جو میر صاحب سے کہا تھا درست نہیں، کیونکہ مجھے وحی والہام سے بتا دیا گیا ہے کہ یہ مرض ہیضہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو انہیں اس پر باقی نہیں رکھا جاتا بلکہ بذریعہ وحی اس کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ لہذا ان چند گھنٹوں کے دوران نازل ہونے والی کسی وحی کی ضرورت ہے۔

ایسی وحی کی عدم موجودگی میں یہ ماننا پڑیگا کہ مرزا صاحب کا فرمان کہ: مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے، درست تھا۔ بصورت دیگر مرزا صاحب اور قادیانیوں کے مابین طلاق واقع ہو جائیگی۔



وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تقریظات اور تبصرے

} مولانا محمد افضل باجوہ لکھتے ہیں:

محبوب خدا ﷺ کے نام و مقام ذات و صفات معجزات و کمالات کا تحفظ و دفاع کرنا اصل دین بندگی ہے۔حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

و انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انّه نبی اللّه و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میری امت میں تیس جھوٹے نمودار ہوں گے اور ان میں ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میری بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے ان چند بنیادی عقائد میں سے ہے جن پر ہمیشہ امت کا اجماع رہا ہے گویا کہ عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس، دین کی روح، دین کی آبرو ہے۔ختم نبوت کی حفاظت عین کلمہ توحید قرآن و ایمان کی حفاظت ہے۔ختم نبوت کی حفاظت عظمت و مقام مصطفیٰ و ناموس رسالت کی حفاظت ہے۔

تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ صحابہؓ نے سب سے زیادہ قربانیاں ناموس رسالت وتحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر پیش کیں۔اسلام کے پہلے غازی ختم نبوت سیدنا فیروز دیلمی نے اسود عنسی کو ادعائے نبوت کے جرم میں قتل کیا۔مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوی کیا تو سیدنا ابوبکرؓ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی۔لشکر اسلام کے عظیم مجاہد ختم نبوت حضرت وحشیؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی (حضرت امیر حمزہؓ) کو شہید کیا تو میں نے سب سے شریر آدمی (مسیلمہ کذاب) کو قتل کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

گویا عاشقان وغلامان مصطفیٰ ﷺ نے ہر دور میں ہر سطح پر مصطفیٰ کریم ﷺ کی عظمت و ناموس کے تحفظ کے لئے تحریراً تقریراً فعلاً پہرہ دیا اور انشاء اللہ اس مشن کے امین بن کر رہیں گے۔

مسیلمہ پنجاب قادیانی کذاب نے ۱۹۰۰ء میں اپنے پر پرزے اچھی طرح نکال لئے تھے جب کہ اس سے قبل مجددیت ومحدثیت کی اصطلاحات کو اس نے اپنا مطمح نظر بنایا۔انگریز کے اس خبیث پودے کے کانٹے پھیلتے چلے گئے اور انگریزی حکومت کی سرپرستی میں اس کذاب نے

دجل وفریب کے ایسے مکروہ منصوبے مرتب کئے جس سے شیطان اور اس کی ذریت کے وارے نیارے ہوگئے ۔مگر عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے اس کذاب اور اسکے حواریوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے ہر سطح پر تحریک ختم نبوت شروع کی اور سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا تن من دھن نثار کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہ لیا اور ہر مسلک و مکتبہ فکر کے علماء وعوام الناس ،سینکڑوں غلامان مصطفیٰ ﷺ نے اپنی جان کے نذرانے پیش کر کے اس تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کرانے کی مساعی جمیلہ فرمائی۔

فتنہ قادیانیت کے رد میں علماء ومشائخ نے جو علمی وقلمی کام کیا میں سے بعض کتب گم گشتہ ونایاب تھیں اس بکھرے مواد کو تلاش کر کے غلامان خاتم النبیین ﷺ تک پہنچانا انتہائی ضروری تھا۔ اہل سنت وجماعت (بریلوی) کے مفتی محمد امین قادریؒ نے علماء ومشائخ کی کتب ورسائل کو، عقیدہ ختم نبوت ، کے نام سے متعدد جلدوں میں کراچی سے شائع فرمایا ہے۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کی طرف سے فاضل اجل حضرت مولانا محمد داؤد ارشد صاحب (اطال اللہ عمرہ) آف کوٹلی ورکاں نارنگ منڈی نے تحریک ختم نبوت حصہ اول تا حصہ ہفتم ، ناچیز کو ارسال فرمائی۔

تحریک ختم نبوت ، ایک ایسی تاریخی کتاب ہے جسے محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب سلمہ اللہ نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تصنیف کیا، جو اپنی نوعیت میں مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے گھر گھر پہنچایا جائے تا کہ مسلمانوں کو قادیانیت کے کفریات ومغلظات اور ریشہ دوانیوں سے مطلع ہو کر اپنا ایمان وایقان مستحکم رکھنا نصیب ہو۔

مکتبہ قدوسیہ بھی مبارکباد کا مستحق ہے جس نے اس کتاب کو نہایت جاذب نظر خوبصورت عمدہ طباعت سے اشاعت کا لباس پہنایا ہے۔ اعلی سفید کاغذ اور مضبوط جلد نے کتاب کے وزن ووقار میں بے حد اضافہ کیا ہے۔ دعا ہے قارئین کرام اس سے پورا پورا استفادہ کریں اور جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کو اللہ تعالی مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین فقط

(مولانا) محمد افضل باجوہ نائب امیر تحریک فدایان ختم نبوت پاکستان

ناظم اعلی جامعہ اسلامیہ فیروزیہ چوک داتا زید مریدکے۔ نارووال روڈ ضلع سیالکوٹ

☆ ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری لکھتے ہیں :

محترم ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کی کتاب تحریک ختم نبوت ، کی ہندوستان میں مرکزی

جمیعت اہل حدیث کے مکتبہ ترجمان دہلی سے ۷ جلدیں شائع ہوگئی ہیں جب کہ پاکستان میں مکتبہ قدوسیہ سے گیارہ جلدیں منظر عام پر آ کر اہل علم سے پذیرائی حاصل کر رہی ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے مجھے تحریک ختم نبوت کی ۷ ویں ، ۸ ویں ، ۹ وں اور ۱۰ ویں جلدیں برطانیہ سے حضرت مولانا شیر خان جمیل احمد عمری مدنی حفظہ اللہ کے ہاتھ بھجوائیں جو دہلی میں ۱۰۔۱۱۔اپریل ۲۰۱۰ء کو ۳۰ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ میں ان دونوں حضرات کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ سے دعا بھی کہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔آمین۔

۷ ویں جلد ۵۷۶ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے ڈاکٹر صاحب کو حوصلہ افزاء و دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے لکھا ہے:

ڈاکٹر صاحب کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ برسوں سے ایسی کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں جن کا ادب وانشاء سے دور ونزدیک کا کوئی تعلق نہیں۔ہم نے قادیانی لٹریچر کو جب بھی پڑھنے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہوسکے اسے ہاتھ لگایا دو چار سطریں پڑھیں اور رکھ دیا لیکن ہمارے دوست ڈاکٹر بہاء الدین پر احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ پر خلوص اس قدر غالب آچکا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کا مواد تلاش کرنے کے لئے قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کو اپنے آپ پر ضروری قرار دے لیا ہے۔

صفحہ ۱۳ پر مولانا محمد داؤد ارشد نے ڈاکٹر صاحب کی یوں حوصلہ افزائی کی:

محترم ڈاکٹر بہاء الدین مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر اس اہم تاریخی کام کا بیڑا اٹھایا اور مختلف اشخاص اور غیر معروف کتب خانوں سے نادر معلومات کو جمع کر کے ایک گلدستہ کی صورت میں شائع کر کے صاحب علم لوگوں کو ایک نادر علمی تحفہ دیا وہ پوری امت بالخصوص طائفہ منصورہ کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں

صفحہ ۱۴ سے ۱۷ تک ڈاکٹر صاحب کا مقدمہ ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس ساتویں جلد میں کیا کیا مباحث پیش کئے ہیں اور کن کن کتابوں کی تلخیص پیش کی ہے۔ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے اسی مقدمہ میں بتایا ہے ، اشاعۃ السنہ ہی میں مولانا بٹالوی نے توفی کے معانی کی وضاحت کی اور اس موضوع پر مرزا کے چیلنج کا جواب دے کر اسے جوابی چیلنج کیا جس سے مرزا زندگی بھر عہدہ برآ نہ ہوسکے اور جو انعامی رقم مرزا کے لئے رکھی گئی تھی وہ یوں ہی پڑی رہی۔

صفحہ ۱۸ سے کتاب شروع ہوتی ہے ڈاکٹر صاحب نے بتایا ہے کہ برصغیر میں تحریک ختم

نبوت جنوری ۱۸۹۱ء میں شروع ہوئی لیکن علمائے کرام نجی گفتگو اور خط و کتابت کے ذریعہ انہیں ۱۸۹۱ء سے بہت پہلے ہی ملحدانہ عقاید سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایسے ہی ایک اہلحدیث عالم مولانا نوراحمد لکھویؒ مرزا قادیانی کو ۱۸۸۴ء کے شروع میں ہی خط کے ذریعہ کاذب و مفتری کہہ چکے ہیں جو بقول مرزا کافر کہنے کے مترادف تھا۔

ڈاکٹر صاحب قادیانی لٹریچر کا بہت گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں جس کا اندازہ قارئین کو بھی ہو گیا ہوگا جب ڈاکٹر مرزائی دلائل کو نقل کرتے ہیں تو ان دلائل پر جو نوٹ لگاتے ہیں وہ ڈاکٹر صاحب کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی صفحہ ۲۸ پر ڈاکٹر صاحب نے مرزا کی متضاد بات پکڑی کہ ایک جگہ قادیانی نے لکھا: جو کچھ کتابوں کی قیمت میں آیا وہ خرچ ہوتا رہا۔، اور ایک جگہ لکھا کہ: اس کا کچھ حصہ خرچ ہوتا رہا۔،

صفحہ ۵۰ سے ۵۳ تک ڈاکٹر صاحب نے اشاعۃ السنہ کی جلد ۱۳ کا بٹالوی اداریہ نقل کیا ہے جس میں بٹالویؒ نے بتایا کہ میں نے براہین احمدیہ پر ریویو کیوں کیا؟ اور اب قادیانی کی مخالفت کیوں کر رہا ہوں۔ یہ بات بٹالوی صاحب نے تفصیلاً سمجھائی ہے۔ اصل میں اہل حدیثوں کا طرہ امتیاز یہ رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کے اتحاد میں کبھی رخنہ نہیں ڈالتے بلکہ وہ تعاونوا علی البرّ کے تحت لوگوں کا تعاون کرتے ہیں اور اگر یہی لوگ قرآن و حدیث پر حملہ کرتے ہیں تو ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان کے تحت کاروائی کرتے ہیں۔ ایسے ہی بٹالوی صاحب نے قادیانی کی حمایت کی جب تک لگا کہ یہ شخص اسلام کے مخالفین سے برسرپیکار ہے اور جب اس کی بکواس سامنے آئیں تو سب سے زیادہ اہل حدیثوں نے ہی خصوصاً بٹالوی نے مرزا کی ناک میں دم کئے رکھا۔

ص ۵۳ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کا ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کے اشتہار پر بٹالوی تبصرہ دیا ہے اس سے پہلے ڈاکٹر جلد ۴ میں اس اشتہار کا مضمون نقل کر چکے ہیں کہ اس میں قادیانی نے کن کن لوگوں کو کس شرط کے ساتھ مناظرہ کی دعوت دی اور اب ڈاکٹر صاحب نے بٹالوی صاحب کا اس اشتہار کا جواب نقل کیا جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ص ۵۸ سے ۸۷ تک ڈاکٹر صاحب نے بٹالوی اور حکیم نورالدین کے درمیان ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۱ء کو لاہور میں ہونے والے مباحثے کی مکمل روداد نقل کی ہے حکیم نورالدین اس مباحثہ کو نامکمل چھوڑ کر لاہور سے رات ۴ بجے بھاگ گئے پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بٹالوی نے حکیم نورالدین کو یکم مارچ ۱۸۹۳ء کو یعنی ۲ سال بعد اپنے دوران سفر پورب ٹرین میں جا پکڑا اور وہیں سے

گفتگوشروع کی جہاں سے حکیم جی چھوڑ گئے تھے۔

صفحہ ۱۱۹ سے ۲۱۸ تک ڈاکٹر صاحب نے مولانا عبدالمجید دہلوی کی کتاب بیان للناس نقل کی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔صفحہ ۲۱۹ سے ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے شفاءللناس از مولانا عبداللہ شاہجہان پوری نقل کرنا شروع کی۔شروع میں ڈاکٹر صاحب نے بطور تمہید کے بتایا کہ مولانا عبداللہ نے یہ کتاب ایک ایسی کتاب کے جواب میں لکھی ہے جو بقول مرزا روح القدس کی تائید سے لکھی گئی۔ یہ کتاب ۱۱۹ سال پرانی ہے۔صفحہ ۲۸۰ پر ڈاکٹر بہاءالدین صاحب نے ایک اہل حدیث عالم مولانا سلامت اللہ جیراجپوری کے ۲ مباحثے نقل کئے ہیں جو محمد احسن امروہی سے ہوئے تھے ایک مباحثہ عبداللہ صاحب نے نقل کیا ہے اور ایک ڈاکٹر صاحب نے خود ۱۹۳۰ء کے اخبار سے نقل کیا ہے،اس میں اللہ پاک نے مولانا سلامت اللہ کو غالب کیا۔

صفحہ ۳۱۹ پر مولانا عبداللہ نے محمد احسن امروہی کو مناظرہ کا انعامی چیلنج ان الفاظ میں دیا:

> اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف اعلام الناس اوران کے پیرواوران کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ جوکوئی ان میں کاکسی آیت یا حدیث مرفوع صحیح صریح الدلالۃ سے نصاً اس بات کوثابت کردیں کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی مسیح ابن مریم نہیں تو میں اس کو چالیس روپے حق المحنت دونگا اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔

یہ کتاب ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۳۲۸ تک نقل کی ہے جو قادیانی کے دعوی مسیحیت کے بعد بالکل ابتدائی دور کی ہے اسی وقت ہی علمائے اہل حدیث نے تحریری طور پر بھی مرزا کے دلائل و اس کے حواریوں کے دلائل کا منہ توڑ جواب دیا اللہ ان بزرگوں کے درجات بلند فرمائے آمین۔

مرزا قادیانی نے جون ۱۸۹۲ء میں ۵۰ صفحے کی ایک کتاب بنام نشان آسمانی لکھی جس میں مرزا نے نعمت اللہ شاہ اور گلاب شاہ مجذوب کی پیش گوئیاں درج کرکے اپنے اوپر چسپاں کیں ۔اس کے رد میں اگلے ہی ماہ یعنی جولائی ۱۸۹۲ء میں مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ نے تائید آسمانی نامی کتاب لکھی ۔آپ نے اس کتاب کوتلخیص واختصار کے بعد ساتویں جلد کی زینت بنا دیا اور اس کتاب کے مصنف کو ہم لوگ مجاہد آزادی کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ باتیں ہیں۔محمد جعفر تھانیسریؒ نے مرزا کی لالچی زندگی کے بارے میں تفصیلاً بتایا کہ اس نے اپنے عیش وآرام کیلئے کن حیلے بہانوں سے روپے جمع کئے۔

صفحہ ۳۴۵ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی ،آسمانی فیصلہ، نامی کتاب کا رد بٹالوی کے ۱۰۰ صفحے کے مضمون سے نقل کیا اوراس کی تمام شیطانی باتوں کا منہ توڑ جواب دیا۔

ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۴۳۸ سے قادیانی کی ۲ کتابیں بنام حجت الاسلام اور سچائی کا اظہار، کا رد بٹالوی کے اشاعۃ السنہ سے کیا ہے ۔عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق قادیانی کی پیش گوئی پر مولانا بٹالویؒ نے تفصیلاً لکھا ہے ایک جگہ صفحہ ۴۶۸ پر بٹالویؒ نے لکھا:

اور قادیانی کے اعتقاد وعمل وطریق کی نظر سے اس کو ایک دجال وکذاب خیال کر کے بحکم شہادت اندرونی بیرونی اس پیش گوئی کو ایک رملی یا نجومی یا مسمر یزسٹ وغیرہ کی پیش گوئی سمجھ کراس کی مضرت سے بچ جائیں گے اور اپنے آپ کو ان مسلمانوں کی نظیر بن کر دکھائیں گے جو دجال موعود سے اس قسم کے خوارق اور نشان دیکھ کر بھی اس کو کافر کہیں گے اوراس کے ظاہری بہشت کو چھوڑ کراس کی آگ میں جانا منظور کریں گے پر ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔،

صفحہ ۴۸۱ پر ڈاکٹر صاحب نے بٹالویؒ کی پیش گوئی نقل کی جو انہوں نے ۱۸۹۳ء میں کی تھی کہ قادیانی کو حج کے لئے حرمین جانا نصیب نہیں ہوگا ۔اس سلسلہ میں اور علمائے کرام نے بھی ایسی ہی پیش گوئی کی تھی لیکن مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے یہ پیش گوئی سب سے پہلے اور پھر اللہ تعالی نے مرزا کو حج کی توفیق ہی نہیں دی۔ یہ مضمون ڈاکٹر صاحب نے صفحہ ۵۰۴ تک نقل کیا ہے۔

صفحہ ۵۱۲ سے ۵۱۸ تک ڈاکٹر صاحب نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ سے قادیانی کی کتاب دافع الوساوس کے عربی خطبہ کی ۵۰ غلطیاں نقل کی ہیں۔

صفحہ ۵۲۵ سے ۵۳۰ تک ڈاکٹر صاحب کئی مستند قادیانی روایات سے غلام احمد کا حنفی ہونا ثابت یا ہے کہ وہ قبل دعوی مسیح موعود بھی حنفی تھا اور بعد میں حنفی تھا بلکہ ڈاکٹر صاحب قادیانیوں کے ایک معتمد ہندو پنڈت سے ثابت کیا ہے کہ مرزا حنفی تھا۔

صفحہ ۵۳۰ سے ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی عمر اور موت کے تعلق سے کئی دلچسپ روایتیں ذکر کی ہیں ایک جگہ ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی جان کنی کا عالم مرزائی کتاب سے پیش کیا ہے اس میں ہے کہ مرنے سے کچھ دیر قبل مرزا نے کاغذ قلم دوات منگا کر کچھ لکھا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے بڑی پکڑ کی بات نوٹ کی ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ:

مرزا صاحب کی یہ آخری تحریر ہے کہاں؟ مرزا صاحب کے وہ تمام کاغذات جو ان کی

موت کے وقت ان کے بستر یا تکیے کے نیچے سے ملے وہ تو محفوظ کر کے قادیانیوں نے پیغام صلح وغیرہ کی صورت میں شائع کرا دیئے تھے لیکن مرزا صاحب کی آخری تحریر کو کہاں غائب کر دیا گیا ہے؟ کیا معلوم کہ مرزا نے اس میں یہی لکھا ہو کہ مجھ پر اپنی ہی بددعا کا اثر ہو رہا ہے، اور اپنے مریدوں کو وصیت کی ہو کہ تم میرے عقاید ونظریات کو چھوڑ دینا کیونکہ میں نے خود ہی مولوی ثناء اللہ کے مقابل دعا کی ہوئی ہے کہ کاذب سچے کی زندگی میں مرجائے۔،

صفحہ ۵۴۲ پر ڈاکٹر بہاء الدین نے مرزا کی پیش گوئیوں کی بابت کیسا سچا طنز کیا ہے کہ:

قادیانیوں کا یہی حال ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی حال تھا کہ وہ ایسی بات کرتے تھے جس کے دو مطلب نکلتے ہوں اور وہ بھی باہم مخالف، اس لئے لڑکا پیدا ہو تب بھی پیش گوئی پوری سمجھی جاتی لڑکی پیدا ہوتی تب بھی پیش گوئی پوری۔ آتھم اختتام مدت کے بعد تک زندہ رہا تب بھی پیشگوئی پوری، آتھم بعد اختتام مدت مرا، تب بھی پیشگوئی پوری۔ محمدی بیگم کی شادی مرزا سے ہونے کی بجائے سلطان محمد سے ہوگئی تب بھی پیش گوئی پوری محمدی بیگم سے مرزا کی اولاد ہونے کی بجائے سلطان محمد کی اولاد پیدا ہوئی تب بھی پیش گوئی پوری۔

صفحہ ۵۴۳ سے ۵۴۸ تک ڈاکٹر صاحب نے قادیانی کی دعائیں کے عنوان سے ۵ صفحوں کا مضمون دیا ہے۔ میں قارئین سے درخواست کرونگا کہ اس مضمون کو کم از کم دو بار پڑھیں انشاء اللہ محظوظ ہوں گے ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون میں کئی مثالوں سے بتایا ہے کہ قادیانی کی بہت سی مشہور دعائیں قبول نہیں ہوئیں جب کہ قادیانی کا دعوی تھا کہ خدا میری دعا سب سے بڑھ کر قبول کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے کتاب کا آخری باب منظوم کلام کے لئے مخصوص کیا ہے صفحہ ۵۵۷ سے ۵۷۵ تک ایک صفحہ میں مولانا محمد دبکاویؒ کا کلام ہے باقی سارا کلام منشی سعد اللہ لدھیانویؒ کا ہے۔ ادبی ذوق کے لوگ انشاء اللہ بہت پسند فرمائیں گے۔ اللہ پاک ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ و مولانا شیر خان جمیل احمد عمری مدنی حفظہ اللہ کو اور دیگر معاونین کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا کی بھلائی عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام: ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا عقیدت مند و خیر خواہ

ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج یوپی انڈیا-۲۴-اپریل ۲۰۱۰ء

} پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی-گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ منکیرہ ضلع بھکر لکھتے ہیں:

گرامی قدر محمد سہیل صاحب حفظہ اللہ-السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے-میں آپ کا ازحد ممنون اور دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں کہ آپ نے برادر مکرم مولانا محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ کی سفارش پر تحریک ختم نبوت مکمل میرے لئے بھجوائی-اللہ کریم آپ کو جزائے خیر سے نوازے-آمین-

یہ کتاب واقعی ایک علمی ذخیرہ ہے میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کے والد گرامی ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب حفظہ اللہ کی زندگی میں اور علم وعمل میں برکتیں فرمائے تاکہ وہ مزید علمی خدمت کرکے ہم ایسوں کی راہ نمائی کرتے رہیں آپ کے دادا محترم، اللہ کریم انہیں بھی صحت و سلامتی اور ایمان والی زندگی سے نوازے، وہ بلاشبہ ہماری جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں-

آپ کے کہنے پر کتاب کے متعلق مختصر سے تاثرات لکھ کر بھیج رہا ہوں یہی ٹوٹے پھوٹے الفاظ قبول فرمائیں-زندگی نے وفا کی تو عنقریب کسی وقت بورے والا حاضر ہوکر ملاقات کرونگا انشاءاللہ-میری طرف سے دادا جان کو بہت بہت سلام عرض کرکے دعا کی درخواست پیش کردیں-والد محترم سے بات ہوتو میری طرف سے سلام اور دلی جذبات بھی ضرور پہنچادیں-

حضرۃ مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کا اسم گرامی جماعت وعلماء اہل حدیث کی فہرست میں ایک معتبر نام ہے آپ اپنے علم وعمر اور شخصیت وخدمات کے حوالے سے انتہائی محترم ہیں-آپ کی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ اور مسلک اہل حدیث کی نشرواشاعت میں بسر ہوئی اسی لئے آپ کو پوری جماعت میں ازراہ احترام بجاطور پر بابائے تبلیغ اور بابائے اہل حدیث بھی کہا جاتا ہے -آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس وقت آپ وہ واحد شخصیت ہیں جنہیں امام المناظرین شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ اور اس دور کے اعاظم واکابر اہل علم کی معیت میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل رہی-

آپ کی زندگی علم وعمل حسن اخلاق واعمال اور سادگی کا بہترین نمونہ ہے-آپ ماشاء اللہ باغ وبہار شخصیت کے مالک اور بذلہ سنج طبع کے حامل ہیں-دلی دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو ایمان اور صحت وسلامتی والی زندگی سے نوازے اور ان کے خاندان اور پوری جماعت پر ان کا سایہ

دیر تک سلامت رکھے ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

اللہ تعالی کے فضل سے آپ نے اپنی اولاد کی بھی دینی تربیت خوب کی، جو آپ کے بلندی درجات اور آخرت کا ذخیرہ ہے۔ انشاء اللہ۔ آپ کے فرزند گرامی ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ ہیں جو آج کل ڈاکٹر بہاء الدین کے قلمی نام سے علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے رواں اور سیال قلم سے متعدد کتابچے اور بیسیوں علمی و تحقیقی مقالات وجود میں آکر جماعتی جرائد میں شائع ہوئے اور اہل ذوق نے ان کی توصیف فرمائی۔

حقیقت ہے کہ آپ کی ایک ایک تحریر علم و تحقیق کا نادر نمونہ اور بیش بہاء مجموعہ ہے۔ آپ کی تمام تحریرات کو نئے سرے سے مرتب کر کے یک جا کر دینے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے مستفید ہوتی رہیں۔ ڈاکٹر صاحب اگر خود یہ کام سرانجام دیں تو بہتر ہوگا۔ واللہ الموفق۔

آپ نے مستقل کتابوں کی تصنیف کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے ان میں سے ایک تاریخ اہل حدیث ہے، جو بلا شبہ مسلک و تاریخ اہل حدیث کا ایک جامع انسائکلو پیڈیا ہے جس میں مسلک اہل حدیث، اس کے عقاید، اور تاریخ و خدمات اہل حدیث اور اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور لائق مطالعہ کتاب ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب کشف الاسرار بجواب نعیم الابرار ہے۔ اسی طرح آپ نے تحریک ختم نبوت کے اولین سالار مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی حیات و خدمات پر بھی ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔

اس وقت آپکی ایک عظیم اور شاہکار تصنیف تحریک ختم نبوت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ محض ایک کتاب نہیں بلکہ اپنے موضوع پر بلند پایہ علمی تحقیقی اور تاریخی دستاویز ہے جس میں فتنہ قادیانیت کی ابتداء، ان کے باطل افکار، ملحدانہ نظریات، مرزا صاحب قادیانی کے ہفوات و کذبات اور جھوٹی پیش گوئیوں کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے اس فتنہ کے استیصال کے سلسلہ میں بلا لحاظ مسلک تمام علمائے اسلام کی خدمات و مساعی کا نہایت ادب و احترام سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس وقت تک اس کی نو جلدیں منظر عام آچکی ہیں، پوری کتاب علم و تحقیق کے اعلی معیار کی حامل ہے۔ اس میں اپنے طور پر تاریخ سازی کرتے ہوئے کسی کو بہت زیادہ نمایاں یا کسی کو منظر نامے سے پیچھے نہیں رکھا گیا بلکہ اس سلسلے میں جس شخصیت نے جو خدمات سرانجام دیں اسے اسی نسبت سے ذکر کر دیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے فتنہ قادیانیت کے پروان چڑھنے کے تمام مراحل اور اس کا مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں علماء اسلام کی خدمات کا مرحلہ وار تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ بلا شبہ تحریک ختم

نبوت اور فتنہ قادیانیت کے رد کے سلسلے میں یہ کتاب ایک مستند جامع علمی دستاویز ہے۔

کتاب کی جلد اول کے مشمولات ملاحظہ ہوں:

مرزا غلام احمد کی زندگی کے ابتدائی حالات؛ تحریک ختم نبوت کا آغاز؛ مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء؛ مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء، مباحثہ لاہور ۱۸۹۲ء؛ مباہلہ امرتسر ۱۸۹۳ء؛ چیلنج مباہلہ ۱۸۹۶ء؛ قادیانیت کے خلاف اولین فتوی کفر؛ مرزا کی محمدی بیگم سے نکاح میں رغبت، سعی پیہم، پیش گوئی؛ اور ناکامی کی داستان عبرت؛ مولانا اسماعیل علی گڈھی اور قاضی سلیمان منصور پوری کی ردقادیانیت کے سلسلہ میں خدمات۔ اور آخر میں ان تیرہ عظیم شخصیات کا تذکرہ ہے جنہوں نے تحریک ختم نبوت میں حصہ لے ل کراپنا فریضہ ادا کر کے اپنی آخرت سنواری۔ پوری کتاب اسی انداز کے علمی مقالات پر مشتمل ہے

یاد رہے کہ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ میدان میں اترے اور انہوں نے پوری ہمت و جرأت سے مرزا کا مقابلہ کیا اور اس کی خانہ ساز وخودساختہ نبوت، جھوٹے دعاوی، اور پیش گوئیوں سے اسلامیان ہند کو آگاہ کیا۔ اور شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے مرزا اور اس کے متبعین کی تکفیر کا سب سے پہلا اور اولین فتوی مرتب کرانے کے بعد، دور دراز کے سفر کر کے بہت سے علمائے اسلام کے تصدیقی دستخط حاصل کر کے اسے شائع کیا (اس کی تفصیل تحریک ختم نبوت کی جلد اول اور جلد سوم میں آگئی ہے) نیز مولانا بٹالوی نے اپنے رسالے اشاعۃ السنہ کو اسی کام کے لئے وقف کر دیا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری بھی اس میدان عمل میں آئے جنہیں اللہ تعالی نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا انہوں نے بھی تقریر، تحریر، تصنیف اور مناظروں کے ذریعہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے کا مقابلہ کیا اور اسے اس قدر زچ کیا کہ بالآخر اس نے مولانا امرتسری رحمہ اللہ کے خلاف ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو، مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ چنانچہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا کو چھوڑ گیا اور مولانا امرتسری ۱۹۴۸ء تک حیات رہے۔ رحمہ اللہ۔

الغرض تحریک ختم نبوت اس موضوع پر مطالعہ کرنے والوں کے لئے انتہائی اہم اور جامع مرقع ہے۔ علمائے کرام کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور۔ ۱۹ مارچ ۲۰۱۰ء)

} تحریک ختم نبوت حصہ ہفتم طبع دہلی ۲۰۱۰ء پر: میر کاروان صداقت ، کے عنوان سے علامہ ابن احمد نقوی لکھتے ہیں:

تاریخ نویسی اور وقائع نگاری کے مختلف انداز ہوتے ہیں ہر ایک کا مقصد بھی جدا ہوتا ہے۔ بعض خوش آمد اور چاپلوسی کے لئے ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کے وقائع نگار جو اپنے ممدوح کی لڑائی کو جہاد قرار دے کر اس کی سفا کی کی داستانیں لکھتے تھے، اسے غازی اور ظل اللہ کہہ کر قصیدے سناتے اور اپنی جھولیاں بھرتے تھے۔ بعض تاریخ نگار ایک خاص مقصد کے تحت واقعات کو مسخ کرتے اور اسے تاریخ کا نام دیتے تھے جیسے انگریز مورخین نے برطانوی سامراج کو سہارا دینے کے لئے تاریخ کو مسخ کرنے کا نسخہ استعمال فرمایا اور فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کر کے سامری اقتدار کو طویل العمری کے انجکشن دیتے رہے۔ بعض وقائع نگار کذب کی تشہیر کے لئے قلم اٹھاتے ہیں جیسے قادیانیت کے اخوان الشیاطین جنہوں نے سیرۃ المہدی وغیرہ کتابیں مرتب کر کے باطل کی ظلمت پھیلانے کی کوشش کی ۔ ان سب کے مقابلے میں وہ مورخ اور وقائع نگار ہوتے ہیں جو اظہار حقیقت کے لئے قلم اٹھاتے ہیں ۔ باطل کے پردہ ظلمت کو چاک کرتے ہیں، نور حقیقت اور ضیائے صداقت سے ذہنوں کے جالے صاف کرتے ہیں، باطل کو آئینہ دکھاتے ہیں۔ علامہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی، شیخ الاسلام ثناءاللہ امرتسری ، امام محمد بشیر سہسوانی ، علامہ احسان الٰہی شہید رحمہم اللہ اسی سلسۃ الذہب کی کڑی تھے ۔ انہوں نے اپنی زبان وقلم سے قادیانیت کا مقابلہ کیا اور بالآخر اسے تہہ خاک کر دیا۔ ردقادیانیت کی تاریخ ان علمائے جلیل کے تذکرے اور ان کی تابناک خدمات کا تفصیلی ذکر کئے بغیر مرتب نہیں کی جاسکتی ۔

اس دور میں مورخ سلفیت علامہ ڈاکٹر محمد بہاالدین حفظہ اللہ اس کاروان صداقت کے امیر ہیں ۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے ایک سلسلہ کتب (سیریز) کے تدوین کا بیڑا اٹھایا ہے ۔ اب تک اس سلسلے کی چھ ضخیم جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں یہ ساتویں جلد ہے اور جیسا کہ علامہ کا کہنا ہے کہ وہ گیارھویں جلد پر کام کر رہے ہیں، گویا ردقادیانیت کی انسائکلوپیڈیا تیار کر چکے ہیں ۔ علامہ کی عمر اور خرابی صحت اور پھر اس قاموسی پراجیکٹ کو دیکھئے تو حیرت ہوتی ہے اور ساتھ ہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اگر عزم محکم ہو تو انسان پہاڑ کو بھی دھکیل سکتا ہے ۔ یہ اللہ کی توفیق ہی تو ہے

کہ ایک عمر رسیدہ شخص جو بیماریوں کے نرغے میں ہے وہ کوہ کنی کر رہا ہے۔

ڈاکٹر علامہ محمد بہاء اللہ حفظہ اللہ کی مرتب کردہ ختم نبوت کی یہ ساتویں جلد ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء کے واقعات پر محیط ہے۔ قادیانیت کا یہ سب سے اہم دور ہے۔ اسی عرصہ میں سامراج کے اس خود کاشتہ پودے نے برگ و بار نکالے اور اسی دوران وہ شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری کے مدمقابل اپنی ہی بددعا کا شکار ہو کر لقمہ اجل ہو گیا۔ قادیانیت اور اس کی تلبیس ابلیس کو سمجھنے کے لئے اس کا مطالعہ بے حد اہم بلکہ لازمی ہے، علامہ محمد بہاء الدین نے ۶۰۰ صفحات کی اس ضخیم جلد میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین کا اپنا منفرد اسلوب ہے، وہ اجمال سے زیادہ تفصیل سے کام لیتے ہیں اور یہ صحیح بھی ہے کیونکہ اجمال سے باطل پرستوں کو تاویل کا موقع مل سکتا ہے اور وہ تحریف کے ذریعہ صداقت کا انکار کر سکتے ہیں اور قادیانیت کا سارا تانا بانا تاویل و تحریف پر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہر پہلو کو بسط و وضاحت سے پیش کر کے تاویل و تحریف کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

کتاب کا ایک دلچسپ باب خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری کا مرزا سے آمدہ رقومات کا حساب طلب کرنے کے متعلق ہے۔ یہ دونوں قادیانی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اس لئے قادیانی ہو کر بھی مرزا سے اندھی عقیدت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے مرزا کے خانگی اخراجات اس کے اہل و عیال کی عیش کوشی اور اصراف کو دیکھ کر مرزا سے مطالبہ کیا کہ ان رقوم کا حساب پیش کیا جائے جو لنگر کے نام پر مرزا کو موصول ہوتی ہیں اور ان کا مصرف کس طرح ہوتا ہے۔ اس اعتراض پر مرزا تلملا گیا اور اس نے تلخ لہجے میں کہا: یہ لوگ مجھ پر بددیانتی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ اگر میں اس سارے معاملے سے خود کو علیحدہ کر لوں تو ساری رقومات کی آمد بند ہو جائے گی۔ مرزا کی اس دھمکی پر مولوی محمد علی لاہوری نے بڑا چبھتا ہوا سوال کیا: کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کی آمد کا مقصد محض پیسہ بٹورنا تھا۔ کیا ایسا شخص جسے خالق اکبر نے ایک خاص مشن کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا ہو ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ کیا ایسا شخص اپنے کسی پیرو کے اعتراض کے جواب میں یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے (خدائی) مشن کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے گا، کیا ایسی بات کسی مبعوث کی زبان پر تو کیا اس کے ذہن میں بھی آ سکتی ہے؟ اس سے اندازہ کیجئے کہ اس شجر خبیثہ کی جڑیں کتنی کمزور تھیں۔

علامہ بہاء الدین نے اپنی سعی اور جدوجہد سے ہر جگہ اور ہر اس شخص سے جس کی اس مواد تک دسترس تھی رد قادیانیت کا مواد اکٹھا کیا۔ ہندوستان پاکستان برطانیہ ہر جگہ سے انہوں نے

قدیم رسائل و کتب کی فراہمی کا اہتمام کیا پھر ان سب کی شیرازہ بندی کر کے اس عظیم علمی و تاریخی سلسلے کی تدوین کا کام شروع کیا جسے بفضلہٖ تعالیٰ انہوں نے اختتام تک پہنچا دیا ہے۔ علامہ اسی کے ساتھ تاریخ اہل حدیث کی ترتیب و تالیف کے کام میں بھی منہمک ہیں اور اس سلسلے کی بھی کئی جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اگرچہ تاریخ اہل حدیث اور رد قادیانیت بظاہر دو الگ موضوعات ہیں مگر درحقیقت رد قادیانیت، تاریخ اہل حدیث برصغیر کا وہ اہم ترین باب ہے جو سلفیان برصغیر کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء اہل حدیث کو یہ توفیق دی کہ انہوں نے قادیانیت کی سرکوبی کے لئے بلا امتیاز مسلک وعقیدہ مسلمانوں کو یکجا کر کے مرزا کے خارج از اسلام ہونے پر علماء امت کے اجماع کی یہ شکل نکالی کہ ہر مسلک کے عالم سے مرزا کی تکفیر کے فتوے حاصل کئے اور اس طرح قادیانی متنبّی اور اس کے امتیوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا۔ علامہ امرتسری نے اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں قادیانی مشن کا ایک مستقل عنوان قائم کیا اس کے مندرجات رد قادیانیت کے لئے بنیادی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ علامہ محمد بہاء الدین کا فرمانا ہے کہ وہ اس عنوان کے سلسلے میں بھی ایک مستقل باب قائم کریں گے۔ تاریخ اہل حدیث اور ختم نبوت سیریز (سلسلہ) کی ضخیم جلدیں ایک مہتم بالشان علمی کارنامہ ہیں، اسے سلفی ادب میں گراں بہا اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے جو ہماری آئندہ نسلوں کے لئے بھی عنوان ہدایت ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین کو عمر صحت اور توانائی سے نوازے کہ نامساعد حالات میں بھی وہ تن تنہا اس محاذ پر سرگرم کار ہیں۔ آج مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی اور علامہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین جیسے عظیم اہل قلم کی وجہ سے ہی سلفیت کا علمی کاروان سرگرم سفر ہے اور تصنیف و تالیف کی تابندہ روایات زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عظیم دانشوروں اور جماعت کے دیگر اہل قلم علماء کو سلامت رکھے تاکہ علم وقلم کا یہ کاروان یوں ہی آگے بڑھتا رہے۔

ابن احمد نقوی۔ نئی دہلی

☆ تحریک ختم نبوت جلد ہفتم مطبوعہ دہلی ۲۰۱۰ء کے پیش لفظ میں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند لکھتے ہیں:

ساری تعریف اور ہر طرح کی حمد وثنا صرف اللہ تعالیٰ کو حقیقت میں لائق وزیبا ہے جس نے ہم کو انسان بنایا اور اپنی خاص عنایت اور دولت دین اسلام سے سرفراز فرمایا جسے اسکے پیارے

نبی محمد ﷺ لے کر آئے اور ہم تک وہ پیغام الٰہی اور امانت عظمیٰ پوری امانت اخلاص و ہمدردی اور محبت ومحنت سے امت کو سونپ دیا۔ پھر صلوۃ وسلام نازل ہو خاتم الانبیاء محمد ﷺ پر جن کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے شریعت مکمل فرمائی ۔ اور آپ ﷺ نے قرآن کی عملی تفسیر اور وحی غیر متلو حدیث پاک کے ذریعہ انسانیت کی صلاح وفلاح اور ہدایت ورہنمائی اور نجات وسرخروئی اور تزکیہ وتطہیر اور تعلیم وتربیت کا فریضہ بدرجہ اتم انجام دے کر امت محمدیہ کو روز روشن شاہراہ پر گامزن فرما دیا کہ اسکی راتیں بھی دن کے مانند اور واضح ہیں اور ان دونوں نور و برہان کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام کر پیارے نبی ﷺ کے اصحاب کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوری انسانیت میں اس مکمل تعلیم کو عام کیا اور بلاکم وکاست اور ادنی فرق کے اس امانت کو چہاردانگ عالم مے پھیلایا اور اس کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور اس کی اصلی وحقیقی شکل وصورت کو دنیائے انسانیت کے لئے عملی نمونہ بن کر پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہی قرآن وحدیث اور نبی ﷺ کے اولین مخاطب تھے لہذا انہوں نے من وعن کتاب وسنت کو ہم تک پہنچایا صحابہ کرام ہی اولین رواۃ الاسلام، مبلغین اسلام، عاملین بالکتاب والسنہ ہیں اور انہوں نے بہت باریک بینی توجہ وانہماک شوق لگن اخلاص ومحبت اور انتہائی لگاؤ اور چاہت سے دین وایمان کی باتیں نبی ﷺ سے سیکھا، بالمشافہ ومشاہدہ کے ساتھ سوال واستفسار کے ذریعہ بھی فہم کتاب وسنت اور اس پر عملاً کاربند ہو کر اسکی نمائندگی کی ۔ اللہ تعالی ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہوئے ۔ پھر ان کے بعد تابعین کرام، تبع تابعین اماماں دین ومحدثین، فقہاء امت وعلماء دین ومجددین اور اولیاء اللہ نے ہر دور میں ان ہی دوسر چشموں سے سیرابی کی کوشش کی اور اسی کی روشنی میں اپنا منہج وعقیدہ متعین فرمایا اسی کی نشر واشاعت میں متاع حیات صرف کی اس کے علاوہ بھی یہی نہیں کہ کسی بات کو لائق اعتنا نہیں سمجھا بلکہ ہر وہ چیز جسے داخل دین کرنے کی کوشش کی گئی اس پر سخت نکیر کی اور اس کی تردید کو اپنا مشن بنالیا اور ہر نئی بات کو مردود قرار دے دیا۔

نبی کا اسوہ ونمونہ ہر وقت ان کے سامنے رہتا اور من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ کے فرمان نبوی کی روشنی میں قرآن وحدیث کے علاوہ دین کے معاملہ میں کوئی بھی نئی بات پیش ہوگی وہ مردود ہوگی کیونکہ دین محمد بن عبداللہ نبی وامام کائنات پر مکمل ہوگیا اور آپ خاتم النبیین قرار پائے۔

یہی تمام امت محمدیہ مسلمہ کا عقیدہ ہے اس کے برخلاف کسی طرح کے وحی ونبوت کا

دعوی باطل محض ٹھہرا ایک مسلمان پر خصوصاً عالم پر فرض ہے کہ وہ صرف آخری نبی محمد ﷺ کی تعلیمات کو حرز جاں بناتے رہیں کسی بھی نئی بات خصوصاً مدعی نبوت کے خلاف تحریک چلائیں اور اس بغاوت وظلم کے خلاف اپنی ہر طرح کی توانائیاں صرف کریں چنانچہ علماء امت نے ان باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا اور جس نے بھی جس عصر ومصر اور زمان ومکان میں نبوت کا دعوی کیا اس کی تردید وتکذیب و تکفیر پر کمر بستہ ہو گئے ہر دور میں علمائے اہل حدیث وحاملین کتاب وسنت سلفی علماء نے یہ فریضہ انجام دیا۔ خصوصاً استعمار کے پیدا وار غلام احمد مدعی نبوت ظلی یا بروزی کے کذب وافترا علی النبوت کا پردہ چاک کرنے میں ہراول دستہ کا کام کیا ہر محاذ پر تحریک ختم نبوت کی قیادت کی۔ اس سلسلہ میں ان کے جہود وخدمات کی داستان اتنی طویل ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ترین ہے تاہم یہ کام عرصہ دراز کے بعد محترم جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب مورخ جماعت نے جب انجام دینا شروع کیا تب بھی اس کے لئے دسیوں مجلّات تنگ پڑنے لگے۔

اب حالت یہ ہے کہ ہم یہ سطور ساتویں جلد کے مقدمہ وعرض ناشر کے طور پر تحریر کرنے بیٹھے ہیں اس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے دیگر اہم ترین علمی وتاریخی کاموں کے شانہ بشانہ اب تک اسکی بارہ جلدیں تیار کر چکے ہیں.. اللہ تعالی کی ذات بابرکات اور اسکے احسانات وعنایات کریمانہ سے امید ہے کہ اس نے جس طرح مؤلف کتاب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کو اس عظیم علمی سفر کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائی ہے تو ہمیں بھی اپنی غیبی مدد سے اسکی نشر واشاعت کی توفیق سے نوازتا رہے گا۔

ہم مولائے کریم کے دربار میں سراپا عجز ونیاز دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی اس عظیم علمی مرد مجاہد غازی وقت کو تا دیر سالم وغانم رکھے۔ قوائے جسمانی وروحانی اور طاقت وتوانائی وجوانی عطا کرتا رہے اور اپنے دین حنیف اور ناموس نبوت کے پہرہ داروں، خدمت گاروں سالاروں اور شہیدوں کی خدمات وجہود کو بیش از بیش منظر عام پر لانے کی توفیق دیتا رہے کیونکہ یہ سعادت عظمی اس ذات صمد ولا زوال وبندہ نواز کی بندہ نوازیوں کے مرہون منت ہے۔ ورنہ تحریک ختم نبوت اور تحفظ ختم نبوت کی داستان ماضی اور تاریخ کو اتنی دیر سے اتنے بڑے پیمانے پر ترتیب وتصنیف و تالیف کے کیا معنی؟ سوائے اس کے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی وتکذیب کے ساتھ موجودہ دور میں کارٹونی سیاست کے شکار، رشدی ونسرینی ویورپی ومغربی شعبدہ بازوں اور انسانیت کے دشمنوں اور انبیاء کے قاتلوں اور ان کی عزت وناموس کو بٹہ لگانے کی سعی مذموم کرنے والوں کی

تر دید و تکذیب و تکفیر و تنبیہہ و سرزنش بھی ساتھ ساتھ اس تاریخی کام کے ذریعہ ہو جائے۔

اس تناظر میں کل شیء مر ھو ن بوقتہ سے قطع نظر یہ اتفاق نہیں حسن اتفاق ہے کہ ماضی کے مدعیان نبوت اور نبوت میں نقب زنی کرنے والوں کی بیخ کنی کی تاریخ بھی حیطہ تحریر میں آرہی ہے اور حال کے گستاخان و شاتمین نبی آخرالزمان ﷺ کی سرکوبی و مذمت اور تردید بھی ہورہی ہے۔ اور اس کے ذریعہ محبان رسول اکرم ﷺ کو اپنی محبت کے صیقل کرنے کا سنہری موقع بھی فراہم ہوتا ہے۔ نیز محسن انسانیت رحمۃ للعالمین کا ذکر جمیل بھی بڑے پیمانے پر ہو اور آپکی تعلیمات کو عام کرنے اور اس کی طرف دنیا جہان کے اذہان وقلوب وانظار متوجہ رہے اور رفعنا لک ذکرک کی عملی تفسیر معجزانہ طور پر بیگانگان اور بعید الاوطان کے درمیان خوب عام ہورہی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی اس سلسلہ ذہبیہ کے ذریعہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی آبیاری ہوتی رہے اور دجالین وکذابین و مدعیان نبوت کی قلعی کھلتی رہے اور عظمت نبی ﷺ کو چار چاند چہار دانگ عالم میں لگتے رہیں۔ اس موقع پر خاص طور پر رب کریم کے شکریہ کے بعد مولف موصوف ڈاکٹر بہاء الدین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ ساتھ ہی برادر محترم فاضل اجل گرامی قدر شیخ جمیل احمد شیر خان وفقہ اللہ وزادہ توفیقاً وتقدما کا شکرگزار ہوں جن کی پیہم جد و جہد اور توجہ خاص سے یہ علمی و دینی وتاریخی کام بہر طور انجام پا رہے ہیں اور ہر میدان اور سطح پر اس عملی سفر میں ممد ومعاون بنے ہوئے ہیں۔

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔ دہلی۔

کتابیات

قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر۔مولانا محمد جوناگڈھی، حافظ صلاح الدین یوسف۔
المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم محمد فؤاد عبدالباقی۔طبع رابع۔۱۹۹۷ء
عون المعبود لحل مشکلات ابی داؤد۔شمس الحق عظیم آبادی جلد رابع۔ نشر السنہ۔ملتان
شمس الہدایۃ۔پیر مہر علی شاہ گولڑوی
سیف چشتیائی۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی
الہامات مرزا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری
عصائے موسیٰ۔منشی الہی بخش لاہوری
الحق الصریح۔محمد بشیر سھسوانی
تازیانہ عبرت۔مولوی کرم الدین جہلمی
چودھویں صدی کا مسیح۔مظہر صدیقی
قادیانی تصانیف:
براہین احمدیہ
فتح اسلام۔
توضیح المرام
ازالہ اوہام۔
انجام آتھم
حقیقۃ الوحی
تریاق القلوب
ایام صلح۔پیغام صلح
شہادۃ القرآن
سراج منیر

کتاب الوصیت ۔ حجۃ اللہ
کشتی نوح، تحفہ ندوہ
سراج منیر
شہادۃ القرآن
مواہب الرحمٰن
مجموعہ اشتہارات قادیانی
مکتوبات مرزا قادیانی
حیات ناصر۔ طبع ۱۹۲۷ء
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
تذکرۃ المہدی۔ پیر سراج الحق نعمانی قادیانی
ذکر حبیب۔ مفتی محمد صادق قادیانی
تاریخ احمدیت ۔ دوست محمد شاہد قادیانی
اخبار الحکم قادیان ۱۸۹۸ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۱ء متعدد شمارے
اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۲ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۳ء متعدد شمارے
اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۴ء متعدد شمارے؛ اخبار الحکم قادیان ۱۹۰۵ء متعدد شمارے
اخبار بدر قادیان ۱۹۰۴ء متعدد شمارے؛ اخبار بدر ۱۹۰۵ء قادیان متعدد شمارے
ریویو آف ریلی جنز قادیان
اخبار شحنہ ہند میرٹھ ضمیمہ ۱۹۰۴ء